

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234508

UNIVERSAL
LIBRARY

نصائح و نکتہ کار کا مجموعہ تاریخ دستور انگلستان

ایف سی مائیکو صاحب کی کتاب "دی ایمنٹس آف انجمنز کانستٹیوشنل ممبری" کا اردو ترجمہ

مقدمہ و تشریحات مترجم

اسٹریٹ کے لئے

مترجم

مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے۔ - بیرسٹر لا

رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ

جامعہ عثمانیہ

۱۳۳۸ھ - ۱۳۲۹ھ - ۱۹۱۹ء

مطبوعہ دارالکتاب و المطبعہ دارالکتاب

یہ کتاب میکملن کمپنی کی اجازت سے
جن کو حقوق کاپی رائٹ حاصل ہیں
طبع کی گئی ہے۔

مُقَدِّمہ



دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ اُس کے قوائے ذہنی میں انخطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں ، ایجاد و اختراع اور غور و فکر کا مادہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے ، تخیل کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے ، علم کا دار و مدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے ۔ اُس وقت قوم یا تو بیکار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے ۔ تاریخ عالم کے ہر دور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔ خود ہمارے دیکھتے دیکھتے جاپان پر یہی گزری اور یہی حالت اب ہندوستان کی ہے ۔ جس طرح کوئی شخص دوسرے بنی نوع انسان سے قطع تعلق کر کے تنہا اور الگ تھلک نہیں رہ سکتا اور اگر رہے تو پینپ

نہیں سکتا اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی قوم دیگر اقوام عالم سے بے نیاز ہو کر پھولے پھلے اور ترقی پائے۔ جس طرح ہوا کے جھونکے اور ادنیٰ پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کے اثر سے وہ مقامات تک ہرے بھرے رہتے ہیں جہاں انسان کی دسترس نہیں اسی طرح انسانوں اور قوموں کے اثر بھی ایک دوسرے تک اڑ کر پہنچتے ہیں۔ جس طرح یونان کا اثر روم اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا جس طرح عرب نے عجم کو اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا جس طرح اسلام نے یورپ میں تاریکی اور جہالت کو مٹا کر علم کی روشنی پہنچائی اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں۔ یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور جاری رہیگا۔

”دنئے سے دیا یوں ہی بھلتا رہا ہے“

جب کسی قوم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب قوم میں جدت اور ایج نہیں رہی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف معمولی ادھوری، کم مایہ اور ادنیٰ ہونگی۔ اُس وقت قوم کی بڑی خدمت یہی ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ سے دنیا کی اعلیٰ درجہ کی تصانیف اپنی زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے خیالات میں تغیر اور معلومات میں اضافہ کریں گے، جمود کو توڑیں گے اور قوم میں ایک نئی حرکت پیدا کریں گے اور پھر آخر یہی ترجمے تصنیف و تالیف

کے جدید اسلوب اور ڈھنگ سمجھائیں گے۔ ایسے وقت میں تنہا
تصنیف سے زیادہ قابل قدر زیادہ مفید اور زیادہ فیض رساں
ہوتا ہے۔

اسی اصول کی بنا پر جب عثمانیہ یونیورسٹی کی تجویز پیش
ہوئی تو ہنر اکڑالٹڈ ہائینس ستم دوراں ارسطوئے زمان
سے سالار آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نَوَابِ صِیْرُ عُمَانُ عَلِیْحَانِ بَہَادُرِ فَتْحِ جَنگِ
جی۔سی۔اس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ای۔والی حیدرآباد کی
خدا اللہ ملکہ و سلطنت نے جن کی علمی قدردانی اور علمی سہرتی
اس زمانہ میں اچھائے علوم کے حق میں آب حیات کا کام
کر رہی ہے، یہ تقاضائے مصلحت و دور بینی سب سے اول
سرشتہ تالیف و ترجمہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی ہو
نہ صرف یونیورسٹی کے لئے نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کریں
بلکہ ملک میں نشر و اشاعت علوم و فنون کا کام بھی اہتمام
دیگا۔ اگرچہ اس سے قبل بھی یہ کام ہندوستان کے مختلف
مقامات میں تھوڑا تھوڑا انجام پایا مثلاً فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں
زیر نگرانی ڈاکٹر گلکرسٹ، دہلی سوسائٹی میں انجمن پنجاب میں
زیر نگرانی ڈاکٹر لائٹنر و کرنل ہالرائڈ، علی گڑھ میں
انسٹیٹیوٹ میں جس کی بنا سر سید احمد خاں مرحوم نے
ڈالی۔ مگر یہ کوششیں سب وقتی اور عارضی تھیں۔ نہ انکے
پاس کافی سرمایہ اور سامان تھا نہ انہیں یہ موقع حاصل تھا

اور نہ انہیں **اَعْلٰی حَضْرَت وَاَقْلَس** جیسے علم پرور فرمانروا کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا۔ یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو علوم و فنون سے مالا مال کرنے کے لئے باقاعدہ اور مستقل کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو یہ رتبہ ملا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار پائی ہے۔ احیائے علوم کے لئے جو کام آگسٹس نے روم میں خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید و مامون الرشید نے ہسپانیہ میں عبدالرحمن ثالث نے، بکراجیت و اکبر نے ہندوستان میں الفرڈ نے انگلستان میں، پیٹر اعظم و کیتھرائن نے روس میں اور مت شی ہٹو نے جاپان میں کیا، وہی فرمانروائے دولت **اَصْفِیَہ** نے اس ملک کے لئے کیا۔ **اَعْلٰی حَضْرَت وَاَقْلَس** کا یہ کارنامہ ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ فخر و مباہات کے ساتھ ذکر کیا جائیگا۔

منجملہ اُن اسباب کے جو قومی ترقی کا موجب ہوتے ہیں ایک بڑا سبب زبان کی تکمیل ہے۔ جس قدر جو قوم زیادہ ترقی یافتہ ہے اُسی قدر اُس کی زبان وسیع اور اس میں نازک خیالات اور علمی مطالب کے ادا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے، اور جس قدر جس قوم کی زبان محدود ہوتی ہے اُسی قدر تنہیب و شایستگی بلکہ انسانیت میں اس کا درجہ کم ہوتا ہے۔ چنانچہ وحشی اقوام میں الفاظ کا ذخیرہ بہت ہی کم پایا گیا ہے۔ علمائے فلسفہ و علم اللسان نے یہ ثابت کیا ہے کہ زبان، خیال اور

خیال، زبان ہے اور ایک مدت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسانی دماغ کے صحیح تاریخی ارتقا کا علم، زبان کی تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ الفاظ ہمیں سوچنے میں ویسی ہی مدد دیتے ہیں جیسی آنکھیں دیکھنے میں۔ اس لئے زبان کی ترقی درحقیقت عقل کی ترقی ہے۔

علم ادب اسی قدر وسیع ہے جس قدر حیات انسانی۔ اور اس کا اثر زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا ہے۔ وہ نہ صرف انسان کی ذہنی، معاشرتی، سیاسی ترقی میں مدد دیتا، اور نظر میں سماعت، دماغ میں روشنی، دلوں میں حرکت اور خیالات میں تغیر پیدا کرتا ہے بلکہ قوموں کے بنانے میں ایک قوی آلہ ہے۔ قومیت کے لئے ہم خیالی شرط ہے اور ہم خیالی کے لئے ہم زبانی لازم۔ گویا ایک زبانی قومیت کا شیرازہ ہے جو اسے منتشر ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ مسلمان اقطاع عالم میں پھیلے ہوئے تھے لیکن اُن کے علم ادب اور زبان نے انہیں ہر جگہ ایک کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں انگریز ایک دنیا پر چھائے ہوئے ہیں لیکن باوجود اُنہم مسافت و اختلافِ حالات ایک زبانی کی بدولت قومیت کے ایک سلسلے میں منسلک ہیں، زبان میں جادو کا سا اثر ہے اور صرف افراد ہی پر نہیں بلکہ اقوام پر بھی اُس کا وہی تسلط ہے۔

یہی وجہ ہے، کہ تعلیم کا صحیح اور فطرتی ذریعہ اپنی ہی زبان ہو سکتی ہے۔ اس امر کو **اعْلِمْ حَقَّ وَاقِلْ** نے

پانا اور جامعہ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی۔ جامعہ عثمانیہ ہندوستان میں پہلی یونیورسٹی ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک ذریعہ تعلیم ایک دیسی زبان ہوگا۔ اور یہ زبان اردو ہوگی۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ”سانت، بہانت کی بولیاں“ بولی جاتی ہیں، جہاں ہر صوبہ ایک نیا عالم ہے، صرف اردو ہی ایک عام اور مشترک زبان ہو سکتی ہے۔ یہ اہل ہند کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اب بھی یہی اس فرض کو انجام دیگی۔ یہ اس کے خمیر اور وضع و ترکیب میں ہے۔ اس لئے یہی تعلیم اور تبادلہ خیالات کا واسطہ بن سکتی اور قومی زبان کا دعوے کر سکتی ہے۔

جب تعلیم کا ذریعہ اردو قرار دیا گیا تو یہ کھلا اعتراض تھا کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کہاں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اردو میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس میں علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم ہو سکے۔ یہ صمیم ہے کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی ذخیرہ نہیں۔ اور اردو ہی پر کیا منحصر ہے، ہندوستان کی کسی زبان میں بھی نہیں۔ یہ طلب و رسد کا عام مسئلہ ہے۔ جب مانگ ہی نہ تھی تو سہ کہاں سے آتی۔ جب ضرورت ہی نہ تھی تو کتابیں کیونکر مینا ہوتیں۔ ہماری اعلیٰ تعلیم غیر زبان میں ہوتی تھی، تو علوم و فنون کا ذخیرہ ہماری زبان میں کہاں سے آتا۔ ضرورت ایجاد کی مان ہے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی ہے تو کتابیں بھی

میتا ہو جائیں گی۔ اسی کمی کو پورا کرنے اور اسی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے سررشتہ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ اردو زبان میں اس کی صلاحیت نہیں۔ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں۔ سررشتہ تالیف و ترجمہ کا وجود اس کا شافی جواب ہے۔ یہ سررشتہ ہی کام کر رہا ہے۔ کتابیں تالیف و ترجمہ ہو رہی ہیں اور چند روز میں عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے طالب علموں کے ہاتھوں میں ہونگی اور رفتہ رفتہ عام شایقین علم تک پہنچ جائیں گی۔

لیکن اس میں سب سے کٹھن اور سنگلاخ مرحلہ وضع اصطلاحات کا تھا۔ اس میں بہت کچھ اختلاف اور بحث کی گنجائش ہے۔ اس بارے میں ایک مدت کے تجربہ اور کامل غور و فکر اور مشورہ کے بعد میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ تنہا نہ تو ماہر علم صحیح طور سے اصطلاحات وضع کر سکتا ہے اور نہ ماہر لسان۔ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ اور ایک کی کمی دوسرا پورا کرتا ہے۔ اس لئے اس اہم کام کو صحیح طور سے انجام دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں یک جا جمع کئے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مشورہ اور مدد سے ایسی اصطلاحیں بنائیں جو نہ اہل علم کو ناگوار ہوں نہ اہل زبان کو۔ چنانچہ اسی اصول پر ہم نے وضع اصطلاحات کے لئے ایک ایسی مجلس بنائی جس میں دونوں جماعتوں کے اصحاب شریک ہیں۔ علاوہ ان کے

ہم نے اُن اہل علم سے بھی مشورہ کیا جو اس کی خاص اہلیت رکھتے ہیں اور بُعدِ مسافت کی وجہ سے ہماری مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض الفاظ غیر مانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان انہیں دیکھ کر ناک بہوں پڑھائیں گے۔ لیکن اس سے گزیر نہیں۔ ہمیں بعض ایسے علوم سے واسطہ ہے جن کی ہوا تک ہماری زبان کو نہیں لگی۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جب ہماری زبان کے موجودہ الفاظ خاص خاص مفہوم کے ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ہم جدید الفاظ وضع کریں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم نے محض ٹالنے کے لئے زبردستی الفاظ گھڑ کر رکھ دئے ہیں بلکہ جس نہج پر اب تک الفاظ بنتے چلے آئے ہیں اور جن اصول ترکیب و اشتقاق پر اب تک ہماری زبان کاربند رہی ہے، اس کی پوری پابندی ہم نے کی ہے۔ ہم نے اُس وقت تک کسی لفظ کے بنانے کی جرأت نہیں کی جب تک اُسی قسم کی متعدد مثالیں ہمارے پیش نظر نہ رہی ہوں۔ ہماری رائے میں جدید الفاظ کے وضع کرنے کی اس سے بہتر اور صحیح کوئی صورت نہیں۔ اب اگر کوئی لفظ غیر مانوس یا اجنبی معلوم ہو تو اس میں ہمارا قصور نہیں۔ جو زبان زیادہ تر شعر و شاعری اور قصص تک محدود ہو، وہاں ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ جس ملک سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو جہاں لوگ نئی چیزوں کے بنانے اور دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں جدید الفاظ کا

غیر مانوس اور اجنبی معلوم ہونا موجب حیرت نہیں۔ الفاظ کی حالت بھی انسانوں کی سی ہے۔ اجنبی شخص بھی رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتے ہیں۔ اول اول الفاظ کا بھی یہی حال ہے۔ استعمال آہستہ آہستہ غیر مانوس کو مانوس کر دیتا ہے اور صحت و غیر صحت کا فیصلہ زمانہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ لفظ تجویز کرتے وقت ہر پہلو پر کامل غور کر لیں، آئندہ چل کر اگر وہ استعمال اور زمانہ کی کسوٹی پر پورا اترتا تو خود ٹکسالی ہو جائیگا اور اپنی جگہ آپ پیدا کر لیگا۔ علاوہ اس کے جو الفاظ پیش کئے گئے ہیں وہ الہامی نہیں کہ جن میں رد و بدل نہ ہو سکے، بلکہ **فرہنگ اصطلاحات عثمانیہ** جو زیر ترتیب ہے پہلے اس کا مسودہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور جہاں تک ممکن ہو گا اس کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جائے گا۔

لیکن ہماری مشکلات صرف اصطلاحات علمیہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ ہمیں ایک ایسی زبان سے ترجمہ کرنا پڑتا ہے جو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہے، اس میں اور ہماری زبان میں کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔ اس کا طرز بیان، ادائے مطلب کے اسلوب، محاورات وغیرہ بالکل جدا ہیں۔ جو الفاظ اور جملے انگریزی زبان میں بالکل معمولی اور روزمرہ کے استعمال میں آتے ہیں، اُن کا ترجمہ جب ہم اپنی زبان میں کرنے بیٹھتے ہیں تو سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ان تمام دشواریوں پر

غالب آنے کے لئے مترجم کو کیسا کچھ خون جگر کھانا نہیں پڑتا۔ ترجمہ کا کام بیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے، کچھ آسان کام نہیں ہے۔ بہت خاک چھانی پڑتی ہے تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے + اس سرشت کا کام صرف یہی نہ ہوگا (اگرچہ یہ اس کا فرض اولین ہے) کہ وہ نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کرے، بلکہ اس کے علاوہ وہ ہر علم پر متعدد اور کثرت سے کتابیں تالیف و ترجمہ کرانے لگا، تاکہ لوگوں میں علم کا شوق بڑھے، ملک میں روشنی پھیلے، خیالات و قلوب پر اثر پیدا ہو، جمالت کا استیصال ہو۔ جمالت کے معنی اب لاعلمی ہی کے نہیں بلکہ اس میں افلاس، کم ہمتی، سنگدل، کوتاہ نظری، بے غیبتی، بد اخلاقی سب کچھ آجاتا ہے۔ جمالت کا مقابلہ کر کے اسے پس پا کرنا سب سے بڑا کام ہے۔ انسانی دماغ کی ترقی علم کی ترقی ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ علم کی شاعت و ترقی کی تاریخ ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک انسان نے جو کچھ کیا ہے، اگر اس پر ایک وسیع نظر ڈالی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جوں جوں علم میں اضافہ ہوتا گیا، پچھلی نسلوں کی صحت ہوتی گئی، تاریکی کھٹتی گئی، روشنی بڑھتی گئی، انسان سیدان ترقی میں قدم آگے بڑھتا گیا۔ اسی مقدس فرض کے ادا کرنے کے لئے یہ سرشت قائم کیا گیا ہے اور وہ اپنی بساط کے موافق اس کے انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے گا۔

لیکن غلط شقیق و جستجو کی کلمات میں لگی رہتی ہے۔ ادب کا

کامل ذوق سلیم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے نقاد اور مبتدع فاش غلطیاں کر جاتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا۔ غلطی ترقی کے مانع نہیں ہے، بلکہ وہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے پچھلوں کی بھول چوک آنے والے مسافر کو رستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے۔ ایک جاپانی ماہر تعلیم (بین کی کوچی) نے اپنے ملک کا تعلیمی حال لکھتے ہوئے اس صحیح کیفیت کا ذکر کیا ہے جو ہونہار اور ترقی کرنے والے افراد اور اقوام پر گزرتی ہے۔

”ہم نے بہت سے تجربے کئے اور بہت سی ناکامیاں اور غلطیاں ہوئیں، لیکن ہم نے ان سے نئے سبق سیکھے اور فائدہ اٹھایا۔ رفتہ رفتہ جیسے اپنے ملک کی تعلیمی ضروریات اور امکانات کا صحیح اور بہتر علم ہوتا گیا اور ایسے تعلیمی طریقے معلوم ہوتے گئے جو ہمارے اہل وطن کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ ابھی بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ہمیں حل کرنے میں بہت سی ایسی اصلاحیں ہیں جو ہمیں عمل میں لانی ہیں، ہم نے اب تک کوشش کی اور ابھی کوشش کر رہے ہیں اور مختلف طریقوں کی برائیاں اور بھلائیاں دریافت کرنے کے درپے ہیں، تاکہ اپنے ملک کے فائدے کے لئے اچھی باتوں کو اختیار کریں اور رد و ج دیں اور برائیوں سے بچیں۔ اس لئے جو حضرات ہمارے کام پر تنقیدی نظر ڈالیں انہیں وقت کی تنگی، کام کا جھوم اور اس کی اہمیت اور ہماری مشکلات پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ یہ پہلی سعی ہے اور پہلی سعی میں کچھ نہ کچھ خامیاں

ضرور رہ جاتی ہیں، لیکن آگے چل کر یہی خامیاں ہماری رہنما بنیں گی اور پختگی اور اصلاح تک پہنچائیں گی۔ یہ نقش اول ہے نقش ثانی اس سے بہتر ہوگا۔ ضرورت کا احساس علم کا شوق، حقیقت کی لگن، صحت کی ٹوہ، جدوجہد کی رسائی خود بخود ترقی کے مدارج طے کر لے گی۔

جاپانی بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیس چالیس سال کے عرصے میں وہ کچھ کر دکھایا جس کے انجام دینے میں یورپ کو اتنی ہی صدیاں صرف کرنی پڑیں۔ کیا کوئی دن ایسا آنے لگا کہ ہم بھی یہ کہنے کے قابل ہوں گے؟ ہم نے پہلی شرط پوری کر دی ہے یعنی بیجا قیود سے آزاد ہو کر اپنی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لوگ ابھی ہمارے کام کو تذبذب کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری زبان کی قابلیت کی طرف مشتبہ نظریں ڈال رہے ہیں۔ لیکن وہ دن آنے والا ہے کہ اس ذرے کا بھی ستارہ چمکے گا، یہ زبان علم و حکمت سے مالا مال ہوگی اور

اَعْلَى حَضَرَاتِ اَقْلَس کی نظر کیسا اثر کی بدولت یہ دنیا کی مذہب و شایستہ زبانوں کی ہماری کا دعوے کرے گی۔ اگرچہ اُس وقت ہماری سعی اور محنت حقیر معلوم ہوگی، مگر یہی شامِ غربت صبحِ وطن کی آمد کی خبر دے رہی ہے، یہی شبِ بیدار روزِ روشن کا جلوہ دکھائیں گی، اور یہی مشقت اُس قصہ رفیع الشان کی بنیاد ہوگی جو آئندہ تعمیر ہونے والا ہے۔ اس وقت ہمارا کام صبر و استقلال سے میدان صاف کرنا،

داغ بیل ڈالنا اور نیو کھودنا ہے، اور فرہاد وار شیریں حکمت کی خاطر سنگلاخ پہاڑوں کو کھود کھود کر جوئے علم لانے کی سعی کرتا ہے۔ اور گو ہم نہ ہوں گے مگر ایک زمانہ آئیگا جب کہ اس میں علم و حکمت کے دریا بہیں گے اور ادبیات کی افتادہ زمین سرسبز و شاداب نظر آئے گی۔

آخر میں میں سررشتہ کے مترجمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے فرض کو بڑی مستعدی اور شوق سے انجام دیا۔ نیز میں ارکان مجلس وضع اصطلاحات کا شکر گزار ہوں کہ ان کے مفید مشورے اور تحقیق کی مدد سے یہ مشکل کام بخوبی انجام پا رہا ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ یہ سررشتہ جناب مشر محمد اکبر حیدری بی۔ اے معتمد عدالت و تعلیمات و کو توالی و امور عامہ سرکار عالی کا ممنون ہے جنہیں ابتدا سے قیام و انتظام جامعہ عثمانیہ میں خاص انہماک رہا ہے۔ اور اگر ان کی توجہ اور امداد ہمارے شریک حال نہ ہوتی تو یہ عظیم الشان کام صورت پذیر نہ ہوتا۔ میں سید راس مسعود صاحب بی۔ اے (آکسن) آئی۔ ای۔ ایس۔ ناظم تعلیمات سرکار عالی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی توجہ اور عنایت ہمارے حال پر مبذول رہی اور ضرورت کے وقت ہمیشہ بلا تکلف خوشی کے ساتھ ہمیں مدد دی۔

عبدالحق

ناظم سررشتہ، تالیف و ترجمہ (عثمانیہ یونیورسٹی)

اَلْكَارِجَالِیَّةُ



- مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ ناظم۔
- قاضی محمد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم ریاضیات
- چودھری برکت علی صاحب بی۔ بی۔ سی۔۔۔۔۔ مترجم سائنس
- مولوی سید ہاشمی صاحب۔۔۔۔۔ مترجم تاریخ۔
- مولوی محمد الیاس صاحب برنی ایم۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم معاشیات
- قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم سیاسیات
- مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم تاریخ۔
- مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم فلسفہ و منطق
- مولوی عبدالحکیم صاحب شہر۔۔۔۔۔ مولف تاریخ اسلام
- مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم قانون۔
- مولوی عبداللہ العماوی صاحب۔۔۔۔۔ مترجم کتب عربی
- علاوہ ان مذکورہ بالا مترجمین کے مولوی حاجی
- صفی الدین صاحب ترجمہ شدہ کتابوں کو مذہبی نقطہ نظر
- سے دیکھنے کے لئے اور نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب
- طبا طبائی) ترجموں پر نظر ثانی کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے ہیں۔

ارکان مجلس و مکتبہ

مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب وظیفہ یاب رکار عالی (سابق ناظم مروجہ شہری)
 مولوی حمید الدین صاحب بی۔ اے صدر دارالعلوم
 نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی)
 مولوی حمید الدین صاحب سلیم
 مولوی عبدالحق بی۔ اے ناظم سرشتہ تالیف و ترجمہ

علاوہ ان مستقل ارکان کے ، متہمین سرشتہ تالیف و ترجمہ نیز
 دوسرے اصحاب سے بطحا انکے فن کے مشورہ کیا گیا۔ مثلاً
 خان فضل محمد خان صاحب ایم۔ اے ریگور (پرنسپل ہائی اسکول حیدرآباد)
 مولوی عبدالواسع صاحب (پروفیسر دارالعلوم حیدرآباد)
 پروفیسر عبدالرحمن صاحب بی۔ ایس۔ سی (نظام کالج)
 مرزا محمد بادی صاحب بی۔ اے (پروفیسر کرپن کالج لکھنؤ)
 مولوی سلیمان صاحب ندوی

سید راس مسعود صاحب بی۔ اے (ناظم تعلیمات حیدرآباد) وغیرہ

حَامِلًا وَمَصْلِيًا

دیباچہ مترجم

عموماً ترجمہ کو سلیس اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والے کی طبیعت نہ اکتاے اور اس قسم کی تاریخوں کے دقیق مضامین پر عبور کرنے میں آسانی ہو۔ اردو داں اصحاب اور ایسے حضرات کی سہولت اور دھپی کے لئے جو پہلے سے انگریزی تاریخ سے واقف نہوں انگلستان کے مذہبی فرقوں اور عقائد اور وہاں کی زمینداری اور اس کے قانونی اصطلاحوں کی نسبت جن کا اصل کتاب میں ذکر ہے حسب ضرورت صفحوں کے اخیر میں شرح کر دی گئی ہے اور بطور ضمیمہ چند نوٹ بھی شامل کئے گئے ہیں۔

جو انگریزی الفاظ اور اصطلاحات اردو میں مروج ہیں خواہ مخواہ ان کا ترجمہ کر کے پڑھنے والوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں اس لئے پارلیمنٹ اور کینٹ جیسے معرود

الفاظ بہا تکلف ترجمہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے ہمارے ملک میں کینٹ کے لئے لوگ کبھی کبھی ”مجلس وزرا“ برتا کرتے ہیں حالانکہ انگلستان کے کل وزرا کینٹ کے ارکان نہیں ہوتے بلکہ ان کی ایک محدود تعداد سے مجلس مذکور بنتی ہے لہذا وزارت کو کینٹ کا مرادف خیال کرنا مناسب نہیں۔

خاک

سید علی رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

منجانب مترجم

مبتدیان تاریخ دستوری اور اردو خوان ناظرین کی سہو
و دجسی کے خیال سے کانسٹی ٹیوشن اور اس کے قانون فرقا
کی تشریح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ رومن سلطنت میں ^{دستور} آئین
کانسٹی ٹیوشیو اس مجموعہ قوانین یا فراین کو کہتے تھے جو
شہنشاہ کی جانب سے وضع اور نافذ کیا جاتا تھا۔ انگریزی
قانون کی ابتدائی تاریخ میں بھی اس لفظ سے یہی مفہوم لیا
گیا ہے چنانچہ کانسٹی ٹیوشن آف کلازڈن سے فراین یا
مشورات ترشده بہ مقام کلازڈن مراد ہے۔ لیکن لفظ کانسٹی
ٹیوشن کا جدید استعمال ان قواعد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے
جن کا تعلق کسی جماعت کی ترتیب و ترکیب سیاسی سے ہوتا
ہے لہذا مفہوم اول کے لحاظ سے کانسٹی ٹیوشن کے معنی
آئین اور مفہوم ثانی کی بنا پر دستور ہوتے ہیں۔ چونکہ یورپ

میں لفظ کانسٹی ٹیوشن صدیوں سے استعمال ہو رہا تھا اہل یورپ نے مفہوم ثانی کے لئے بھی اسی اصطلاح کو جاری رکھا ہے لیکن اہل مشرق کے نزدیک لفظ آئین کو بلحاظ قدامت مفہوم ثانی کے واسطے قایم رکھنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے اس لئے جنے کانسٹی ٹیوشن کے مفہوم جدید کے لئے لفظ دستور تجویز کیا ہے۔

انگلستان کا دستور غیر مکتوبی، انفرادی اور ترمیم پذیر ہے اور دوسرے ملکوں کے دساتیر مکتوبی، مرکب (متفقہ) اور غیر ترمیم پذیر ہیں۔ ان تعریفوں کے سمجھنے کے لئے بعض امور کی ذیل میں صراحت کی جاتی ہے۔

توضیح
دستور
برطانیہ

ہر ایک خود مختار سیاسی جماعت میں اعلیٰ حکومت کسی شخص واحد یا ایک سے زیادہ اشخاص یا جماعتوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس کو فرماں روا کہتے ہیں۔ فرماں روا نہ صرف قانون کو وضع کرتا ہے بلکہ اس کے دو اور کام ہیں۔ ایک کارِ قضا اور دوسرا تعمیلِ قوانین یا احکام مگر وضع قوانین فرماں روا کے واسطے مخصوص ہے اور کارِ قضا و تعمیلِ قوانین نیابت کے ذریعہ سے انجام پاتے ہیں۔ اس قسم کی جماعت میں جس حکم یا امر کو کہ فرماں روا اپنے رعایا پر نافذ کرتا ہے وہ بقول اسٹین پارٹیٹولا (قانون صحیح) ہے اور جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں فرماں روا کی جانب سے سزا دی جاتی ہے یا نجیال پر فوسیر

قانون
صریح

قانونی قانون وہ قاعدہ ہے جس کی تعمیل عدالت کراتی ہے بہر حال اس مسلمہ تعریف قانون کی بنا پر قانون دستور ان سب قواعد پر مبنی ہے جن کا تعلق امور ذیل سے ہوتا ہے۔ وراثت تخت و تاج، اگر جمہوری حکومت ہو تو قانون طریقہ انتخاب میر مجلس، عاقلانہ گروہ کے اختیارات، شاہی حقوق و اختیارات یا چیف مجسٹریٹ (اعلیٰ حاکم) کے حقوق و اختیارات، ترکیب مجلس انتظامی، مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اعلیٰ و ادنیٰ حصے جہاں کہیں مجلس مذکور و حصوں میں منقسم ہو، نتجین اور انتخاب شدہ اشخاص کے شرائط اہلیت، حق رائے، وزراء، قضاة، اور دوسرے انتظامی اور فوجی افسروں کے اختیارات و فرائض، شہریوں، عکریوں اور ملاحوں کے حقوق و فرائض، رعایا کی آزادی، تقریر و اظہار خیالات، مقامی حکومتوں اور کارپوریشنز (شخصیات) کے حقوق و فرائض اور طرز عمل وغیرہ۔

اگر ہم قانون کی مسلمہ تعریف پر غور کریں تو قانون قانون دستوری دو قسم کے قواعد پر مبنی ہے ایک ایسے قواعد جن پر قانون صریح کا اطلاق ہوتا ہے اور جن کی عدالتیں تعمیل کراتی ہیں۔ دوسرے اس قسم کے قواعد جن کی خلاف ورزی ناجائز یا خلاف قانون نہیں سمجھی جاتی البتہ اس فعل کو غیر دستوری کہہ سکتے ہیں اور اسی بنا پر عدالت دست اندازی نہیں کر سکتی۔ پہلے قسم کے قواعد کو قوانین دستور

تشکیلات اور دوسرے قسم کے قواعد کو رسم و رواج یا عمل و رآمد دستور
 قانون کہتے ہیں۔ یہہ مقولہ کہ ”بادشاہ انگلستان سے ارتکاب جرم
 نہیں ہو سکتا“، پہلے قسم کے مجموعہ قواعد کی تہیل ہے۔ عدالتوں کی
 تعبیر یا تاویل کی بنا پر اس مقولہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی
 ایسا قانونی طریقہ یعنی ضابطہ موجود نہیں ہے جس کی رو
 سے انگلستان کے بادشاہ کو کسی فعل کے واسطے جو اس
 سے سرزد ہو ذمہ دار بنا سکیں پروفیسر ڈاشی نے اس
 تعبیر قانونی پر زور دیتے ہوئے ایک انتہائی مثال دی ہے
 وہ لکھتے ہیں کہ ”اگر بادشاہ وزیر اعظم کے سر میں گولی
 مار دے تو بھی انگلستان کی عدالتیں اس پر کچھ کارروائی
 نہیں کر سکتیں“، دوسرا مطلب اس مقولہ کا یہ ہے کہ کوئی
 شخص جو کسی خلاف قانون فعل کا مرتکب ہو اپنے بجائے کے
 لئے بادشاہ یا کسی اور افسر بالا کے حکم کو اس فعل کی
 تائید میں پیش نہیں کر سکتا۔ جو اصول کہ ان دونوں مثالوں
 میں مرعی رکھا گیا ہے قانون دستور ہے لیکن قانون مکتوبی۔
 (یعنی قانون موضوعہ) نہیں ہے۔ دوسری تہیل، ”تاج
 دشاہ برطانیہ کسی شخص کو قانون کے اثر سے مستثنیٰ نہیں
 کر سکتا“، یہ شاہی اختیار استثناء دو قانون حقوق“ کی رو
 سلب کر لیا گیا۔ یہ قاعدہ قانون دستور اور قانون مکتوبی
 (موضوعہ) بھی ہے۔ تیسری مثال، ”بادشاہ کے ہر ایک
 فعل کا کوئی دوسرا شخص ذمہ دار ہوتا ہے“ اس سے مراد

ذمہ داری وزرا ہے - یہ ذمہ داری اور ملکوں میں تو دستاویز دستوری میں درج ہوتی ہے مگر انگلستان میں یہ قاعدہ مختلف اصول قانونی کا نتیجہ ہے یعنی پہلا تو یہ مقولہ کہ ”شاہ انگلستان سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا“، اور دوسرا عدالتیں ایسے کسی شاہی فعل کو تسلیم نہیں کرتیں جو ایک مقررہ ضابطہ کی پابندی کے ساتھ نہ کیا جائے اور جس کے لئے عموماً ایک مخصوص مہر کا کسی مخصوص وزیر کے ذریعہ سے ثبت ہونا لازم ہے، اگر بادشاہ کے اس حکم پر اس قسم کی مہر نہ ہو تو کم سے کم اس وزیر کے دستخط یا کوئی اور علامت جو قائم مقام دستخط ہو ضرور ہونی چاہئے - تیسرا اصول کہ وہ وزیر جو ایک مخصوص مہر ثبت کرتا ہے یا اپنے دستخط بادشاہ کے دستخط کے مقابل کرتا ہے اس فعل کا ذمہ دار ہے جسکی وہ تصدیق کرتا ہے - یہ قاعدہ بھی ایک قانون دستور ہے لیکن قانون مکتوبی نہیں ہے - اسی طرح ذاتی آزادی اور پبلک چلے منعقد کرنے کا ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے اور اسی قسم کے اکثر حقوق قانون دستور کے جزو ہیں - اگرچہ ان میں سے متعدد حقوق کا ماخذ ایک عام قانونی اصول ہے - وہ یہ کہ کسی شخص کو بجز ارتکاب جرم سزا نہیں دی جاسکتی اور وہ بھی اس وقت کہ جب ملکی عدالتوں میں اس کی تحقیقات ہو جائے -

تمثیلات مندرجہ ذیل تمثیلات کا رواج یا عمل درآمد دستور سے متعلق ہے اور ہر دو بیت پارلیمنٹ کے منظور کردہ مسودہ قانون کو بادشاہ شرف منظوری سے محروم نہیں رکھ سکتا۔ بیت الامرا کسی مسودہ قانون مالیہ کی تحریک کر سکتا اور نہ پیش کر سکتا ہے۔ یا یہ کہ جب بیت الامرا کی حیثیت عدا مرافعہ کی ہو جائے تو اس میں صرف وہی امرا شریک ہو سکتے ہیں جو "امرائے قانونی" ہیں۔ جب وزیرا پر بیت العوام کا اعتماد باقی نہیں رہتا تو وہ اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو جاتے ہیں۔ بیت العوام کے ہر ایک مسودہ قانون کے لئے ضرور ہے کہ منظور ہونے سے پہلے تین مرتبہ پڑھ کر سنایا جائے۔

ان مثالوں سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ انگلستان کا دستور غیر مکتوبی، ترمیم پذیر اور انفرادی ہے۔ اس کے خلاف امریکہ اور جرمنی اور سوٹ زرلینڈ اور دوسرے ملکوں کے دساتیر مکتوبی، انفرادی، غیر ترمیم پذیر اور متفقہ ہیں۔ قانون مکتوبی سے مراد قانون موضوعہ ہے یعنی وہ قانون جس کو فرماں روا وضع کرے اور جسکی تعمیل کرانے اور ترمیم کرنے کا وہی مقدر ہو۔ انگلستان کے دستور کا بہت ہی قلیل حصہ ایسا ہے جس کو فرمانروا نے وضع کیا ہے چنانچہ قانون وراثت تاج اور مسودہ قانون حقوق اور منشور اعظم (میگنا کارٹا) اور قانون لزوم تحقیقات

فرق
مکتوبی
غیر مکتوبی

محبوس (ہیبیش کارپس ایکٹ) پر قانون موضوعہ یعنی قانون صبح کا اطلاق ہو سکتا ہے باقی حصہ قانون دستوری کا ایسا ہے جس کو صحیح معنوں میں قانون صبح نہیں کہہ سکتے۔ ایک اور خصوصیت دستور انگلستان کو حاصل ہے۔ اس کے اکثر قواعد کا ماخذ عدالتوں کے فیصلے، تعبیرات قانونی اور رسم و رواج ہیں۔ جس طرح بادشاہ اور پارلیمنٹ عام قانون کو وضع کرتے اور اُس کی ترمیم و نسخہ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ فرماں روا یا اعلیٰ حکومت دستور کی نسبت جس قسم کا تصرف چاہئے کر سکتی ہے۔ اس کے برخلاف ان ملکوں میں جہاں دستور مکتوبی (یعنی موضوعہ) ہے اس آئین سے ان کی مجلس وضع قوانین اپنے دستور کی ترمیم و نسخہ نہیں کر سکتی بجز اس طریقہ کے جو دستور میں مقرر کیا گیا ہو۔ مثلاً مالک متحدہ امریکہ کے دستور میں اس وقت تک تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تین چوتھائی متحدہ ریاستوں کی اس کی نسبت متفق نہ ہو جائے۔ دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ اس قسم کی دستوری سلطنت میں فرمانروا یعنی اعلیٰ حکومت اپنے دستور کی ماتحت ہوتی ہے اس لئے اس میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتی لیکن انگلستان میں دستور اعلیٰ حکومت کا ماتحت ہے۔ جس طرح سے انگلستان میں کامن لا (رسم و رواج یا قانون غیر موضوعہ) غیر مکتوبی ہے اسی طرح سے قانون دستوری بھی غیر مکتوبی ہے۔ اس لئے

اس دستور کا دار و مدار مثل قانون غیر موضوعہ کے نظائر اور تعبیرات قانونی پر ہے۔ بعض قواعد دستوری کا نشوونما عدالتوں کے ذریعہ سے اور بعض کا پارلیمنٹ کے طرز عمل پر ہوا ہے۔ دونوں بیوت پارلیمنٹ نے مثل عدالت نظائر کو دستور کا منبع بنایا ہے اور وقت ضرورت ان میں ترمیم بھی کی ہے۔ جب کبھی کوئی دستوری ہم پیش آتی ہے تو بیت العوام کی جانب سے ایک کمیٹی مقرر ہوتی ہے کہ اس کے گذشتہ نظائر کی تلاش کر کے کوئی مفید مطلب نظیر پیدا کرے۔ یہی حالت عدالت کنگس منیج کی ہے۔ وقت ضرورت اس کے فیصلوں کی محافظ خانہ میں جستجو کرائی جاتی ہے اور جس طرح (انگلستان کے) قانون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک حالت پر قائم ہے لیکن حقیقت میں اس میں ان ذریعوں سے متواتر تغیرات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح اس کا غیر مکتوبی دستور بھی یوں فیوٹا بدلتا رہتا ہے۔ انگلستان کے غیر مکتوبی اور ترمیم پذیر دستور اور دوسرے ملکوں کے مکتوبی و غیر ترمیم پذیر دساتیر میں ایک اور فرق ہیں یہ ہے کہ مثل قانون غیر موضوعہ کے دستوری قانون بھی بدلتا رہتا ہے یعنی اصل مفہوم میں تو فرق ہو جاتا ہے لیکن اصطلاحات اسی حالت پر قائم رکھی جاتی ہیں اس تغیر کا باعث بھی عدالتیں (اور پارلیمنٹ) ہیں۔ انگلستان کی قانونی اصطلاحات کو چہاں ماریے ایک لفظ بھی ایسا

نہیں ملتا جس سے دو تاج،، کا حقیقی مفہوم اور حیثیت معلوم ہو سکے برائیں ہم دو تاج،، سے مختلف مفہوم لئے جاتے ہیں کبھی اس سے مراد بادشاہ اور کبھی کینیٹ ہوتی ہے انگلستان کی چھوٹی چھوٹی اور متفرق ریاستیں

دستور
انگلستان
کے
غیر
مکتوبی
ہونے کا
سبب

دستور قائم ہونے کے بہت زمانہ پہلے متفق ہو کر ایک حکومت بن گئی تھیں لیکن امریکہ اور جرمنی اور سوٹ زرلینڈ وغیرہ میں چھوٹی ریاستوں کو دستور نے متفق کیا اس واسطے ان ملکوں میں دستور ہی ہر ایک سلطنت متحدہ کے اجزائے اندرونی بننے اس کی کل ریاستوں کے لئے اتحاد کا باعث سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک ذیلی چھوٹی ریاست کا ایک علیحدہ دستور ہوتا ہے اور اس سلطنت کے عام دستور کے سبب سے اس بڑی متحدہ سلطنت

کا شیرازہ مستحکم رہتا ہے۔ ان متحدہ حکومتوں میں اور دستور ایک امر قابل غور ہے یعنی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی آزاد نقصان اور خود مختاری مفقود ہو جاتی ہے اور دوسرا نقص یہ ہے کہ سلطنت کے عام دستور اور مقامی دستور میں نرمیم و تبدل و تغیر آسانی سے نہیں ہو سکتا، اس لئے دستور مکتوبی اور متفقہ میں ترقی جلد نہیں ہو سکتی اور اس کا اثر اہل ملک پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۷۰۷ء سے اب تک امریکہ کے دستور نے بمقابلہ دستور انگلستان بہت ہی کم ترقی کی ہے۔ اسی اثنا میں انگلستان کا غیر مکتوبی

اور ترمیم پذیر دستور اپنے معاصرین سے سبقت لے گیا اس
 ضمن میں اس کی بعض ترقیاں یادگار زمانہ ہیں اور بعض
 کارنامے زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس کی ^{دستور}
 بدولت شخصی حکومت بتدریج جمہوری ہو گئی اور بیت الامرا ^{غیر منتخب}
 کی قوت کو اس قدر تنزل ہوا کہ اب اس کی حیثیت ایک
 ننگراں کار مجلس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس پر بھی بعض
 وقت بیت الامرا وضع قوانین کے کام میں عارضی رکاوٹ
 پیدا کر سکتا ہے یعنی اگر وہ کسی مسودہ قانون مجسریہ
 بیت العوام کو منظور نہ کرے تو پارلیمنٹ کو برخاست
 کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بذریعہ انتخاب عام جدید
 بیت العوام مقرر ہوتا ہے اور اس طرح سے پبلک کی مرضی
 دریافت کی جاتی ہے۔ اگر قوم کا منشا اسی قانون کو جاری
 کرانے کا ہوتا ہے جس کو پہلے بیت الامرا نے نا منظور
 کیا تھا تو دوبارہ اسی کا مسودہ اس نئے بیت العوام کی
 طرف سے بیت الامرا میں پیش ہو کر منظور ہو جاتا ہے۔
 بیت الامرا کو مجبور کرنے کے اور طریقے بھی ہیں۔ بہر حال
 بیت العوام کو جو قوم یعنی عوام کی نیابت کرتا ہے وضع قوانین
 میں بیت الامرا پر اقتدار حاصل ہے۔ کیبنٹ جو بیت العوام
 کی تائید کی محتاج رہتی ہے بتدریج سلطنت کی مجلس انتظامیہ
 ہو گئی ہے۔

دستوریت اور دستور کے متعلق فی زمانہ جس قدر

خیالات ہیں ان سب کا حال ہی میں خصوصاً یورپ میں آغاز ہوا ہے۔ ان خیالات کی موجد ایسی قدیم اور جدید قومیں جن کی طرز معاشرت سادہ ہوتی ہے ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ حکمائے یونان کی کتب سیاسی مختلف قسم کے نظم حکومت کے مباحث سے بھری پڑی ہیں لیکن دستو سادہ ہو اور دستوریت کے متعلق ان میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کا سبب اس کے سوائے کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ یونان میں چھوٹی چھوٹی خود مختار سیاسی جماعتیں تھیں جن کی تنظیم مختلف قسم کی جمہوریت پر ہوتی تھی۔ اگرچہ یونانی اور ایلینی علوم کی تکمیل نے متقدمین یورپ پر اپنا رنگ جایا تھا اور اس لئے وہ لوگ اس بات کے عادی ہو گئے تھے کہ اہل یونان کے تخیلات کا شخصی، عمائدی اور جمہوری حکومتوں اور یورپ کے مسائل ملکی پر اطلاق کریں لیکن ایسا کرنے سے یونان کی چھوٹی چھوٹی اور ورپ کی بڑی بڑی اور متمدن قوموں کے مسائل سیاسی کوئی مفید مشابہت نہیں پیدا ہو سکتی۔ ان چھوٹی اور مادہ قوموں میں جن میں ہر ایک آزاد شہری (باشندہ) امور حکومت میں بذات خود شریک ہونے کا موقع نہیں ماکینو مکر مسئلہ نیابت کا جو یورپ کی دساتیر کی روح رہا ہے وجود ہو سکتا تھا۔ رومیوں کے سیاسیات اور ان کے ب سیاسی میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس کا

مقابلہ جدید حکومتوں کے دساتیر سے کیا جائے۔ ان کے ہاں بھی ابتدا سے مطلق العنان حکومت رہی ہے اگرچہ فرماں روا کوئی مختصر گروہ یا شخص واحد کیوں نہ رہا ہو۔

اگر ہم اس زمانہ کی بڑی ریاستوں کو شخصی، عائیذی ^{پنابوں کی تقسیم} اور جمہوری حکومتوں میں تقسیم کریں اور بالفرض اس ^{دولت کا جدید حکومتی تقسیم} تقسیم کو صحیح بھی مان لیا جائے تو فائدہ کیا۔ بھلا ان قسموں ^{کرنی اور دست} میں سے حکومت انگلستان کس زمرہ میں آسکتی ہے؟ اس سوال کے جواب سے قدیم طرز کی کتابیں گریز کر جاتی ہیں اور انگریزی دستور کو ان تینوں قسموں کا مخلوط بتلاتی ہیں۔ معیار متذکرہ بالا کے لحاظ سے جرمنی کی حکومت شخصی اور فرانس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومتیں جمہوری ہوتی ہیں لیکن اگر تم تھوڑی دیر کے لئے غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ بہ نسبت فرانس اور امریکہ کے جرمنی اور امریکہ کی حکومتوں میں زیادہ مشابہت ہے۔ ایسا ہی انگلستان کی حکومت شخصی (شاہی) اور فرانس کی جمہوری حکومت میں بہ نسبت انگلستان اور روس کے زیادہ مشابہت اور ^{تعمیم} ہے۔ اسی طرح سے جرمن شہنشاہی اور سوس جمہوری حکومتوں میں بہ نسبت فرانس کے یورپی جمہوری حکومتوں اور سوٹ زرلینڈ کے زیادہ یگانگت و مشابہت ہے۔ ان مثالوں پر غور کرنے کے بعد تم پر بخوبی ثابت ہو گیا ہوگا کہ تقسیم کا قدیم طریقہ صحیح اور مفید نہیں ہے۔ لہذا کسی دوسرے

طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ اگر ہم زمانہ موجودہ کی چند
مقتدر سلطنتوں کو مثلاً فرانس - روس - ہسپانیہ - ایتالیہ
جرمنی - آسٹریا - ہنگری - سوٹ زرلینڈ اور ریاستہائے متحدہ
امریکہ کو پیش نظر رکھیں تو تقسیم کا ایک عام فہم اور
صحیح طریقہ ملتا ہے اور ان ریاستوں کی دو قسمیں ہو سکتی
ہیں - پہلی چار ریاستیں بسیط (انفرادی) اور دوسری
چار مرکب (متفقہ) کہلا سکتی ہیں -

اس لحاظ سے حکومتوں کے دو صنف ہیں - انفرادی جو تقسیم
اور متفقہ - پہلے زمرہ میں فرانس، ہسپانیہ، ایتالیہ، روس،
ہالینڈ (ولندیز)، بلجیم، پرتگال، یونان، سویڈن، ناروے، پہلاطینہ
اور ڈنمارک - اور دوسرے زمرہ میں جرمنی، آسٹریا - ہنگری،
سوٹ زرلینڈ اور آسٹریلیا کی کامن ویلتھ یعنی جمہوری
حکومت داخل ہیں - اب دیکھنا چاہئے کہ برطانیہ عظمیٰ کس
زمرہ میں شامل ہو سکتی ہے - بادی النظر میں ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ انگلستان کو متفقہ ریاستوں کے زمرہ میں
شامل کرنا چاہئے اس واسطے کہ برطانیہ اور اس کی
شہنشاہی پارلیمنٹ کے ساتھ اس کی جملہ ماتحت ریاستوں
کے تعلقات محکومانہ ہیں اور اسی پارلیمنٹ کے قانون
موضوعہ کی رو سے کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی
افریقہ اور ”نوآبادی ہائے تاج“ کی مجالس وضع قوانین
کا وجود ہوا ہے - لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے -

اگرچہ ابھی وقت نہیں آیا لیکن برطانوی مدبرین کا خیال ہے کہ انگلستان کی حکومت کو متفقہ بنایا جائے۔ سابق میں انگلستان بلکہ برطانیہ عظمیٰ کی حکومت اجتماعی تھی۔ ۱۶۸۹ء سے ۱۷۰۱ء تک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۰۷ء تک برطانیہ عظمیٰ اور ہانوفر میں اتحاد شخصی یعنی اجتماع تھا لیکن یہ اُس اتحاد سے کم درجہ کا تھا جیسا کہ آسٹریا اور منکری میں اب ہے۔ ۱۸۰۱ء اور ۱۸۰۱ء کے درمیان برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کی دو علیحدہ پارلیمنٹیں تھیں جن کا اتحاد یا اتفاق برائے نام تھا اور ان کو ملانیوالی کڑی مشترکہ شاہی تھی۔ مگر ۱۸۰۱ء سے انگریزی سلطنت کے کسی حصہ میں کوئی دوسری خود مختار مجلس وضع تو نہیں رہی۔

یہی بات قانونی فرماں روائی کے لئے معیار ہے ^{قانونی فرماں روائی} کل سلطنت برطانیہ کی قانونی فرماں روائی شہنشاہی پارلیمنٹ کے زیرِ قدرت میں ہے اور یہی وہ امتیاز اور معیار ہے جس سے ہر ایک حکومت کی نوعیت معلوم ہو سکتی ہے۔ اس شہنشاہی پارلیمنٹ کے تین اجزاء ہیں بادشاہ، امرا اور عوام اور جس کا اجلاس محلہ ویسٹ منسٹر شہر لندن میں ہوتا ہے۔ اس لئے انگلستان نے سلطنت برطانیہ (کا دستور) اصطلاحاً انفرادی ہے۔ اجتماعی حکومت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ شخصی اتحاد ہے جیسا کہ

انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں سنہ ۱۷۰۳ء سے سنہ ۱۷۰۷ء تک جاری رہا یا سویڈن اور ناروے میں سنہ ۱۸۱۴ء سے سنہ ۱۹۰۵ء تک تھا اور دوسرا ایسا اتفاق (Staatenbund) جیسا کہ ملک جرمنی میں سنہ ۱۸۱۵ء سے سنہ ۱۸۶۶ء تک رہا اور تیسرا وہ گہرا اور پختہ اتفاق (Federation or Bundestaat) جیسا کہ موجودہ سلطنت جرمنی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پایا جاتا ہے۔

تقسیم و ساتیر کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے اور دوسرا اس کا تعلق ہر ایک دستور کے مختصات سے ہوتا ہے اس لحاظ سے پھر ان کی دو قسمیں ہیں مستقل یا غیر ترمیم پذیر (Rigid) اور غیر مستقل یا ترمیم پذیر (Flexible)۔

دستور مستقل وہ ہے جس میں تبدل و تغیر معمولی

قانون سازی کے طریقہ سے نہیں بلکہ ایک خاص طریقہ ذوقینہ اور شکل مقررہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ دستور ترمیم پذیر یا دستوری وہ ہے جس میں ترمیم قانون سازی کے معمولی طریقہ پر شغل اور اسی مجلس وضع قوانین کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس قسم کے دستور کی ترمیم و تبدیل انتظامی گروہ کا فعل اختیاری ہے۔ یہ ایسی حکومت ہے کہ جس میں دستوری قانون اور معمولی قانون میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ اسی فرق کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ واضعانِ قوانین کی حیثیت اختیار اور

فرائض سے دساتیر میں امتیاز ہوتا ہے۔ دستور قائم میں مجلس وضع قوانین کا صرف ایک کام ہوتا ہے یعنی قانون کا بنانا، مگر ان شرائط کی پابندی کے ساتھ جن کو دستور عائد کرتا ہے۔ دستور ترمیم پذیر میں اس کا کام صرف قانون سازی نہیں بلکہ دستور سازی بھی ہوتا ہے یعنی یہ مجلس اس قسم کی حکومت میں نہ صرف قوانین بناتی اور ان کی ترمیم اور ان میں تغیر و تبدل کرتی بلکہ خود دستور کو بناتی اور اس میں ترمیم کرتی ہے۔

اس امتیاز کی بنا پر انگلستان اور امریکہ کے دساتیر بالکل ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔ انگلستان کے قانون دستوری یا قانون اساسی اور معمولی قانون میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ مگر کرا مویل اور اس کے ساتھی دستور بنانے والوں نے کامن ویلتھ (جمہوری حکومت) کے زمانہ میں اس طرح کا فرق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن حکومت زیر حمایت کی پارلیمنٹوں نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور اپنے استحقاق کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا یعنی ان کی حیثیت صرف واضعان قانون کی نہیں بلکہ دستور ساز کی رہی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عموماً شاہی (ریٹورشن) کے بعد سے انگریزی پارلیمنٹ کے اختیار دستور سازی پر دوبارہ کبھی اعتراض نہیں ہونے پایا دستوری ترمیمات کے کل پرزوں کا لحاظ

فرق ہیں
دستور
امریکا اور
دستور
انگلستان

بعض
دساتیر
کی حالت
مبتدئ

کرتے ہوئے انگلستان اور امریکہ کے مقابل میں بعض حکومتوں کی متوسط حالت ہے۔ مثلاً اگر فرانس کے دستور میں کچھ دساتیر کی حالت متوسط ترمیم کرنی ہو تو مثل امریکہ کے یہ کام اسقدر دشوار نہیں۔

ایسا ہی سویڈن میں ایک عام انتخاب کے ذریعہ سے دستور میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ ترمیم کی تحریک وہاں کی موجودہ پارلیمنٹ رِگسڈِیک (Rigsdag) میں پیش ہوتی ہے اس کے بعد وہ پارلیمنٹ برخاست ہو جاتی اور عام انتخاب کے ذریعہ سے جدید پارلیمنٹ کا انعقاد ہو کر وہی مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ اس کو ایک قسم کی ثالثی کہنا چاہیے اس واسطے کہ انتخاب کرنے والوں کے مختلف حلقوں سے ملک کی مرضی دریافت کی جاتی ہے جس کا تصفیہ ملک جدید انتخاب کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ ناروے میں بھی یہی قاعدہ

آسٹریلیا کی حکومت جمہوری میں بھی دستور کی ترمیم کا دستور طریقہ بہت وقت طلب ہے۔ ایکٹ بابت آسٹریلین کامن ویلتھ مجریہ ۶۲ اور ۶۳ سنہ جلوس وکٹوریہ باب دواہم کی رو سے ہر ایک تحریک متعلق ترمیم کو (۱) متفقہ مجلس وضع قوانین کے دونوں بیوت سے بغلبہ آرا منظوری حاصل کرنی چاہئے یا کسی ایک بیت میں ایسی تحریک تین ہینوں میں کم سے کم دو مرتبہ پیش ہو کر منظور ہونی چاہئے۔ (۲) بذریعہ ثالثی (Referendum) کل شریک ریاستوں کے غلبہ آرا کے ساتھ عوام کی منظوری

حاصل کرنی چاہئے اور (۳) ریاست جمہوری کے کُل ووٹ دینے والوں کی آرا کا غلبہ ہونا بھی لازم ہے۔ ان قواعد و شرائط کے بعد بھی ان ذیلی ریاستوں میں سے جن سے آسٹریلیا کی حکومت جمہوری بنی ہے کسی ایک ریاست کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا تغیر و تبدل اُس ذیلی ریاست کی نیابت میں نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ علمی طور پر دساتیر کا یہ فرق کہ وہ ترمیم پذیر ہیں یا مستقل زیادہ مفید نہیں معلوم ہوتا، تاہم اس امتیاز سے دساتیر کی تقسیم اور نوعیت ایک اہم اور علمی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور یہ طریقہ نہایت مفید و عالمانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ دستور مکتوبی غیر ترمیم پذیر اور مستقل ہوتا ہے یعنی اس کی ترمیم ایک خاص طریقہ مقررہ کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے لیکن یہ قاعدہ بھی مستثنیات سے خالی نہیں۔ بعض مستقل اور مکتوبی دساتیر ایسے بھی ہیں کہ جن کی ترمیم معمولی طریقہ سے اسی مجلس وضع قوانین کے ذریعہ سے کی جاتی ہے جو ملک کا عام قانون بناتی،

چنانچہ دستور ایطالیہ موسومہ اسٹایوٹو (Statuto) میں ترمیم کی نسبت کوئی خاص طریقہ یا ذریعہ نامزد نہیں کیا گیا ہے۔ ایسا ہی فرانسیسی چارٹر (منشور) بابت مشہور کی حالت تھی۔ اس کا سبب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ یہ دساتیر انگلستان کے دستور کے نمونہ پر بنائے گئے ہیں۔

جو فرق کہ مکتوبی اور غیر مکتوبی دستور میں ہے وہی فرق مستقل اور ترسیم پذیر دستورات میں پایا جاتا ہے۔ لہذا پہلی قسم کے اصطلاحات کو دوسری صنف کے اصطلاحات کے مترادف سمجھنا چاہئے۔

تقسیم دساتیر کا ایک تیسرا طریقہ مجلس انتظامی اور تیسرے طریقہ مجلس وضع قوانین کے تعلق سے قائم ہوتا ہے۔ اراکین انتظامی کو واضعان قانون پر یا تو تفوق یا اُن کے ساتھ مساوات یا اُن کی ماتحتی حاصل ہوتی ہے تمام خود مختار شخصی حکومتوں میں مجلس انتظامی ہی ملک میں اعلیٰ حکومت سمجھی جاتی ہے لیکن زمانہ موجودہ کی ترقی یافتہ جدید ریاستوں کے لحاظ سے مناسب ہے کہ پہلے قسم کے تعلق کو نظر انداز کیا جائے صرف آخری دو قسم کے تعلقات پر غور کرنا چاہئے۔ اس لئے ان تعلقات کی بنیاد پر حکومتوں کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ پرسی ڈین شل (جس میں صدر یا میرمجلس ہو) اور پارلیمنٹری (جس میں پارلیمنٹ یعنی مجلس شوری ہو) مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جرمنی میں اراکین انتظامی اور واضعان قوانین کے اختیارات مساوی درجہ کے ہیں۔ اس کے برخلاف فرانس اور برطانیہ عظمیٰ اور برطانوی مقبوضات جن کو خود اختیاری حکومت حاصل ہے اور بہت سی دوسری ریاستوں میں جنہوں نے انگریزی دستور کی تقلید کی ہے اصولاً ارکان

انتظامی کو مجلس وضع قوانین کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ لیکن اس وقت انگلستان میں عمل اس اصول کے خلاف ہے۔ ہم کو سب سے درست اصول دساتیر سے بحث کرنی منظور ہے لہذا آئندہ کسی جگہ پر دستور برطانیہ کے مختصات کے ضمن میں مجلس انتظامی کے طرز عمل کی صراحت کر دی جائے گی۔ سلطنت جرمنی میں بھی یہ انقلابی دور شروع ہو گیا ہے اور اس کی وہی حالت ہے جیسی کہ سترہویں صدی میں انگلستان کی کیفیت تھی جبکہ ارکان انتظامی پر تسلط حاصل کرنے کے لئے بادشاہ اور پارلیمنٹ آپس میں لڑ رہے تھے اور ہر ایک فریق چاہتا تھا کہ خود تنہا اس پر قابو پا جائے۔

جرمنی
دستور
نظام

اسی مسئلہ کا دوسرا نام ذمہ داری وزرا ہے اور انہیں اصول کے قائم کرنے کے لئے سر جان ایلٹ نے قید خانہ میں جان شیریں گنوا دی اور جان پمپ تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ چارلس اول اپنے خیال پر اڑا رہا اس کا دعویٰ تھا کہ بادشاہ انگلستان اپنے حقوق و اختیارات شاہی کی بنا پر اپنی رعایا میں سے جس کسی شخص سے چاہے ملکی یا ذاتی امور میں علانیہ یا مخفی طور پر مشورہ لے سکتا ہے اور اس کو جس کسی بہت پر چاہے مامور کر سکتا ہے اگرچہ ہر ایک آزاد آدمی کو دوسروں سے مشورہ کرنے کا حق حاصل ہے لیکن

نندیا
وزیر
تاریخ

پارلیمنٹ کے انکار سے بادشاہ کا اس قسم کا حق سلب ہو جاتا ہے اور اس کی شخصی آزادی باقی نہیں رہتی۔ یہی ایک بات سترہویں صدی کے جھگڑوں میں معرض بحث میں تھی اور اسی امر پر جرمنی میں بھی پارلیمنٹ اور قیصر میں مناقشہ ہوتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ نے مان ٹیسکیو کے خیالات سے متاثر ہو کر فرانس کی تقلید کی اور اس لئے ”تقسیم اختیارات“ کے مسئلہ پر وہاں عمل ہوتا ہے۔ مجلس انتظامی مجلس وضع قوانین اور محکمہ جات عدالت ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور مساوی الاختیار ہیں۔ لیکن دوسری حکومتوں میں جو برطانوی دستور کے نمونے پر بنی ہیں مسئلہ ذمہ داری وزرا کا خاص طور پر لحاظ کیا جاتا ہے چنانچہ کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ اور دوسرے ممالک جہاں خود اختیاری حکومت ہے اور جو برطانوی مقبوضات میں شامل ہیں عام طور پر ”ذمہ دار حکومتیں“ کہلاتی ہیں۔ وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ ان ریاستوں میں مجلس انتظامی مجلس وضع قوانین کی جوابہ اور اس کی ماتحت ہوتی ہے۔

چونکہ قدیم طرز کی تقسیم یعنی حکومتوں کا شخصی، عوامی، تقسیم دساتیر اور جمہوری ہونا ترقی یافتہ جدید ریاستوں کے لحاظ سے بنی اصولی ہیں۔ غیر مفید اور غیر صحیح ثابت ہوتا ہے اس لئے علمی اصول

پر وساتیر کی حسب ذیل تقسیم کی جاتی ہے -

(۱) بسیط (انفرادی) - یا - اجتماعی (متفقہ)

(۲) مستقل (غیر ترمیم پذیر) - یا - ترمیم پذیر -

(۳) سلطانی (صدر مجلس) - یا - پارلیمنٹی -

تعاریف
وساتیر
چالیس لحاظ
تقسیم عملی

تقسیم وساتیر کے ان تین طریقوں کو ضروری و اہم ماننے کے بعد بھی تقسیم متداخل کا ایک سلسلہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی دستور ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا دستور متفقہ مستقل (غیر ترمیم پذیر) اور پرسی ڈین شل (صدر مجلس) ہے۔ فرانس کی حکومت انفرادی غیر ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی۔ جرمنی متفقہ غیر ترمیم پذیر اور متعلق بہ حکومت شخصی (یا پرسی ڈین شل)۔ دستور آسٹریا ہنگری اجتماعی (اتحاد شخصی) ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی۔ کینیڈا اور اسٹریلیا کے وساتیر متفقہ غیر ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی ہیں۔

مختصہ دستور
برطانیہ -
(۱) تبدیلی
والگی

ممالک غیر کے اہل الرائے کو انگریزی دستور کی سب زیادہ حیران کرنے والی خصوصیت اسکی دائمی اور غیر محسوس تبدیلی ہے۔ اسی بنا پر ایک نامور فرانسیسی قانون دان کے قلم سے یہ مشہور اور حیرت انگیز فقرہ نکل گیا کہ ”انگلستان میں دستور کا وجود ہی نہیں“ ٹاک ول کے ذہن نشین اُس وقت کا فرانسیسی مکتوبی اور غیر ترمیم پذیر دستور تھا اگر اس کو انگریزی دستور کی بدلنے والی حالت سے تعجب اور حیرت ہوئی ہو تو اس کا یہ اعتراض قابل معافی ہے

فرانسیسی دستور کو بنے ہوئے اسی برس گزر چکے تھے اور وہ وقت واحد میں بشکل دستاویز یا کتابچہ نافذ بھی ہو چکا تھا اس میں حکومت کے حقوق اور رعایا کی آزادیوں کی ضمانت اور کفالت مسلسل ابواب میں باقاعدہ طور پر صراحت سے مرقوم تھی اور اس عرصہ دراز میں اس میں کسی قسم کا تغیر بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ فرانسیسی مذکور سے انگریزی دستور پر اس قسم کا اعتراض ہو گیا۔ پروفیسر میریٹ کا قول (۲) سرعت ہے کہ انگریزی دستور میں تغیر اس سرعت سے ہوتا ہے کہ اگر کوئی کتاب جو اُسکی موجودہ حالت پر لکھی جائے تو اُسکے طبع ہونے کے زمانہ میں ہی کتاب مذکور کے بعض مسائل اور دستور کے طرز عمل میں فرق ہونے لگتا ہے اگرچہ اس تغیر کا باعث قانونِ صریح نہیں ہے لیکن یہ تبدیلی اراکین انتظامی کے طرز عمل اور عدالتوں کے فیصلوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی روزانہ بیسیوں نظیریں ملتی ہیں جو رسوم یا عادات دستوری کے نام سے موسوم ہیں اس سے پہلے کسی مقام پر ان کی بخوبی صراحت ہو چکی ہے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس دستور میں بلا شور و شغب

اور غیر محسوس طور پر اس طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے کہ جب تک ایک اچھا خاصا زمانہ نہ گزر جائے اور دستور کی علمی طریقہ پر جانچ نہ کی جائے تغیر کا پتہ نہیں ملتا۔ اصولاً تو وہی قواعد اور حالات جو سابق میں مروج تھے اب بھی

(۳) باختلاف
اصول و عمل

باقی رہتے ہیں لیکن طرز عمل کچھ اور ہو جاتا ہے مثلاً بیج ہاٹ جیسے صاحب الرائے اور فقیہ کی مشہور کتاب دی انگلش کانٹینیویشن کی سیر کیجئے تو آپ پر اصول اور عمل کے فرق کا انکشاف ہو جائے گا۔ کتاب مذکورہ ۱۸۶۳ء میں ہزمانہ وزارت لارڈ پالمسٹن لکھی گئی ہے۔ اس میں ارکان انتظامی کا مجلس وضع قوانین کے ماتحت ہونے پر زور دیا گیا ہے اور ان دونوں گروہ کے باہمی تعلقات بتلائے گئے ہیں۔ اس کے برعکس امریکہ کے فاعل می مجلس ٹوویل صاحب اپنی مستند کتاب میں جو کتاب اول الذکر کے چالیس سال بعد تصنیف ہوئی ہے مجلس وضع قوانین کو خصوصاً قانون بنانے میں مجلس انتظامی کا ماتحت بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ وزرا کے مقرر کئے ہوئے پروگرام (فہرست کار) پر مجلس وضع قوانین (پارلیمنٹ) کو کاربند ہونا پڑتا ہے اس کا فرض ہے کہ پورے پروگرام کو منظور یا مسترد کرے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قانون سازی اور انتظام دونوں امور کی تحریک مجلس انتظامی کی جانب سے ہوتی ہے اور اسی کو ان امور میں کامل اختیار حاصل ہے۔

حقیقت میں ان دونوں وزرا کا طرز عمل اسی قسم کا ہے اور بیت العوام کو بجز نکتہ چینی کرنے اور اظہار ناراضی و ملالت کے کچھ اور اختیار نہیں ہے۔ دستوری کل کے تناسب قوت میں یہ تغیر اس طرح بتدریج اور غیر محسوس طور پر

بہ تغیر کا عام

طور پر

محسوس ہونا۔

واقع ہوا ہے کہ توجہ دلانے کے بغیر علانیہ نظر نہیں آتا اس کا باعث بھی کوئی قانون صحیح یا باضابطہ تحریر نہیں ہے بلکہ وہ دستوری رواج ہیں جن کے سبب سے دستور میں محض طور پر دائمی تبدل جاری رہتا ہے۔

اس مضمون کے ابتدا میں ہی انگریزی دستور کے مشہور اور اہم خصائص کا دستور غیر مکتوبی کے ضمن میں بصرہ ذکر آچکا ہے اب خاتمہ میں ایک ایسی خصوصیت دکھائی جاتی ہے جسکی ستائش غیر بھی کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈاؤسی (۵) میلان

نے انگریزوں کے میلان قانونی کو حکومت قانون (روولف لاء) حکومت یا قانون کے زیر عنوان نہایت شرح و بسط سے اپنی کتاب لائیڈ کسٹم آف دی کانسٹیٹیوشن میں بیان کیا ہے جس قابلیت اور خوبی سے انہوں نے قانون کے فضیلت کی تصویر کھینچی ہے انہی کا حصہ ہے۔

نارمن فتح کے زمانے سے انگلستان کے قوانین سیاسی میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی ہیں جن سے اُس کے دستور کی شہرت اور ناموری قائم ہے (۱) تمام ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک حکومت مرکزی کا تسلط۔ ابتدا میں یہ مرکزی حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں تھی لیکن قوم کی بیدار مغزی اور آزاد طبیعت نے اس کو بادشاہ سے سلب کر کے پارلیمنٹ کے حوالہ کر دیا۔ اس سے پروفیسر ڈاؤسی کی مراد غالباً پارلیمنٹ کی قانونی فرماں روائی ہے

جس کا ایک جزو یا رکن بادشاہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

دوسری حالت جو پہلی حالت کے بہت مشابہ ہے اس ملک میں ”قانون کی حکومت یا صدارت“ ہے۔ انگریزی عوام و اطوار کے پرکھنے والے اجنبی اشخاص کو مثلاً ولٹر ڈی لوم، ٹاک ول یا نیسٹ (Guest) ہیں اس کی بڑی قدر ہے اور یہ لوگ قانون کی فضیلت اور تفوق سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ٹاک ول نے سٹوٹ زرلینڈ کو جو حکومت جمہوری ہے بجائے امریکہ کے سٹوٹ زرلینڈ کے برطانیہ عظمیٰ سے مقابلہ کر کے دونوں ملکوں کے قوانین سیاسی کے سن و قبح کو دکھلایا ہے اور ان کے مخصوص اختلافات دستوری اس نے سب ذیل بیان کئے ہیں۔

- (۱) سٹوٹ زرلینڈ کے تقریباً ہر ایک کینٹن (چھوٹی ریاست) میں مطبوعات کو حال ہی میں آزادی ملی ہے۔
- (۲) ان تمام ریاستوں میں شخصی آزادی کی نسبت کسی قسم کا اطمینان یا ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ حکومت کو اختیار

سٹوٹ زرلینڈ کے لفظی معنی حصہ ملک یا ضلع کے ہیں۔ سٹوٹ زرلینڈ میں سولہ کینٹن ہیں جن میں سے ہر ایک کینٹن ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ یہ سولہ ریاستیں آپس میں ملکر حکومت جمہوری متفقہ بنی ہیں۔

کہ جس کسی شخص کو چاہے بغیر کسی ضابطے کی پابندی کے انتظاماً گرفتار کر کے مفید کر دے۔

(۳) عموماً عدالتوں کو کامل آزادی حاصل نہیں ہے۔

(۴) ان سب ریاستوں میں تحقیقات بذریعہ جوری منقود ہے۔
(۵) بعض ریاستوں میں تیس برس پہلے عوام کو کسی قسم کے بھی حقوق سیاسی نہیں ملے تھے چنانچہ ارگاہ، تھارگاوا، ٹیمن، واڈ، زورج اور برن کے کینٹون کے بعض حصوں میں عوام کی یہی حالت تھی۔ اسی طرح سے وہ سٹیٹس لوگوں کی رسموں اور عادتوں پر بھی معترض ہے۔

(۱۱) اکثر ریاستوں میں لوگوں کو حکومت خود اختیاری سے بالکل لگاؤ نہیں ہے اور نہ ان کو اس کی عادت ہی ہوئی ہے۔ اُن کو اپنی سیاسی دشواریوں کا احساس ہے اور وہ ملکی معاملات میں ضرور دلچسپی لیتے ہیں لیکن سیاسی حقوق کے طلب کرنے میں ان میں وہ حرارت اور جوش جیسا کہ انگریزوں میں ہے نہیں پایا جاتا اور جن کے حاصل نہ ہونے سے انگریزی قوم پر خواب و نور تمام ہو جاتا ہے اور جن کے رسول میں وہ اپنی عمریں گنوا دیتے ہیں۔

(۱۲) چونکہ سٹیٹس لوگوں کو آزادی مطایع حال ہی میں ملی ہے وہ اس کے صحیح استعمال سے واقف نہیں ہیں۔ اسلئے ان کے اخبار بہ نسبت انگریزی اخبار کے بہت زیادہ باغیانہ یا انقلابی اور بہت کم ملک کے حق میں مفید ہوتے ہیں

(۳) انجمنوں کی نسبت اہل سوویت زریںڈ کے بھی فرانسیسیوں کے سے خیالات میں۔ یہ لوگ ان اداروں کو انقلاب کا نہ کہ ترقی اور رفع شکایات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ نہ تو ان کو انجمنوں کا ترتیب دینا ہی آتا ہے اور نہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ شرکت انجمن کے کیا حقوق ہیں اور اُن سے کیونکر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

قوانین
انجمن
سویٹس
کی عدم
واقفیت

(۴) سوئیس لوگوں کو انصاف سے اُس قدر رغبت نہیں ہے جس قدر کہ اُس سے انگریزوں کو عشق ہے جو اُن کی قومی خصلت ہو گئی ہے۔ سوئیس والتیں ملک کے سیاسی انتظامات میں مغل نہیں ہو سکتیں اور نہ رائے عامہ پر انکا کچھ اثر پڑ سکتا ہے۔

(۵) اس ضمن میں سوئیس کی ایک ایسی حالت دکھائی جاتی ہے جس سے اُن کے کل خصائل کا انکشاف ہوتا ہے۔ اُن لوگوں کے ہاں نہ تو انصاف کی اُس درجہ قدر و منزلت ہے اور نہ اُن کو قانون سے وہ عشق و محبت ہے اور نہ وہ جبر و تشدد سے اُس قدر نفرت کرتے ہیں جیسا کہ ایک آزاد قوم کو ہونا چاہئے۔ انہی باتوں کو پھر وہ بالاختصار دہراتا ہے۔

اگر کوئی ناواقف شخص ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سیر کرے تو وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت اور حالات سے اس کو اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ ان لوگوں میں

اہل امریکہ
اور اہل
برطانیہ
کی آزادی
طبع۔

حریت کی روح پھونکی گئی ہے اور اس سے اُنہیں طبعی ذوق ہے اسی سبب سے وہ اس نتیجہ کو بھی اخذ کرے گا کہ اُنکی حکومت یقیناً جمہوری ہے۔ ایسا ہی اگر یہ مسافر انگلستان چلا جائے تو انہی صفات کے مشاہدہ سے انگریزوں کو بھی وہ ایک آزاد حکومت کے ماتحت سمجھے گا۔ لیکن اگر سٹوئس ریاستیں آشوب اور فتنہ کی شکار ہو جائیں تو انقلاب کو ہو کر تھوڑی مدت بھی نہ گزرے گی کہ اُن لوگوں کے دلوں سے حریت کے ضائع ہونے کا بچہ مٹ جائے گا اور وہ تلافی مافات کی پھر کوشش تک نہ کریں گی۔ انگریزوں اور اہل امریکہ کے عادات و اطوار میں بہ نسبت اُن کے قوانین کے زیادہ آزادی ہے۔ اس کے برخلاف اہل سوئیٹ زلینڈ کے قوانین میں بہ نسبت اُن کے اخلاق و عادات کے زیادہ حریت ہے۔

انگریزی دستور کی ایک خصوصیت ملک میں "قانون کی صدارت یا حکومت" ہے۔ اس مقولہ میں تین اصول مضمر ہیں :-

(۱) ملکی قانون کی خلاف ورزی ہرزو ہونے اور عام طریقہ کی عدالتی تحقیقات کے بغیر کسی شخص کو نہ تو جسمانی سزا دی جاسکتی ہے اور نہ مالی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ قانون میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی مساوات ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے "حکومت قانون" کی ضد اُن

ریاستوں کی طرز حکومت ہے جہاں اشخاص مقتدر کو وسیع اور مطلق العنان اختیارات دیئے جاتے ہیں جن کا استعمال اُنکے اختیار تمیزی پر منحصر ہوتا ہے۔

لوگوں کو اس مقولہ سے تعجب ہوگا کہ آجکل کے روشن زمانہ میں یورپ کے دوسرے ممالک میں قانون کی اس قدر پابندی نہیں کی جاتی جس طرح کہ انگلستان میں اس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ یہاں کا ہر ایک ادارہ اور باشندہ قانون کے ماتحت ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کے لئے ایک ہی قسم کا قانون ہے۔ نقصان کی تلافی کا چارہ کار اور نالاش دائر کرنے کے طریقے اور گرفتاری کے احکام ایک ہی قسم کے ہیں۔ امیر و غریب حاکم و محکوم کے لئے ایک ہی قانون اور ایک ہی ضابطہ ہے۔ جن حضرات نے سیاسیاتِ یورپ کا مطالعہ کیا ہے اُن سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یورپ کے اکثر ملکوں میں بخلاف انگلستان اختیارات تمیزی کے پر وہ میں حکام مقتدر اپنے ماتحت افراد ملک پر کس قدر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور کس طرح سے ناجائز گرفتاریاں بلا توسط ضابطہ عمل میں آتی ہیں۔ جمہوری حکومتوں میں وہ وہ مظالم اور آفتیں دُعاں جاتی ہیں جن کی نظیر انگلستان کی شخصی حکومت یعنی شاہی میں نہیں ملتی۔

(۲) برطانیہ میں ہر ایک شخص ایک ہی قانون کے ماتحت ہے۔ قوی اور ضعیف حاکم و محکوم سب کے لئے ایک ہی

آلویت
قانون

قسم کی دادرسی ہے۔ اور ایک ہی قسم کی عدالتوں سے ہر شخص داو خواہ ہوتا ہے۔

برطانوی
دستور کا ماحذہ

(۳) انگریزوں کے حقوق کا سرچشمہ برطانوی قانون دستور نہیں ہے۔ بلکہ یہ دستور خود اُن رعایا کے حقوق کا نتیجہ ہے جن کی تعریف عدالتوں نے کی اور اُن کا نفاذ بھی کراویا۔ ممالک غیر میں انہی قواعد کو مجموعہ دستور کی شکل میں قلمبند کیا جاتا ہے۔ پہلے مسئلہ کی بنا پر ہر ایک باشندہ کی ذاتی آزادی قائم ہوتی ہے اور کسی شخص کو اثبات جرم کے بغیر سزا نہیں دی جاسکتی۔ اس مقام پر دو باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) ملزم سے قانون کی صریح خلاف ورزی کا ہونا لازم ہے (۲) اس خلاف ورزی کا معمولی ضابطہ کی رو سے معمولی عدالتوں میں ثابت کیا جانا ضرور ہے۔ نظامہ ان اقوال کی اہمیت پوری طور پر محسوس نہیں ہوتی لیکن اگر ہم فرانس کی حالت پر جو اٹھارہویں صدی میں تھی، غور کریں اور وائٹیر وغیرہ کی سرگذشت دیکھیں تو ان اصول کی قدر ہوگی۔ حکماء میں وائٹیر کو ایک نظم کے لکھنے کے الزام پر بیٹیل میں قید کیا گیا اُس نے نہ تو اس نظم کو لکھا تھا اور نہ وہ اُس کے مصنف ہی سے واقف تھا اور نہ اس کے خیالات سے متفق تھا۔ لطف یہ کہ فرانس کے نائب اسطنت نے اس حرکت ناشائستہ کو مضحکہ اور دل لگی سمجھا اور جبکہ اس جھوٹے ”میں نے دیکھا ہے“ کے فرض مصنف کو مجلس لجا رہے تھے تو نائب مذکور

نے طنزاً کہا کہ تم نے مجلس نہیں دیکھا تھا اب سیر کر آؤ۔
 ۱۷۹۱ء میں والٹیر دوبارہ اسی آفت میں مبتلا ہوا۔ اس وقت
 فرانس میں وہ اعلیٰ درجہ کا ادیب مانا جاتا تھا ڈیوک مذکور
 کے اشارہ پر اُسکے لوگروں نے والٹیر کو جبکہ وہ اس امیر
 کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کشاں کشاں لے گئے اور خوب لالٹیاں
 رسید کیں۔ بیچارے والٹیر کی اُن لوگوں نے ایک نہ سنی
 اور جبکہ اس نے داد خواہی کی غرض سے عدالت کے دروازہ
 کو کھٹ کھٹایا تو دوسری مرتبہ شکایت کی پاداش میں اُسی
 بیسٹیل میں محبوس ہوا۔ جس کسی کو اس صدی کی انگلستان
 کی صدارت قانونی دیکھنے کا شوق ہو سکو چاہئے کہ حیات ویدیرات
 مصنفہ مارکے کی سیر کرے۔ شخصی آزادی تو درکنار فرانس
 میں تو تحریروں و تقریر کی آزادی بھی بالکل مفقود تھی چنانچہ
 فرانسیسی سیکلو پیڈیا کی اشاعت کے لئے فرانس کے مشاہیر
 ادب کو پچیس سال تک حکومت سے دست و گریباں ہونا پڑا
 ہے۔ جب ۱۷۸۹ء جولائی ۱۴ء میں قلعہ بیسٹیل کو انقلاب
 پسندوں نے فتح کر کے منہدم کر دیا ہے تو اس کی تقریب
 میں نہ صرف فرانس بلکہ دوسرے سب ملکوں میں جنگو
 حریت کے ساتھ ہمدردی تھی خوشی منائی گئی۔
 ایک حد تک یہی کیفیت سترھویں صدی میں انگلستان
 کی تھی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس صدی کی جنگ
 حریت خصوصاً پارلیمنٹ کی آزادی کے لئے ہوئی تھی،

انگریزوں کو
 کس طرح
 کی آزادی
 حاصل ہوئی

لیکن اس کا دوسرا مقصد بھی تھا یعنی رعایا کی شخصی آزادی۔
خاندان اسٹورٹ کے بادشاہوں کے طرز عمل سے دونوں خل
و نرساں تھے۔ بہت سے لوگوں کو بے جرم و خطا اور معمولی عدالتوں
کی تحقیقات کے بغیر جان اور مال کا نقصان برداشت کرنا پڑا
مختلف غیر معمولی عدالتوں نے لوگوں کو ان حقوق سے
محروم کیا جنکی منشور اعظم (میگنا کارٹا) اور اُسکے بعد کے قوانین
موضوعہ کے ذریعے سے کفالت کی گئی تھی۔

عدالت اسٹارچیمبر (ایوان انجمن)، عدالت ہائے کمیشن (فرما
عظمت نشان) کونسل سرحدی ملک ویلن، کونسل شمالی، عدالت
قصر ڈبلین اور دوسری عدالتوں نے جو اختیارات و حقوق
شاہی کی بنا پر قائم ہوئی تھیں رعایا کے شاہی پر نہایت
بے رحمی سے مظالم کئے۔ عدالت ہائی کمیشن کی سختی
اور ظلم تو پاپائے روم کے ”محکمہ احتساب“ کے شائد کے
مساوی ہو گیا تھا جس کو مذہبی بدعتوں کی تحقیقات کے لئے
مقرر کیا جاتا تھا اور جس کو ان کوئی زینت کہتے تھے۔

انگلستان میں صرف یہی نہیں ہے کہ کسی شخص کو
قانون پر تفوق ہو بلکہ ہر ایک شخص ملک کے معمولی
قانون کے ماتحت اور معمولی عدالتوں کے زیر اختیار ہے
اس اصول پر :-

- (۱) اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ عمدہ واریتک کی ذمہ داری مبنی ہے۔ اور
- (۲) اگر اہنی عمدہ واروں سے کسی رعیت کو خواہ وہ کتنا ہی

حقیر اور بے نام و نشان کیوں نہ ہو کوئی نقصان یا ضرر پہنچے تو اُس کو ان کے مقابل ناش وائز کر کے اس ضرر اور نقصان کی تلافی کا حق حاصل ہے۔ اور

(۳) ضرر رسیدہ کی چارہ جوئی معمولی عدالتوں سے ہوتی ہے۔ اس نہایت مفید اور اہم حق کے حصول کا صرف

ایک ہی سبب ہے۔ انگلستان میں لوگوں کے کان نہ تو قانون

قانون
انتظامی
اور انتظامی
عدالتوں

انتظامی“ اور نہ ”عدالتائے انتظامی“ سے آشنا ہیں۔ اس کے خلاف فرانس میں کل طریقہ انتظام کا دار و مدار قانون انتظامی

پر ہے جس کا نفاذ مخصوص عدالتیں کرتی ہیں۔ اس فرق کے سمجھنے کے لئے ایک صاف سیدھی تمثیل کی ضرورت ہے۔

فرض کیجئے کہ آپ لندن میں ہیں اور محلہ وکٹوریہ سے اسٹیشن

تمثیل

پیڈمنٹن کو بگی میں جا رہے ہیں جب آپ پارک لین پر پہنچتے

میں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکام پولیس یا کمشنر محکمہ تعمیرات

کے حکم سے روڈ راستہ بند کر دیا گیا ہے جس کے سبب

سبب سے آپ کو کسی پکڑ کے راستہ سے پیڈمنٹن جانا ہوتا ہے اور آپ دیر سے پہنچتے ہیں اس لئے ریل گاڑی چھوٹ جاتی ہے اور جس کام کے لئے آپ جانا چاہتے تھے وہ رہ جاتا ہے اس طرح سے آپ کا مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ پولیس یا محکمہ تعمیرات نے اپنے اختیارات کا بیجا استعمال کیا ہے تو آپ کو حق حاصل ہے کہ اُس کے خلاف سہرجہ کی

ناشر کریں۔ آپ کسی ایک معمولی عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔

اور آپ کے دعوے کی سماعت اور اُس کا فیصلہ عام قانون کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اگر اسی قسم کا واقعہ آپ کو پیرس میں پیش آئے تو آپ کو کسی عدالت انتظامی سے رجوع کرنا ہوگا اور چونکہ اس مقدمہ کے فریقین ایک معمولی رعیت اور دوسرا ایک عمدہ دار سرکاری ہیں تو اُس کا تصفیہ اُن مخصوص قواعد پر مبنی ہوگا جن کو قانون انتظامی کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طریق سے سرکاری عمدہ داران انتظامی کس قدر مقنن ہو جاتے ہیں اور اُس کے ساتھ ہی رعیت کی شخصی آزادی کو اس طرز حکومت سے کس قدر صدمہ پہنچتا ہے۔

اس مسئلہ کے واسطے زیادہ تفصیل اور بحث کی ضرورت ہے۔ لیکن مضمون کے طول کے خیال سے اسی مثال اور اس کے ایک دو اہم نتائج کے اظہار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ان امور کو بطور مقدمہ بیان کرنا مقصود ہے۔ پروفیسر ڈایسی کے تجویز کردہ تیسرے اصول ”حکومت قانون“ کے متعلق ابتدائے مضمون میں حسب ضرورت صراحت اور تفہیم کر دی گئی ہے۔

انگلستان کے دستور کی ایک اہم خاصیت اس کا دستور
 ”بے حقیقت“ یعنی کالعدم ہونا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے
 کہ ”انگریزی دستور میں کوئی بات فی الحقیقت ایسی نہیں ہے
 جیسی کہ دکھائی دیتی ہے اور جو بات جس طرح دکھائی دیتی
 ہے اُسکی حقیقت اس کے برعکس ہے“ بیچ ہاٹ اسی مقولہ

انگلستان
 کا حقیقت
 یعنی کالعدم
 ہونا۔

کی بنا پر لکھتا ہے کہ ”انگریزی حکومت درپردہ جمہوری ہے۔“
 پروفیسر میریٹ کا خیال ہے کہ نیچ ہاٹ کی تصنیف اس زمانہ
 کی ہے جبکہ انگلستان میں شاہی عارضی طور پر پردہ خفا میں
 تھی۔ غالباً نیچ ہاٹ کو ملکہ وکٹوریہ کے مہام سلطنت سے
 چند روزہ کنارہ کش ہونے کے سبب سے ایسا خیال گذرا
 ملکہ موصوفہ اندنوں اپنے شوہر کی وفات سے بچ والہم میں
 مبتلا اور سوگ وار تھیں لیکن ایسے اشخاص جنہوں نے ملکہ کی
 سلطنت دیکھی ہے بخوبی واقف ہیں کہ وہ بہ نفس نفیس امور
 ملکی میں کیسی دیکھی ظاہر کرتی اور ان کی انجام دہی میں کس قدر
 نہمک رتنی تھیں اگرچہ انگلستان میں منصب شاہی نہایت
 جلیل القدر اور بجز چند شرائط کے جن کی پابندی بادشاہ کے
 واسطے لازمی ہے بالکل موروثی ہے اور دارالامرا کے اکثر اراکین بھی موروثی
 ہیں تاہم دستور انگلستان کی اس خاصیت یعنی بے حقیقت ہو نیلے سبب سے اصل
 اور عمل میں فرق ہوتا ہے۔ اصولاً دارالامرا بھی وضع قوانین
 میں دارالعوام کا ہم پلہ ہے۔ لیکن عملاً دارالعوام تنہا اس کا
 مرد میدان ہے۔ قانون بنانے کی ابتدا جیسا کہ آغاز مضمون
 میں دکھلایا گیا اسی ایوان (یعنی مجلس) سے ہوتی ہے۔ یہ حق
 تقدیم اسی مجلس کا حصہ ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی
 باطناً تغیر ہو گیا ہے۔ کینسٹ جو ملک کی مجلس انتظامی ہے
 اور جو بظاہر دارالعوام کی تاسد کی محتاج رہتی ہے اصل میں
 وضع قوانین کی ابتدا کرتی ہے اچس کے مقرر کردہ پروگرام کے

مطابق ارکان عوام کو مسودہ تیار کرنا پڑتا ہے اور اس کے ایسا و مقصد کا ہر آن وضع قوانین میں لحاظ کیا جاتا ہے اسی کی ہدایت پر ملک کی عام مصلحت قرار پاتی ہے۔ ایسا ہی ”تاج“ (بادشاہ) کے متعلق وہ اقاب و اصطلاحات برتے جاتے ہیں جو قدیم ہونے کے سبب سے اپنے صحیح اور بدلے ہوئے مفہوم پر دلالت نہیں کر سکتے اور جن کا استعمال اُس زمانہ کے لحاظ سے درست تھا جس زمانہ میں بادشاہ ہی ملک کا اصلی حاکم تھا۔

قضاۃ اور وزراء کے سلطنت کو ملازمان و خدام شاہی کہا جاتا ہے اور بظاہر وزراء کا انتخاب بادشاہ کرتا ہے۔ اسی طرح وزیر اعظم کے مقرر کرنے کا بادشاہ ہی مجاز ہے اصولاً اس کو یہ سب اختیارات حاصل ہیں لیکن عمل اسکے خلاف ہوتا ہے۔ وزراء کو اصل میں وزیر اعظم منتخب کرتا ہے اور بادشاہ کو لازم ہے کہ ایسے شخص کو وزیر اعظم کی خدمت پر مقرر کرے جس کے فرقہ کی دارالعوام میں کثرت ہو اور جو اُس فرقہ کا سردار مانا جاتا ہو۔ دوسرے تمام تقررات سیاسی میں وزیر اعظم ہی کو اختیار کامل حاصل ہے۔

اسی ”غیر حقیقی“ حالتوں کے مشاہدہ سے یعنی اصول اور عمل کے بین اختلافات کے باعث انگریزی اوارت اور قوانین اساسی کے صحیح مفہوم کے سمجھنے میں اور ملک والوں کو دشواری ہوتی ہے اور وہ لوگ انگریزی دستور کو اُس کے ”بے حقیقت“

ہونے، اُس کی دائمی تبدیل اور اُس کے اصول و عمل میں وسیع اختلافات کے سبب سے دھوکے کی ٹپٹی یا سراب خیال کرتے ہیں۔ دستور انگلستان کی بدولت ہوا ہے اور انگریزی سیاسیات سے ہی لفظ دستور اور اُس کے متعلق خیالات اور الفاظ کو دوسروں نے لیا ہے۔ انگلستان نے دنیا کے سامنے ایسے ادارات سیاسی کی شان دار نظریں پیش کی ہیں جن کا باقاعدہ نشوونما صدیوں سے ہو رہا تھا اور اُن کی ترقی کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے نہیں پایا۔ ابتدا ہی میں حکومت خود اختیاری کے قائم ہو جانے اور اُس کے اصول کی تدریجی ترقی اور عدم غارتگی اور کثرتِ تغیرات کے بعد بھی ملک میں اکثر و بیشتر قدیم تنظیمات کے باقی رہنے سے انگلستان کے دستور نے دوسرے ملکوں کے اربابِ حل و عقد کے خیالات پر بہت اثر کیا ہے۔ اس خیال کا اظہار اس مقولہ سے ہوتا ہے کہ ”انگلستان ام المجاس شوری ہے“ یہ بات نہایت آسانی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ دنیا کے موجودہ قوموں کے دساتیر کے مخصوص حالت کی بنا اُن خیالات اور ضرورتوں پر رکھی گئی ہے جو انگریزی سیاسی تاریخ کا نتیجہ ہیں۔

دستور
انگلستان
کے اثرات

یوں تو انگلستان میں سیاسی تاریخ اور قانون اساسی کے متعلق صدیوں سے کتابیں لکھی جا رہی تھیں لیکن دستور

یونان
نصایف
قدیم و جدید

کے متعلق باقاعدہ علمی طریقہ کی تصنیفات کا سلسلہ حال ہی سے شروع ہوا ہے اس کے قبل لائق مقننین اور فاضل مورخین دستور کی مدح سرائی میں مبالغہ کرتے تھے اور علمی طور پر بحث کر کے دستور انگلستان کو سمجھانے کے بجائے اس پر ایسی نکات چینی کرتے تھے کہ ناظرین کتب کے قلوب پہ صرف اس کی خوبیوں اور جامعیت کا اثر ہو۔ اس سے اُن کو کوئی مطلب نہیں تھا کہ اس گنجشک اور غیر مکتوبی دستور کو صاف کر کے حقیقی شان میں دنیا کے سامنے اس کو اس طرح پیش کریں کہ مطالعہ کرنے والا دنیا کے دوسرے دساتیر سے اس دستور کا مقابلہ کر کے اس کے حسن و قبح کا خود اندازہ کر لے۔

بلیک اسٹن جیسے مشہور مقنن کی کتاب کمینٹریز میں جس کو انگریزی قوانین کا مجموعہ سمجھنا چاہئے قانون دستور کے متعلق ایک لفظ بھی پایا نہیں جاتا اور اُن امور کو جن کا تعلق اس قانون سے ہے اس نے "حقوق اشخاص" کی سرخی میں لکھا ہے کتاب مذکور میں اگرچہ پارلیمنٹ اور بادشاہ اور اسکے حقوق و اختیارات کی نسبت اور مالک و آقا زوج و زوجہ کے متعلق قوانین جمع کئے گئے ہیں لیکن اس کی تدوین و ترتیب ایسے طریقہ پر نہیں رکھی گئی ہے جس سے مطالعہ کرنیوالے کو قانون دستور کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ بلیک اسٹن اور اس کے معاصرین کی تخریر کا ایک اصلی نقص یہ ہے کہ عبارت اور اُن کے خیال یعنی تصویر میں خلط ملط ہو جاتا ہے

وہ اپنے مفہوم کی صحیح الفاظ میں تصویر نہیں کھینچتے بلکہ اُن کا تصور تو کچھ اور ہوتا ہے اور اس کے اظہار کے لئے وہ لوگ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو مفہوم پر صحیح دلالت نہیں کرتے اس طرح سے بلیک اسٹن نے جیسی کہ اُس کی اور اُس کے ہم عصر قانون دان اصحاب کی عادت تھی مضمون قانونِ دستوری کو غت ربلود کر دیا ہے یعنی قدیم اور ناقابلِ اطلاق اصطلاحات کا جدید ادارات کے لئے استعمال کیا ہے خصوصاً جدید دستوری بادشاہ کے اختیارات کے لئے اُن الفاظ سے مفہوم ادا کیا جاتا ہے جو ولیم فلخ کے اختیارات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ برک اور ہیلم کی تصنیفات پر جو دستور انگلستان کے متعلق ہیں پروفیسر ڈائسی اسی قسم کا اعتراض کرتے ہیں۔ جارج سوم کا خیال تھا کہ انگریزی دستور سے بہتر اور مکمل کوئی دوسرا دستور عقل انسانی تجویز نہیں کر سکتی۔ اُس زمانہ (یعنی ۱۷۸۹ء اور ۱۷۹۰ء) میں انگریزی دستور کو فرانس اور دوسرے ملکوں کے دساتیر سے اچھا سمجھنے کے اسباب بھی تھے فرانسیسی انقلاب اور آشوب فرانس کے نتائج سے مدبرین انگلستان نہایت متاثر ہو گئے تھے۔ اُن ملکوں میں مدبرین وقت نے نہایت محنت اور لیاقت سے دساتیر تیار کئے تھے لیکن دستور بذاتِ خود حکومت کو کامیاب و اچھا نہیں بنا سکتا، اہل ملک کے

اتفاق و ایثار و اخلاق اور حب وطن سے دستور کو کامیابی ہوتی ہے۔ دستور نے انگریزوں کو جمہوری حکومت نہیں عطا کی بلکہ انہوں نے اپنی سلیم الطبعی اور استقلال و تحمل اور ایثار و ادالغری کے صفات سے حکومت کو جمہوری بنالیا مختصر یہ کہ جس منہج سے اب انگلستان میں دستور اور تاریخ دستوری کے متعلق تصنیفات ہو رہی ہیں اس طرز کی ایجاد کا سہرا ایسے اساتذہ کے سر ہے جیسے پروفیسر ڈالسی اور این سن اور میٹ لینڈ وغیرہم ہو گئے۔

انگلستان کی تاریخ دستوری سے ماد وہ کارنامہ ہے جس میں تاریخ دستوری
انگلستان اُس ملک کے مختلف ادارات سیاسی کی تدریجی ترقیوں اور قانون دستوری کے نشوونما کے حالات قلمبند کئے جائیں۔

اندنوں تاریخ دستوری کے مطالعہ کی عموماً سب کو اور

خصوصاً ان قوموں کو ضرورت ہے جن کے یہاں مقامی تاریخ دستوری
کے مطالعہ اور خود اختیاری حکومتیں قائم ہو گئی ہیں ہر خاص و عام کو اُن امور سے واقف ہونا چاہئے کہ انگلستان جس کے دستور کی تمام دنیا نے کسی نہ کسی پیرایہ میں تقلید کی ہے اور جو دوسرے ملکوں کے وساتیر کے لئے مہیا خیال کیا جاتا ہے کس طرح بتدریج ترقی کرتا ہوا موجودہ حالت پر پہنچا ہے۔ اہل ہند کے لئے تو یہ ضرورت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس واسطے کہ ہمارا تعلق بھی سلطنت برطانیہ سے ہے نیز ہند کو حکومت خود اختیاری بطور امتحان دی جا رہی ہے

مار لے فٹو اسکیم کے بعد اب مزید اصلاحات مائیکرو چمفورڈ اسکیم کے ذریعہ سے حکومت ہند میں مل مین لائن جاری ہیں شخصیات بلدی کے ذریعہ سے پریزیڈنسی شہروں اور بعض صوبوں کے شہروں میں نیابت اور انتخاب کا طریقہ کئی سال سے جاری ہو چکا ہے اور ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں میں حکومت ہند کے "نظام" کے متعلق کتابیں نصاب میں داخل کی گئی ہیں لہذا ہر ایک پہلو سے اہل ہند کے لئے ضرور ہے کہ دستوری حکومت کے متعلق وہ اپنے معلومات وسیع کریں اور دستور انگلستان سے واقف ہو کر آنے والی نعمتوں سے مستفید ہونے کی قابلیت پیدا کریں۔

فہرست عنوانات

باب اول

مبادیات تاریخ دستور انگلستان ۱۷۰۱-۱۸۰۱ء

تمہید - جرمنوں کے ادارات قدیمہ - جرمنوں کے مدارج
قومی - جرمن قبیلوں کی تنظیم سیاسی - اثرات فتح برطانیہ -
(۱) تقسیم زمین - (۲) تعلقات مابین جمہور - (۳) آغاز شاہی -
انگریزوں کا تبدیل مذہب کرنا - (۱) شائستہ دنیا کے ساتھ
تعلقات - (۲) اتحاد قومی میں ترقی (۳) پادریوں کا اثر
و اقتدار - انجل اور سیکسن ریاستوں کا الحاق باہمی (۱) ابتدا
ملک میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں - (۲) حکام برطانیہ
(۳) ریاست ویسکیز کی صدارت از صفحہ ۱۱-۱۲

باب دوم

سیکسن انگریزوں کا دستور سلطنت

تمہید - ادارات مقامی - موضع (۱) مذہبی، ہادی (۲) سب

چھوٹا رقبہ حکومت (۳۵)، حکومت کلیسا کا ایک حصہ۔ شہر تعلقہ
(حصہ ضلع)۔ ضلع۔ حکومت قومی۔ بادشاہ کا کس طرح تقرر ہوتا تھا
اختیارات شاہی۔ سیکن انگریزوں کے بادشاہ کے اختیارات کا
محدود ہونا۔ مجلس عقلاء۔ مجلس عقلاء کی ابتدا۔ ترکیب مجلس عقلاء
اختیارات مجلس عقلاء۔ خاتمہ از صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۲۶۔

باب سوم

ابتداء صدارت ویسکنز سے نارمن فتح تک کے حالات
۱۸۲۹ء سے ۱۸۶۶ء تک

متہید۔ نظام جاگیری سے کیا مراد ہے۔ جاگیری نظام
کب اور کہاں پیدا ہوا۔ (۱)، مینی فسون کا عطا ہونا۔
(۲)، کن ڈیشن (رسم جوار)۔ سیکن انگریزوں کا جاگیری نظام
کی طرف میلان۔ بادشاہ۔ امر (۱) امارت نبی۔ (۲) امارت
اہل خدمت۔ (۳) امارت اہل دولت۔ سیکن انگریزوں کی
امارت بالکل جاگیری نہ تھی۔ اصرار۔ سیاسی حقوق۔ فوجی خدمت
ذاتی آزادی۔ کلیسا۔ عام نتائج از صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۳۸۔

باب چہارم

نارمن سلاطین سے ۱۸۶۶ء تک

متہید۔ نارمن فتح کیونکہ نظام جاگیری کی مؤید ہوئی

نارمن فتح کیونکہ نظام جاگیری کی مزاحم ہوئی۔ مرکزی حکومت قومی
مرکزی حکومت کی ضرورت۔ قومی مرکزی حکومت قائم کرنے
میں نارمن سلاطین کو کیونکہ کامیابی ہوئی۔ بادشاہ۔ کونسل عظمیٰ
حکومت شاہی۔ اعلیٰ عہدہ داران ریاست۔ صدر اعظم۔ چانسلر
خزانہ دار۔ فرائض حکومت شاہی۔ اول نارمن مالیہ۔ ڈو فرڈے پک
(۱) شاہی اراضی۔ (۲) جاگیری حاصل۔ (۳) ڈین گیلٹ۔ (۴)
فییم یعنی زندہ جارہ ضلع۔ (۵) فوجداری مقدمات کی آمدنی۔
دوم۔ نارمن داوری۔ شاہی عدالت۔ شاہی کشنوں کے
دورے۔ نارمن نظام فوجی۔ ادارات مقامی۔ موضع۔ تعلقہ
ضلع۔ فرائض شرف۔ (۱) مالیہ۔ (۲) داوری۔ (۳) جنگ۔
شہر۔ حکومت کلیسا کے باہمی تعلقات۔ مدارج قومی۔۔۔۔۔
از صفحہ ۳۹ تا صفحہ ۶۔

باب پنجم
ہنری دوم اور اسکے رط کے عہد کے آخر سے ۱۱۶۷ء تک
تہید۔ ہنری دوم کی تخت نشینی۔ (۱) ہنری دوم کی
حکمت عملی اُمرا کی نسبت۔ اس کوٹیج (زر سپر) کی ترقی و
توسیع۔ (۲) ہنری دوم کی حکمت عملی کلیسا کی نسبت۔ پادریوں
کی تحقیقات جرائم کا جہگڑا، آئین کلارنڈن بابت ۱۱۶۴ء (۳) ہنری دوم
کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ (۴) ہنری دوم کی حکمت عملی فینانس
کی نسبت۔ (۵) ہنری دوم کی حکمت عملی داوری کی نسبت۔ (۶) کیوریاجس کا استحکام

(۲) دوروں کے انتظام میں ترقی۔ (۳) جوری کے طریقہ کا استحکام۔ (۴) ہنری دوم کی حکمت عملی انتظام فوج کی نسبت ہنری دوم کے عہد سلطنت کے نتائج۔ عہد رچرڈ اول۔ عہد سلطنت جان۔ فرانسیسی صوبہ جات کے نکل جانے کے اثرات کلیسا کی مخالفت کے اثرات۔ جان اور امرا کی مخالفت۔ نشور اعظم بابت ۱۱۷۱ء۔ (۱) کلیسا۔ (۲) جاگیردار۔ (۳) بلاد اور شہروں کے حقوق۔ (۴) داورسی۔ (۵) جنگلات۔ (۶) متفرقات۔ نشور اعظم کے متعلق لوگوں کے خیالات و آراء وفات جان..... از صفحہ ۶۹ تا صفحہ ۱۰۰۔

باب ششم

ہنری سوم اور ایڈورڈ اول

۱۱۷۱ء سے ۱۱۸۱ء تک

تمہید۔ ابتدائے زمانہ ہنری سوم ہنری سوم کی حکومت کی خرابیاں۔ ہنری کی مجبوری مراعات کے دینے میں۔ دستور جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا بابت ۱۱۷۱ء۔ پروویژنر آف بیسٹ منسٹر بابت ۱۱۷۱ء۔ ناراضی کا تسلسل۔ بادشاہ فرانس کا فیصلہ نامشی امرا کی جنگ اور ڈی مانٹ فورڈ کی پارلیمنٹ۔ ایڈورڈ اول کی تخت نشینی۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی۔ (۱) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی امرا کی نسبت ۱۱۷۱ء ایڈورڈ اول کی حکمت عملی کلیسا کی نسبت (۳)

ایڈورڈ اول کی حکمت عملی عوام کی نسبت - (۴) ایڈورڈ اول کی حکمت
 عملی فینانس کی نسبت - (۵) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی واپسی
 کی نسبت - (۶) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فوج کی نسبت
 آزمائشی پارلیمنٹیں - پارلیمنٹ کا سانچہ جو ۱۲۹۵ء میں تیار ہوا
 مشوروں کی تصدیق از صفحہ ۱۶۱ تا صفحہ ۱۶۶ -

باب ہفتم

آخری سلاطین پارلیمنٹ کے سلسلے سے ۱۲۸۵ء تک

تمہید - قرون وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کے خصوصیات
 طبقات ملک -

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ طبقات رعایا کی پارلیمنٹ
 ہوتی تھی - قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مقامی فرقوں
 کی پارلیمنٹ تھی - قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ کی تعریف - انگلستان
 کے تینوں طبقوں کی ترتیب و ساخت - (۱) طبقہ اساقفہ -
 (۲) طبقہ اہلئے ملک - (۳) طبقہ عوام - وہ جماعتیں جو طبقہ عوام
 میں شامل نہیں ہوئیں - تقسیم نائبین - اراکین پارلیمنٹ کے
 انتخاب کے کون مجاز تھے (منتخبین کے شرائط اہلیت) - رکن
 پارلیمنٹ کون بن سکتا تھا (رکن پارلیمنٹ کے شرائط اہلیت)
 آزادی انتخاب - حق نیابت کی قدر کم تھی رکنیت پارلیمنٹ
 کی قدر کم ہوتی تھی - مدت پارلیمنٹ - پارلیمنٹ کی قوت کا
 نشوونما - (۱) اجرائی محصولات پر پارلیمنٹ کی نگرانی

(۲) پارلیمنٹ کی شرکت قانون بنانے میں۔ (۳) پارلیمنٹ میں دُرا کی ذمہ داری۔ اس عہد میں تاج برطانیہ کی حالت وحیثیت۔ اس دور میں کنبسہ کی حالت۔ اس عہد کے امرا کی حالت۔ اس عہد میں عوام کی حالت۔ کسانوں کا بلوہ اور غلامان زرعی کا فست و نابود ہونا۔ حالات میں روز افزوں منافات۔ از صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۶۲۔

باب ہشتم

خاندان ٹیوڈر ۱۵۰۳ء سے ۱۶۰۳ء تک

تمہید۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے تعلقات پارلیمنٹ کے ساتھ پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے پر عہد ٹیوڈر میں۔ ضبطی (جامداد)۔ اس عہد میں قانون بنانے پر پارلیمنٹ کا اختیار عہد ٹیوڈر میں دُرا کی ذمہ داری پارلیمنٹ میں۔ دور ٹیوڈر میں حکومت عاملانہ۔ پریوی کونسل کی عدالتی حیثیت۔ پریوی کونسل کس لئے آسانی سے محکمہ عدالت بن گئی۔ حکومت مقامی۔ کونٹی (ضلع)۔ پیرش۔ حکومت کنبسہ۔ مذہب میں شاہی صدارت منوائیکے لئے ہنری کی تدبیریں۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں اصلاح مزید اور اُس کا عکس عہد میری میں۔ اصلاح مذہب کی تکمیل کے لئے ایلینز بیٹھ کا بعض تدبیروں کو اختیار کرنا۔ قانون صدارت مجریہ ۱۵۵۹ء۔ ایکٹ آف یونیفارمیٹی (قانون یک رنگی یا عمومیت شریعت) مجریہ ۱۵۵۹ء۔ فرقہ پیورٹین کا نشوونما

اور عدالت ہائی کیشن۔ ووٹر ٹیوٹر کا اختتام۔ امر۔ اہل کنیسہ
عوام..... از صفحہ ۱۶۳ تا صفحہ ۲۰۳۔

باب نہم جمیس اول چارلس اول اور جمہوری حکومت ۱۶۲۹ء سے ۱۶۸۸ء تک کے حالات

تمہید۔ جمیس اول کے اخلاق اور سلطنت جمیس اول کے
عہد میں دستوری ترقی۔ (۱) محصول (۲) وضع قوانین (۳) وزیر
کی ذمہ داری۔ دادرسی۔ کلیسا۔ چارلس اول کے خصائل اور
اُس کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ۔ چارلس اول کی مطلق الشان
حکومت ۱۶۲۹ء سے ۱۶۸۸ء تک۔ محصول کا عائد کیا جانا۔
شب منی (جنگی جہازوں کے تیار کرنے کے لئے محصول)۔
توفیر آمدنی کی اور تدبیریں۔ توسیع جنگلات۔ اجاروں کی بیع
بھاری جرمانے۔ دادرسی۔ کلیسا۔ اہل اسکاٹ لینڈ کی بغاوت
اور شارٹ پارلیمنٹ۔ لانگ پارلیمنٹ۔ (۱) اصلاح کی نسبت
باہمی اتفاق کی مدت۔ (۲) مدت اختلاف باہمی جس کا
اختتام خانہ جنگی پر ہوا۔ سیاسی اختلافات۔ مذہبی اختلافات
(۳) لانگ پارلیمنٹ کی بادشاہ سے لڑائی۔ فوج اور رپ
(پچھٹ۔ فضلہ)۔ آلیور کرامویل کی حکومت۔ شل پارلیمنٹ
(چھوٹی پارلیمنٹ)۔ دی انسٹرومنٹ آف گورنمنٹ (دستاویز

باب دوم
چارلس دوم چیمس دوم - انقلاب اور ولیم سوم
۶۶۰ء سے ۷۰۲ء تک کے حالات

متہید۔ دی کن وشن پارلیمنٹ۔ فوجی عطیات ارغشی
کی منسوخی۔ ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ (۱) دی ایکٹ
آف یونیفارمی (مذہبی یکسانی کا قانون) مجریہ ۱۶۶۱ء۔ وی کارپوریشن
ایکٹ (قانون شخصیت) مجریہ ۱۶۶۲ء۔ (۲) دی کاننٹیکٹ ایکٹ
(نمازیوں کی تعداد کا قانون) مجریہ ۱۶۶۳ء۔ (۳) دی فائف
مائیل ایکٹ مجریہ ۱۶۶۴ء۔ طرفداران شاہی کا دوبارہ تسلط۔
شاہی وفاداری کے خیالات کا زوال۔ سازشی معنی جماعت
(کیبل) اور اعلان مراعات۔ قانون آزمائش بابت ۱۶۶۳ء۔
ڈینیٹی کے خلاف مواخذہ۔ پوپ کی سازش اور پارلیمنٹ کی
شرکت کا آزمائشی قانون مجریہ ۱۶۶۴ء۔ وگ اور ٹوری۔
مسودہ قانون اخراج۔ وی ہیپس کارپس ایکٹ (قانون لزوم
تحقیقات مجبوس) بابت ۱۶۶۵ء۔ مسودہ قانون اخراج کا دوبارہ
پیش ہونا اور اُس کے خلاف ملک کی بھینی۔ ضبطی اسناد۔
جیمس دوم کی تخت نشینی۔ مروجہ مذہب انگلستان پر بادشاہ کا

حملہ کرنا۔ اعلان مراعات۔ ششہاع کا انقلاب۔ اعلان حقوق اور مسودہ قانون حقوق۔ مسودہ قانون حقوق کی اہمیت۔ تخصیص رقوم و قانون عدل (۱) تخصیص رقوم۔ (۲) قانون عدل۔ قانون رواداری مذاہب مجریہ ۱۶۸۹ء آزادی مطابع۔ قانون سہ سالہ۔ اصلاح ضابطہ تحقیقات بغاوت خلاف سرکار۔ قانون تخت و تاج مجریہ ششہاع۔ (۱۶) فرماں روا کو مذہب مروجہ انگلستان کا پیرو ہونا چاہئے۔ (۲) پریوی کونسل کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش۔ (۳) شاہی ملازموں اور وظیفہ خواروں کا دارالعوام سے اخراج (۴) ججوں کی آزادی۔ ولیم سوم کا ذاتی اثر۔۔۔۔۔ از صفحہ ۲۳۸ تا صفحہ ۲۸۸۔

باب یا زوہم

این۔ جارج اول اور جارج دوم ششہاع سے

ششہاع تک کے حالات

تمہید۔ این کی سلطنت۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹوں کا متحد ہونا۔ (۱) اتحاد کی نسبت نامکام کوششیں۔ (۲) قانون اتحاد بابت ششہاع۔ (۱) ہائی چیف والوں کا دوبارہ تسلط۔ خاندان ہائور کی تخت نشینی وگ۔ گروہ کا عروج۔ وگ فرقہ کی قانون سازی۔ قانون ہفت سالہ مسودہ قانون امارت۔ کیبنٹ کا استحکام۔ فرقہ بندی کی حکومت کیبنٹ کی دوہٹیں۔ کیبنٹ کی ابتدائی شکل۔ ابتدائی حالت میں کیبنٹ کا نام قبول ہونا۔ کیبنٹ کونسلوں کی روز افزوں ترقی۔ اخیر زمانہ کی کیبنٹ کی شکل۔ وزیر اعظم۔ (۱) عادلانہ حکومت پر وزیر اعظم کی نگرانی۔ (۲) وزیر اعظم کی کیبنٹ

اور فرمانروا کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ بنا۔ (۳)، وزیر اعظم کا کیبنٹ اور پارلیمنٹ کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ بنا وزیر اعظم کا کیبنٹ کے ہر ایک رکن کے ساتھ تعلق۔ مشاورت کیبنٹ نظام کیبنٹ کا عمل۔ نظام کیبنٹ میں وزرا کی ذمہ داری۔ بالآخر نظام کیبنٹ کا غالب آنا۔ نظام کیبنٹ کے خلاف لوگوں کا اجماع سلطنت کے جلیل القدر عہدوں میں تغیر و تبدل.... از صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۲۰۔

باب دوازدہم

جارج سوم ۱۷۶۰-۱۸۳۰ء

تمہید۔ جارج سوم کا جلوس اور دگ فرقہ کا زوال۔ شاہی رفقا۔ نظام کیبنٹ پر حملہ۔ بیت العوام اور شاہی اثر۔ (۱)، نظام کیبنٹ کا جدید ہونا۔ (۲)، حادثہ خلعت کی بے اتفاقی۔ (۳)، پارلیمنٹ کی ثبوت ستا (۴)، پارلیمنٹ کی نیابت کی حالت۔ جان ولکس کا مقدمہ۔ پارلیمنٹ کے مباحث کی اشاعت۔ فاکس کا قانون توہین تحریری بابت ۱۷۹۲ء امریکہ کے ساتھ جنگ۔ وزرا سے بادشاہ کی مخالفت کا ازسرنو آغاز۔ بیت العوام سے بادشاہ کی مخالفت۔ سلطنت کے اخیر زمانہ میں بادشاہ کا اثر۔ پارلیمنٹ کی اصلاح کی نسبت ملک کی خواہش کا بڑھتا جانا۔ مذہبی آزادی میں ترقی۔ برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کا پارلیمانی اتحاد۔ جمہوری خیالات کا استحکام۔ (۱)، اٹھارھویں صدی کے مشہور فرانسیسی مصنفین کا اثر۔ (۲)، ریاستہائے متحدہ کی بنیاد۔ (۳)، انقلاب فرانس۔ (۴)، صنعت و حرفت میں انقلاب.... از صفحہ ۳۲۱ تا صفحہ ۳۶۰۔

باب سیزدہم

جارج چارم۔ ولیم چارم اور وکٹوریہ سلسلہ سے سلاسل تک

تمہید۔ (۱) ترقی مساوات مذہبی۔ ۱۸۶۸ء میں آزمائش
عشائے ربانی کا اٹھا دیا جانا۔ قانون رفع عدم قابلیت کیتھک
مجرہ ۱۸۶۹ء۔ کوئے کر مورے وین اور سپرٹیسٹ فرقوں کا
پارلیمنٹ میں شریک کر لیا جانا۔ شرکت یہودیہ پارلیمنٹ۔ نان کن
فرسٹ کا مخصوص تعلیم گاہوں میں شریک کیا جانا، ۱۸۷۱ء۔
جبری کلیسائی محصول کی نسوخی بابت ۱۸۷۵ء۔ آئرستان کے
مذہب (ریوٹیسٹنٹ) کے سرکاری انتظامات اور اوقاف کی
موقوفی، ۱۸۷۹ء۔ کیتھک اور نان کن فرسٹ کا عقد نکاح
اور تجویز و تحفین۔ ادخال شہادت بہ عدالت۔ (۲) اصلاح پار
(۱) تقسیم نابین۔ (۲) حق رائے کے شرائط اہلیت۔ اہل ضلع
کا حق رائے۔ شہروں کا حق رائے۔ نیابت کی بیقاعدگی اور نامزدی
کے نتائج۔ اصلاح پارلیمنٹ کے اسباب۔ قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء
قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء کے انتظامی مطالب۔ نتائج قانون
اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء (۱) تاج اور مالکان جائداد غیر منقولہ کے
اثرات میں کمی۔ (۲) بیت العوام اور بیت الامرا کے مابین اختلاف
آرا۔ (۳) اصلاح شدہ پارلیمنٹ کا اعتدال۔ قانون اصلاح مجریہ ۱۸۶۶ء

کے اسباب۔ قانون نیابت عوام بابت ۱۸۶۷ء۔ قانون نیابت عوام مجریہ ۱۸۸۴ء۔ قانون جدید تقسیم نائبین بابت ۱۸۸۵ء۔ انتخابات کے وقت رشوت ستانی میں کمی۔ انتخابات پر اثر ناجائز قانون فرقہ اندازی بابت ۱۸۸۷ء۔ ارکان پارلیمنٹ کی مذموم عادتیں بیت العوام اور اسے عامہ۔ فرقوں کی تنظیم۔ مخصوص سیاسی مقاصد کے واسطے فرقہ کا تنظیم پانا۔ (۳) کیبنٹ کی حکومت میں مزید استحکام اور محکمہ جات عاملانہ میں تغیرات۔ کیبنٹ اور وضع قوانین کیبنٹ کا اندرونی اور باہری اتفاق و اتحاد۔ محکمہ جات عاملانہ۔ وزرائے سلطنت۔ وزیر بحریہ۔ میرمجلس تجارت۔ میرمجلس حکومت مقامی۔ میرمجلس تعلیمات۔ دوسرے محکمہ جات عاملانہ۔ کیبنٹ پر محکمہ جات کی تعداد میں اضافہ ہونیکا اثر۔ (۴) اصلاح حکومت مقامی۔ پیرش۔ بلاڈ شخصی۔ اضلاع۔ مگرہ قانون مفلسین مجریہ ۱۸۳۲ء۔ قانون شخصیات بلدی مجریہ ۱۸۳۵ء۔ قوانین صحت عامہ ۱۸۳۵ء۔ ۱۸۷۷ء۔ قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۸۵ء۔ قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۹۲ء۔ خاتمہ۔ از صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۳۴۔

غلط نامہ تیارخ دستور انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱	۴	وارد ہوئے	وارد ہوئے -
"	"	برٹن	بریٹن
"	۱۰	برٹن	بریٹن
۲	۱۲	برٹن	بریٹن
"	"	(اُن کے عوض)	(اُن کے عوض)
" فٹ نوٹ	۲	اُن میں کسی	اُن میں کس
" " "	"	استیصال ہوا	استیصال ہوا
" " "	۴	طریقہ زمینداری	طریقہ زمینداری -
" " "	۵	بحث کرنی ہی	بحث کرنی بھی
۳	۱۶	مشکل ہوتا	مشکل ہوتا تھا
"	۱۸	دیا کرتے	دیتے تھے
"	۲۰	(Serfs)	(Serfs)
"	"	کہلاتے تھے	کہلاتے تھے -
۴	۳	ترجیع دیجاتی	ترجیع دی جاتی تھی -
"	۶	تقرر کیا جاتا	تقرر کیا جاتا تھا -
"	۷	کام آتیں	کام آتی تھیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۰	ہوا کرتے تھے	ہوتے تھے۔
۵	۱۶	کر لیا جاتا۔	کر لیا جاتا تھا۔
۵	۲	ہوتا +	ہوتا تھا +
۵	۱۱	زمین تھی	زمین تھی اور
۵	۱۳	عطا ہوتیں	عطا ہوتی تھیں
۵	۱۹	عطا ہوتی	عطا ہوتی تھی
۵	۲۱	علحدہ کر دیا جاتا	علحدہ کر دیا جاتا تھا
۵	۲۱	لڑتی رہتیں	لڑتی رہتی تھیں
۵	۵	(Picts)	(Picts)
۵	۱۴	تھیوڈور ٹارسیسی	تھیوڈور ٹارسیسی
۵	۱۵	صدر اسقف	صدر اسقف
۹	۱۱	محفوظ رہتے	محفوظ رہتے تھے۔
۵	۱۲	جاگیریں ملا کرتیں	جاگیریں ملتی تھیں
۵	۱۹	انگل اریکسنی	انگل اور سیکن
۱۰	۱۴	برٹن	برٹن
۵	۱۷	تابع ہوتیں	تابع ہوتی تھیں
۱۱	۲	تار تمبیریا	تار تمبیریا
۵	۷	یادگار ہوا کرتے	یادگار ہوتے تھے۔
۵	۱۰	(The Daves)	(The Daves)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳	۱۱	ہو جاتا	ہوتا تھا
"	۱۲	چھوڑ دیا جاتا	چھوڑ دیا جاتا تھا
۱۳	۱۷	اختیاری ہوتی	اختیاری ہوتی تھی
۱۴	۴	آباد کرتا۔	آباد کرتا تھا۔
"	۱۲	نافذ ہوتا	نافذ ہوتا تھا۔
"	۱۶	عام جلسہ کرتے	عام جلسہ کرتے تھے
"	۱۷	فیصلہ ہوتا	فیصلہ ہوتا تھا
"	۱۹	نیابت کرتے	نیابت کرتے تھے
"	۲۱	اُن میں مکمل	اُن میں اس قسم کا مکمل
۱۵	۷	بسا ہوتا	بسا ہوتا تھا۔
"	۱۸	بعضوں	بعضوں
۱۶	۸	یعنی ناظر موضع	یعنی ناظر موضع (۔)
۱۶	۹	(u. e. Port-reeve = Lat. Porta Port = Jerefa and Jerefa)	x
۱۶	۱۱	(Port Meadow at Oxford)	(Port Meadow at Oxford)
"	۱۵	کہلاتا۔	کہلاتا تھا۔
"	۱۶	چلٹن	چلٹرن
"	"	Chittera	Chiltern
"	۱۷	ٹل ایکز	ٹل سیکس
۱۷	۱۷ و ۱۷	(Warder Wapentake)	(Ward or Wapentake)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۸	یا اینڈ	یا اینڈ
"	۹	ریڈز	ریڈز
۲۰	۴	Witah	Witan
۲۲	۲	واضع قانون ہوتا	واضع قانون ہوتا تھا
"	۸	وسیع علاقہ	وسیع علاقہ
"	۱۲	ہوتے	ہوتے تھے
"	۱۴ و ۱۵	وصول ہوتا	وصول ہوتا تھا
"	۱۷	ایجاباتی	ایجاباتی تھی
"	۱۹	صرف ہوتا	صرف ہوتا تھا
۲۳	۱	مقرر ہوتا تھا	کاشمول ہوتا تھا
"	۴	ندیم ہوتے	ندیم ہوتے تھے
"	۵	انجام دیا کرتیں	انجام دیتی تھیں
"	۱۶	انی	انی
"	۲۰	واقف ہوتا	واقف ہوتا تھا
۲۴	۱	مقابلہ کرتی	مقابلہ کرتی تھی
"	۲	اوصاف پر ہوتا	اوصاف پر ہوتا تھا
"	۴	گر جاتا	گر جاتا تھا
۲۵	۵	ضرور ہوا کرتے	ضرور ہوتے تھے
"	۷	شریک ہوتے	شریک ہوتے تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۹	شمار ہوتا۔	شمار ہوتا تھا۔
۲۶	۳	طے کرتا۔	طے کرتا تھا۔
۲۶	۵	جلسہ عام ہوتا۔	جلسہ عام ہوتا تھا۔
۲۷	۱۳	جن کو ان	جن کو ان
۲۸	۳ و ۴	ما تحت ہوتے۔	ما تحت ہوتے تھے۔
"	۷	سمجھے جاتے ہونگے	سمجھے جاتے تھے۔
۲۸	۸	کاشتکاروں کا	کاشتکاروں کے
"	"	شمار ہوتا تھا	کا درجہ تھا
۲۹	۶	کی ہوتی	کی ہوتی تھی
"	"	اور وہ	اور ابتدائی زمانہ میں وہ
"	"	قابل منسوخی ہوتا تھا	قابل منسوخی بھی سمجھا جاتا تھا۔
۳۲	۱۲	دیا کرتے	دیتے تھے۔
۳۳	۶	امرا	امرا
"	۷	تھے۔ ندیمان نبرد آزما	تھیں (ندیمان نبرد آزما)
"	۱۱	ہیٹار	ہیٹار کی
"	۱۸	کام آتے	کام آتے تھے
"	۲۱	بادشاہ	چونکہ بادشاہ
۳۴	۱	عطا کیا کرتا	عطا کرتا تھا
"	۲	دولتمند اور قوی	دولتمند اور مقتدر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۱۰	(نواب) کہلاتا تھا۔	(نواب) کہلاتا تھا۔
"	۱۷	اختیارات عطا ہوتے	اختیارات عطا ہوتے تھے
"	۱۸	تقرین ہو جاتا	تقرین ہو جاتا تھا
۳۵	۳	انگریزوں لی	انگریزوں کی
۳۷	۶	تابع بنجاتا +	تابع بنجاتا تھا +
۴۰	۸	نشوونما	نشوونما
"	۲۱	برابر آتے	برابر آتے تھے
۴۱	۱	جھگڑے چکاتے	جھگڑے چکاتے تھے
"	۶	بھاری کر دیتے۔	بھاری کر دیتے تھے۔
"	۱۰	دی جاتی۔	دی جاتی تھی۔
"	۱۹	موقع ملا کر تا +	موقع ملتا تھا +
"	۲۱	سے اس	سے منوالیا کہ اس
۴۲	۲	ترجیح نہ دیں	ترجیح نہ دیں۔
"	۳	حلف کرے	حلف کرے۔
"	۷	عطا ہوتی۔	عطا ہوتی تھی۔
"	۸	حلف کرتے	حلف کرتے تھے
"	۹	جاگیریں دیتا	جاگیریں دیتا تھا
"	۱۰	قسم کھاتے	قسم کھاتے تھے
"	۱۱	حلف کرتے۔	حلف کرتے تھے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲	۱۹	پیدائہ ہونے پائیں۔	پیدائہ ہونی پائیں۔
۴۵	۸	شریک ہوتے۔	شریک ہوتے تھے۔
۴۶	۱۲	انھیں	انھی
۴۶	۱۸	باقاعدہ طور پر	عموماً
۴۶	۹	ظاہر کرتا	ظاہر کرتا تھا۔
۴۶	۱۸	تشریفانی	تشریفاتی
۴۶	۱۹	انجام دیتے	انجام دیتے تھے
۴۶	۲۰	لیکن انہی	لیکن انھیں
۴۸	۱	ایڈورڈ نائیب	ایڈورڈ تائب
۴۹	۱۳	ہوا کرتا۔	ہوتا تھا۔
۴۹	۱۲	داخل کیا کرتے تھے	داخل کرتے تھے۔
۴۹	۱۱	س کے	اس کے
۴۹	۱۹	اول آف چانسی کہتے۔	رول آف چانسی کہتے تھے۔
۴۹	۲۰	تفویض رہتا۔	تفویض رہتا تھا۔
۵۰	۲	نارمن سلاطین کی مالی حالت	نارمن مالیہ۔
۵۰	۱۲	ڈومن دے بک	ڈومن ڈے بک
۵۰	۲۱	بیانات کے ذریعہ	بیانات کے ذریعہ سے
۵۱	۱۳	اس کے ورثہ	اس کے ورثا
۵۲	۱	جیسی ضرورت ہو۔	جیسی ضرورت ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲	۱۳	لیکن	اور
"	۱۷	ن کو	ان کو
"	۲۱	جو (ایڈز) یعنی	جو ایڈز یعنی
۵۳	۸	ضبط کر لیتا۔	ضبط کرتا تھا اور
"	۱۸	لیا جاتا	لیا جاتا تھا
۵۴	۲	عائد کیا گیا تھا	عائد کیا گیا تھا لیکن اس سے
۵۴	۳	فرم۔ (ضلع)	فرم ضلع
"	۵	ادا کرتا۔	ادا کرتا تھا۔
"	۱۸	انتظام دادرسی	دادرسی
"	۲۰	انتظام دادرسی	دادرسی
۵۵	۵	عائد کئے جاتے	عائد کئے جاتے تھے
"	۷	خواہش ہوتی	خواہش ہوتی تھی
"	۱۰	۱۱۔ نارمنی انتظام دادرسی۔	۲۔ نارمن دادرسی۔
"	۱۰	انتظام دادرسی	دادرسی
"	۱۱	جاری رہا	جاری رہی
"	"	پہلے تھا	پہلے تھی
"	۱۷	سند یافتہ	شخصیہ والی
"	۱۸	عدالتیں ہوتیں	عدالتیں ہوتی تھیں
۵۶	۱	جاتا تھا	تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۲	انتظام وادرسی	دادرسی
"	۳	انتظام وادرسی	دادرسی
"	۳	مغائر یقہا	مغائر تھی
"	۸	قانون رسم و رواج	قانون رسمی
۵۷	۱۶	سوتے تھے	ہوتے تھے
"	۱۸	مختلف	منتخب
"	۱۹	حاضر کیا کریں	جالان کریں
۵۸	۳	کے سبب	کے سبب تھے
"	۹	۱۱۱۔ نارمنوں کا فوجی نظام	۲۔ نارمن نظام فوجی -
۵۹	۱۷	(Manor) جاگیر یا	(Manor) مینر جاگیر یا
"	۱۸	پرگنہ (مینر ہو گیا -	پرگنہ (ہو گیا -
"	۱۸	امیر ہوتا	امیر ہوتا تھا
"	۱۹	آزاد ہوتے	آزاد ہوتے تھے -
"	۲۰	سمجھا جاتا	سمجھا جاتا تھا -
۶۰	۲	تغیر کو بہت	تغیر کو غالباً بہت
"	۱۱	شیرف	فرائض شیرف
۶۲	۱۷	کے ذریعہ	کے ذریعہ سے
۶۵	۱۲	لیا کرتا -	لیا کرتا تھا -
"	۱۵	وصول کرتا -	وصول کرتا تھا -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶	۱	عہدہ دار ہوتا	عہدہ دار ہوتا تھا۔
۶۶	۳	نامزد کرتا۔	نامزد کرتا تھا۔
"	۶	حلف کرتا۔	حلف کرتا تھا
"	۷	اختیاری ہوتا۔	اختیاری ہو گیا تھا۔
۶۷	۶	مطمئن رہتا	مطمئن رہتا تھا۔
"	۱۳	نجات لمبائی	نجات لمبائی تھی۔
"	۱۶ و ۱۵	منتقل ہوا کرتا۔	منتقل ہوتا تھا۔
"	۱۶	وصول کرتے	وصول کرنے
"	۱۹	حقارت سے دیکھتے۔	حقارت سے دیکھتے تھے۔
۶۸	۱۳	امراد بے رہے	امراد بے رہے،
۷۲	۲	بخوشی	بخوشی
"	۷	وصول ہوتی	وصول ہوتی تھی
"	۱۴	رکھنا چاہتا	رکھنا چاہتا تھا
"	۲۱	منعقد ہوتی	منعقد ہوتی تھی
۷۴	۳	وصول کرتا۔	وصول کرتا تھا۔
"	۴	کہ اس اراضی	کہ اراضی
۷۵	۲	سے ہوتا	سے ہوتا تھا
"	۵	پادری کرتے	پادری کرتے تھے
۷۶	۷	ظاہر ہوتا	ظاہر ہوتا تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۶	۱۱	اکثر پادری ہوتے۔	اکثر پادری ہوتے تھے۔
فٹ نوٹ	۲	Romujus	Romulus
۸۲	۱	ماہر ہوتے	ماہر ہوتے تھے
۸۲	۳	سماعت کرتا۔	سماعت کرتا تھا۔
۸۲	۱۵	سفر کرتے	سفر کرتے تھے
۸۲	۱۳	لوگ کیا کرتے	لوگ کرتے تھے
۸۲	۱۸	Compurgation	Compurgation)
۸۲	۲۰	شہادت (حلف کرتے۔	تائید حلف (حلف کرتے تھے
۸۲	۲۱	بارہ ہوتی	بارہ ہوتی تھی۔
۸۲	۱	کمپیرگیٹور (Compurgators)	کمپیرگیٹور (Compurgators)
۸۲	۱۴	ایٹھاڈ دوم	ایٹھلریڈ دوم
۸۲	۱۶	کئے جاتے	کئے جاتے تھے
۸۲	۱۷	دیا جاتا	دیا جاتا تھا
۸۲	۱۸	حلفی بیانات	دریافت حلفی
۸۲	۱۹	تصفیہ پاتے۔	تصفیہ پاتے تھے۔
۸۲	۱۹	ذریعہ سے	ذریعہ سے جس کا سال اجرا
۸۲	۱۹		تحقیق طلب ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۵	۱	واقع ہوتی	واقع ہوتی تھی
"	۳	حلفی بیان	اپنے حلفی بیان
"	۱۵	دینا ہوتا	دینا ہوتا تھا
۸۵	۱۶	کی جاتی -	کی جاتی تھی -
"	۱۸	مل جاتی -	مل جاتی تھی -
"	۲۰	کیا جاتا -	کیا جاتا تھا -
۸۶	۷	قرار دیتی -	قرار دیتی تھی -
۸۷	۱	مطابق ہوتی -	مطابق ہوتی تھی -
"	۲	برآمد ہو سکتی	برآمد ہو سکتی تھی -
۸۸	۳	کرتا رہتا تھا	کرتا تھا -
"	۲۰	(مفتش مرگ ناگہانی)	(مفتش اسباب ہلاکت)
۸۹	۸	حسب اتفاق	حسن اتفاق کہ
۹۵	۱۳	کامن پلیئر	کامن پلیئر یعنی
۹۶	۲	منتخب کر کے ان سے	کا انتخاب ہو کر ان کو
		حلف لیں	حلف دیا جائے
۹۹	۷	شامل ہوتی	شامل ہوتی تھی
۱۰۱	۲	ہجاری	انگریزی
"	۳	نشو و نما	نشو و نما
۱۰۳	۵	سمجھا جاتا	سمجھا جاتا تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱	کیا کرتا تھا۔	کرتا تھا۔
۱۰۸	۵	جتھا	جتھے
۱۱۰	۱۴	ونڈ سر	ونڈ زر
۱۱۱	۱۲	کیا کہ جو	کیا جو
۱۱۲	۲۱	منہمک رہتا	منہمک رہتا تھا
۱۱۳	۱۹	کے ہاتھوں	کے ہاتھوں ہوی
۱۱۴	۳	داغ	داغ
۱۱۵	۲۰	۶۱۲۰۵	۶۱۲۸۵
۱۱۶	۸	۵	۵
۱۱۷	۱۵	واقع ہوتی۔	واقع ہوتی تھی۔
۱۱۸	۱۶ و ۱۵	کارپوریشنز (Corporations)	x
۱۱۹	۱۴	شخصیات	کارپوریشنز
۱۲۰	۱۸	کارپوریشنز	عطا کرتے تھے
۱۲۱	۲	عطا کرتے	اون میں
۱۲۲	۶	مجرم ہونے	مجرم ہوتے
۱۲۳	۱۱	کے نسبت	کی نسبت
۱۲۴	۱۲	کیا کرتے تھے۔	کرتے تھے۔
۱۲۵	۱۵	سماعت کرتی	سماعت کرتی تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۱۶۵	محال سے ہوتا۔	محال سے ہوتا تھا۔
"	۱۸	صدر ہوتا۔	صدر رہتا تھا۔
۱۱۹	۱۶	شامل ہوتے	شامل ہوتے تھے
۱۱۹	۲۱	مصرف رہتا	مصرف رہتا تھا
۱۲۰	۳	کے ذریعہ	کے ذریعہ سے
"	۵	نائٹ کی جائیداد غیر منقولہ	فوجی زمینداریوں کی
"	"	کی قسرتی	قسرتی
"	۶	آزاد مالکانِ اراضی پر	آزاد مالکانِ اراضی یعنی
"	"	سواروں	زمینداروں پر
۱۲۲	۳	منظور ہوتا	زرہ پوش سواروں
"	۳	ڈھال لیتا	منظور ہوتا تھا
"	۱۸	اُن کو	ڈھال لیتا تھا
۱۲۴	۶	نشوونما	اُس کو
"	۷	کازوال	نشوونما
"	۹	قوت کی	کازوال
"	"	پرکاشتکاروں	اور قوت کی
۱۲۸	۲	چارے سلاطین	پھر کاشتکاروں
"	"	شاہی استحقاق	انگریزی سلاطین
"	"	"	شاہی اختیار و حقوق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۵	اپنی حکومت	اپنے آبائی حق حکومت
"	۷	فلک	فلک
۱۲۸ فٹ نوٹ	۱	لہ وارز آف روزس	لہ وارز آف روزس
"	"	(The wars of roses)	(The wars of roses)
		سرخ و سفید بھولوں کی	سرخ و سفید بھولوں کی
		لڑائیاں	لڑائیوں ()
۱۳۱	۱۰	مشتل ہوتی	مشتل ہوتی تھی
"	۱۶	ہوا کرتے -	ہوتے تھے -
۱۳۲	۱۲	شرکت کرتے	شرکت کرتے تھے
"	۱۵	(شخصی)	(شخصیہ والی)
"	۱۶ و ۱۵	ہوا کرے -	ہوتی تھی -
۱۳۳	۲	کوئے	کمیون
"	۱۴	سیکسنی انگریزوں	سیکسن انگریزوں
۱۳۴	۲	ضلع زیر حکومت	ضلع زیر حکومت
"	۲۱	ہوا کرتے تھے -	ہوتے تھے -
۱۳۵	۲۱	حال نہ ہوتا	حال نہ ہوتا تھا
۱۳۶	۵	جائداد غیر منقولہ	x
"	۲۱	طلب کرتا	طلب کرتا تھا
"	"	مستحق ہوتے	مستحق ہوتے تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۷	۳	اضافہ کرتے	اضافہ کرتے تھے
"	۵	تنظیم ہوتی -	تنظیم ہوتی تھی -
"	۱۱	ہوا کرتے -	ہوتے تھے -
"	۱۲	روانہ کرتے -	روانہ کرتے تھے -
"	۱۹	رکھتے	رکھتے تھے -
۱۳۸	۷	کاشتکاران وابستہ اراضی	دین یعنی غیر آزاد کسانوں کے
"	"	غیر آزاد	x
"	۸	کسانوں کی	ان کی
"	۱۰	آدمی وہ	آدمی خواہ وہ
"	۱۲	ہم اس وقت نہیں تبا سکتے وغیرہ	یہاں سے جدید پیرا گراف شروع ہوتا ہے -
"	۱۷	کی مخصوص ترتیب ترکیب	کے مخصوص دستور حکومت
"	۲۰	منتخب ہوتے -	منتخب ہوتے تھے
۱۳۹	۳	ریاست سمجھتے	ریاست سمجھتے تھے
"	۹ و ۸	ایکسو	ایکسو بیس
"	۲۰	تھے منتخبین	تھے منتخبین
۱۴۰	۲	کیا کرتے -	کرتے تھے -
۱۴۱	۱	ڈی	دی
"	۶	شہروں	شہروں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۱۰	کی جاتی	کی جاتی تھی
"	۱۲	اثر ڈالتے	اثر ڈالتے تھے
"	۱۳	تشدد ہوتا	تشدد ہوتا تھا
۱۴۱ فٹ نوٹ	۱	بروز	بروز
"	۲	میں تاریخ و تشریح	میں از روئے تاریخ و تشریح
"	۳	نشو و نما	نشو و نما
"	۸	تقرین و ترتیب محصول	اجرائے محصولات
"	۱۰	محصول کی نسبت	اجرائے محصولات کی نسبت
۱۴۵	۱۷	اور عدالتی	اور عوام کی
"	۱۸	مالی یا	مالی یا
"	۲۰	(ٹیلج ایک خاص قسم کا محصول)	(ٹیلج یعنی زمیندارہ
۱۴۶	۶	ٹیلج	ٹیلج)
"	۷	من پختہ پر	من پختہ ہوتے ہیں
"	۸	یعنے	جو
"	۹	مقررہ رقم	مقررہ رقم لیجاتی تھی)
"	"	کہتے تھے)	کہتے تھے
۱۴۶	۱۳	مال پر	مالیات پر
۱۴۷	۱۵	مقررہ دارا عوام	صدر دارا عوام
"	۲۱	اس زمانہ کے	اس زمانہ کے
۱۴۹	۱۰	صورت میں	صورت میں -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۹	۱۱	چاہتا تھا یہ	چاہتا تھا اور یہ
"	۱۲	عرضی دیا کرتے	عرضی دیتے تھے
۱۵۱	۱۴ و ۱۵	قرار پائے گئے	قرار پائے۔
۱۵۲	۱۸	نہیں ہو سکتا۔	نہیں ہو سکتا تھا۔
۱۵۵	۵	اول اہل کینسہ	اول یہ کہ اہل کینسہ
"	۷	کم ہوتی تھی۔	کم نہ ہوتی تھی۔
"	۱۴	جو ملکوں کی	جو غیر ملکوں کی
۱۵۶	۶	لنکن	لنکن
"	۱۹	کے ہیں)	کے ہیں)۔
۱۵۷	۱۵	اپنے ذاتی اغراض کے پورا کرنے	آپس کی جنگ
"	"	جنگ	فوج
"	۱۷	تھے اکثر کثیر العیال اشخاص	ہونے سے ہر ایک ایسے کے
"	"	کی پدرش	زیر پرورش و اثران کی
"	"	کرتے	ایک جماعت رہتی تھی
۱۵۹	۱	کوی	اور
"	۲	حکومت	ابقت آگیا تھا کہ کسی
"	"	اُس وقت	قسم کی
"	"	"	حکومت کیوں نہ ہو
"	"	"	اور

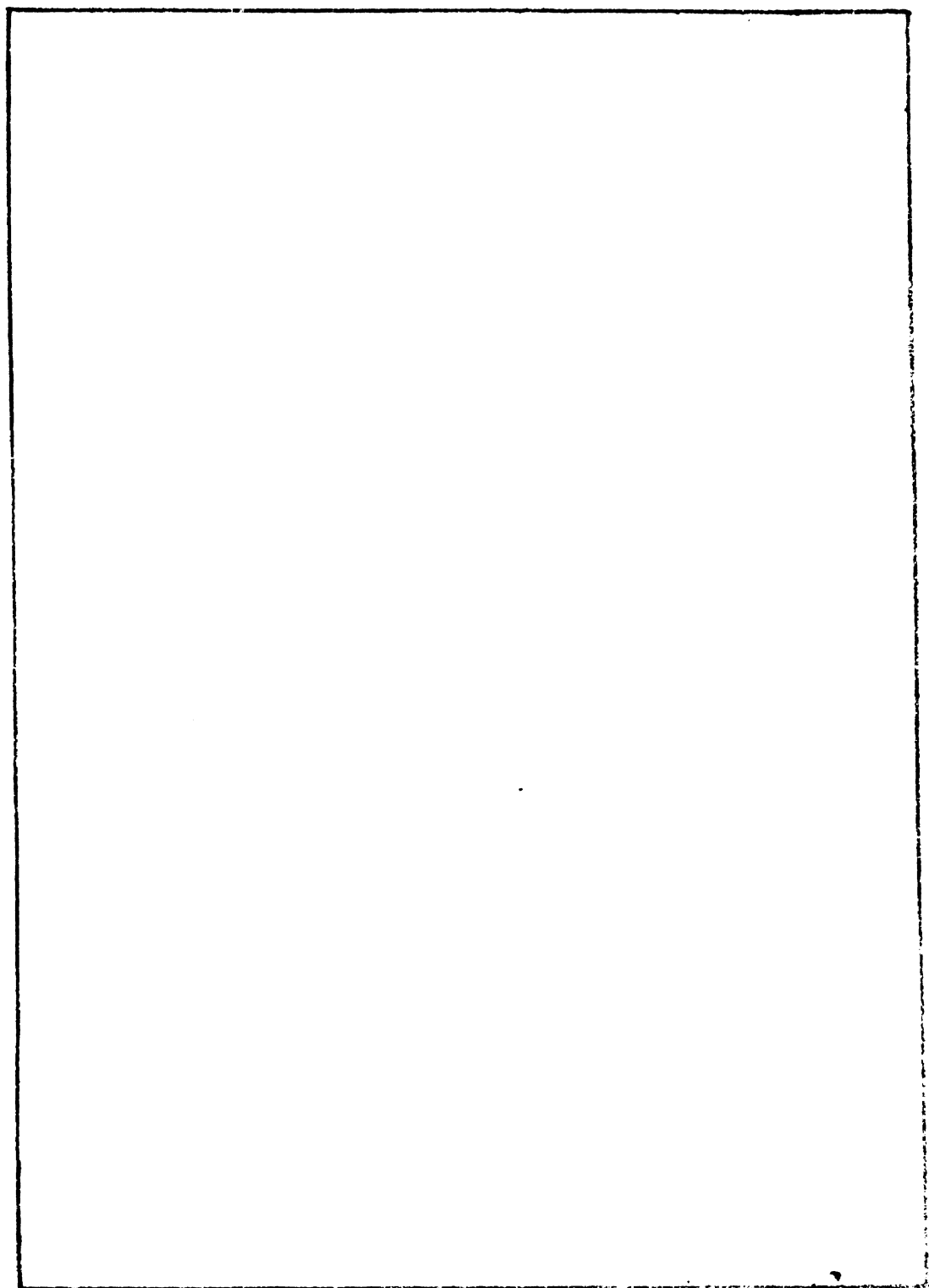
صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۹	۳	حاکم کی	حاکم کی خواہ وہ کیسا ہی
"	۴	خواہ	مطلق العنان و تند خو کیوں نہ ہو
"	"	وہ	بشرطیکہ
"	"	اور بغاوت	وہ ہر ایک قسم کی
"	۵	صرف	x
"	"	اپنے ارادہ	x
"	"	خواہ وہ کیسا ہی مطلق العنان	اپنے مستقل ارادہ
"	۶	و تند خو کیوں نہ ہو	x
"	"	خاندان لینکیسٹر	x
"	۷	اور	چونکہ خاندان لینکیسٹر
"	۱۳	آزاد ہو سکتا تھا۔	اس لئے
۱۶۰	۱	رسمی	آزاد ہو سکتا تھا
۱۶۱	۷	ہوا کرتی	ورسمی
"	۹ و ۸	ثابت ہوتا۔	ہوتی تھی
"	۱۵	اون کے مالکوں	ثابت ہوتا تھا۔
"	۱۹	فرق عظیم آنے لگا	اُون کے مالکوں
۱۶۳	۱۲	انتخاب کرتی	فرق عظیم نظر آنے لگا
۱۶۵	۹ و ۸	پروٹیسٹنٹ۔ فرقہ کی	انتخاب کرتی تھی
			پروٹیسٹنٹ فرقہ کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۵	۱۷	پیورٹن	پیورٹن
۱۶۶	۱۰	اصرار کرتے	اصرار کرتے تھے
"	"	خاطر ہوتی -	خاطر ہوتی تھی -
"	۱۹	سو جانے	ہو جانے
۱۶۷	۴	لڑائیاں (	لڑائیوں (
"	۱۹	اپریٹ	ایبٹ
۱۶۸	۱۷	دعویٰ نیابت	دعویٰ نیابت
۱۶۹	۱۹	کیئے جاتے	کیئے جاتے تھے
"	۲۰	کیا جاتا -	کیا جاتا تھا -
۱۷۱	۹	اگر بادشاہ	کہ اگر بادشاہ
"	۳	خوش کردیتی -	خوش کردیتی تھی -
۱۷۲	۵	داس قدرنی ٹن	(اس قدر محصول فی ٹن
"	۹	رضامندی بغیر	رضامندی کے بغیر
"	۱۶	بلحاظ تجارت ملک غیر کے	بلحاظ تجارت ملک غیر
۱۷۳	۱۳	حکومت کرتے	حکومت کرتے تھے
۱۷۴	۱۰	رسوم، ماکولات	رسوم، ماکولات
"	۱۴	کھیلتے والے	کھینے والے
۱۷۶	۱	صدر اسقف کنٹری	صدر اسقف کنٹری
"	"	اسقف لندن	اسقف لندن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۶	۱۰	لیٹمر	لیٹمر
"	۱۳ و ۱۲	مستغیث بننا پڑ۔	مستغیث بننا پڑا،
"	۱۶	کسی معزول	کسی معتوب
۱۷۷	۲	دیتا تھا	دیتا تھا کہ
"	۱۳	بند کردی گئیں	موقوف کردی گئیں
۱۷۸	۴	اغوا کیا	اغوانہ کیا
۱۷۹	۱۵	کیا کرتی تھیں	کرتی تھیں
۱۸۰	۱۶	ہوا کرتے تھے	ہوتے تھے
۱۸۵	۲۰	اسٹار جمبر	اسٹار جمبر،
۱۸۶	۶	کرتی تھیں کہ جو	کرتی تھیں جو
"	۱۶	فوجی جاگیرت کی عدالتیں	جاگیری عدالتیں
۱۸۸	۱	(اعزازی ناظم فوجداری	(اعزازی ناظم فوجداری)
"	۱۰	یہ نظائے	یہ نظما
۱۸۹	۱	صرف تھی	صرف کرتی تھی
"	۳	ہیں یہ لامحالہ	ہیں لامحالہ
"	۴	صاحب خانہ پر	صاحب خانہ سے
"	۵	چمچ ایٹ	چمچ ریٹ
"	۹	پادری اور	مستولی پادری اور
۱۹۰	۱۸	آبادی شہر کی	آبادی شہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۱	۳	نہ رہی اس	نہ رہی اور اُس
"	۱۳	بلدیات سند یافتہ	شخصیات بلدی
۱۹۲	۹	سنزادی جاتی	سنزادی جاتی تھی
۱۹۳	۱۷	ہونے کے خواہش	ہونے کی خواہش
"	۱۸	بادشاہ کی	بادشاہ کے
"	"	ہونے کے	ہونے کی
۱۹۴	۸	اعتماد پسند	اعتدال پسند
"	۱۷	بجز وصول کی	بجز وصول کی
"	۱۸	بحیثیتِ نایب	بحیثیتِ نایب
۱۹۵	۲۰	(استحالیہ)	(استحالیہ)
۱۹۶	۲	(صلوۃ نصاریٰ)	(صلوۃ نصاریٰ)
"	۸	زیادہ قرق	زیادہ فرق
۱۹۷	۶	یتلاتے تھے۔	بتلاتے تھے،
"	۸	لیڈی چین گرے	لیڈی چین گرے
۱۹۸	۱۸	صلوۃ	صلوۃ
۱۹۹	۴	فرقہ پیورٹن	فرقہ پیورٹن
"	۸	اور جرمنی	اور جرمنی کے
"	۱۲	مذموم تھے	مذموم تھے۔
۲۰۰	۴	وٹ گفٹ	وٹ گفٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۰	۲۰	تجویز ہوتی -	تجویز ہوتی تھی -
۲۰۱ فٹ نوٹ	۴	حلف کی قسمیں ہیں	حلف کی قسمیں ہیں -
۲۰۲	۸	شریک ہوا کرتے تھے	شریک ہوتے تھے
۱۲	۱۲	ان سے عام کا	اُن سے علوم کا
۱۷	۱۷	خدمت میں	خدمتیں
۲۰۳	۱۶	تقلید کیا کرتا تھا	تقلید کرتا تھا
۲۰۴	۸	قوم کی	اگرچہ قوم کی
۲۰۸	۱۰	غیر محدود	غیر محدود
۱۷	۱۷	بن گئے تھے -	بن گئے تھے
۲۰۷	۱۷	بنا دیا تھا	بنا دیا تھا -
۲۰۸	۸	مصر سمجھتا ہے	مصر سے جسکو یہ غیر منظم سمجھتا ہے



تاریخ دستوری

باب اول

مبادیات تاریخ دستور انگلستان ۱۷۰۱-۱۷۰۹ء

تمہید۔ انگل۔ جوٹ اور سیکس قوموں کی سکونت برطانیہ سے
تاریخ دستور انگلستان کی ابتدا ہوتی ہے۔ ۱۷۰۱ء اور ۱۷۰۹ء میں
یہ قبیلے جن کا وطن مالوف جرمنی تھا سمندر کو عبور کر کے اس
جزیرہ میں وارد ہوئے ان کے پہلے انگلستان میں برٹن
(Britons) آباد تھے اور ملک تین سو سال سے زیادہ
رومنہ الکبریٰ کے زیر نگین رہ چکا تھا جس کے سبب سے اگر
کل باشندوں پر نہیں تو بعض پر ضرور رومی تمدن و تہذیب کا
اثر ہوا ہوگا۔ ازسبکہ رومی سلاطین کے لئے برطانوی مقبوضات کی
نگہداشت نہایت دشوار ہوگئی تھی اس لئے انھوں نے ۱۷۰۱ء
کے پہلے ہی سے ملک سے اپنا قبضہ اٹھالیا تھا اور برٹن کو بے شوش

و زحمت آزادی مل گئی لیکن مدتوں بغیر قوم کے محکوم رہنے سے وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ رومی تخلیہ کے بعد ملک میں اپنی حکومت قائم کرتے یا جرمنوں کی دست برد سے اس کو بچا سکتے ۔

اہلِ برطانیہ اور یہ جرمن قبیلے (جوٹ انگل اور سکسن) ملک گیری کے لئے ڈیڑھ سو سال تک جنگ آزمائی کرتے رہے بالآخر جزیرہ برطانیہ کا سب سے زیادہ زرخیز اور وسیع حصہ جرمنوں کے ہاتھ آگیا۔ ان طویل اور خونیر لڑائیوں میں اکثر برٹن تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے اور بہت سے مغربی اضلاع کی طرف فرار ہو گئے اور جن سے ترکِ وطن نہ ہو سکا غلام بنائے گئے۔ ملک کے جن حصوں پر حملہ آوروں کا قبضہ ہو گیا وہاں سے برٹن کے ادارات سیاسی مشترکہ اُن کے عوض سیکسن ادارات قائم ہو گئے۔ فتحیاب قوم کے ادارات سیاسی کی نوعیت و ہیئت دوسرے جرمن قبیلوں کے ادارات کے مماثل و مشابہ تھی۔ اس لئے اگر کسی شخص کو انگریزی دستور کے اساس و بنیاد کے مطالعہ کا شوق ہو تو اس کو چاہئے کہ جرمنوں کے قوانین و رواجہائے قدیمہ کی کتابوں کی سیر کرے۔ اس زمانہ میں بھی ایسی کتابیں نایاب نہیں ہیں ۔

۱۔ امور ذیل کی نسبت رایوں کا اختلاف ہے :-
 (۱) جن ضلاع پر جرمن حملہ آور قابض ہو گئے تھے ان میں کسی حد تک برٹن کا استیصال ہوا۔
 (۲) فتح کامل کے بعد آزاد اور غلام باشندوں کی تعداد میں کیا نسبت تھی۔
 (۳) سیکسن انگریزوں کا طریقہ زمینداری فی زمانہ ان قدیم مسائل کی حقیقت دریافت کرنا ناممکن اور اس پر انکے متعلق بحث کرنا ہی شہو نہیں۔ اس کتاب میں جو کچھ انکی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ اکثر مؤرخین کا مقبولہ و مسلمہ ہے۔

جرمنوں کے ادارات قدیمہ۔ اس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں اہل جرمنی اس قدر جاہل و وحشی تھے کہ کسی جرمن نے حالات قومی کی کوئی کتاب تک تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے تاریخی حالات کا پتہ دو فاضل رومی مصنفوں کی تالیفات سے چلتا ہے ان میں کا پہلا تو مشہور جنرل و مدبر جولیس سیزر ہے جس کی کتاب کمینٹریز (تفسیر) یا میماٹرز (تذکرہ) میں ان کے تفصیلی حالات و واقعات موجود ہیں۔ دوسرا مصنف کارنیلئس ٹیسیٹس ہے جس کی کتاب ”جرمانیا“ (تاریخ جرمنی) میں صرف ملک جرمنی اور اس کے باشندوں کا حال مرقوم ہے۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ اہل جرمنی بے تہذیب بدخلق خونخوار اور جاہل تھے اور ان کی غذا عموماً دودھ اور گوشت تھی۔ زراعت میں سستی کرتے تھے۔ ان کے ہاں زمین ان کی کاشت کی ضرورتوں سے زیادہ تھی اور قبیلوں کے سردار وقتاً فوقتاً نئے نئے قطعات زمین جمہور کو دیا کرتے تھے لیکن ان کا عزیز مشغلہ جنگ تھا۔

جرمنوں کے مدایج قومی۔ ہر ایک جرمن قبیلہ احرار اور ملوک پر مشتمل ہوتا۔ ملوک کی دو قسمیں تھیں پہلے قسم کے غلاموں کے ہاں ذاتی مکان اور اہل و عیال ہوتے اور وہ اپنے مالکوں کی زمین پر زراعت کر کے پیداوار کا ایک حصہ اُن کو دیا کرتے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قسم کے غلام تھے جو انگلستان میں

(Serfs)

سرف

غیر آزاد لوگوں کی تھی جن پر حقیقی معنوں میں غلام کا اطلاق ہو سکتا ہے

طبقہ احرار کی بھی دو قسمیں تھیں جن میں بعض امرا اور اکثر عوام ہوا کرتے۔ امرا کو بڑی بڑی زمینیں (جاگیریں) ملا کرتیں اور سرداری قبیلہ کے انتخاب کے وقت انہی کو ترجیح دی جاتی ہے ایک آزاد آدمی کو کچھ نہ کچھ اقتدار سیاسی چل رہتا اور جب اُس کی قابلیت ثابت ہوتی تو اُس کا کسی بڑے عہدہ پر تقرر کیا جاتا۔ سرداروں کے زیر اثر و پرورش وابستگان دولت کی وفا شعار جماعتیں ہوتیں جو جنگ میں ان کے کام آتیں۔ جرمن قبیلوں کی تنظیم سیاسی۔ بعض جرمن قبیلوں میں بادشاہ ہوتے اور بعضوں کے ہاں جیسا کہ سیکسن انگریزوں کی ترک وطن سے پہلے حالت تھی بادشاہ نہیں ہوا کرتے تھے جن قبیلوں کے ہاں بادشاہی رائج تھی وہ عموماً خاندان امرا سے کسی کو اپنا بادشاہ بنالیتے اور جن قبیلوں میں اس کا رواج نہ تھا اُن کی اکثر منتخب سرداروں کے زیر حکومت بسر ہوتی اور ایسے سردار کی حکومت کا دائرہ صرف اُس کے ضلع یا حصہ ضلع تک ہی محدود رہتا اور اس قسم کے قبیلہ میں لڑائی کے وقت ایک رہبر کا انتخاب کر لیا جاتا۔ از بسکہ ان قبیلوں میں بادشاہ اور سردار محتاج انتخاب ہوتے اس لئے ان کی حکومت خود مختار نہ ہوتی بلکہ ان کے اختیارات مجلس قبیلہ کے اختیارات کے تابع ہوتے تھے۔ ہر ایک آزاد شخص کو اس مجلس میں شریک ہونے کا حق ہوتا اور اہل قبیلہ کے تمام ضروری مسائل اور اہم معاملات اس میں فیصلہ ہوتے یہی مجلس بادشاہوں اور سرداروں کا انتخاب کرتی اسی میں سنگین

جرائم کی تحقیقات ہوتی اور یہیں مسائل جنگ و صلح کا تصفیہ ہوتا۔

اثرات فتح برطانیہ۔ ہم اب تک جن ادارات کو بیان کرتے رہے ہیں اُن پر سیکسن انگریزوں کی فتح برطانیہ کے اہم اثرات ہوئے ہیں۔

(۱) تقسیم زمین۔ برٹن کی ضبط شدہ زمینات کی نسبت موزخین میں اختلاف ہے۔ تاہم فتح مذکور کے کچھ زمانہ بعد کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جائداد زمینی (غیر منقولہ) کی دو قسمیں تھیں فوک لینڈ (Folkland) زمین جمہوری) اور بوک لینڈ (Bockland) زمین سندی اکثر موزخین کا خیال ہے کہ زمین جمہوری قوم (حکومت) کے علاقہ کی زمین تھی اُس کی ضد وہ زمینیں تھیں جو لوگوں کو مشترکاً یا منفرداً حکومت کی جانب سے بذریعہ سند (کتا بچہ) عطا ہوتیں اس لئے وہ زمینات سندی کھلاتیں۔ رفتہ رفتہ اُن زمینوں کو بھی زمینات سندی کہنے لگے جو اصل میں جمہور یعنی قوم و حکومت کی ملک تھیں بہر حال اب طے ہو گیا ہے کہ زمین جمہوری حکومت کی زمین نہ تھی بلکہ وہ زمینیں تھیں جن کو رعایا رسم و رواج کی بنا پر حاصل کر لیتی اور ان کی ضد وہ اراضی تھی جو سند تحریری یا کتاب کے ذریعہ لوگوں کو عطا ہوتی۔ ہر ایک ریاست میں بادشاہ کی جیب خاص اور خدام دولت کے صلہ حسن خدمت کے اخراجات کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین علیحدہ کر دیا جاتا۔

(۲) تعلقات مابین جمہور۔ جرمنوں کے مختلف فرقوں کے تعلقاً باہمی پر فتح برطانیہ کا ضرور کچھ نہ کچھ اثر ہوا ہے۔ سیکسن انگریز ترک وطن اور سکونت نو کے بعد انگلستان میں جو بہ نسبت جرمنی کے زیادہ زرخیز اور بہتر ملک تھا اپنے ہموطنوں سے زیادہ مالدار ہو گئے اور ایسا ہی ان کے ملک و املاک میں بھی باہمی بہت تفاوت تھا۔ اکثر برٹن فتح مند قوم کے غلام بن جانے سے غیر آزاد باشندوں کی تعداد میں اضافہ ہوا لیکن اُن جرمنوں کے قومی مدارج میں جو برطانیہ میں آباد ہو گئے تھے کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور اس بارے میں اُن کی وہی حالت رہی جو ان کے اصل وطن جرمنی میں تھی۔

(۳) آغاز شاہی۔ سیکسن انگریزوں کے وطن قدیم میں شاہی کاریج نہ تھا سکونت انگلستان کے بعد ان قوموں کو سالہا سال جنگ کرنی پڑی از بسکہ قوم کے اتحاد و یکدلی کے بغیر جنگ کامیابی کے ساتھ جاری نہیں رہ سکتی اور کوئی ناشائستہ و جاہل قوم اتحاد و یکدلی بلا صدارت بادشاہ حاصل نہیں کر سکتی اس لئے یہاں آنے کے بعد ان لوگوں نے اطاعت شاہی اختیار کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعض ایسے قبیلے جن کو زمانہ ہن میں بادشاہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ بھی اب بادشاہ کا تقرر بذریعہ انتخاب کرنے لگے۔ ان کے طولانی اور خوں ریز جدال قتال کے سبب سے ان کو اس قسم کے جنگی سردار مقرر کرنے کی صدیوں تک ضرورت رہی۔ اس طرح سے ابتدائی

میں سرداری مبدل بہ شاہی ہو گئی ہے
 انگریزوں کا تبدیل مذہب کرنا۔ آگسٹائن ولی (St. Augustine)
 کے درود کینیٹ (Kent) سے جو ۹۷۷ء میں واقع ہوا انگریزوں
 مسیحی مذہب اختیار کرنا شروع کیا۔ ملک کے تبدیل مذہب کرنے میں
 تقریباً ایک صدی گزر گئی۔ دین مسیحی کا تاریخ دستوری پر بہت بڑا
 اثر ہوا ہے۔

(۱) شائستہ دنیا کے ساتھ تعلقات۔ سیکسن انگریزوں کا جرموں کے
 سب سے زیادہ جاہل و ناشائستہ قبیلوں میں شمار تھا۔ ازبکہ برٹن
 خود شائستہ و ذی علم نہ تھے ظاہر ہے کہ اس نئے ملک میں ان
 لوگوں نے قوم مغلوب سے کیا خاک تہذیب و شائستگی سیکھی ہوگی
 اور اگر یہ اپنے شرک پر اڑے رہتے تو مدتوں ان کی وحشت و
 جہالت دفع نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کے عیسائی ہو جانے سے ان کا
 شمار مہذب و شائستہ قوموں میں ہونے لگا ان میں اور دوسری
 عیسائی قوموں میں ربط پیدا ہو گیا۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ان کے
 قوانین اور ادارات (برا عظم) یورپ کے قوانین و ادارات سے
 متاثر ہوئے۔

(۲) اتحاد قومی میں ترقی۔ مذہب کے بدل جانے سے اہل انگلستان
 کی یک جہتی میں دو طرح کی بتیں ترقی ہوئی (۱) ایک ہی مذہب کے
 پیرو ہو جانے سے ان میں سابقہ منافرت باقی نہ رہی۔ گو تقسیم ملک
 اور حکومت کے لحاظ سے انگریزوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک
 دوسرے سے علیحدہ تھیں اور آئے دن آپس میں لڑتی رہتیں لیکن

ہر ایک ریاست کے باشندوں کے نزاعات باہمی میں ان کے عیسائی ہونے کے سبب سے خواہ وہ برائے نام ہی عیسائی کیوں نہ ہوئے ہوں اختلاف ضرور کم ہو گیا ہوگا۔ (۲) گو انگریزوں سے پہلے برٹش نے دین مسیحی اختیار کر لیا تھا لیکن انھوں نے سیکسن انگریزوں کو عیسائی بنانے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ قوم پکٹ (Picts) کو جو شمالی انگلستان میں آباد تھی آئیرسٹان کے پادریوں (کے وفد) نے عیسائی بنایا اور انگریزوں نے بھی انہی سے دین مسیحی کو سیکھا۔ مگر جب آئیرسٹان کے پادریوں نے رومی پادریوں کے مقابلہ میں اشاعت دین میں ہمت مار کر اپنا کام بند کر دیا تو رومی پادریوں کے بجائے انگریز پادریوں نے اشاعت مذہب کا کام اختیار کر لیا۔ اس طرح سے انگریزوں کی ایک علیحدہ قوم بن گئی اور ان میں اور ان کی ہمسایہ قوموں میں فرق نظر آنے لگا۔

آئیرسٹان کے پادریوں کو رومی پادریوں سے شکست پاکر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ تھیوڈور ٹارسیسی (Theodore of Tarsus) کے ہاتھوں جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا حکومت کلیسا کی ترتیب و تنظیم عمل میں آئی تھیوڈور اسی شہر سے آیا تھا جو ولی پولوس (St. Paul) کا مولد ہے ۶۶ء میں صدر اسقفی پر تقرر ہوتے ہی اس نے بغرض انتظام انگلستان کی تقسیم مختلف حلقوں میں کر دی اور انھیں اساقفہ کے ماتحت کر دیا اور حکم دے دیا کہ معاملات کلیسائی کو اساقفہ ذریعہ بحث و مشورہ انجام دیا کریں جس کی تکمیل کے لئے

اُن کو لازم تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوں۔ اس طرح ابتدا سے کل ملک پر ایک ہی حکومت کلیسا قائم ہوگئی مگر پورے انگلستان کو ایک ہی حکومت سیاسی کے تابع بنانے میں صدیاں گزر گئیں۔ چونکہ مختلف ریاستوں کے باشندے امور کلیسا کے انتظام میں شریک ہوتے تھے اس لئے انگریز مل کر کام کرنے کے پہلے سے ہی عادی ہو گئے۔

۱۳۴۰ء پادریوں کا اثر و اقتدار۔ انگریزوں کے زمانہ شرک میں ان کے مذہبی پیشواؤں کے کچھ بھی اختارات سیاسی نہ تھے لیکن ان کے عیسائی ہونے کے بعد پادریوں نے تھوڑی ہی مدت میں اقتدار سیاسی حاصل کر لیا۔ ان کے مقدس پیشہ کے سبب سے وہ لوٹ مار سے محفوظ رہتے اور بادشاہوں اور امرا سے انھیں جاگیریں ملا کرتیں اور عوام ان کی خاطر تواضع کرتے۔ اس لئے وہ بہت جلد دولت مند ہو گئے۔ علم و فضل اور لاطینی زبان دانی کے باعث یہ لوگ اپنے زمانہ کے علوم کے خزانہ دار متصور ہوتے تھے قانون کے علم و عمل سے یہ واقف اور انگریز جاہل تھے تبدیل مذہب کے زمانہ سے اُس وقت تک جو ”عہد صلاح“ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے (The Reformation)

امور سلطنت کو پادری ہی انجام دیا کرتے تھے انکلا رسیکینی ریاستوں کا الحاق باہمی۔ ایک اور تغیر جس کا بہت گہرا اثر انگریزی قبیلوں کے ادارات پر ہوا یہ تھا کہ ان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں آپس میں مل کر ایک سلطنت ہو گئیں

(۱) ابتداءً ملک میں اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اس کا سبب یہ تھا کہ انگلستان کو کسی ایک بڑے لشکر نے نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے فتح کیا تھا مدتوں ان چھوٹی جماعتوں اور برٹن میں جنگ ہوتی رہی اور دوسرے فریق کے مغلوب ہونے کے بعد ساہا سال یہ آپس میں لڑتی رہیں۔

(۲) حکام برطانیہ۔ ان طویل لڑائیوں میں یکے بعد دیگرے ان میں کی ایک ایک ریاست دوسروں سے زیادہ قوی ہوتی گئی اور ان ریاستوں کے بادشاہوں میں جو سب سے زیادہ مقتدر ہوتا بریٹ والڈا (Bretwalda) حاکم برطانیہ

کھلتا۔ اس قسم کے سات حاکموں کا تاریخ میں پتہ ملتا ہے ان میں کے چار تو کینیٹ۔ مشرقی انگلیہ۔ نار تھمبیریا اور مرسیا کے بادشاہ تھے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک بھی حاکم برطانیہ سارے انگلستان اور اہل انگلستان کا بادشاہ بنا ہوگا

اس لئے کہ دوسری ریاستیں بھی اپنے اپنے بادشاہوں کے زیر حکومت جاری رہیں اور ان کے قوانین و رسوم میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہونے پایا مگر زمانہ جنگ میں یہ ریاستیں سب سے زیادہ مقتدر بادشاہ کے حکم کے تابع ہوتیں اور یہی ان کی محکومیت تھی۔ اس پر بھی ان میں کی بڑی

ریاستیں اس عارضی صدارت کو زیادہ دنوں قائم نہ رکھ سکیں (۳) ریاست ویسیکس کی صدارت۔ اس کشمکش میں بالآخر سلاطین ویسیکس (Wessex) ہی کل انگلستان کو محکوم بنانے

میں کامیاب ہوئے جب سنہ ۱۲۰۲ء میں اگبرٹ (Egbert) یہاں کا بادشاہ ہوا تو اہل مرسیا اور تارہتمبریا نے اس کی اطاعت قبول کی اور جس حیثیت کی صدارت سابق کے ”حکام برطانیہ“ کو ملا کرتی تھی اس کو بھی ملی۔ اس کے عہد میں بھی قدیم چھوٹی ریاستیں شاہان کم مرتبہ کے زیر حکومت رہیں۔ اس قسم کے سلاطین قدیم شاہی خاندانوں کی یادگار ہوا کرتے۔ باوصف ان سب اسباب اتحاد و یک جہتی کے انگلستان کی مختلف قومیں اس وقت تک نہ تو ایک ہوئیں اور نہ ملک ایک ہی بادشاہ کے زیر نگین آیا جب تک کہ قوم ڈوین (The Daves) نے مرسیا اور تارہتمبریا کو اپنی یورشوں سے تباہ و مغلوب نہ کر دیا اور ان علاقوں کو شاہ الفریڈ کے جانشینوں نے لڑکر اُن سے دوبارہ حاصل نہ کر لیا۔ اس احسان کے انگریز آج تک ممنون ہیں

باب دوم

سیکسن انگریزوں کا دستور سلطنت

تمہید۔ اگر کسی اجنبی سے دستور انگلستان کے بیان کی ضرورت ہو تو حکومت قومی 'بادشاہ' بیوت پارلیمنٹ، وزرا اور تضاۃ کے ذکر سے ہم کو ابتدا کرنی چاہئے اس کے بعد ہمارا فرض ہوگا کہ ہم ملک کی حکومت مقامی یعنی اضلاع اور پیش اور بلدیات والے شہروں کی حکومتوں کو بیان کریں۔ لیکن **الفریڈ** اور **ایٹھلسٹن** کے زمانہ کے دستور کو بیان کرنے کے لئے اس قاعدہ کو پلٹ دینا بہتر ہے یعنی پہلے ادارات مقامی کا ذکر کریں اور آخر میں حکومت قومی کا۔ مقامی ادارات سے ابتدا کرنے کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ادارے مملکت انگلستان سے بھی پہلے کے ہیں۔ شروع ہی سے پورا ملک جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کسی ایک خاص حکومت کے زیر اثر نہیں تھا بلکہ برطانیہ کے مختلف حصوں کو خود مختار سرداروں نے فرداً فرداً فتح کیا تھا۔ اس لئے ملک کے مختلف

حصوں میں مختلف قسم کے ادارات سیاسی تھے۔

دوسرا یہ سبب بھی ہے کہ اُس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں ادارات مقامی دوسرے اداروں سے زیادہ ضروری سمجھے جاتے تھے۔ گو وہ سب جرمن قبیلے جو انگلستان میں بس گئے تھے حکومت، خود اختیاری کے شایق تھے اور ان میں کا ہر ایک آزاد آدمی امور ملکی میں شریک ہونے کو مقتضائے فطرت انسانی خیال کرتا تھا لیکن اس کو امور ملکی کی بنسبت اپنے ضلع کے معاملات کی زیادہ پروا ہوتی تھی جن امور کا تعلق اُس کی روزانہ زندگی سے ہوتا اُن کا تصفیہ اُس کے ضلع کی مجلس میں اس کے مہجمنوں اور ہم پائے لوگوں کے مشورہ و اعانت سے ہو جاتا اس لئے قومی کاروبار بادشاہ اور اس کے مشیرانِ خاص کے لئے چھوڑ دیا جاتا اور اسی سبب سے اہل دولت کے سوا دوسروں کے لئے اس بڑی سلطنت کے امور میں شریک ہونے کا موقع نیا بتی پارلیمنٹوں کے قایم ہونے سے پہلے ناممکن تھا۔

ادارات مقامی موضع۔ یکسن انگریزوں کی سلطنت کا سب سے چھوٹا حصہ ملک جس کی حکومت خود اختیاری ہوتی ٹون شپ (Township) موضع کہلاتا تھا۔ موضع اندون بھی باقی رکھیا ہے لیکن حسب ضرورت کبھی تو وہ موضع اور کبھی پیرش کہلاتا ہے فتح برطانیہ کے دوران میں ان موضوعوں کی بتدریج اور مختلف طریقوں سے بنا ہوئی ہے۔ کبھی ایک قطعہ زمین پر ایک ہی

خاندان کے لوگ اپنی خوشی سے سکونت اختیار کرتے اور کبھی کوئی سردار اپنے تابعین کو اس طح کا قطعہ زمین عطا کرتا اور کبھی کوئی بڑا امیر اپنے محکوم لوگوں اور غلاموں سے اس قسم کے موضعے اپنے علاقہ میں آباد کرتا۔ بہر حال موضع کی کسی بیج سے بنا ہوئی ہو، دستور حکومت کے لئے اس کا وجود تین طح سے مفید تھا۔

(۱) زرعی برادری۔ اس مضمون پر لایق اہل قلم نے بہت خامہ فرسائی کی ہے لیکن ابھی تک بہت سی باتیں تحقیق طلب ہیں۔ ہاں اس قدر دریافت ہوا ہے کہ ہر ایک موضع میں زمین کا کچھ حصہ جانوروں کی چراگاہ کے لئے اور کچھ حصہ مشترک کاشت کے واسطے مختص کر دیا جاتا اور اُن کے متعلق ہر ایک موضع کا خاص قانون نافذ ہوتا۔ انگلستان کے اکثر حصوں میں جو وسیع سبززار پائے جاتے ہیں وہ انہی مشترکہ چراگاہوں کی یادگار ہیں۔

(۲) سب سے چھوٹا رقبہ حکومت۔ موضع کے باشندے ہمینہ میں ایک مرتبہ اپنے موضع کی مجلس کا عام جلسہ کرتے اور اس میں خاص مقامی قانون بنایا جاتا اور معمولی نزاعوں کا فیصلہ ہوتا منظم اور دوسرے عہدہ داران موضع اور ان لوگوں کا جو ان موضوعوں کے تعلق اور ضلع کی مجلسوں میں نیابت کرتے اسی میں انتخاب ہوتا۔ لیکن اکثر موضعے بالکل معمولی قریے تھے اس لئے ہم یقین سے نہیں بتا سکتے کہ ان میں مکمل نظم

نسق بھی تھا یا نہیں۔

(۴) حکومت کلیسا کا ایک حصہ۔ حکومت کلیسا کے لحاظ سے انگلستان کی تقسیم بتدریج مختلف پیرشوں میں ہوئی اور انگریزوں کی تبدیل مذہب کے صدیوں بعد تک ان علاقوں کے مکمل حدود قائم ہونے نہیں پائے تھے۔ لیکن جنوب انگلستان میں جب کبھی پیرش بنایا جاتا تو اس کا رقبہ اسی قدر ہوتا جس قدر زمین پر موضع بسا ہوتا۔ بہر حال یہ مقولہ بھی مستثناات سے خالی نہیں مگر شمالی انگلستان کی یہ کیفیت نہ تھی۔

شہر۔ از بسکہ موضع بالکل زرعی ہوتا تھا اس لئے اس زمانہ کے لحاظ سے اُس کو شہر نہ سمجھنا چاہئے۔ اُس زمانہ میں انگلستان کی آبادی کم تھی اور انگریز شہروں میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انھوں نے رومی بنا کردہ شہروں کی سکونت ترک کر کے موضعے بسائے اور شہر کچھ تو ترک سکونت کے سبب سے اور کچھ معرکہ آرائیوں کی وجہ سے کھنڈر ہو گئے تھے مگر جب ملک میں امن قائم ہوا تو اہل ملک کو شہر بنانے کا فطرۃً خیال پیدا ہوا۔ بعض رومی شہروں میں کچھ لوگ رہ گئے تھے اور بعضوں میں جو بالکل خالی ہو گئے تھے از سر نو سکونت اختیار کی گئی۔ ان کے سوا دوسرے نئے شہر نئے مقامات پر بنائے گئے لیکن اکثر ان شہروں کی حیثیت اس زمانہ کے انگریزی قریوں سے زیادہ نہ تھی۔

اور نہ آجکل کے لحاظ سے اُن میں کا ایک شہر بھی بڑا اور شاندار تھا۔ اندون شہروں اور بلاد کے ساکنین اُس زمانہ کے تمام باشندگانِ انگلستان سے تعداد اور اختیارات میں کہیں زیادہ ہیں مگر سیکسن انگریزوں کے زمانہ میں شہریوں کی قوت (سیاسی) گھٹی ہوئی تھی۔ شہر اور موضع کا ایک ہی انتظام تھا۔ سیکسن انگریزوں کے شہروں میں ایک عمدہ دارِ موسوم بہ جے ریفیا ہوتا تھا جس کو پورٹ جے ریفیا بھی کہتے تھے (مشتق از لغت لاطینی پورٹا بمعنی درِ لینے نگھبان درِ بمعنی دربان۔ یعنی ناظر موضع۔

(i. e. Port-reeve = Lat Porta Port = Jerefa & Jereta)

ہر ایک شہر میں چراگاہ عام ہوتی تھی بعض شہروں میں اس طرز کی قدیم چراگاہیں ابھی تک موجود ہیں مثلاً اکسفورڈ کا پورٹ میڈو

(Port Meadow of Oxford)

حصہ ضلع تعلقہ۔ انتظامی اغراض سے انگلستان کی مختلف حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ملک کا ایک معقول حصہ جس میں متعدد مواضع واقع ہوں ہنڈریڈ (Hundred) تعلقہ یا حصہ ضلع) کہلاتا۔ ہنڈریڈ کا نام ابھی تک باقی ہے چنانچہ ضلع بکننگھم میں چٹن ہنڈریڈز

(The Chittera Hundreds in

Buckinghamshire)

اور ضلع ڈل ایگزین آئل درختہ کا ہنڈریڈ

(The Hundred of Isleworth in Middlesex) موجود ہیں۔

قانون داں لوگوں کا خیال ہے کہ ہنڈریڈ کا نام اس لئے باقی رہ گیا ہے کہ اگر بلوے میں کسی شخص کے مکان یا جائداد

منقولہ کو ضرر سمجھو چنے تو فریق متضرر ہنڈریڈ کے مقابل ہرچ کی ناش پیش کر سکتا ہے اور تعلقہ کی حیثیت ایک شخصیت (یعنی کمپنی یا بلدیہ) کی سی ہو جاتی ہے۔ قدیم سے یہ عمل درآمد چلا آرہا ہے ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوائے اس ایک کے دوسرے معاملات میں ہنڈریڈ کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ فی زمانہ شاذ و نادر ہی انگریز اس بات سے واقف ہوں گے کہ وہ کس ہنڈریڈ میں رہتے ہیں۔ لیکن سیکس انگریزوں کے وقت میں ہنڈریڈ کو اچھی خاصی حکومت خود اختیاری حاصل تھی۔ اب سراغ نہیں ملتا کہ ان تعلقات کا ابتدا میں کیوں کر وجود ہوا البتہ ان کا نام سب سے پہلے تو انین شاہ ایڈگر (۹۵۷-۹۷۵ء) میں پایا جاتا ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ عہد ایڈگر کے صدیوں پہلے یہ تعلقے جن کا طول و عرض یکساں نہ تھا ملک میں موجود تھے۔ عجب نہیں کہ ہنڈریڈ اس حصہ ملک کو کہتے ہوں جس پر ابتدا میں ایک سو جرمین نبرد آزما قابض ہوئے ہوں گے۔ انگلستان کے بعض حصوں میں اس قسم کی ذیلی تقسیم ارضی کو وارڈ یا ویمپن ٹیک (Wardor Wapentake) بھی کہتے تھے۔

مجلس تعلقہ کا مہینے میں ایک مرتبہ انعقاد ہوتا تھا۔ اس کے اراکین حسب ذیل اشخاص ہوتے تھے۔ بذیقدر مالکان زمین یا ان کے مستمدین ہر ایک موضع کے ناٹھین میں سے اُس موضع کا پادری اور منتظم اور چار لایق و سنجیدہ اہل موضع

جو اس غرض کے لئے منتخب ہوتے تھے۔ اس میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت و تحقیقات ہوتی تھی گو سب حاضرین (ارکان) عدالتی کام کے اہل سمجھے جاتے تھے تاہم اگر سب سے یہ کام لیا جاتا تو قضاۃ کی کثرت سے کام خراب ہوتا اس لئے ان میں سے صرف بارہ آدمیوں کو منتخب کر کے محکمہ عدالت بنایا جاتا تھا۔

ہر ایک تعلقہ ایک حاکم کے ماتحت ہوتا جس کا تقرر بذریعہ انتخاب عمل میں آتا اور یہ ہنڈریڈ میں یا سینڈریڈز - ایلڈر (Handredman or Hundreds-Ealder) تعلقہ دار) کھلاتا تھا

ضلع - ضلع کی بنیاد مختلف وقتوں میں مختلف طریقوں سے ہوتی ہے۔ ان میں بعض ابتدا میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جو بعد میں محکوم ہو گئیں۔ چنانچہ کینیٹ سسکیز سرے مڈل ایکز اور ایسیکیز اس طرح کی خود مختار ریاستیں تھیں۔ اور بعض ان میں کی قدیم زمانہ کی بڑی ریاستوں کے حصے تھے مثلاً نارنک اور سفک جو ریاست ایسٹ انگلیا کے شمالی اور جنوبی حصے تھے اور اس لئے انگلستان حالیہ کے شمالی اور متوسط اضلاع اور قدیم زمانہ کے مرسیا اور نارٹھمبریا کے ضلعوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب دسویں صدی میں قوم وینز شکست ہو کر حکومت وقت کا مرسیا پر قبضہ ہوا تو اس وقت

اُس کی ضلع بندی عمل میں آئی مگر یارک صرف ایسا ضلع ہے جس کا موجودہ رقبہ اور حیثیت وہی ہے جو فتح نارمن کے پہلے سے چلی آرہی ہے۔ لٹکا شائر (ضلع) بارہویں صدی کے پہلے نہیں بنا تھا۔ ہر ایک ضلع میں متعدد تعلقے (سبڈریف) ہوتے تھے مثل تعلقہ کے ضلع کی بھی مجلس عام ہوتی تھی۔ جس کا سال میں دو مرتبہ اجلاس ہوتا تھا۔ اس میں تمام ذی وجاہت مالکان زمین اور عہدہ داران شاہی اور نائبینِ مواضع شریک ہوتے تھے مجلس مذکور کو دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کے مقدمے سماعت کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ مگر عدالتی کام بارہ معزز اور واقف کار ارکان کے تفویض کیا جاتا تھا۔ ضلع کے افسر اعلیٰ کا لقب ایلڈرمن (Ealdorman or Alderman) صاحب ضلع ہوتا تھا۔

جس کا انتخاب مجلس ضلع سے سنیں بلکہ مجلس قومی سے ہوتا تھا۔ بالآخر یہ عہدہ موروثی ہو گیا تھا۔ عموماً ایلڈرمن اُن شاہی خاندانوں سے ہوتے تھے جبکہ ملک میں اِن اضلاع کے نام سے چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں موجود تھیں۔ صاحب ضلع اور ضلع کا پادری دونوں مجلس ضلع میں اجلاس کرتے تھے۔ پہلا شخص قانون ملکی اور دوسرا قانون مذہبی کی تعمیل کرتا تھا لیکن مجلس مذکورہ کا میر مجلس شائر ریف یا شیرف (or Sheriff)

(Shire-reeve) نائب شاہ ہوتا تھا جس کو بادشاہ زمینات شاہی کی نگہداشت اور ملک کو قانون کا پابند بنانے کی غرض سے مقرر کرتا تھا۔ اس زمانہ میں مستقل فوج کا رواج نہ تھا بلکہ جنگ

کے وقت ہر ایک منہ کا ایلڈر مین وہاں کے جنگ آزاد اہل
سینٹ) باشندوں کی عارضی فوج تیار کر کے خود ان کا افسر
ہوتا تھا۔

حکومت قومی۔ انگلستان کے ایک ہو جانے کے بعد اس کی
حکومت قومی کی عنان بادشاہ اور وائٹن (The Witan) مجلس
عقلا کے ہاتھوں میں رہی۔

بادشاہ کا کس طرح تقرر ہوتا تھا۔ اس کتاب کے باب اول
میں بیان کیا گیا ہے کہ جرمنوں میں بادشاہ کا انتخاب ہوا کرتا
ایک اس کام کے لئے امرا کے خاندانوں کو ترجیح دیجاتی تھی کیمن
انگریزوں کے دور میں بھی مدتوں اس طریقہ پر عمل ہوتا رہا مگر
آخر میں شاہی موروثی ہو گئی اور بادشاہ عموماً ایک ہی خاندان سے
منتخب ہونے لگا۔ پھر بھی شاہی کے لئے ایسے شخص کا انتخاب
کیا جاتا جو بلحاظ عمر و دیگر صفات اُس خاندان میں سب سے
اچھا ہوتا تھا۔ اس طرح الفریڈ کو اس کے عمزاد بھائیوں پر
جو شاہ ایتھلرڈ کے بیٹے تھے ترجیح دی گئی۔ جرمن بادشاہوں کا
انتخاب اُن کے آزاد باشندوں کی مجلس عام کی جانب سے
ہوا کرتا تھا گو انگلستان میں یہ طریقہ اصولاً صحیح مانا گیا تھا
لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا اس لئے کہ یہاں بھی
بادشاہ کو مجلس عقلا انتخاب کرتی تھی لیکن اس مجلس میں
ملک کے کل آزاد باشندوں کے بجائے صرف وہی لوگ
حاضر ہوتے جو اُس میں شریک ہونے کے قابل اور

رضامند ہوتے تھے۔

ترویج دین مسیحی کے پہلے یعنی زمانہ شرک میں انگلستان کے شاہی خاندانوں کا۔ ادعا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی نسل سے ہیں اور اس بنا پر وہ اورنگ حکومت کے مدعی ہوتے تھے۔

چنانچہ سرڈوک (Cerdic) کا دعویٰ تھا کہ وہ وُودُن (Woden) کی جو جرمینوں کا سب سے اعلیٰ دیوتا تھا انہیں پشت میں ہے یہی سرڈوک شاہ الفریڈ کا دادا تھا اور جرمن نژاد ہونے کی حیثیت سے وہ شاہ جارج پنجم کا بھی جد و مورث اعلیٰ ہوتا ہے۔ گو تبدیل مذہب کے بعد لوگ ان فسانوں کے معتقد نہیں رہے پھر بھی ”رسم تقدیس“ (یعنی رسم تدہین) انتخاب کی رسم میں بڑھائی گئی جس کے سبب سے بادشاہ (مسیح بمعنی مسح یا مدہون یعنی) برگزیدہ الہ سمجھا گیا اور اُس کی حکومت کو مذہب بھی تسلیم کرنے لگا۔

اختیارات شاہی۔ جس قدر ریاست بڑی ہوتی اسی قدر مجلس قومی کے ارکان کی کثرت ہوتی جس کے باعث مجلس مذکور کے ذریعہ حکومت کرنی دشوار ہوتی تھی۔ ایسا ہی جس قدر مملکت وسیع ہوتی اسی قدر امرا اور اہل دول سے بادشاہ افضل و اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اس لئے ضرور ہوا کہ انگلستان کا بادشاہ جرمینوں کے چھوٹے چھوٹے سلاطین سے زیادہ مقتدر ہو۔ اب ہم سیکسن انگریزوں کے بادشاہوں کے اختیارات مختصراً بیان کرتے ہیں۔

زبانہ جنگ میں بادشاہ رہبر قوم اور زبانہ امن میں وہ سب سے بڑا قاضی اور واضح قانون ہوتا لیکن ہر ایک امر میں اس کو مجلس عقلا کی رضامندی حاصل کرنی ہوتی تھی گو اس زمانہ میں لوگ محصول بلا واسطہ سے واقف نہ تھے لیکن جب کبھی اس قسم کے محصول لگانے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ اور اُس کی مجلس عقلا کی جانب سے ضرورت اور شرح محصول کا تصفیہ ہوتا تھا۔ داخل شاہی کا ایک جزو زمین کی مالگزاری ہوتی۔ خاندان شاہی کی خانگی جائداد کے سوا ایک وسیع علاقہ خاص بادشاہ (وقت) کے لئے مقرر کیا جاتا جو منصب شاہی کے ساتھ منتقل ہوتا رہتا اور ڈیمین (Demesne)

کھلاتا تھا۔ اس دوسری جائداد پر بادشاہ کو پورے اختیارات ہوتے چنانچہ وہ لوگوں کو اُن کی خدمتوں کے صلہ میں اور کلیساؤں کے قیام و پرداخت کے لئے اس میں سے جاگیریں عطا اور وقف کرتا تھا۔ بعض اسناد سے ظاہر ہوتا ہے کہ عطا کے وقت مجلس عقلا کی بھی رضامندی لی جاتی تھی۔ خاص علاقہ شاہی کی تحصیل میں صرف زر مالگزاری نہیں وصول ہوتا بلکہ جنس بھی لی جاتی اور یہ اناج بادشاہ کے وسیع متعلقین اور محلات شاہی کے ساکنین کی پرورش میں صرف ہوتا۔ رسوم عدالت اور جرائزوں کی رقموں۔ حاصل معادن اور نمک سازی کے کارخانوں کی تحصیل اور طوفان زدہ اور لاوارث جہازوں اور اُن کے مال اور

دینیوں پر محال شاہی مقرر ہوتا تھا۔ بہ نسبت نارمن سلاطین کے سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کا محال کم تھا۔ اس بادشاہ کے خدم و حشم میں جیسا کہ قدیم جرمن سلاطین کا دستور تھا آزاد مصاحب و ندیم ہوتے۔ جنگ اور صلح میں یہ مضامین اُس کے کام آتے اور وہ اپنے خاص علاقہ (کی آمدنی) سے ان کی پرورش کرتا تھا۔

سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کے اختیارات کا محدود ہونا۔ اس عنوانی فقرہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کو اگر خود مختارانہ نہیں تو محدود اختیارات ضرور حاصل تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کو نہایت ہی پست درجہ کے اختیارات دئے گئے تھے۔ اس کا مدخل بھی نہایت قلیل اور اس کی فوج بھی مستقل نہ تھی اور نہ اس کے ہاں زیادہ تعداد میں عہدہ دار و حکام تھے کہ حکمرانی میں اُس کو حسب وخواہ مدد ملتی۔ نظم و نسق کے اکثر معمولی کاموں کو متعدد مقامی حکومتیں انجام دیا کرتیں۔ وضع قوانین کا کام بھی بہت ہی تھوڑا تھا ایٹھلبرٹ اور اینی (Ethelbert and Iui)

اور سلاطین مابعد کے قوانین کو اس زمانہ کے قانون سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ اُس زمانہ میں رسوم قدیمہ میں کم و بیشی کر کے اُن کو قانون کا جامہ پھنایا جاتا تھا۔ از بسکہ ہر ایک آزاد شخص فن جنگ سے واقف ہوتا اس لئے اگر بادشاہ ظالم ہوتا تو قوم نہایت مستعدی اور قوت کے ساتھ

اس کا مقابلہ کرتی لہذا ہر ایک بادشاہ کے اختیارات کا دارومدار اُسکے اوصاف پر ہوتا یعنی اگر وہ عاقل و جبری ہوتا تو قوم اس کی عزت و اطاعت کرتی اور اگر وہ بیوقوف و بزدل ہوتا تو قوم کی نظروں سے گر جاتا +

مجلس عقلا۔ تمام اہم امور ملکی میں سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کو وٹناجیمو (مجلس عقلا The Witenagemot) سے مشورہ لینا ضرور تھا۔ اس بات کو کسی قانون نے نہیں بلکہ رسم نے طے کیا تھا۔ اور اسی مجلس عقلا کی بدولت بادشاہ کے اختیارات مستقل طور پر محدود ہو سکتے تھے۔

مجلس عقلا کی ابتدا۔ گو قدیم جرمنوں کے ہاں اہم معاملات کا تصفیہ مجلس احرار میں ہوا کرتا تھا جس میں کل آزاد آدمی شریک ہوتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ امور تصفیہ طلب کے متعلق پورے ارکان بحث نہیں کر سکتے تھے بلکہ ان میں کے مخصوص اور قابل ارکان اپنی رایوں کا اظہار کرتے۔ اور جب سیکسن انگریزوں نے انگلستان میں سکونت اختیار کی اور جوں جوں ان کے مقبوضات میں ترقی ہو کر ان کی ریاست وسیع ہوتی گئی اسی طرح قومی مجلسوں میں شریک ہونے والوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ اس لئے اس طرح کی مجلس قومی کے ہر ایک جلسہ میں بادشاہ اور عمائدین تو موجود رہتے لیکن عوام سے دہی لوگ شریک ہو سکتے جو مقام انعقاد مجلس کے قریب رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ دوسری قسم کے ارکان بہت ہی تھوڑے ہوتے ہوں گے اور اظہار رائے

کے وقت ان کا بہت ہی کم اثر ہوتا ہوگا اس طرح مجلس قومی کے بجائے بتدیج ایک مجلس عائدین بن گئی۔

ترکیب مجلس عقلا۔ اس کے ارکان کی تعداد ہمیشہ قلیل رہی ہے اس کی صدارت تو بادشاہ کرتا مگر اُس کے ہمراہ ملکہ اور شہزادے ضرور ہوا کرتے۔ ان کے سوائے اس میں بادشاہ کے مخصوص احباب اور ندیمان جنگ آزما وزرائے دولت اور قصر شاہی کے اعلیٰ ملازمین ہمیشہ شریک ہوتے۔ نیز ہر ایک ضلع کے صدر افسر (ایڈرین) اور اسقف کا بھی اس کے ارکین میں شمار ہوتا۔ شاہ ایڈگر کی مجلس عقلا کے ۶۶ء میں حسب ذیل ارکان تھے۔ بادشاہ کی مان دو صدر اسقف سات اسقف پانچ ایڈرین اور پندرہ ملازمان شاہی۔ چونکہ اس میں قوم کی نیابت نہیں ہوتی تھی اس لئے یہ مجلس نیابتی نہ تھی۔ فتح نارمن کے بعد اور سلاطین نارمنی کے دور میں اس کا لقب ”مجلس اعظم“ ہو گیا اور یہی مجلس بالآخر ”بیت لامرا“ بن گئی۔ اس پر بھی مجلس مذکورہ کے قدیم کاغذات میں جو ہاتھ آئے ہیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی پوری قوم کی رضامندی لی جاتی تھی۔ قوم کی رضامندی و خواہش کا اظہار غالباً انہی آزاد لوگوں نے بحیثیت نمائندوں کے کیا ہوگا جو نزدیک رہنے کے سبب سے بلا زحمت اس میں شریک ہو سکتے ہوں گے۔

اختیارات مجلس عقلا۔ کل اہم امور ملکی میں جن کو بادشاہ

انجام دیتا تھا یہ مجلس اس کی شریک ہوتی تھی۔ چنانچہ اس کے مشورہ اور رضامندی سے وہ قانون بناتا زمین عطا کرتا عدل گستری کرتا عام حکمت عملی کے امور مثلاً جنگ و صلح کو طے کرتا۔ اسی مجلس میں بادشاہ کا انتخاب و عزل ہوا کرتا۔ لیکن ایسی حالت میں قوم کا جلسہ عام ہوتا۔ اس پر بھی اس بات کی تحقیق کرنا دشوار ہے کہ زائد امن میں بادشاہ کو یہ مجلس کس حد تک محکوم رکھتی تھی۔

حاکمۃ۔ سکن انگریزوں کا دستور ایسا تھا جیسا کہ بیان ہوا گو وہ سادہ تھا نہ ظالمانہ و پیچیدہ تاہم اس میں ایک بڑا نقص تھا یعنی قومی حکومت کمزور تھی اور یہ کمزوری ڈسین کے حملوں سے آشکار ہوئی اور اسی کے سبب سے نارمنوں کو انگلستان پر فتح نصیب ہوئی۔ جس طرح یہ نقص قابل تفری ہے اسی طرح اس کی ایک خوبی قابل ستائش ہے۔ یعنی مقامی ادارات کی مستعدی اور ترقی۔ یہ ادارے نارمن فتح کے بعد بھی باقی رہے اور ان کی بدولت انگریزوں کی قوم سے ولولہء حریت کم نہیں ہونے پایا یہاں تک کہ انگریزی پارلیمنٹ کی بنیاد پڑی +

باب سوم

ابتداء صد آرڈو لیکر سے فتح نارمن تک کے حالات ۶۸۲ء سے ۱۰۶۶ء تک

تمہید۔ سابق میں جس دستور کو ہم بیان کر چکے ہیں وہ انگلستان کی نارمن فتح تک جاری رہا۔ لیکن اس فتح کے بہت عرصہ پہلے سے ملکی اور تمدنی حالات آہستہ آہستہ بدل رہے تھے۔ اس تدریجی تغیر کو فیوڈلززم (نظام جاگیری) کی ابتدا کہنا چاہئے۔

نظام جاگیری سے کیا مراد ہے۔ یہ وہ نظام حکومت تھا جس کے ذریعہ سے ہر ایک شخص کے سیاسی حقوق اور فرائض کا تعین عطاۓ اراضی کی بنا پر کیا جاتا تھا۔ ایسی سلطنت میں ہر شخص کا فرض تھا کہ وہ عطا کے معاوضہ میں اپنے معطی سے وفاداری کرے اور اُس کی خدمت بجا لائے اور معطی کا فرض ہوتا تھا کہ اپنے معطی لے کی حفاظت و حمایت کرے۔ بادشاہ سلطنت کی تمام زمین کا تنہا مالک سمجھا جاتا تھا۔ وہ لوگ جن کو خود بادشاہ سے جاگیریں عطا ہوتی تھیں اعلیٰ طبقہ میں اور دوسرے جن کو ان جاگیرداروں سے زمینیں ملتی تھیں ادنیٰ طبقہ میں

شمار ہوتے تھے ہر ایک زمیندار اور رئیس اپنے طبقہ ماتحت کے مقدمات فیصل کرتا ان پر محصول لگاتا اور ان پر حکومت کرتا تھا۔ صرف اعلیٰ طبقہ کے لوگ بلا واسطہ شاہی گورنمنٹ کے ماتحت ہوتے۔ اس جماعت کا ہر ایک شخص بذاتِ خود ایک چھوٹا حاکم ہوتا تھا۔ اور اُس کے علاقہ میں قلعے، فوج، عدالتیں، اور خزانہ ہوتا تھا اور وہ لوگ جن کو بادشاہ سے بلا واسطہ جاگیریں ملتیں چھوٹے درجہ کے رئیس سمجھے جاتے ہوں گے۔ اس کے بعد کاشتکاروں کا طبقہ شمار ہوتا تھا جن اختیارات کا مرکز ہوتے قومی حکومت ہے وہ متعدد حکام میں جو مختلف المدارج تھے نظام جاگیری کے وقت بٹے ہوئے تھے بادشاہ اس لئے کمزور تھا کہ رُوسا قوی تھے اور سب سے ادنیٰ طبقہ کے لوگ اس واسطے ظلم و تعدی سہتے تھے کہ ملک میں کوئی ایسی بے لاگ اور منصف حکومت موجود نہ تھی کہ ان متکبروں اور جابروں کی زیادتی کو روک سکے۔ لیکن اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو سیاسی آزادی بخوبی حاصل تھی جس کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ اگرچہ جاگیری نظام اچھی حکومت کا سدا رہا تھا لیکن اُس کے سبب سے جابرانہ حکومت کا بھی سدِ باب ہوتا رہا۔ جاگیری نظام کب اور کہاں پیدا ہوا۔ یہ نظام حکومت نہ تو سلطنت روم اور نہ خود جرمنوں کے ملک میں پیدا ہوا۔ اُسکی ابتدا مغربی یورپ میں اُس وقت ہوئی جبکہ جرمن قبیلوں نے روم کے صوبہ جات کو فتح کیا۔ دو طریقوں کی خاص وجہ سے

اس طرز حکومت کا قیام ہوا (۱) بینی فئوں کا طریقہ (۲) طریقہ کنڈیشن۔

۱۔ بینی فئوں کا عطا ہونا۔ یہاں بینی فئوں سے پادریوں کی معاش مراد نہیں ہے بلکہ بادشاہ یا امرا بے نی فئ کے نام سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو زمینیں عطا کرتے تھے۔ اس کی حیثیت انعام بلا شرط کی ہوتی اور وہ قابل منوخی ہوتا تھا۔ انعام دار اس باعث سے معطی کا ماتحت و تابع ہوتا جاتا تھا۔ دوسروں کو اپنا محکوم بنانے کے لئے لوگوں میں اس عطا کا رواج! ۲۔ کمین ڈولیشن (رسم جوار) یہ وہ رسم تھی کہ جس کے باعث ایک شخص اپنے کو دوسرے کے حوالہ کر دیتا اور دوسرے شخص اس کی حفاظت و حمایت کا وعدہ کرتا تھا یہ طریقہ رومی سلطنت کے زوال کے بعد بد نظمی کی وجہ سے جاری ہوا۔ یہ خرابیاں اور بد نظمیاں کئی صدیوں تک رہیں ان میں کبھی کسی قومی حاکم کے پیدا ہونے سے وقفہ بھی ہو جاتا تھا۔ حسب قاعدہ ایسے زمانہ میں زبردست جو چاہتا کر سکتا اور کمزور خسارہ میں رہتا تھا کمزور لوگ آمادہ ہو گئے تھے کہ اپنی آزادی کو چھوڑ بیٹھیں جو ان کے لئے غشی کا سبب نہیں ہو سکتی تھی کسی قسم کا بھی تسلط اگرچہ وہ ظالمانہ ہی کیوں نہ اُن کے نزدیک حکومت کے ہونے سے بہتر تھا۔ رسم جوار اس طرح ادا کی جاتی تھی کہ اپنے کو حوالہ کرنے والا آدمی گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو اُسی رئیس کے

ہاتھوں میں دیدیتا جس کی پناہ و حمایت اُس کو منظور ہوتی تھی اور وفاداری کا حلف کرتا تھا۔ رئیس حامی اُس کے عوض وعدہ کرتا کہ سب دشمنوں سے اُس کی حفاظت کرے گا۔ خصوصاً اپنی طریقوں سے مغربی یورپ میں کثرت سے اس قسم کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں آباد ہو گئیں کہ ہر ایک جماعت کا مرکز حکومت ایک جاگیردار رئیس ہوتا جو کسی دوسرے بڑے رئیس کا فرماں بردار ہوتا اس طرح سے یہ چھوٹی جماعتیں دوسری بڑی جماعتوں سے وابستہ ہوتیں اور یہ بڑی جماعتیں دوسری بڑی ریاستوں کے ساتھ وابستہ رہتی تھیں لیکن سلسلہ جس قدر دراز ہوتا اسی قدر تعلق کمزور ہوتا تھا۔ اس پر بھی سلاطین برائے نام تھے اور بد نظمی عام طور سے پھیلی ہوئی تھی نظام جاگیری کسی قانون یا کسی شخص کی حکمت عملی کی بنا پر پیدا نہیں ہوا بتدریج مختلف مقامات پر اس کی نشوونما ہوتی گئی۔ لیکن اویں صدی کے خاتمہ پر جاگیری نظام تمام مغربی یورپ میں پھیل گیا +

سیکسن انگریزوں کا جاگیری نظام کی طرف میلان۔ انگلستان میں مکمل حالت میں جاگیری نظام دوسرے ملکوں کی بہ نسبت بہت دیر میں جاری ہوا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جرمنوں کے ہاتھوں انگلستان کے قدیم باشندوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ لیکن دوسرے مالک

مفتوحہ میں ایسا نہیں ہوا۔ گال میں قوم فرانک اور ہسپانیہ میں قوم گاتھ کی حکومتِ امرا تھی لیکن انگلستان میں سکیں انگریز کثرت سے باشندوں میں شامل تھے اس لئے جرمنوں کی آزادی اور مساوات کے قدیم خیالات کا اثر انگلستان پر زیادہ ہوا۔ دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ انگریزوں اور اُنکی ہمسایہ قوموں میں سمندر حائل ہونے سے اہل انگلستان اُن کے رسوم کی تقلید کم کر سکے۔ بہ سبب اس کے کہ جاگیرِ نظام انگلستان میں دیر کر کے آیا تو عام خیال ہوا کہ نارمن فتح کے ساتھ پہلے مرتبہ ملک میں اس کا رواج ہوا لیکن یہ غلط ہے۔ نارمن فتح کے پہلے بھی نظامِ جاگیر نے بہت ترقی کی تھی نارمنوں نے صرف اُس کی تکمیل کی۔ اس زمانہ میں جو تغیرات انگلستان میں واقع ہوئے وہ بہت تدریجی تھے۔ ان واقعات کے متعلق تاریخی مواد بہت کم ہے۔ لیکن جماعتوں کے مدارج کے نتیجوں پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ تغیرات مذکورہ نے جاگیرِ نظام کو قائم کیا +

بادشاہ۔ اس دور میں بادشاہوں کو پہلے تو قوت و غلبہ حاصل رہا اور بعد میں زائل ہو گیا +

سکیں انگریزوں کا بادشاہ اپنی رعایا کا کپتان ہوتا تھا ڈومین کی طویل لڑائیوں کے سبب لوگ اپنے سلاطین کے ساتھ زیادہ دنوں تک وابستہ رہے۔ الفریڈ اور اُس کے

درثناء بڑے سپاہی اور مدبر تھے ان سے عہدہ شاہی کی رونق تھی
الفریڈ کی وفات کے بہت برسوں بعد تک سلطنت میں
ترقی ہوتی رہی اور ایڈگر (۶۹۵ء سے ۹۷۵ء تک) تمام
برطانیہ کا اعلیٰ حاکم مانا گیا اس سے شاہی کی عظمت دو بالا
ہو گئی۔ اب وہ مجلس عقلا کے مشورہ کے بغیر خود مختارانہ
طور پر خصوصاً زمینیں عطا کرنے لگا۔

لیکن ایڈگر کے بعد کمزور اور بُرے بادشاہوں کا سلسلہ
شروع ہوا۔ ڈین نے پھر حملے شروع کر دیے اور اس مرتبہ
ملک کو بہت نقصان پہونچایا۔ بادشاہ کا لوگوں کو جاگیر پر
دینے میں آزاد رہنا اُس کے ضعف کا باعث ہوا اس واسطے
کہ سلاطین کا معمول تھا کہ جاگیروں کے ساتھ ان کی رعایا پر بھی
معطی لہ کو اختیارات عدالت دیا کرتے۔ اس طرح بادشاہوں نے
مالکان اراضی کی ایک جماعت پیدا کر دی جو اپنے علاقوں کی
آبادی پر حکومت کرتی اور حقیقت میں یہ جاگیردار رؤسا تھے
جب کینیوٹ نے انگلستان کو فتح کیا تو ملک کو چار بڑی
پائیکاہوں میں تقسیم کیا جو ویسکمز، مرسیا، نارٹھمبریا اور
مشرقی انگلیا کی پرانی سلطنتوں کے ماثل تھیں۔ کینیوٹ
کی وفات کے بعد اس کے مقرر کئے ہوئے ارل (ارلڈم
علاقہ رکھنے والے امیر کا لقب) بادشاہ کی بہ نسبت زیادہ
قوی ہو گئے۔ چنانچہ ایڈورڈ کا نفسہ (تائب) کا عہد حکومت
ایسے حامد اور حریف نوابوں کے جھگڑوں کی مصیبتوں اور

آفتوں سے ملو ہے گاڈون کے بیٹے ہیرلڈ نے جو (صوبہ) ایلکسز کارل تھا ایڈورڈ کے مرنے کے بعد تخت و تاج کے لئے اپنے کو منتخب کرایا۔ اس کو مقام ہمیس ٹینگز پر شکست ہوئی اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سب ملک نے خاندان گاڈون کو پسند نہیں کیا تھا۔

امرا۔ سیکسن انگریزوں کی سلطنت میں مرور زمانہ کے ساتھ امرا تھے۔ ندیمان نبرد آزما اور ارل (نواب) قوی ہوتے گئے۔ امارت کے تین سرچشمے تھے۔ امارت نسبى ملازمت شاہی دولتندى ۱۔ امارت نسبى۔ ابتدا سے جرمن قبیلوں میں ایسے خاندان بھی تھے جن کی رگوں میں امیرانہ خون تھا جبکہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں برطانیہ میں بنیں اور پیٹار (حکومت مسبوعہ یا سات بادشاہوں کی حکومت) میں شامل ہو گئیں اور پھر جب یہ ساتوں ریاستیں متفق ہو کر ایک ہی سلطنت ہو گئیں تو محروم و بیدخل شاہی خاندانوں کے اراکین نے امرائے نسبى کی تعداد کو بڑھا دیا۔

۲۔ امارت اہل خدمت۔ ہم کو معلوم ہے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کے خدم و حشم میں شرفا ہوا کرتے جو بارگاہ شاہی کی خدمت بجا لاتے اور جنگ میں کام آتے۔ ان وابستوں کو گیسٹہ یا تہیں (ندیمان نبرد آزما) کہتے تھے جس قدر عہدہ شاہی کا جاہ و جلال بڑھتا گیا اُسی قدر ان وابستگان دولت کے رتبہ میں اضافہ ہوتا گیا۔ بادشاہ عموماً اُن کے

حسن خدمات کے صلہ میں جاگیریں عطا کیا کرتا اس لئے وہ دولت مند اور قوی ہو گئے +

۳۔ امارت اہل دولت۔ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ بادشاہ ان لوگوں کو جاگیریں دیتا جو اُس کی خدمت بجا لا کر امیر بن جاتے لیکن دوسرے لوگ بھی جو مالک زمین ہوا کرتے امیر ہو سکتے تھے کی آرل (کمرل) یا کم درجہ کا آزاد مرد جس کو پانچ ہائیڈ (سکسن انگریزوں کے قدیم زمانہ کا زمین کا پیمانہ ایک ہائیڈ کے ساٹھ یا ستر یا اسی ایکڑ ہوتے تھے) زمین ملتی وہ تہین ہوتا اور وہ کمرل جس کو چالیس ہائیڈ زمین دی جاتی آرل (نواب) کھلاتا۔ کامیاب تاجر بھی تہین ہوتے ہوں گے لیکن اس کے لئے مالک زمین بننے کی غالباً ان کو کوشش کرنی ہوتی ہوگی۔ ایسی صورتوں میں شاہی ملازمت صرف ظاہری طور پر امارت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہوگی +

بالآخر طبقہ امرا جس میں ابتداً صرف اعلیٰ نسل کے لوگ ہوتے تھے اب مالکان اراضی پر منحصر ہونے لگا۔ سببی امارت کے بجائے جاگیری امارت قائم ہو گئی از بسکہ زمین کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے عدالتی اختیارات عطا ہوتے اور عدالتوں کے حدود ارضی کا تعین ہو جاتا اس لئے وہ امرا جن کو اختیاراً عدالت حاصل تھے نظام جاگیری کے امرا کے مائل ہو گئے تھے جبکہ شاہ کینیوٹ نے چار بڑے نوابوں کو مقرر کر کے انگلستان کو ان کے زیر اقتدار چار حصوں میں منقسم کیا

اور انہیں شاہی اختیارات دئے تو یہ تغیر زیادہ با اثر ہو گیا +
 سیکسن انگریزوں کی امارت بالکل جاگیرى نہ تھی۔ سیکسن
 انگریزوں کی سلطنت کے اخیر زمانہ میں بھی امرا بالکل جاگیرداروں
 کی حیثیت نہیں رکھتے تھے اس وقت تک بھی ہر ایک امیر
 بادشاہ کا اسامی نہیں خیال کیا جاتا اور نہ بادشاہ پوری زمین کا
 مالک تصور ہوتا تھا۔ سب کاشتکاروں کو یکساں طور پر بڑے
 امرا کی اسامیاں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اکثر امرا کو ان کی رعایا پر
 اختیارات عدالت چل تھے۔ لیکن رعایا کی قدیم عدالتیں خصوصاً
 عدالت ضلع آزاد رہی۔ حکمران طبقہ میں امرا ہی شمار نہیں ہوتے تھے۔
 احرار۔ آزاد باشندوں کی بڑی مقدار اس دور میں زیادہ ذلیل و خوار
 ہو گئی تھی۔ جبکہ جرمن قبیلے انگلستان میں آباد ہوئے تو ہر ایک
 آزاد آدمی کو سیاسی حقوق چل تھے۔ قومی مجلس میں اس کو
 شریک ہونے کا حق چل اور معاملات ملکی کے متعلق اپنی
 رائے کا اظہار کر سکتا تھا۔ ایسا ہی سپاہی ہونے کے سبب
 وہ مستحق تھا اور اُس کا فرض تھا کہ میدان میں کام آئے۔
 چل کلام یہ کہ بلا لحاظ مالک زمین ہونے کے وہ ذاتی طور پر
 بالکل آزاد تھا۔ ان سب امور میں نارمن فتح کے پہلے ہی سے
 عظیم تغیر واقع ہو رہا تھا +

سیاسی حقوق۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ سیکسن انگریزوں کی متفقہ
 سلطنت میں مجلس قومی ظاہر میں باقی رہ گئی تھی۔ صرف
 مجلس عقلا ایک ایسا گروہ تھا جو بادشاہ کی قوت کو محدود

کر سکتا تھا۔ اس طرح آزاد آدمیوں کا کثیر حصہ سیاسی اختیارات کو کھو بیٹھا تھا۔ لیکن تعلقہ اور ضلع کی مجلسوں میں شریک ہونے کا حق اُن کو باقی رہ گیا تھا اور ان میں ابھی تک دھچپی و خوبی سے کام ہوتا تھا۔ یہ لوگ ابھی تک مقامی نہ کہ قومی حکومت میں شریک ہو سکتے تھے۔

فوجی خدمت۔ ہر ایک آزاد آدمی کا قانونی فرض تھا کہ فوج میں کام کرے۔ فیرڈ یا ملی شیا (فوج ردیف) کبھی موقوف نہیں کی گئی تھی۔ لیکن جب تہذیب کو ترقی ہوئی تو سپاہی کا سازد سامان زیادہ گراں ہو گیا اور لوگ اس خدمت کے کرنے کے لئے کم رضامند ہونے لگے۔ زیادہ چھوٹی اور باقاعدہ فوج کو عام بڑے لشکر پر ترجیح دی جانے لگی۔ فوجی خدمت کا بار زمین پر بہت پڑنے لگا۔ کثیر مقدار کی زمینیں سپاہیوں کے اخراجات و پرورش اور اُن کے اسلحہ وغیرہ کے لئے دی جاتی تھیں۔ باشندوں کا زیادہ حصہ اب جنگجو نہ رہا تھا۔ اسی تغیر نے ڈنیر اور نارمنوں کو انگلستان کے فتح کرنے کا موقع دیا۔

ذاتی آزادی۔ مرور زمانہ کے ساتھ آزاد آدمیوں کا بڑا حصہ محکوم و تابع ہوتا گیا۔ اس بد عنوانی و پریشانی سے جونہی صدی میں ڈنیر کے حملوں سے پیدا ہو گئی تھی ”رسم جوار“ انگلستان میں عام ہو گئی تھی۔ اس طرح بہت سے آزاد آدمیوں نے آپ کو امرا کے سپرد و حوالہ کر دیا کہ اُن کو بہتر وسیلہ ملے جب ڈنیر کے بادشاہ مغلوب ہو گئے تو اُن قوانین سے جن کو

سیکسن انگریزوں کے سلاطین نے امن و صلح دوبارہ قائم کرنے کی غرض سے وضع کیا تھا مفلس باشندوں کی آزادی کو بہت نقصان پہونچا۔ شاہ اٹیہلسٹن کے ایک فرمان نے طے کر دیا تھا کہ ایسے محتاج آدمی کو چاہئے کہ جس کے یہاں کسی قسم کی زمین نہ ہو کسی امیر کو اپنا ضامن و کفیل بنائے۔ اس طرح زمین نہ رکھنے والا آزاد آدمی کسی دوسرے مالک زمین کا تابع بن جاتا ہے۔ کلیسا۔ سیکسن انگریزوں کے بعد اہل کلیسا یعنی پادری بہت مالدار ہو جانے کے سبب سے کاروبار میں سُست ہو گئے اُن کا اثر حکومت پر بہت قوی تھا لیکن ڈولسٹن کے بعد اہل کلیسا سے کوئی آدمی اس قابل نہیں پیدا ہوا جو زمانہ کی شواریوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا۔ انگلستان ہمیشہ سے ایک حد تک رومنتہ الکبریٰ (مقام حکومت پوپ) سے آزاد رہا ہے اور یہی سبب تھا کہ پوپ نے ولیم نارمنی کے حملہ انگلستان کو منظور کر لیا۔

عام نتائج۔ اس مدت کے ختم پر انگریزی قوم بمقابل اپنے ابتدائی ادارات کے زیادہ پڑھ گئی تھی اور ایسے نئے ادارات موزوں و مناسب قائم نہیں ہوئے تھے کہ جن سے ضرورت پوری ہو سکتی۔ آزاد آدمیوں کی مجلس کے ذریعہ حکومت کرنا ایک چھوٹے جرمن قبیلہ کی ضرورتوں کے واسطے مفید و مناسب تھا۔ لیکن ایک بڑی قوم کے لئے بہت پہلے سے اس کو ناکافی خیال کیا جاتا تھا۔ تاہم

نیابت کا کوئی طریقہ اس کے عوض نہیں ایجاد کیا گیا۔ جاگیری نظام کی ترقی سے عوام کا نقصان ضرور تھا پھر بھی اس میں رحمتِ جنگ و جدال نہیں تھی اور یہی اس طرز معاشرت کی خوبی تھی۔ نہ بادشاہ میں حکومت کے کام کو انجام دینے کی پوری قابلیت تھی اور نہ کلیسا ہی اس کے لئے مستعد تھا۔ ہر ایک ادارہ ملکی میں ایک نئی تحریک کی ضرورت تھی۔ یہ تحریک نارمن فتح سے پیدا ہو گئی ÷

باچہ اسلام

نارمن سلاطین ۱۰۶۶ء سے ۱۱۵۴ء تک

تمہید۔ ہم اس کے پہلے جاگیرى نظام کو بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جاگیرى نظام انگلستان میں نارمن فتح کے پہلے بہت ترقى کر چکا تھا۔ نارمنوں کی فتح کا نظام جاگیرى پر دھرا اثر ہوا۔ یہ اس کی مؤید بھی تھی اور مزاحم بھی۔ نارمن فتح کیونکر نظام جاگیرى کی مؤید ہوئی۔ ہیسٹنگز کی لڑائی کے وقت نصف انگلستان میں نظام جاگیرى جارى ہو چکا تھا۔ ولیم فاتح اُس ملک سے آیا تھا جس میں تقریباً یہ نظام قائم ہو چکا تھا۔ اس لئے اُس نے اور اُس کے ہم وطن نارمنوں نے جاگیرى اصول ملک و قبضہ کی فوراً انگلستان میں بنیاد ڈال دی۔ یعنے یہ اصول کہ ہر ایک آدمى اپنی زمین کا قبضہ بادشاہ یا کسی دوسرے امیر سے چل کرتا ہے رواج پا گیا۔ فتح کے بعد زمین کا بہت بڑا حصہ اُس کے انگریز مالکوں سے ضبط کر لیا گیا۔ ولیم نے اُسے اپنے تابعین کو

عطا کیا کہ وہ اُس کے جاگیردار بنے رہیں اور اس کے معاوضہ میں ملک کو فوجی مدد دیا کریں۔ علاوہ بریں نارمن کے وکلاء (قانون پیشہ لوگوں) کا اس سبب سے کہ وہ ایسے ملک سے آئے تھے جہاں جاگیری نظام کا بہ نسبت انگلستان کے زیادہ اثر تھا یہ میلان ہو گیا تھا کہ زمین کو خواہ اُس کا مالک و قابض انگریز ہو یا نارمن جاگیری ملک و قبضہ تصور کرنے لگے تھے۔ اس لئے فتح کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں جاگیری نظام کا نشوونما جلد ہونے لگا اور انگریزی قوم بہ نسبت سابق کے زیادہ اس نظام کو اختیار کرنے لگی۔

نارمن فتح کیونکر نظام جاگیری کی مزاحمت ہوئی۔ ولیم کو اس کا تجربہ تھا کہ قوی جاگیردار و امرا ہمیشہ باغی ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ڈیوک آف نارمنڈی نے (یورپ کے اکثر ممالک میں بادشاہ کے بعد کا خطاب ڈیوک ہے) اپنے ولی نعمت بادشاہ فرانس کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اُس کو شکست دی تھی اور خود اُس کو اپنے سرکش امرا کے مغلوب کرنے میں بہت زحمت اُٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ انگریزی رُوسا کو زیادہ قوی نہونے دے اسی سبب سے اس نے حسب ذیل انسدادی تدبیریں اختیار کی تھیں۔

(۱) تعلقہ اور ضلع کی قومی عدالتوں کو اُس نے برباد نہونے دیا بلکہ اُن کی حفاظت و حمایت ملحوظ رکھی ممالکان اراضی ان مجلسوں میں برابر آتے جہاں وہ مقامی امور کا انتظام

کرتے اور اپنے جھگڑے چکاتے۔ اسی سے انگریزوں میں بالاتفاق کام کرنے اور خود اختیاری حکومت کی قدیم عادت باقی رہی ورنہ انگریز مفلس اور بے بس کسانوں کا ایک گروہ رہ جاتے اس طریقہ سے ان کی قومی حیثیت باقی رہ گئی اور اس قابل رہے کہ جب کبھی بادشاہ امرا سے جنگ کرنا چاہتا تو یہ امرا کے میزان طاقت کے پلہ کو بھاری کر دیتے۔

(۲) ولیم نے یہ بھی احتیاط کی کہ ایک ہی شخص کو وسیع قطعہ زمین ایک ہی حصہ ملک میں ندیا جائے۔ جب کبھی کسی دوست یا تابع کو بڑی زمین دینی مقصود ہوتی تو یہ ملک کے مختلف اقطاع میں دی جاتی۔ اس قاعدہ سے صرف وہ زمینیں مستثنیٰ تھیں جو ملک کی سرحدوں پر واقع تھیں۔ چنانچہ ڈرہم کے اسقف کا علاقہ اس لئے وسیع تھا کہ شمالی حصہ ملک کی اہل اسکاٹ لینڈ کے دست برد سے حفاظت کر سکے ارلز آف چیسٹر اور شہر اپ شایر کے علاقے بہت بڑے تھے اس واسطے کہ مغربی حصہ ملک کو باشندگان ویلز کے حملوں سے بچا سکیں۔ نارمن رؤسا کی جائیدادیں ایک مقام پر نہ ہونے سے وہ جلد اور پوشیدہ فوج جمع نہیں کر سکتے تھے اور اس لئے بادشاہ سے بغاوت کرنے کا انھیں کم موقع ملا کرتا۔

(۳) ولیم نے انگلستان کے مالکان اراضی سے خواہ ان کا تعلق طبقہ اعلیٰ سے ہو کہ ادنیٰ سے اس کو یہ سب

اپنا رئیس اعظم سمجھیں اور اُسی کی اطاعت کریں اور اس پر کسی دوسرے شخص کو ترجیح نہ دیں اس سبب سے اُس نے مقرر کیا کہ ہر ایک مالک اراضی اُس کی وفاداری کا حلف کرے ہمارے خیال میں یہ اصولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن دوسرے ملکوں میں نظام جاگیری کا اس کے خلاف عمل در آمد تھا۔ اس لئے کہ ہر ایک آدمی اس شخص کی وفاداری کی قسم کھاتا جس سے اُس کو زمین عطا ہوتی۔ خاص خاص جاگیردار اور زمیندار صرف بادشاہ کی وفاداری کا حلف کرتے جن کو وہ جاگیریں دیتا لیکن ان جاگیرداروں کے معطی لہم صرف انھیں کی وفاداری کی قسم کھاتے نہ کہ بادشاہ کی وفاداری کی۔ اور جن لوگوں کو ان جاگیردار رؤسا کے معطی لہم سے زمین ملتی وہ انھیں معطی لہم کی وفاداری کا حلف کرتے اس طرح نارمنڈی کے ڈیوک نے بادشاہ فرانس کی وفاداری کا حلف کیا لیکن نارمن بیرنمز (رؤسا) نے اس ڈیوک ہی کی وفاداری کی قسم کھائی۔ جب ڈیوک مذکور نے بادشاہ سے جنگ کی تو اُس کے رؤسا نے بادشاہ کے خلاف ڈیوک کا ساتھ دینے میں کسی طرح کا پس و پیش نہیں کیا۔ ولیم کی تمنا تھی کہ ایسی حالتیں انگلستان میں پیدا نہ ہونے پائیں۔ اس لئے اس نے سلسلہ ع میں بمقام سالسبری تمام مالکان اراضی کی ایک بڑی مجلس منعقد کی اور سب سے اپنی وفاداری کی قسم کھلوائی

اس جدید حلف کا یہ مقصد تھا کہ اگر رعایا نے اس کے قبل اپنے دوسا کی وفاداری کی قسم کھائی ہو تو بے اثر ہو جائے +
مرکزی حکومت - دوسرا اہم اثر نارمن فتح کا یہ تھا کہ ایک قوی مرکزی حکومت قائم ہو گئی - سیکن انگریزوں کی حکومت قوی نہ ہونے سے اس قابل نہ تھی کہ آبادی ملک اور توفیر آمدنی کے ذریعوں کو وسیع کر سکتی اور ان سے نفع حاصل کرتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کو اجانب نے فتح کر لیا - لیکن سلاطین نارمنی کی حکومت قوی تھی اس نے انگلستان کی پوری طاقت سے فائدہ اٹھایا اور اس کو مزید فتح سے محفوظ و مصئون رکھا +

قومی مرکزی حکومت کی ضرورت - حکمرانی کے لئے سلاطین نارمنی کو ضرور تھا کہ اپنے آپ کو قوی بنائیں کیونکہ اُن کو دھڑے خطرے کا سامنا تھا - اول یہ کہ اُن کو مغلوب انگریزوں کا اس لئے خوف تھا کہ ان پر نہایت سختی سے حکومت کی جاتی تھی دوسرا خطرہ نارمن امرا کا اور وہ اس بنا پر تھا کہ انھوں نے انگلستان کے فتح کرنے میں مدد کی تھی مبادا اس کے مالک بن بیٹھیں +

قومی مرکزی حکومت قائم کرنے میں نارمن سلاطین کو کیونکر کامیابی ہوئی - نارمن سلاطین کی اس کامیابی کے مختلف وجوہ ہیں - ایک سبب تو اُن کے ذاتی اوصاف ہیں ولیم فاتح، ولیم احمر اور ہنری اول یہ سب قابل و بہادر تھے اور عزم بالجزم

رکھتے تھے۔ ولیم فاتح اور ہنری اول باوصف حریص ہونے کے ہوشیار تھے اور جانتے تھے کہ مطیع و محکوم کی کس طرح حفاظت و سرپرستی کرنی چاہئے۔ دوسرا سبب انگریزوں اور نارمنوں کا باہمی اختلاف تھا۔ انگریزوں نے دیکھ لیا تھا کہ نارمن امرا کے ظلم و زیادتی کے مقابل صرف بادشاہ اُن کا حامی و محافظ ہے اس لئے انھوں نے بادشاہ کا ساتھ دیا۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ ولیم نے جاگیردار امرا کو بہت قوی نہ ہونے دینے کی غرض سے بد فتح چند انتظامات جاری کئے تھے۔ نئی مرکزی حکومت کی قوت ہم اُس وقت تک نہیں سمجھ سکیں گے جب تک کہ بادشاہ مجلس عظمیٰ اور حکومت شاہی پر فرداً فرداً غور نہ کر لیں +

بادشاہ۔ انگلستان کے شاہان سابق کی بہ نسبت نارمن سلاطین زیادہ خود مختار تھے اور یہہ خود مختاری کسی مستقل قانونی تغیر کی بنا پر نہیں تھی۔ فاتح ولیم انگلستان کی حکومت کا دعویدار اس سبب سے بن گیا کہ وہ اپنے کو ایڈورڈ تائب کا وارث بتلاتا تھا۔ لیکن قدیم روایات اور رسوم بھی جن کے سبب سے بادشاہ کی قوت محدود رہتی تھی نارمن فتح سے کمزور ہو گئے تھے نظام جاگیری کے روایات و رسوم کو لوگ جن کی غرض بھی یہی تھی کہ شاہی قوت محدود رہے ولیم اور اُس کے ورثاء کے ہاتھوں آزادی سے کام میں نہیں لاسکتے تھے۔ اس لئے نارمن سلاطین پر کسی باقاعدہ دستور کا تسلط ہو سکا

اگرچہ یہ بادشاہ مطلق العنان تھے لیکن امداد کے بغیر حکومت نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے سب سے زیادہ قوی و با اثر رعایا سے مشورہ لینا مناسب خیال کیا۔
کونسل عظمیٰ۔ کونسل عظمیٰ سیکسن انگریزوں کی مجلس عقلا کی نارمن شکل تھی۔ مجلس عقلا کلیسا اور سلطنت کے اعلیٰ افسروں اور معتمدین شاہی پر مشتمل ہوا کرتی کونسل عظمیٰ میں بھی اس وقت تک صدر اسقف اور اسقف اور بڑے درجہ کے پادری شریک ہوتے۔ اس کے باقی اراکین بحیثیت جاگیرداران شاہی کے شریک ہوا کرتے تھے لیکن ان جاگیرداروں کے علاقوں اور اختیارات اور مرتبہ میں بالکل مساوات نہیں تھی عام طور پر صرف بڑے جاگیردار ارلرز اور بیرنرز بادشاہ کو مشورہ دینے کے لئے طلب کئے جاتے تھے۔ بعض موقعوں پر معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کے سب زمیندار بھی جمع ہوئے ہیں۔ اصل میں بادشاہ انھیں بڑے جاگیرداروں کو طلب کرتا جن کو وہ مناسب خیال کرتا تھا۔

اس کونسل کے کام کی حالت و حیثیت بھی وہی تھی جیسے کہ مجلس عقلا میں ہوا کرتی تھی۔ کونسل عظمیٰ کی ضماندگی وضع قوانین میں باقاعدہ طور پر اور محصول لگانے میں بعض بعض وقت انہماک کیا جاتا تھا۔ کونسل عظمیٰ میں عام حکمت عملی کے مسائل مثلاً جنگ و صلح کے متعلق مباحثہ ہوتا تھا۔ کبھی اس کی حیثیت عدالت عالیہ کی سی ہو جاتی جبکہ اس میں

دیوانی و فوجداری مقدمات فیصل ہوتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کونسل عظمیٰ کے مباحثے اکثر باضابطہ ہوتے تھے۔ بادشاہ کی خواہشوں سے اگر کسی فریق کی جانب سے اختلاف کیا گیا ہو تو اُس کا اس مجلس کے قدیم کاغذوں اور مسلوں سے پتہ نہیں ملتا۔ گو بادشاہ ان ارکان سے مشورہ تو کرتا مگر اُس پر کاربند نہ ہوتا تھا کونسل عظمیٰ کمزور تھی کیونکہ نہ تو سب نارمن امرا اور نہ انگریزوں کی پوری قوم کی وہ نیابت کرتی تھی تاہم اس واقعہ کی بنا پر کہ بادشاہ اس قسم کی کونسل کا انعقاد کرتا اور ظاہر کرتا کہ اُس کے مشورہ کا پابند رہتا ہے یہ احساس باقی رہا کہ بادشاہ بالکل خود مختار نہیں ہے اور یہ گویا آئندہ زمانہ کی دستوری شخصی حکومت کا بیج تھا حکومت شاہی۔ نارمن سلاطین کا نیا جاری کیا ہوا نظام حکومت نارمن فتح کا ایک موثر وجہ انگیز نتیجہ تھا اس لئے اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نظام حکومت کے افسر کون کون تھے اور وہ کیا کام کرتے تھے +

اعلیٰ عہدہ داران ریاست۔ نارمن سلاطین کے عہد میں بارگاہ شاہی کے مخصوص عہدہ دار مثلاً داروغہ شاہی خانساں اور تشریفانی اور خاص فوجی سردار جیسے کہ سپہ سالار اور قلعہ داران لوگوں کے ساتھ حکومت کا کام انجام دیتے جن کو اب وزرا کہنا چاہئے۔ لیکن انہی کے تین آخری عہدہ دار جسٹیشیئر (صدر اعظم) چانسلر اور خزانہ دار اُس وقت بھی

علاقہ دیوانی میں بہت مقتدر تھے عہدہ صدر اعظم تیرھویں صدی میں موقوف ہوا۔ اٹھارھویں صدی میں خدمت خزانہ دای کا بذریعہ فرما شاہی تقرر ہونے لگا۔ چانسلر کے فرائض منصبی میں بھی بہت تغیر ہو گیا ہے لہذا ضرور ہے کہ ان وزراء کا کام بیان کیا جائے۔

صدر اعظم۔ یہ وزیر سب وزراء کا صدر ہوتا تھا۔ ولیم فاتح کے عہد میں یہ لفٹنٹ اور بادشاہ کے پرنس انگلستان جانے کے زمانہ میں نائب شاہ ہوا کرتا تھا ولیم احمر کے وقت یہ ایک مستقل وزیر بن گیا اور کل حکومت اس کے اختیار میں آگئی تھی اُس کی یہی حالت ہنری اول کی شاہی میں رہی۔ اکثر یہ خدمت پادریوں کو دی جاتی تھی اور اس کے دو سبب تھے۔ ایک یہ کہ اس کام کے لئے اعلیٰ قابلیت کی ضرورت تھی اور دوسرے یہ کہ مجرد آدمی کو اختیارات اور دولتمندی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ضرورت فطرۃً کم ہوتی ہے۔

چانسلر۔ نارمن سلاطین کا چانسلر اُس کے مابعد زمانہ کے چانسلر سے بالکل مختلف تھا۔ موخر الذکر زمانہ کا چانسلر ایک قابل جج ہوتا اور اس کا کام خاص عدالت کے متعلق ہوتا تھا۔

ٹاور من سلاطین کا چانسلر ایک حد تک وزیر ریاست سمجھا جاتا اُس کے ماتحت ایک بڑا عملہ ہوتا جس کی مدد وہ شاہی مراسلت کو انجام دیتا اور احکام عدالت کی تعمیل کے لئے حکم نامے جاری کرتا اور شاہی حسابات رکھتا تھا۔ جیسا کہ اب رواج ہے اس زمانہ میں بھی شاہی مہر اس کے پاس

رہتی تھی ایڈورڈ نائٹ انگریزی بادشاہوں میں سب سے پہلا ہے جس کے پاس مہر اور چانسلر تھا۔ چانسلر ہمیشہ اہل کینہ سے ہوا کرتا اور بادشاہ کا خانگی پادری ہوتا تھا۔ اس کا عہدہ لاطینی لفظ **کیاٹیلی** سے نکلا ہے جس کے معنی پردوں (اسکرینز) کے ہوتے ہیں۔ ان پردوں کے پیچھے بیٹھ کر اس کے مددگار اپنا کام کریتے تھے۔

خزانہ دار۔ سلاطین نارمن کے خزانہ دار کا خاص فرض یہ تھا کہ شاہی خزانہ میں ہمیشہ رقم رکھا کرے ان دنوں میں سرکاری اعتبار پیدا نہیں ہوا تھا۔ بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اُس زمانہ میں سواں حصہ اس قرضہ کا چھل نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ ان دنوں ایک چھوٹی ریاست صرافہ سے قرض لے سکتی ہے۔ اس لئے ہر ایک بادشاہ اپنے پاس کثیر مقدار زر نقد کی رکھا کرتا اور اس مقدار کی حفاظت و نگرانی خزانہ دار کا کام ہوتا۔ لیکن اس کے سوائے عام کاروبار سلطنت میں بھی وہ شریک ہوتا تھا۔

فرائض حکومت شاہی۔ اگرچہ نارمن سلاطین نے قوی حکومت قائم کی لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے سپرد بجز چند ذمہ داری کے صیغوں کے جن کو ان دنوں عموماً سرکار سے تعلق ہوتا ہے زیادہ کام تھا۔ اس وقت سرکاری کام کی تین عنوانوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ **فینانس** (محکمہ مال و داری اور جنگ)۔ لیکن اُس زمانہ میں سرکار کا ایک ہی مستقل

محکمہ تھا۔ جو بلحاظ نوعیت کار مال و عدالت کے دو مختلف ناموں سے مشہور کیا جاتا تھا۔ اس محکمہ کے مالی فرائض کے لحاظ سے اُس کو اکسچیکر (ارکان مجلس جس میںر پر کام کرتے اُس پر ایک خانہ دار کپڑا یعنی چیکرڈ کلاتھ بچھا ہوتا تھا) اور فرائض عدالت کے اعتبار سے کیوریاتر جس کہتے تھے (دولاطنی الفاظ سے مرکب ہوا ہے بہ معنی عدالت شاہی) بہر طور اُس کے دونوں صیغوں میں ایک ہی قسم کے ارکان ہوتے تھے یعنی اعلیٰ عہدہ داران سلطنت جن کا اوپر ذکر ہو چکا اور دوسرے ایسے لوگ جن کو بادشاہ طلب کرنا مناسب سمجھتا تھا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اکسچیکر محکمہ مال تھا۔ اس کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ایسٹر اور مائیکل مس (عیسائیوں کے دو تہوار جو ماہ اپریل اور ستمبر میں واقع ہوتے ہیں) کے زمانہ میں ہوا کرتا۔ شریف رقوم اور محال واجب الادا کو اس میں داخل کیا کرتے تھے س کے کام کے تین جدا جدا دفتر رکھے جاتے تھے۔ خزانہ دار کی مسلوں کو اُن کی شکل کے سبب گریٹ رول آف دی پاپ (بڑے پٹے ہوئے نل کے مانند پلندا) اور دوسری مسلیں جو چانسلر کے تحت ہوتیں ان کو رول آف چانسلری کہتے۔ تیسرا دفتر ایک کم درجہ کے عہدہ دار کے تفویض رہتا۔ ہنری اول کے عہد کا ایک پاپ رول (نل نامسلوں کا پلندا) جو

اب تک باقی رہ گیا ہے نارمن فیئانس کے متعلق معلومات کا مبداء ہے۔
 ۱۔ نارمن سلاطین کی مالی حالت۔ ولیم فاتح اور اُس کے لڑکے
 سنگدل و حریص تھے وہ جانتے تھے کہ دولت مند ہی اصل قوت ہے۔
 کثیر مقدار میں روپیہ جمع کرنے سے وقت ضرورت کام آتا تھا اور
 غیر ملکی فوجیں اجرت پر مہیا ہو سکتی تھیں جن کو نہ انگریزوں اور
 نہ نارمنوں کی پروا ہوتی تھی۔ نارمن فتح سے پہلے انگلستان کے
 بادشاہ کمزور ہونے کی وجہ سے مفلس تھے نارمن سلاطین نے
 ان سے سبق لیا برے اور پہلے طریقہ سے جس طرح ہو سکا
 روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان کے جبریہ وصول کرنے سے
 ملک بہت تباہ ہوا لیکن اجانب کے حملوں اور جاگیرداروں
 کی بغاوتوں سے انھوں نے اُس کو بچا لیا۔

ڈومن ڈے بگ (رجسٹر بند و بست) ولیم فاتح اس بات سے بخوبی واقف
 تھا کہ حکمران کو ملک کی آبادی اور ذرائع آمدنی سے آگاہ
 ہونا لازم ہے۔ اس لئے اُس نے احکام جاری کئے کہ پورے
 ملک کی زمین کی پیمائش اور تشخیص مالگذاری رعیت داری کی جائے اس
 غرض کے لئے شاہی کمیشن ۱۰۸۵ء میں ہر ایک ضلع میں
 روانہ کیا گیا جس کو اختیار دیا گیا تھا کہ شریف اور
 بیرونوں اور ان کے فرانسیسی ماتحتوں اور اُن سب اشخاص کا
 جو تعلقات کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے مثلاً پادری اور
 ریف اور ہر ایک موضع کے چھ نائبوں کا حلفاً بیان
 قلمبند کرے۔ کمیشن کا کام تھا کہ ان حلفی بیانات کے ذریعہ

ہر ایک قابض اراضی اور اس کی زمین کے متعلق بشمول عہد ایڈورڈ تائب ذریعہ موجودہ تحقیقات کرے کہ ہر ایک کے قبضہ میں کس قدر اراضی ہے، اس کا قابض سابق و حال کون ہے، اُس پر کتنے ملوک سرفروش (غلان زرعی یا غیر آزاد کسان) اور احرار رہتے ہیں، کس قدر حصہ اس کا جنگل اور چراگاہ اور سبزہ زار کے لئے مخصوص ہے، تعداد چکیوں اور ماہی گیری کے تالابوں کی اور اس قطعہ اراضی کا محال جو شاہ ایڈورڈ کے زمانہ میں مقرر ہوا تھا اور اب عطائے ولیم کے وقت کیا ہے۔ نامن سلاطین کے مخصوص ذرائع محال حسب ذیل تھے۔

۱۔ شاہی اراضی۔ ہم کو معلوم ہے کہ نارمن فتح کے پہلے ایک بڑا شاہی مخصوص علاقہ ہوتا تھا جس کو ڈومینین کہتے تھے اور جو بادشاہ ہوتا اس کو یہ علاقہ ملتا تھا اس علاقہ میں ولیم اور اُس کے ورثہ نے باغی امرا کی جائدادیں ضبط کر کے بہت اضافہ کیا۔ بادشاہ اس علاقہ کی زمین اور اس کے شہروں کا مالک اور حاکم کھلاتا تھا اس لئے وہ اس علاقہ سے سب چیزیں وصول کر سکتا تھا جس طرح کہ بیرن اپنے علاقہ سے لے سکتا تھا۔

(۲) جاگیری محال۔ نظام جاگیری کے خیالات کے بموجب بادشاہ ملک کی ساری زمین کا مالک تھا اور اُن لوگوں کا جن کو بلا واسطہ بادشاہ سے جاگیریں عطا ہوی تھیں فرض تھا کہ مقررہ خدمات سجالائیں اور پیشکش ادا کریں۔ اور جب کبھی

طلب ہوں تو بحیثیت مشیر یا قاضی جیسی ضرورت ہو۔
 بادشاہ کی عدالت میں کام کریں اور جب لڑائی کے واسطے
 بلائے جائیں تو خود اپنے تابعین کی اُس تعداد کے ساتھ
 جو رقبہ جاگیر کی مناسبت سے ہوتی تھی اسلحہ سے آراستہ
 ہوکر میدان میں آئیں۔ ان کے علاوہ اُن کے ذمہ مختلف
 طرح کے رسوم کی ادائیگی تھی۔ جاگیردار کی وفات پر اُس کے
 فرزند کو جاگیر پر قبضہ و تصرف نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ
 بادشاہ کو وہ نذرانہ ادا نہ کرے جس کو رلیف کہتے تھے
نایٹ (مبارز) کی جاگیر کے لئے پانچ پونڈ اور بیرن کی جائداد
 کے لئے دس پونڈ نذرانہ لیا جاتا تھا۔ اگر ایسے متوفی کا بیٹا
 بالغ نہ ہوتا تو بادشاہ کی ولایت میں لے لیا جاتا جو اس کی
 پرورش و تعلیم کا انتظام کرتا تھا لیکن اس کی جائداد کے زمانہ
 نگرانی کی سب بچت بادشاہ لیا کرتا تھا لیکن اگر متوفی بجائے فرزند
 دختر چھوڑ جاتا تو وہ بھی بادشاہ کی سرپرستی میں لے لی جاتی تھی اور
 بادشاہ ہی اس کے لئے شوہر تجویز و منتخب کرتا تھا۔ اگر یہ لڑکی
 کسی بڑے علاقہ کی وارث ہوتی تو بادشاہ اس شخص سے
 جو اس سے شادی کرنا چاہتا بڑی رقم وصول کرتا تھا ان کو
 ”شاہی حقوق ولایت و ازدواج“ کہتے تھے علاوہ بریں اسی
 قسم کی اور رقوم بادشاہ کو جاگیرداروں سے وصول ہوتی تھیں
 جو (ایڈز) یعنی ”امدادی رقوم“ کہلاتی تھیں۔ ہر ایک رئیس

۱۰ دیکھو نوٹ متعلق نایٹ پڑمندرجہ ضمیمہ۔

اپنے علاقہ کے جاگیرداروں اور آسایوں سے ان کے مشورہ کے بغیر تین قسم کی رسمی رقوم امدادی پانے کا ادا کر سکتا تھا جن کی حسب ذیل صراحت کی جاتی ہے۔

بادشاہ کے فرزند اکبر کے مبارز بننے کی رسم کے وقت۔
بادشاہ کی بڑی لڑکی کی شادی کے وقت۔ اور ادائی فدیہ دینے کے لئے اگر بادشاہ گرفتار کر لیا جاتا۔

بالآخر اگر کوئی جاگیردار بغاوت کرتا تو بادشاہ اُس کی زمینیں ضبط کر لیتا۔ اس کو حق ضبط کہتے تھے۔ اگر کوئی جاگیردار لاوارث مرجاتا تو بادشاہ اُس کا وارث بن جاتا تھا یہ حق بازگشت کھلاتا تھا جو ابھی تک باقی ہے۔ اگر بادشاہ حریفیں ہوتا تو اس کے لئے نہایت آسان تھا کہ ان حقوق کے بیجا استعمال سے من مانے روپیہ جبراً وصول کرے۔ اگر وہ جاگیرداروں کو بچوڑتا تو یہ اپنی جگہ پر اپنے ماتحت جاگیرداروں کو بچوڑتے۔ اس طرح سے اگرچہ بظاہر چند ہی آدمی بلا واسطہ اس طرز کے نذرانے بادشاہ کو ادا کرتے تھے لیکن اس کا خمیازہ تمام قوم کو اٹھانا پڑتا تھا۔

(۳) **ڈین گِلٹ**۔ ابتداءً یہ محصول بحساب دو شلنگ فی ہائیڈ لگایا جاتا تھا اور یہ اس غرض سے لیا جاتا کہ انگریزی سلاطین قوم ڈنیر کو اس سے رشوت دیا کریں تاکہ وہ ملک پر حملہ آور نہ ہوں ولیم اول نے ۱۶۰۲ء میں حملہ ڈنیر کے اس خطہ سے فائدہ اٹھا کر دو بارہ اس محصول کو

جاری کیا اور اسے بڑھا کر چھ شلنگ مقرر کیا۔ اس کو اصولاً تمام زمینوں پر عائد کیا گیا تھا بعض علاقے مستثنیٰ تھے۔

(۴) **قرم۔** (رضلع) (دلاطینی نریا) یہ وہ رقم تھی جس کو ہر ضلع کا شریف یعنی (منتظم) کٹی چھوٹی مدت کی واجب الادا رقوم کو بصورت مالگزاری یکمشت ادا کرتا۔ اس میں خاص علاقہ شاہی کے علیحدہ حصص، اراضی کی مالگزاری اور ضلع کی عدالت کی جمع شدہ رقوم جزیانہ و رسوم اور مختلف رقوم جو اشخاص خاص یا عام رعایا سے وصول ہوتیں شامل ہوا کرتی تھیں۔ رجسٹر بندوبست کی تکمیل کے بعد ان چھوٹی رقمی مدت کا اندازہ کر کے ایک معین رقم ہر ایک ضلع کے لئے مقرر کردی گئی۔ اس رقم کے لئے منتظم ضلع جواب دہ قرار دیا گیا خواہ اُس ضلع کی آمدنی اس سے زیادہ ہو یا کم۔ لیکن اُس کو اجازت تھی کہ نظم و نسق شاہی کے اخراجات اس سے وضع کرے۔

(۵) **فوجداری مقدمات کی آمدنی۔** تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں شاہی عدالتوں میں مقدمے منتقل ہونے سے ان کے رسوم اور جزیانوں کی رقوم اس عنوان کی آمدنی کا ذریعہ ہوئی تھیں اُن اسباب کی بنا پر جن کا ذکر آئندہ انتظام دادرسی کے عنوان میں کیا جائے گا۔ اس قسم کے مقدمات کی کثرت ہوتی گئی۔ انتظام دادرسی کو سلاطین نارمنی نے آمدنی کا معقول ذریعہ بنا لیا تھا اس کا ایک سبب یہ تھا کہ شاہی

عدالتوں کے دروازے ان سب کے لئے کھول دئے گئے تھے جو ان میں مقدمہ دائر کرنے کے استحقاق کے لئے رقم ادا کرتے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ مالدار مجرین سے بھاری بھاری جرمانے وصول کئے جاتے تھے۔ چنانچہ قوانین صحرا کی بنا پر جو جرمانے عاید کئے جاتے ان سے کثیر آمدنی ہوتی تھی۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ نارمن سلاطین ان لوگوں سے جن کو ہاوتعت اور سودمند عہدے پانے کی خواہش ہوتی یا جو لوگ تکلیف دہ اور اعزازی کاموں سے سبکدوش ہونا چاہتے بڑی بڑی رقمیں چل کرتے تھے۔

۱۱۔ نارمنی انتظام دادرسی۔ اکثر حالتوں میں انتظام دادرسی اسی طرح سے جاری رہا جیسا کہ نارمن فتح کے پہلے تھا۔ تعلقہ اور ضلع کی قدیم قومی عدالتیں ولیم فاتح کے ہاتھوں باقی رہ گئیں۔ ولیم احمر مقامی عدالتوں کا بیجا استعمال کر کے لوگوں سے جبراً روپیہ وصول کرتا تھا۔ لیکن ہنری اول نے اس کے متعلق قانون بنایا جس سے قرار دیا گیا کہ ان کا کام وہی رہے جو شاہ ایڈورڈ کے عہد میں تھا اور اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اکثر اشخاص اور سند یافتہ جماعتوں کے یہاں بھی ان کی خاص عدالتیں ہوتیں۔ لیکن نظام جاگیری کی یہ خصوصیت یعنی جاگیری عدالت کے بغیر جاگیر کا وجود ہی نہیں ہو سکتا، بعد کے انگریزی سلاطین کے عہد میں ظاہر ہونے لگی تھی۔ ابھی تک بادشاہ رعایا کا سب سے بڑا قاضی سمجھا جاتا

جاتا تھا اور بعض وقت اہم دیوانی اور فوجداری مقدمات کا خود ہی فیصلہ کرتا تھا۔ باوجود اس قدر مشابہت کے بعض امور میں نارمن انتظام دادرسی سیکسن انگریزوں کے انتظام دادرسی کے مغاثر تھا اس فرق کا بڑا سبب مقامی عدالتوں میں شاہی دست اندازی تھی اور اس کے کئی وجوہ تھے۔ مقامی عدالتوں میں اکثر نا تعلیم یافتہ قضاة ہوتے جو معمولی اور صاف سیدھے رسم و رواج کی بنا پر جن سے ہر ایک شخص واقف ہوتا دادرسی کیا کرتے تھے لیکن نارمن فتح نے قانون رسم و رواج انگلستان کو درہم برہم کر دیا اور اس کے بجائے بہت سے ایسے قواعد داخل کئے جن کو صرف نارمن دیکھا سمجھ سکتے تھے۔ ہس کے سوائے جب جاگیرى نظام کو ترقی ہوئی تو مقامی عدالتیں اپنے فیصلوں کی مقتدر روسا کے خلاف تعمیل کرانے میں عاجز ہو گئیں۔ اس لئے مقامی عدالتیں اپنے مفوضہ کام کو انجام نہیں دے سکتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی نارمن سلاطین بہت خواہش مند تھے کہ اُن کی عدالتوں میں کام آیا کرے اس سرگرمی و اشتیاق کے بھی دو سبب تھے اول یہ کہ قوی روسا کی طاقت کو رد کرنے کی خواہش دوسرا یہ کہ رسوم عدالت اور جرائنوں کے ذریعہ سے روپیہ حاصل کرنے کی تمنا۔ ظاہر ہے کہ مقامی عدالتوں سے اس قسم کی خواہشیں پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ اختیارات حدِ سماعت کو بڑھانے کی غرض سے نارمن سلاطین نے دو آلے استعمال کئے (۱) شاہی عدالت (۲) شاہی

کمشنروں کے دورے۔

شاہی عدالت کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں کہ اس میں وہی ارکان اجلاس کرتے جو انسپیکٹر میں کام کیا کرتے تھے۔ اس میں ان مقدمات کی تحقیقات ہوتی جن میں بادشاہ کو دلچسپی ہوتی تھی۔ یا ایسے مقدمات جن کی داد رسی مقامی عدالتوں سے نہیں ہو سکتی یا وہ مقدمات جو باہم جاگیرداروں میں ہوا کرتے اور اقتدار کے سبب بجز عدالت شاہی کے کسی دوسری عدالت کے احکام کو وہ قبول نہ کرتے یا ان لوگوں کے مقدمے جن کو خاص رعایت کے سبب بادشاہ سے اس عدالت میں رجوع ہونے کے لئے اجازت ملتی تھی۔

شاہی کمشنروں کے دورے، ہنری اول کے عہد میں شروع ہوئے۔ اور ہنری دوم کی سلطنت کے آغاز تک یہ دورے کسی قاعدہ کے تحت میں نہ تھے۔ یہ شاہی کمشنر عدالت کے ارکان ہوتے تھے۔ اور داد رسی کرنے کے لئے ضلع بہ ضلع سفر کیا کرتے تھے عدالت ضلع ان کے اجلاس کے لئے منعقد ہوتی۔ کمشنر تعلیم یافتہ وکلا ہوتے تھے۔ اور شاہی اختیار رکھتے تھے۔ عدالت ضلع ان اشخاص پر مشتمل ہوتی جو املا بالنزاع و تنقیح طلب سے واقف ہوتے تھے۔ اور ان میں سے مختلف اشخاص کو حلف دیا جاتا کہ مجرمین کو حاضر کیا کریں اور املا نزاع کی بابت حلفی شہادت ادا کریں۔ اس عظیم تغیر نے اہم نتائج پیدا کئے۔

(۱) قضاۃ کے دوروں نے انگلستان میں ایک ہی قانون کے نفاذ پانے کی بنیاد ڈالی اور انگریزی اتحاد کو قوی کیا۔

(۲) ان دوروں کے سبب اضلاع کی عدالتوں یعنی رعایا کی کثیر تعداد سے بادشاہ کا بلا واسطہ تعلق پیدا ہو گیا۔ اس طرح جاگیردار روساء کی قوت محدود ہوئی اور بادشاہ کے لئے عوام کے غامندوں کو طلب کرنے کا راستہ نکل آیا۔

(۳) ہمسایہ کے منتخب اشخاص کے حلفی شہادت کو استعمال کرنے سے عدالتی تحقیقات میں جوری کی شرکت کی ابتدا ہوئی۔

۱۱۱۔ نارمنوں کا فوجی نظام۔ نارمن سلاطین جانتے تھے کہ بڑے

روساء پر فوجی خدمت کے لئے بالکل پہرہ کر بیٹھنا نہایت اندیشناک ہے۔ نارمن امرا اگرچہ بہادر تھے لیکن مطلق العنان

اور ناقابل اعتماد ضرور تھے اس لئے نارمن سلاطین نے پرانے فریضہ کو نافذ کیا جس سے ہر ایک آزاد آدمی کے لئے ضرور

تھا کہ جب بادشاہ طلب کرے تو فوجی خدمت بجا لانے کے لئے حاضر ہو جائے۔ جب کبھی نارمن بیرن بغاوت کرتے

تو نارمن سلاطین انگریزی قومی فوج سے اُن کی سرکوبی کرتے تھے چنانچہ جب ہنری اول نے بدکار ارل آف شرڈسبری کو

اُس کے علاقہ کے قلعہ ہیچنارہتھ میں محصور کیا تو نارمن امرا نے بادشاہ سے خواہش کی کہ اُس کے ساتھ آسان

شرایط پر صلح کر لی جائے لیکن انگریزی سپاہ چاہتی تھی کہ اُس کو بالکل تباہ کر دیا جائے۔

نارمن سلاطین مالدار ہونے کے سبب سے فلائڈرس یا گیسکنی یا کسی دوسرے ملک سے اجرت پر سپاہی بھیجا کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کو بجز اپنے مالک کے دوسرے کی خواہ وہ انگریز ہو کہ نارمن پروا نہیں ہوتی تھی۔ اس طرح نارمن سلاطین کے پاس تین قسم کی سپاہ ہوتی تھی۔

ادارات مقامی۔ نارمن فتح سے مقامی ادارات پر اس قدر اثر نہیں ہوا جس قدر کہ مرکزی حکومت پر ہوا۔ مقامی ادارات کا انگریزوں پر بہت گھرا اثر ہو گیا تھا اس لئے جاگیردار امرا کے مقابل ان ادارات کو نارمن سلاطین نے اپنے سپاہیوں کا ذریعہ قرار دے کر قائم رکھا۔ تاہم جو تغیرات کہ ان میں ہو گئے تھے اُن کو محض اتفاقاتِ روزگار سمجھنا چاہئے نہ کہ واضع قانون کی مرضی۔ بریں ہم نارمن فتح کا ان سب ادارات پر اثر ہوا۔ ایک طرح سے تو اُس نے نظام جاگیر کی نشوونما کو ترقی دی اور دوسری طرح سے مرکزی حکومت کو زیادہ قوی اور ذلیل بنادیا۔

موضع۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ موضع کے ابتدائی دستور کی نسبت صحیح طور پر تحقیق نہیں ہو سکتی۔ نارمنوں کے زمانہ میں موضع بدل کر (Manor) جاگیر یا پرگنہ میں ہو گیا۔ ہر ایک جاگیر یا پرگنہ کا مالک ایک امیر ہوتا۔ اس کے کاشتکار اس امیر کے آسامی ہوتے اور اکثر حالتوں میں آزاد ہوتے۔ ٹون شپ یعنی موضع کی افتادہ زمین کا وہی مالک سمجھا جاتا عدالت جاگیر کے ارکان

میں ہر رئیس البیت داخل ہوتا تھا اور یہ اُسی جاگیردار کی عدالت تصور ہوتی تھی اکثر مقامات پر اس تغیر کو بہت ترقی ہوئی ہوگی لیکن اس کی تکمیل نارمن فتح سے ہوئی۔

تعلقہ۔ نارمن فتح کے پہلے یا بعد خاص رعایت کی بنا پر بعض امرا کی جاگیریں تعلقہ سے نکال لی گئی تھیں اور گو اکثر امور میں اُس کی قدیم دستوری ترتیب بحال رکھائی تھی۔ تاہم تعلقہ کے عدالتی کام کی اہمیت بتدریج کم ہوتی گئی۔

ضلع۔ ہم کو معلوم ہے کہ ضلع کی دستوری ترتیب نارمن فتح کے بعد بھی باقی رہی۔ لیکن اس فتح سے جو مخصوص تغیرات ہوئے وہ صرف شیرف کی نئی حیثیت اور شاہی قضاۃ کے دورے ہیں۔

شیرف۔ ابتدائی سکسن انگریزوں کے دستور میں ایلڈرمن (Ealdorman) ضلع کے باشندوں

کے اختیارات کا نائب اور شیرف شاہی انتظام کا عامل ہوتا تھا۔ اس کے بعد کے زمانہ میں ایلڈرمن موقوف ہو کر اس کی جگہ بڑے آرلز (نوابوں) کو دی گئی جو اکثر اضلاع پر حکمران تھے۔ نارمن فتح کے بعد بجز چند مستثنیٰ نوابوں کے اضلاع کی حکومت ان سے بتدریج لے لی گئی۔ شائر سے ان کے خطاب آرل کی بنا ہوئی ہے لیکن شیرف (منتظم ضلع) بحیثیت نائب شاہ ضلع میں باقی رہ گیا۔ اور بادشاہ کے مطلق العنان ہونے سے شیرف بھی

بہت مقتدر ہو گیا۔ شیرف کے فرائض بلحاظ مالیہ اور دادرسی اور جنگ نہایت اہم تھے۔

۱۔ مالیہ کے لحاظ سے ہم کو معلوم ہے کہ ضلع کو شیرف ایک سال کے واسطے ٹھیکہ پر رقم معینہ پر دے دیا کرتا اور اس رقم کا وہ ذمہ دار ہوتا تھا اس لئے اس کو موقع ملتا اور اس کی غرض ہوتی کہ ناجائز طور پر جبر سے روپیہ وصول کرے اکثر وہ اپنے اختیارات کا بیجا استعمال کرتا اور اس لئے لوگ اس سے ناراض رہتے تھے۔

۲۔ بلحاظ دادرسی ضلع کی عدالت میں وہ بادشاہ کا نائب ہوتا تھا جہاں بحیثیت میر مجلس اجلاس کرتا تھا اور بعض وقت شاہی قاضی کی حیثیت سے ان مقدمات کی تحقیق کرتا جن کو مقامی عدالتوں سے منگوا لیا کرتا تھا۔

۳۔ بلحاظ جنگ شیرف کا فرض تھا کہ ضلع کی فوج کو طلب کیا کرے۔ بڑے امرا اپنی سپاہ کی کمان کرتے لیکن باقی افواج کی سرداری شیرف کیا کرتا تھا۔

شہر۔ نارمنوں کے عہد میں شہروں کی نشوونما تعجب خیز ہے سیکسن انگریزوں کے سلاطین کے ماتحت بڑے شہر خود تعلقے ہو گئے تھے اور باقی شہر معمولی موضع تھے۔ نارمن فتح کے بعد سے شہروں کو کسی ایک امیر کے مخصوص علاقہ کا یا بادشاہ کے خاص علاقہ کا حصہ سمجھنے لگے۔ شہریوں کو اُس امیر کی آسامی خیال کیا جاتا اور ان پر اس کی مرضی و خوشی کے موافق

محصول لگایا جاتا تھا۔ اب پہلی غرض شہریوں کی یہ ہو گئی کہ محصول کی مقدار کو محدود کریں۔ رجسٹر بند و بست میں ہر ایک شہر کے ذمہ محصول کی ایک معین رقم بتلائی گئی ہے۔ دوسری غرض شہریوں کی یہ تھی کہ اس رقم کو وہ خود جمع کریں اور شریف اور اس کے جبریہ وصول سے نجات پائیں۔ اس مقصد کو انہوں نے اس طرح پورا کیا کہ بادشاہ سے بذریعہ سند اپنے شہر کا اجاہ اس رقم کی نسبت حاصل کر لیا جو ان کے ذمہ واجب الادا قرار دی جاتی تھی۔ وہ صرف بادشاہ کے پاس اس رقم کی ادائی کے ذمہ دار تھے۔ ہر ایک سے اس کے حصہ کی معین رقم وصول کی جاتی تھی ان شہروں کو بھی جو امرا کے مخصوص علاقوں میں واقع ہوتے اسی قسم کے اسناد اُن کے روسا سے مل گئے۔ علاوہ بریں حکومت نے شہروں کی مقامی عدالتوں اور اُن کے تجارتی و صنعتی انجمنوں کے وجود کو مان لیا۔ دوسرے شہروں کی یہی شوش رہی کہ حتی المقدور شہر لنڈن کے سے اعزازات و حقوق حاصل کریں۔ لنڈن کو پہنری اول سے ایک سند ملی تھی جس کے ذریعہ اس کی حیثیت ضلع کی ہو گئی تھی۔ اس کو اپنا شریف منتخب کرنے کا اختیار تھا۔ اہل لندن بیرونی عدالتوں کے زیر اقتدار نہیں تھے اور راہداری اور بندرگاہوں کے محصول کی ادائی سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن مملکت کے دوسرے سب باشندوں سے برابر یہی محصول وصول کئے جاتے تھے

باوجود ان اعزازی رعایتوں کے لندن کی وہ حالت نہ تھی کہ ہم اس کو کارپوریشن (شخصیہ) کہہ سکیں۔

حکومت اور کلیسا کے باہمی تعلقات۔ ولیم فاتح کے ارادہ ظاہر کرنے پر کہ وہ کلیسا کی حمایت و استحکام میں نبرد آزما ہونا چاہتا ہے پوپ اسکندر دوم نے اس کے حملہ انگلستان کے وقت رحمت و تائید الہی کے نزول کے واسطے دعا کی تھی اس لئے ولیم مذہب اور کلیسا کی اعانت و خیر خواہی پر تا امکان ہر وقت آمادہ رہتا تھا۔ ساتھ ہی اس کا بھی خیال لگا رہتا تھا کہ اپنے اختیارات میں کسی طرح کا ضعف نہ پیدا ہونے پائے۔ اس نے انگلستان کے اس وقت کے مروجہ عیسائی مذہب اور دوسرے ملکوں کے عیسائی مذہب و کلیسا کے تعلقات میں یک جہتی پیدا کر دی اس طرح کہ انگریزی اسقف اور صدر اسقف کے علاقے فرانسیسیوں اور اطالیوں کو دئے جانے لگے۔ اور یہ اجازت دی کہ ادائی رسم عشائے ربانی میں ترمیم کی جائے اور پادریوں کو ترغیب دی کہ وہ مجرد رہا کریں۔ پادریوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے ایک بڑا نتیجہ خیز انتظام کیا۔

اس انتظام کی بنا پر دیوانی عدالتوں کو کلیسا کی عدالتوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ نارمن فتح کے پہلے اسقف اور شیروں ایک ہی عدالت تعلقہ میں اجلاس کیا کرتے

اور دینی و دینی آدمیوں کے لئے ایک ہی قسم کی دادرسی ہوا کرتی تھی لیکن اب پادریوں کے واسطے عدالتیں مخصوص کردی گئیں جن میں صرف ایسے مقدمات دائر ہوتے اور اہل مقدمہ وہی ہوتے جن کو مذہب سے تعلق ہوتا تھا۔ اس کے بعد ملزم پادریوں کی بھی انہی عدالتوں میں تحقیقات ہونے لگی۔ ان عدالتوں میں قانون غیر موضوعہ نہیں بلکہ کلیسا کا یعنی مذہبی قانون نافذ کیا جاتا تھا۔

پادریوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ولیم فاتح نے حسب ذیل تدبیریں اختیار کیں۔ پادریوں کو اجازت نہیں تھی کہ بادشاہ کے ملاحظہ و منظوری کے بغیر پوپ کی تحریر کو وصول کریں یا اس کی رضامندی کے بغیر کلیسا کے متعلق نئے قواعد مرتب کریں۔ ایسا ہی کوئی شاہی ملازم یا بیرن بے حکم شاہی مذہب سے خارج نہیں کیا جاسکتا تھا اور پوپ کے سفیر کو بھی بلا حصول اجازت نامہ شاہی نہ تو کسی کام کی اجازت تھی اور نہ وہ ملک میں آسکتا تھا۔

ولیم نے کلیسا کی زمینوں پر بھی عام اراضی کی طرح سے محصول لگایا۔ اُسقف اور صدر اُسقف اور دوسرے علاقہ دار پادریوں پر بھی مثل عام قابضان اراضی کے فوجی خدمات لازم کی گئیں سوائے اس کے اس نے اور طریقوں سے پادریوں پر بہ نسبت عام رعایا کے زیادہ محصول لگایا۔

عرصہ دراز تک کلیسا اس قابل نہیں ہوا تھا کہ سلطان نارمنیہ کا مقابلہ کر سکے۔ پادریوں کے ضعف کا سبب یہ تھا کہ اکثر ان میں سے انگریز تھے اور ان کے حکمران غیر ملکی ہونے کے سبب ان سے برابری اور محبت سے پیش نہیں آتے تھے اور نہ عموماً ان کی زبان بولتے تھے۔ پادریوں میں بتدریج اتفاق ہوتا گیا اور جبکہ صدر اسقف اور اسقف کا انتخاب انگریزوں ہی میں سے ہونے لگا تو لوگ ان کو مطلق العنان بادشاہوں کے مقابل حریت کا حامی اور معاون سمجھنے لگے۔ ولیم اول کی حیات میں کلیسا اور حکومت میں صلح رہی لیکن ولیم دوم نے لوٹ مار شروع کر دی اس تباہی سے پادری بھی نہیں بچے۔ اسقف اور گرجا کے اعلیٰ عہدوں کو وہ مدتوں خالی رکھتا اور ان علاقوں کی آمدنی خود لیا کرتا۔ بعض وقت زمینیں بالکل انعام کے طور پر بلا شرط دیدیتا۔ جب کسی خالی جائداد کو مامور کرتا تو اس اجازت و تقرر کے لئے معتد بہ رقم وصول کرتا۔

جب ہنری اول تخت نشین ہوا تو اس نے سند کے ذریعہ سے وعدہ کیا کہ کلیسا کے حقوق کا لحاظ کیا جائے گا اور ایک حد تک وہ اس معاہدہ کا پابند رہا لیکن پادریوں میں اور اس میں کشیدگی ہو گئی اور یہ کشیدگی "نزاع رسم تشریف" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ امر مابہ النزاع تھا کہ اسقف کو اس کے عہدہ پر کون مقرر کرے۔ اسقف

اگرچہ کہ کلیسا کا عہدہ دار ہوتا لیکن سلطنت کا بیرن (نواب) بھی تھا۔ اس کو چھوٹے درجہ کے پادری منتخب کرتے لیکن اُس شخص کا انتخاب کیا جاتا جس کو بادشاہ نامزد کرتا۔ بعد انتخاب بادشاہ اُس کو انگوٹھی اور عصا (مذہبی و روحانی اقتدار کی علامات) سے سرفراز کرتا اور اسقف علاقہ پانے کے سبب سے بادشاہ کی فرماں بری و وفاداری کا حلف کرتا۔ اس طرح اسقف کا تقرر بالکل بادشاہ کا اختیاری ہوتا۔ انیسلم جو کنٹر بری کا صدر اسقف تھا انکار کر بیٹھا کہ بادشاہ کو اس معاملہ میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہنری نے اپنے اس اختیار کو شد و مد سے منوانے کی کوشش کی۔ بالآخر دونوں میں مصاکحت ہو گئی اور طے پایا کہ انگوٹھی اور عصا اسقف کو صدر اسقف دیا کرے لیکن اسقف کے علاقہ کی زمینوں کے واسطے وہ بادشاہ کی فرماں بری و وفاداری کا حلف کرے۔

مدارج قومی۔ اب اس کا موقع ہے کہ ہم اس وقت کی سوسائٹی کے طبقات پر اجمالی نظر ڈالیں۔ بڑا فرق تو انگریز اور نارمنوں میں پایا جاتا ہے۔ انگریز محکوم تھے اور اس راستہ سے بھٹک گئے تھے جو ان کو قومیت کی منزل تک پہنچاتا۔ دولتمند لوگ زمینوں خطابوں اور سیاسی اختیارات کو کھو بیٹھے تھے اور غریب (مفلس) آدمی فتح کے پہلے سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو گئے تھے۔ اکثر و بیشتر انگریز غیر آزاد کسان یعنی زرعی غلام بنائے گئے تھے۔

لیکن ولٹن Villein غلام زرعی کا اطلاق صحیح
 معنوں میں ملوک پر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کے پاس
 ذاتی مکان اور اہل و عیال ہوتے تھے۔ قانون اُس کی تائید
 میں موجود تھا جس کے باعث مالک نہ تو اس کو ہلاک
 اور نہ اس کے اعضا کی قطع و برید کر سکتا تھا۔ قبضہ اراضی
 کے متعلق وہ مطمئن رہتا اس واسطے کہ کاشتکاروں کی
 تعداد کم اور زمین زیادہ تھی۔ پھر ایک دوسرے کو بیدخل
 کیوں کرتا۔ اگر وہ کسی کلیسا کے علاقہ کی اراضی پر رہتا تو اس
 کے ساتھ زیادہ ذلیل برتاؤ نہ کیا جاتا حکومت موضع میں وہ
 شریک رہتا اس کو اپنے مالک سے آزادی پانے کا موقع
 حاصل تھا یا بھاگ کر کسی شہر میں ایک سال اور ایک
 دن تک بھڑے رہنے سے اس کا احرار میں شمار ہونے لگتا
 یا پادریوں میں شریک کر لئے جانے سے غلامی سے نجات مل جاتی
 باوجود ان رعایتوں کے اس کی کچھ عزت نہ ہوتی اس لئے کہ
 وہ گویا زمین سے جکڑ دیا جاتا اور اس کے ساتھ منتقل ہوا
 کرتا۔ اس کے مالک کے جبراً روپیہ وصول کرتے یا ظلم سے
 اُس کی کچھ حفاظت ہو جاتی تھی۔ لیکن اس کو کسی قسم کا
 سیاسی حق حاصل نہیں تھا۔ اور آزاد باشندے اس کو نظر
 حقارت سے دیکھتے۔ اکثر و بیشتر انگریزوں کی یہی حالت تھی۔
 لیکن دوسرے تین طبقے اس سے بہتر تھے (۱) آزاد مالکانِ اراضی

جو بعض وقت مزارعین بھی کھلاتے تھے - (۲) باشندگان
 بلاد (۳) پادری - ان طبقات رعایا کو پوری آزادی حاصل تھی -
 اور اپنے معاملات کا خود وہی انتظام کرتے تھے - تاہم بجز پادریوں
 کے ان کو صحیح معنوں میں سیاسی اقتدار حاصل نہ تھا - اس
 کے خلاف نارمنوں کی حالت ہے جو حکمران قوم تھی - جو کچھ کہ
 انگریزوں نے کھودیا وہ ان کے ہاتھ آیا یعنی (اصلی معنوں
 میں) حقیقی آزادی سیاسی اقتدار زمینیں اور حقوق اور کلیسا
 و سلطنت کے اعلیٰ عہدے - لیکن نارمنوں کی قوت بادشاہ
 اور رُوسا کے آئے دن کی مخالفت کے سبب سے زائل
 ہو گئی - بادشاہ اس بات پر اڑا رہا کہ طبقہ رعایا پر وہ
 حکومت کرے گا اور امرا کو ضد رہی کہ وہ مطلق العنان
 رہیں گے - ولیم اول ولیم ثانی اور ہنری اول کے عہد میں
 امرا دبے رہے جو نہایت غدار اور باغی تھے ان کے علاقے
 اور خطاب ضبط کر لئے گئے - اسٹیفن کے زمانہ میں امرا کو موقع
 ملا کہ خود مختار بن جائیں لیکن اس اختیار کو انہوں نے ایک
 دوسرے کا گلا کاٹنے میں صرف کر دیا - اس عہد کے اختتام پر
 اصلی نارمن امرا کا خاتمہ ہو چکا تھا اور نئے امرا جو اُن کی جگہ
 پیدا ہو گئے تھے اکثر ان میں سے انگریز تھے - ان میں سے
 بہترین اشخاص جو محبان وطن تھے آزادی کی خاطر جنگ کرنے
 کے لئے قوم کے رہنما بن گئے -

باب پنجم

ہنری دوم اور اس کے لڑکے
۱۱۵۴ء سے ۱۲۱۰ء تک

تمہید۔ عہد نائین میں بادشاہ مطلق العنان رہا لیکن باوجود اس اختیار کے وہ نائین امرا پر قابو نہ پاسکا۔ اسٹیفن اور میاٹلڈا کی خانہ جنگیوں نے اس امن کو برباد کر دیا جس کو ہنری اول نے قائم کیا تھا جس سے انگلستان میں چوٹرف بدامنی و بد نظمی پھیل گئی۔ امرا نے ایک دوسرے سے جنگ کرنی شروع کی عوام الناس ان کے ہاتھوں طرح طرح کے مظالم اٹھانے لگے۔ اس ہنگامہ میں صرف مذہبی لوگوں یعنی پادریوں کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ آخر خرابی کی زیادتی سے خود اس کا علاج ہو گیا اس طرح کہ ان خانہ جنگیوں میں اکثر نائین امرا مارے گئے۔ لوگ اس قسم کے بادشاہ کے

مشتاق تھے جو امن قائم کر سکے۔ پادری بھی باوجود زیادہ قوت و غلبہ رکھنے کے امن و آسائش کے خواہشمند تھے۔

ہنری دوم اگرچہ انگریز نہ تھا لیکن انگلستان کے سلاطین میں عقل و شعور رکھتا تھا۔ وہ قابلِ محنتی مستقل مزاج تھا۔ اور آئین و قوانین کا پابند اور دلدادہ تھا اور خود بھی بڑا منظم و مقنن تھا اور اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ امر کی قوت کو گھٹائے اور عوام کی حمایت کرے۔ اس کی تعمیل میں اس نے فاتح اور مفتوح کے فرق کو مٹا کر نارمنوں اور انگریزوں کو باہم شید شکر کر دیا اور دونوں ملکر ایک قوم بن گئے جو اب انگریز کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نئی قوم ہنری کی زبردست اور عاقلانہ حکومت میں بہت جلد ترقی کر کے دولتمند اور تعلیم یافتہ ہو گئی۔

ہنری کے لڑکے باپ کی طرح عاقل و دانا نہ تھے۔ چرڈ میں اگرچہ چند اچھے اوصاف تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ مبارز و دلاور تھا۔ یعنی وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کی غرض سے دوسرے ملکوں پر چڑھائیاں کرتا اور لڑائیاں تو مارتا لیکن صاحبِ تدبیر نہ تھا ملک اور رعایا کے حالات سے کم واقف تھا۔ وزرا پر جھوٹا رکھا تھا کہ رعایا پر محصول لگایا کریں۔ جان تو چرڈ سے بھی بدتر نکلا۔ اس نے نہ صرف اپنے شاہی فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کی بلکہ اس کے ظلم و جور سے کوئی متنفس نہیں بچا۔ اس لئے

فتح نارمن کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ سب انگریز بادشاہ کے مقابلہ کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے۔ شاہی اختیارات کو محدود کرنے کے لئے انگریزوں کی متفقہ کوشش پہلے پہل بار آور ہوئی اور انہوں نے وہ ”اعلیٰ منشور حریت“ حاصل کیا جس سے ایک نئے زمانہ کا آغاز ہوتا ہے۔

ہنری دوم کی تخت نشینی۔ ہنری نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے رعایا کو منشور عطا کیا۔ جس میں اسٹیفن کی نسبت کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ سب رعایا سے وعدہ ہے کہ ان کے حقوق اور اعزاز جو ہنری اول نے عطا کئے تھے قائم و بحال رکھے جائیں گے۔ اس کے بعد اُس نے حکومت کے کام کی جانب توجہ کی۔

۱۔ ہنری دوم کی حکمت عملی امر کے نسبت۔ ہنری دوم کا اصلی مقصد تھا کہ امر کی طاقت گھٹائی جائے۔ اس نے اُن امر سے شاہی زمینوں کو جو اسٹیفن اور میاٹلڈا سے خانہ جنگیوں کے زمانہ میں بمعاوضہ اعانت عطا ہوئی تھیں واپس لے لیا اور ان تمام قلعوں کو جو بادشاہی اجازت کے بغیر بنائے گئے تھے جبراً ڈھا دیا۔ اگرچہ ان احکام کی تعمیل میں وقت و دشواری تو ہوئی تاہم اس نے دو سال میں پورے ملک میں امن قائم کر دیا۔

اسکوٹیج Scutage **زر سپر کی ترقی و توسیع**۔ امر کو اور کمزور کرنے کی غرض سے ہنری نے اپنے دادا کے طریقہ کو پھر جاری کیا اور شاہی استحقاق کی بنا پر اکثر فوجی خدمت لینے کے

عوض جاگیرداروں سے روپیہ طلب کرتا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ جاگیردار اس ناگوار خدمت سے اس طریقہ سے خوشی سجات چاہیں گے خصوصاً اگر اُن کو شاہی مقبوضات فرانس کے بجائے کے لئے لڑائی پر بھیجا جائے۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر ان کو فوجی خدمت کا کم موقع ملا تو ان کا شوق جنگ کم ہو جائے گا اور اُن کے تابعین ان سے کم وابستہ رہیں گے۔ اس رقم سے جو فوجی خدمت کے عوض وصول ہوتی ہنری نے ایسی فوج تیار کی جسے ملک میں رہنے یا باہر جانے میں کوئی عذر نہ تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ اس کو پابندی سے تنخواہ دی جائے۔ اس ٹیکس کا نام اسکوٹیج تھا جس کے لفظی معنی ”زر سپر“ کے ہوتے ہیں۔ جو جاگیردار کہ اس ٹیکس کو ادا کرتا اُس کو اس خاص موقع پر جنگ سے معافی ملتی لیکن وہ مجاز نہ تھا کہ اس ٹیکس کو ہمیشہ ادا کرے اور فوجی خدمت سے سجات پائے کیونکہ بادشاہ اپنے جاگیری حقوق کو قائم رکھنا چاہتا اور مختار تھا کہ روپیہ یا فوجی خدمت جو مناسب سمجھے جاگیردار سے لے ہنری نے امرا کو کمزور کرنے کا ایک اور طریقہ بھی نکالا دورہ کرنے والے شاہی قضاۃ کے اختیارات سے کوئی شخص مستثنیٰ نہ تھا۔ ایسے امرا پر جن کی خاص عدالتیں ہوتیں اور جن کو تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں سے کوئی تعلق نہ ہوتا لازم تھا کہ ضلع کی عدالت میں شریک ہوا کریں جبکہ وہ دورہ کرنے والے قضاۃ کے واسطے منعقد ہوتی۔ ان کا یہ فرض بھی تھا

کہ شیرف (صاحبِ صناعت) کو جبکہ وہ بحرین کے تلاش میں نکلے تو اپنے علاقوں میں آنے دیں اور اُس کی مدد کریں۔ اِس سے لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ شاہی دادرسی دوسری سب دادرسیوں پر تفوق رکھتی ہے۔

۲۔ کلیسا کی نسبت ہنری دوم کی حکمت عملی۔ عدم حکومت کے زمانہ میں کلیسا کی قوت بڑھ گئی تھی۔ قانون اور تہذیب کی نیابت صرف اِس کی ذات سے تھی۔ اُس نے دعوے داران شاہی کی طاقت کو ایک دوسرے سے بڑھنے نہیں دیا اور امن کے قیام میں مدد دی۔ پادریوں میں بتدریج یکجہتی پیدا ہونے لگی جو نارمن فتح کے وقت اُن سے زائل ہو گئی تھی اِس کا سبب یہ تھا کہ اِس فتح کے مدتوں بعد تک کلیسا کے اعلیٰ عہدے غیر ملکیوں کو دئے جاتے جو کم درجہ کے پادریوں میں ہر دلعزیز ہوتے تھے۔ بالآخر انگریزوں کو بڑی بڑی مذہبی خدمتیں ملنے لگیں۔ اِس سے بڑے اور چھوٹے درجہ کے پادریوں میں موافقت ہو گئی۔ قوم میں پادری عموماً ہر دلعزیز مانے جاتے تھے۔ ان کی ہر دلعزیزی اور قوت سے ہنری نے امن قایم کرنے میں مدد چال کی لیکن جب اُس نے اپنے اختیارات کا دباؤ ان پر ڈالا تو یہ اِس کے مخالف ہو گئے۔ اِس مخالفت کا سرغنہ کنٹربری کا صدر اُسقف اور ہنری کا سابق دوست بیکٹ تھا۔ ان دونوں میں ابتداً ایک ٹیکس کے متعلق اختلاف شروع ہوا۔ ۱۱۶۳ء میں ہنری نے

ہر ایک ہائیڈ زمین پر دو شلنگ کا ٹیکس مقرر کرنے کی نسبت قانون بنانا چاہا۔ اس کے قبل اس محصول کو شیرف کی مرضی پر بھوڑ دیا گیا تھا جو اُس کو وصول کرتا۔ بیکٹ نے اس پر اعتراض کیا اور اعلان کیا کہ اس اراضی کلیسا سے محصول ادا نہ کیا جاوے۔ تاریخ انگلستان میں یہ پہلی مثال ہے۔ بادشاہ کی مرضی سے محصول محصول کے نسبت مخالفت کی گئی ہو۔ اس عہد کی اسی قسم کی مخالفت کی اور دو مثالیں ہیں اور اس مخالفت کا بانی بھی ایک پادری تھا۔ پادریوں کی طاقت کا ہم اب اندازہ کر سکتے ہیں۔

پادریوں کی تحقیقات جرایم کا جھگڑا۔ ہنری کے اس دعویٰ پر کہ اُس کو پادریوں کی تحقیقات جرم کا اختیار ہے سخت نزاع کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم اس واقعہ کو کسی قدر صراحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ زمانہ موجودہ میں ہر ایک حصہ ملک پر حکومت کی جانب سے دادرسی ہوتی ہے، عدالتیں اور قضاۃ شاہی ہوتے ہیں۔ نظام فوجداری کا تقرر بھی شاہی فرمانِ قیام امن کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن ریفریشن (عہد اصلاح) کے قبل ان چیزوں میں بہت فرق تھا اور کلیسا کے نہایت وسیع اختیارات تھے کلیسا کی اور شاہی عدالتیں الگ الگ تھیں۔ کلیسا کی عدالتیں کسی شاہی فرمان کی بنا پر وجود میں نہیں آئیں بلکہ وہ اپنے اختیار سے قائم ہوئیں۔ کلیسا کو حسب ذیل جرایم کی تحقیقات کا اختیار تھا۔

(الف) مذہبی اور اخلاقی جرایم جن کا مرتکب پادری ہو یا کوئی دوسرا۔ ان کی مثالیں اکھاڑ بدعت، توہین مذہبی،

زنا و تہمت ہو سکتی ہیں۔

(ب) وہ جرایم جن کا تعلق پادریوں کے پیشہ سے ہوتا۔ مثلاً کسی پادری کا عبادت الہی کو اس کے مروجہ و مقررہ طریقہ سے ادا نہ کرنا۔

(ج) ایسے جرایم جن کا ارتکاب پادری کرتے جیسے کہ سرقہ اور قتلِ عمد۔ ناگزین فتح کے قبل ملزم پادریوں کے ان جرایم کی انہی عدالتوں میں تحقیقات ہوتی تھی جو عام ملزمین کے لئے مقرر تھیں۔ ہنری دوم کے تخت نشینی کے زمانہ سے صرف ملزم پادریوں کی کلیسا کی عدالتوں میں تحقیقات ہونے لگی۔ تیسری قسم کے جرایم کی تحقیقات کے متعلق ہنری اور بیکنٹ میں نزاع شروع ہوئی۔ مذہبی عدالتیں قصاص کی سزا تجویز نہیں کر سکتی تھیں ان میں قید اور اخراج مذہبی اور تنزل کی سزائیں دی جاتی تھیں مگر جس پادری کو ایک مرتبہ کلیسا کی عدالت سے تنزل کی سزا دی جاتی شاہی عدالت سے کسی مابعد کے جرم کی بنا پر اُس کی تحقیقات ہو سکتی اور اُس کو سزا دی جا سکتی تھی۔ بہر حال پہلے جرم کے ارتکاب کے وقت اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاتا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ پادری سنگین جرایم کے کثرت سے مرکب ہوتے تھے۔ ہنری مصر تھا کہ ان پادریوں کو جن کو عدالت کلیسا مجرم قرار دے کر تنزل کی سزا دیتی ہے شاہی عدالتوں کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ اُنہیں مثل عام مجرمین کے باقاعدہ سزا

دی جائے۔ ہنری کا یہ اصرار نہایت انصاف پر مبنی تھا مگر غالباً بیکٹ مذکور کے اختلاف و مقابلہ کی وجہ سے لوگ بیکٹ کے ہمنیال ہو گئے۔ اُس زمانہ میں بہ نسبت آج کل کے باشندوں میں زیادہ تعداد پادریوں کی ہوتی تھی۔ ان نام کے پادریوں میں بہت سے لوگ ایسے بھی شامل ہو گئے تھے جو حقیقت میں پیشہ ور پادری نہیں تھے۔ لیکن سر کے بال اس طرز کے رکھا کرتے جس سے ظاہر ہوتا کہ انہوں نے بھی اسی طرز کی زندگی اختیار کی ہے۔ پادریوں کے مرتبہ اور آزادی نے بہت سے لوگوں کو گرویدہ کر دیا تھا کہ وہ ظاہری شکل پادریوں کی سی بنالیں لیکن عملاً اس کام کو نہ کریں۔ پڑھے لکھے باشندے اکثر پادری ہوتے۔ اس کے بعد ہزاروں پڑھے لکھے مدعی بن گئے کہ اُن کو بھی مراعات کینسہ سے استفادہ کا موقع دیا جائے یعنی ارتکاب جرایم پر سزا نہ پایا کریں اور معمولی طریقہ تحقیقات سے مستثنیٰ ہو جائیں۔ علاوہ بریں لوگ کلیسا کو شاہی ظلم و جور کے مقابلہ میں آزادی کا حامی و معاون سمجھتے تھے۔ قانون تعزیرات خصوصاً صحرا کے جرایم کے متعلق نہایت سخت تھا۔ اکثر جرایم کی سزا موت تھی یا مجرم کو اندھا بنا دیا جاتا یا اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جاتے تھے۔ لوگوں کے نزدیک وہ طریقہ مقبول و پسندیدہ تھا جس کے ذریعہ سے ایسی قانونی سختی کم ہو۔ اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ باوصف ہنری جیسے مقتدر بادشاہ اور اُس کے جائز مطالبات کے پادریوں کو اُس سے مقابلہ

کرنے کا موقع کیوں کر ملا۔

آئین کلازڈن بابت ۱۷۷۱ء۔ ہنری اس پر آمادہ ہو گیا تھا کہ کلیسا اور سلطنت کے باہمی تعلقات کے نسبت مستقل طور پر قواعد مرتب کر دئے جائیں اس لئے اس نے ۱۷۷۱ء میں بمقام کلازڈن ایک مجلس منعقد کر کے اُس میں اُس دستاویز کو پیش کیا جو بعد تکمیل آئین کلازڈن کے نام سے مشہور ہوئی اس دستاویز میں وہ سب قانون اور رواج درج کیا گیا تھا جس کی بنا پر بادشاہ اور کلیسا کے باہمی حقوق کا تعین منظور تھا۔ اس کے ذریعہ طے پایا کہ صدر اسقف اور اسقف اور ایسے پادریوں پر جن کو شاہی اراضی انعام میں ملی تھی مثل جاگیرداروں کے محصول لگایا جائے۔ کلیسائی عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے مرافعہ اول بادشاہ کے پاس پیش ہوا کرے اور اُس کی منظوری کے بغیر روم کو نہ بھیجا جائے۔ اسقف اور صدر اسقف کے انتخابات شاہی گرجا میں اُس کی رضا مندی سے ہوا کریں اس طرح سے بادشاہ کو سب روسائے کینہ کے تقرر کا کمال اختیار مل جائے گا۔ اولاً ملزم پادریوں کا جو اب شاہی عدالتوں میں قلمبند ہوتا۔ اس کے بعد وہ بغرض تحقیقات کلیسائی عدالتوں کو روانہ کر دئے جاتے اور اگر وہاں وہ مجرم قرار پا کر تنزل کے سزا یاب ہوتے تو پھر ان کو اس سے زیادہ بچنے کا کوئی اور موقع نہ ملتا تھا۔ صدر اسقف اور اسقف بادشاہ کے اجازت نامہ کے بغیر ملک سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔ اور اگر بلا حصول

اجازت چلے جاتے تو اُن کا فرض تھا کہ اس امر کی ضمانت پیش کریں کہ ملک و مالک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے کوئی جاگیردار یا شاہی وزیر بلا اجازت بادشاہ مذہب سے خارج نہیں کیا جاسکتا تھا اور بادشاہ کی غیر حاضری میں صدر عظم سے منظوری لینا ضرور تھی۔ یہ اور اسی قسم کے اور بھی قواعد جو زیادہ ضروری نہ تھے روسائے کینہ یعنی بڑے درجہ کے پادریوں نے امرا کی حضوری میں بکراہت منظور کر لئے۔ یہی نہیں بلکہ بلیکٹ نے بھی منظوری دے دی جس کو اس نے بعد میں واپس لے لیا۔ اگر ان قواعد پر عمل ہوتا تو بادشاہ کی صدارت کلیسا میں بھی قائم ہو جاتی اور ہنری دوم اس مقصد کے حائل کرنے میں ہنری ہشتم پر پیش قدمی کرجاتا لیکن اس قسم کی قوت کو منوانے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد کے جھگڑوں میں ہنری کی غلطیوں اور بلیکٹ کے قتل سے پادریوں نے فائدہ اُٹھایا۔ اگرچہ اُسقف کو انتخاب کرنے کا شاہی حق بالکل زایل نہیں ہوا لیکن جان نے اُس کو چھوڑ دیا تھا۔ پوپ سے مرافعہ کرنے کی مانعت سے سلطنت غافل ہوگئی اور پادریوں نے شاہی فوجداری اختیارات سے بچنے کی تدبیر نکال لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہنری نے اپنے باپ دادا سے زیادہ پادریوں پر اختیار حائل کرنا چاہا لیکن اس کو بالآخر کم اختیارات پر قانع ہونا پڑا۔ لیکن آئین کلائڈن اس لئے تاریخ انگلستان میں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کے ذریعہ

پہلی ہی مرتبہ حکومت نے پادریوں کے مقابل اپنے اختیارات کا باقاعدہ دعویٰ پیش کیا۔

۳۔ ہنری دوم کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ اس نے عوام کو قانون اور امن کے اصلی فوائد سے بہرہ ور کیا۔ زیادہ شہروں کو اس نے مشور عطا نہیں کئے اور نہ زیادہ مراعات کا تذکرہ اُن چند طویل منشوروں میں ہے جن کو کہ اُس نے جاری کیا ہے البتہ قابل قدر یہ بات ہے کہ اس نے تعلقہ اور ضلع کی مقامی خود اختیاری حکومتوں کی حمایت کی اور اُن کی جواری کے طریقہ کو ترقی دے کر بادقت بنادیا۔ شاہی قضاۃ کے دوروں کی تعداد کو بڑھا دینے اور شیرف کے اختیارات کو کم کر دینے سے اس نے بہت سے ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی سرپرستی کی اور اُن کو سابق کے ظلم و تعدی سے بچا لیا اس کے معاوضہ میں ان بیکسوں نے مستقل وفاداری دکھلائی جب اس کے فرزند اکبر کی تائید میں بہت سے بیرونوں (دوابوں) نے بغاوت کی تو شہروں کے اکثر باشندے بادشاہ کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔

۴۔ ہنری دوم کی حکمت عملی فینانس کی نسبت۔ اسٹیفن کے خراب و بدامن سلطنت میں ملک کی مالی حالت بہت بُری تھی۔ ہنری نے اول امن قایم کیا اور شاہی زمینوں کو جو نہایت فیاضی و بیدردی سے لوگوں کو مل گئی تھیں واپس لے لیا اس کے بعد اُس نے انتظام فینانس کی طرف توجہ منعطف کی

جس کا بیان عہد نارمن میں ہو چکا ہے۔ ڈینیگیٹ (قوم ڈین کے لئے محصول) کا نام اخیر مرتبہ ۱۱۶۲ء میں لیا گیا ہے لیکن اس کے بجائے دوسرا محصول اراضی کی رو کیج مقرر کیا گیا یہ لفظ کیا رو کیٹ سے نکلا جس کا اطلاق اُس قدر زمین پر کیا جاتا ہے جس پر جانوروں کی ایک جوڑی سے ہل چلایا جاتا ہو۔ اور یہ کم سے کم مقدار زمین کی تھی جس پر ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ ہم کو معلوم ہے کہ پادریوں کے علاقوں سے جاگیری حقوق کے وصول کرنے میں ہنری نہایت چالاک تھا اس نے آمدنی کا ایک نیا ذریعہ زر سپر کو بنایا جس کا ابھی بیان ہوا ہے۔ لیکن اس کی توفیر محال کا اصل سبب ملک کی خوش حالی تھی جو اس کی عاقلانہ حکومت کا نتیجہ تھی۔

اس حکومت کا آخری نصف حصہ مالی تغیر کی وجہ سے ممتاز ہو گیا تھا۔ بیت المقدس کو صلاح الدین نے فتح کر کے عیسائیوں سے لے لیا تھا اور اس کی واپسی کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی ضرورت تھی۔ ایک ٹیکس ”محصول صلاح الدین“ کے نام سے ۱۱۸۷ء میں جاری کیا گیا۔ اس ٹیکس کی ادائیگی میں ہر شخص کا فرض تھا کہ دسواں حصہ اپنی جائداد منقولہ کا دیا کرے اور تاریخ انگلستان میں یہ پہلی مثال ہے کہ جائداد منقولہ ٹیکس کے قابل سمجھی گئی۔ اس کے قبل جس قدر محصول عاید کئے گئے وہ سب زمین کے متعلق تھے۔ ہم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ منقولہ اشیا سے اُس وقت محصول لیا جاتا

جبکہ ملک دولت مند و تعیش میں ترقی کرے۔

۵۔ ہنری دوم کی حکمت عملی و ادرسی کی نسبت۔ اسٹیفن اور
میاٹلڈا کی خانہ جنگی کے زمانہ میں وہ عمارت و ادرسی جس کی
تعمیر نارمن سلاطین کے عہد میں ہوئی تھی منہدم ہو گئی۔
پہلے جو بادشاہ بڑے تہواروں کے روز اپنی یا عظمت عدالت کا
انفعاذ کیا کرتا تھا وہ موقوف ہو گیا اکیسچیکر اور کیوریا رچس کا
گویا نام تک بھی لوگوں کو یاد نہ رہا۔ شاہی کمشنر کا دوروں پر جانا
بند ہو گیا۔ ہنری کے دشوار کاموں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ
انتظام و ادرسی کو دوبارہ جاری کرے لیکن اس نے صرف انتظام ہی
تایم نہیں کیا بلکہ بعض اصلاحات بھی کئے جن کا اثر ابھی تک
باقی ہے۔ تین عنوانوں میں ان اصلاحات کو جمع کیا جاسکتا ہے
(۱) کیوریا رچس کا استحکام و ترقی (۲) دوروں کے انتظام میں
ترقی (۳) جوری کے طریقہ کا استحکام۔

۱۔ کیوریا رچس کا استحکام۔ کیوریا رچس (مجلس شاہی) کھلنے سے
دوسری عدالتوں کا کام اس میں آنے لگا۔ اغراض معدلت
کے لئے اس کا ضابطہ زیادہ مفید تھا۔ اس کے قضاہ قانون کے

۱۔ Curia Regis ابتداً اس کی حیثیت مجلس کی تھی اس لئے اس کا مجلس

Romuius

شاہی ترجمہ کیا گیا۔ کیوریا کے لفظی معنی جماعت کے ہیں۔ رومیوس

نے جو رمیوں کا قدیم بادشاہ تھا رعایا کی ہیں جماعتوں میں تقسیم کی تھی۔ ہر ایک جماعت کیوریا

Curia کے لفظی معنی مجازاً اس لفظ کا استعمال رومیوں کی سینیٹ Senate

اور سینیٹ ہوس Senate House کے لئے بولے لگا۔ انگلستان میں کیوریا کی شان

شل مجلس عقلا کے مجلس انتظامی و قانونی تھی اور اسی میں عدالتی امور بھی طے پاتے تھے ۱۲

ماہر ہوتے اور اس کا اقتدار ایسا تھا کہ ملک میں بڑے سے بڑے آدمی کے خلاف اس کی ڈگریوں کی تعمیل ہو سکتی تھی بعض وقت ہنری بذاتِ خود اس میں مقدمے سماعت کرتا۔ ۱۶۰۶ء میں اٹھارہ قضاۃ اس عدالت میں کام کرتے تھے۔ ۱۶۰۹ء میں ہنری نے پانچ قضاۃ کی ایک کمیٹی مقرر کی جن کو عدالت کا عام کام تفویض کیا گیا خاص پیچیدگیوں اور ضرورت کے مقدمے صرف بادشاہ کے فیصلہ کے واسطے رکھے جاتے تھے۔ اس طرح سے کورٹ آف کامن پینر (عدالت دیوانی) کا وجود ہوا جو اُن تین قوانین غیر موضوعہ کی اعلیٰ عدالتوں میں سب سے زیادہ قدیم تھی جو ۱۶۰۹ء تک باقی رہ گئی تھیں پھر اُن سب کو عدالتِ عالیہ میں ضم کر لیا گیا۔

۲۔ دوروں کے انتظام میں ترقی۔ دورہ کرنے کا طریقہ ہنری اول کے زمانہ میں آغاز ہو کر اسٹیفن کے عہد میں موقوف ہو گیا اور پھر ہنری دوم کی حکومت میں ترقی کے ساتھ جاری ہوا۔ دورہ مال اور عدالت دونوں کاموں پر شامل ہوتا تھا قضاۃ ملک میں اس غرض سے سفر کرتے کہ شاہی محاصل کی نگرانی بھی ہو اور دادرسی بھی۔

ہنری نے حکم دیا کہ ہر ایک آزاد آدمی عدالتِ ضلع میں جبکہ وہ شاہی قضاۃ کے لئے منعقد ہو حاضر ہوا کرے۔ شیرف (صاحبِ ضلع) کو اجازت دی گئی کہ مجرمین کی گرفتاری کے لئے کسی کے حدودِ ارضی کا لحاظ نہ کیا جائے۔ قضاۃ کے دوروں میں زیادتی ہونے سے شیرف کے اختیارات میں کمی ہوتی گئی۔

اگرچہ یہ دونوں عہدہ دار بادشاہ کی نیابت کرتے تھے لیکن قضاۃ کا تعلق بادشاہ سے بلا واسطہ تھا اس لئے اس کو ان پر زیادہ اعتماد تھا۔ علاوہ بریں یہ شیرف اپنے ماتحت اضلاع میں اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے سے لوگوں کی نظروں سے گر گئے تھے۔ ۱۱۷۱ء میں ہنری نے ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا۔ بزبانہ رچرڈ اول ۱۱۹۴ء میں قانون کی رو سے حکم دیا گیا کہ شیرف اپنے منہج میں قاضی کی حیثیت سے کام نہ کرے۔ منشور اعظم میں بھی اسی قانون پر زور دیا گیا ہے۔

۳۔ جوری کے طریقہ کا استحکام۔ تحقیقات باعانت جوری کی ابتدا داصلیت پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے کہ جرموں میں ابتدا سے قومی عدالتیں تھیں لیکن ان عدالتوں میں شرکا قاضی کا کام کرتے اور اہل جوری نہیں ہوتے تھے۔ امر قانونی اور امر واقعاتی دونوں کا فیصلہ یہی لوگ کیا کرتے مگر جوری کا کام ہے کہ وہ واقعات کا تصفیہ کرے اور جب ان واقعات کی تحقیق ہو جائے تو ان پر اس قانون کا اطلاق کرے جس کو قاضی حسب ضرورت جوری کو تفہیم کرتا ہے۔ اس کے سوائے انگریزوں میں نارمن نفع کے پہلے ادائی شہادت کا ایک اور طریقہ کمپورگیشن (Compurgation شہادت) مروج تھا جس کی بنا پر ہر ایک فریق مقدمہ کی جانب سے گواہ پیش ہوتے جو اُس کی صداقت و دیانت کا حلف کرتے۔ اکثر ان گواہوں کی تعداد بارہ ہوتی کمپورگٹروں Compurgators کو غلطی سے لوگ جوری سمجھے

ہوئے ہیں لیکن اصل میں یہ گواہ تھے۔ علیٰ ہذا ایٹھا ڈ دوم کے زمانہ کے ایک قانون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر تعلقہ میں بارہ معزز اشخاص (تھین) سے جو اس غرض سے منتخب ہوتے تھے حلف لیا جاتا تھا کہ وہ کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائیں اس سے بعض لوگوں نے گمان کر لیا کہ یہ بارہ منتخب تھین دراصل کلاں جوری تھے بہر حال یہ محقق نہیں ہے کہ جوری کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ تاہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نارمن فتح کے قبل لوگ جوری سے واقف نہ تھے۔ اس قصہ کی بھی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی جس کی بنا پر الفریڈ کو اس کا موجد کہا جاتا ہے۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ نارمن فتح کے بعد ہی شاہی عہدہ داروں نے مقدمات کو اس طریقہ سے دریافت کرنا شروع کر دیا کہ متعدد آدمیوں کو جو خاص واقعات مقدمہ سے واقف خیال کیئے جاتے حلف دیا جاتا کہ صحیح حالات بیان کریں۔ اس طریقہ دریافت سے ”کتاب بندوبست“ کے واقعات کی تحقیق کی گئی۔ ہنری دوم کے عہد میں حلفی بیانات کا عدالت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ حقیقت اراضی کے مقدمات، نارمن فتح کے زمانہ سے بذریعہ ”جنگ“ تصفیہ پاتے۔ گرانٹاسائز (ایک قسم کے قانون یا فرمان) کے ذریعہ سے ہنری نے حکم دیا کہ اس قسم کے مقدموں کا تصفیہ جوری کے فیصلہ یا رائے پر کیا جائے۔ اُس ضلع کے چار نایٹ کا

جہاں کہ اراضی نزاعی واقع ہوتی فرض تھا کہ فریقین کے ہمسایہ میں بارہ نایٹ منتخب کریں اور ان منتخب لوگوں کو لازم تھا کہ حلفی بیان پر اس امر کا فیصلہ کریں کہ کون فریق حق پر ہے اس سے دیوانی مقدمات کی جوری کا پہلے ہی مرتبہ تاریخ میں ٹھیک پتہ ملتا ہے۔

گرینڈ جوری (جوری کلاں) کی ابتدا آسائز (منشور) آف کلارنڈن بابت ۱۶۶۷ء سے ہوتی ہے۔ اس جوری کا فرض تھا کہ دورہ کرنے والے حکام کی عدالتوں میں ملزمین کا چالان کرے (منشور کلارنڈن کو آئین کلارنڈن سے علیحدہ سمجھنا چاہیئے جو دو سال پیشتر نافذ ہوا تھا) منشور کلارنڈن کے ذریعہ سے قرار پایا کہ ہر ایک تعلقہ میں بارہ اور ہر ایک موضع میں چار اشخاص پر جو اس کام کے اہل ہوں لازم کیا جائے کہ وہ شاہی قضاۃ کے سامنے ان کے تعلقہ اور موضع کے مجرمین کی نسبت حلف کریں۔ ان کے نامزد کئے ہوئے اشخاص کو آگ یا پانی سے اپنی صداقت کا امتحان دینا ہوتا یا ان کی اور کسی سخت قسم سے آزمائش کی جاتی۔ اگر اس امتحان میں وہ ناکام ہوتے یعنی انھیں ضرر پہنچتا تو ان کو ان کے ہیرایم کی سزا خود بخود مل جاتی۔ اگر وہ امتحان میں کامیاب ہو جاتے یعنی محفوظ رہتے ضرر سے اور برے چال چلن کے ہوتے تو ان کو جلاوطن کیا جاتا۔ کلیسا کی ایک کونسل کے اعلان کی

رو سے جو "لیٹرن کونسل" کے نام سے مشہور ہے ۱۲۱۵ء میں اس قسم کا فیصلہ جو پانی یا آگ کے ذریعہ کیا جاتا تھا ممنوع و ناجائز قرار پایا۔ اور اس کے بعد ہی وہ ترک کر دیا گیا۔ اس امتحان کے بجائے ایک دوسری جوری سے جو زمانہ حال کے لحاظ سے جوری خورد ہو سکتی ہے حلف لیا جاتا تھا کہ اُن اشخاص کے جرم یا عدم جرم کی نسبت تصفیہ کرے جن کو جوری کلاں ملزم قرار دیتی۔ ابتدا میں اس چھوٹی جوری میں وہی اشخاص ہوا کرتے جو مقدمے کے حالات سے واقف ہوتے تھے۔

۶۔ ہنری دوم کی حکمت عملی انتظام فوج کی نسبت۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تادم سلاطین کے پاس تین قسم کی فوج ہوتی تھی جاگیر فوج قومی فوج یعنی ردیف اور پردیسی فوج جو وقت ضرورت نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ہنری دوم اپنے جاگیرداروں سے بجائے فوجی خدمت کے روپیہ لینے کو ترجیح دیتا اور اس کے بیرونی علاقوں میں لڑنے کے لئے پردیسی فوج کو ملازم رکھتا تھا اس فوج کو وہ انگلستان میں صرف ایک مرتبہ سالہ کی خوفناک شورش کے زمانہ میں لایا تھا اور اُس کے فرو ہوتے ہی اس نے سپاہ مذکور کو برطرف کر دیا تھا۔ اُس نے قومی سپاہ کی قانون اسلمہ کے ذریعہ سے اصلاح کی۔ یہ قانون سالہ میں جاری ہوا اور اس کی رو سے ہر ایک آزاد باشندہ ملک پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے لئے خود اسلمہ جہیا کرے جن کی مقدار اس کی جائداد کی حیثیت کے

مطابق ہوتی۔ کسی شخص کو ضرورت سے زیادہ اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ تھی اور نہ شاہی اجازت کے بغیر اُن کی برآمد ہو سکتی۔ ہنری کی توجہ فوج ردیف کی نسبت اُسی حکمت عملی پر مبنی تھی جس کی بنا پر اس نے جاگیری فوج سے غفلت کی تھی۔ آزاد آدمیوں کے سبب سے جن کی کثرت تھی اور جن کی وفاداری پر اُس کو کامل اعتماد تھا امر کی دست درازی رُکی رہی۔

ہنری دوم کے عہد سلطنت کے نتیجے میں۔ ان تدبیروں سے ہنری نے اسٹیفن کے عہد کے نقصانات کی تلافی کی۔ اس نے (یرن) امر کو کمزور کیا اور عوام کی سرپرستی کی۔ ملک میں امن قائم کیا جس کے سبب سے تجارت اور دولت مندی کو نشو و نما ہونے لگا۔ شاہی اقتدار کو اس نے اسی حد تک بلند کیا جس حد تک کہ اس کے دادا کے زمانہ میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے اعلیٰ اختیار کا سبب یہ تھا کہ انگلستان اُس کے مقبوضات کا ایک حصہ تھا۔ وہ صرف انگلستان کا بادشاہ نہ تھا بلکہ ایرستان (آئرلینڈ) کا والی اور ملک فرانس کے ایک ثلث کا حاکم بھی تھا۔ بلحاظ وسعت ملک و کثرت محل اور قابلیت و استعداد مغربی یورپ کے سلاطین میں وہ سب سے بڑا حاکم تھا۔ اگرچہ وہ ناکام ٹوکتہ خاطر اس دنیا سے گیا لیکن اُس نے شاہی اقتدار کو انگلستان میں سب سے منوالیا۔ مگر اس کی وفات کے بعد پچیس برس بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ شاہی اقتدار پر نئی نئی آفتیں آنی شروع ہوئیں۔

عہد رچرڈ اول۔ اس کی سلطنت کا زمانہ تغیرات دستوری سے خالی رہا وہ صاحب تدبیر نہ تھا اور رعایا سے غافل رہتا اور اپنی لڑائیوں کو جاری رکھنے اور فدیہ ادا کرنے کے لئے ان کو زیر بار کرتا رہتا تھا لیکن اس نے بھی ہنری کی اچھی حکومت سے فائدہ اُٹھایا جس کے سبب سے بادشاہ اس قدر مقتدر ہو گیا تھا کہ کسی طبقہ رعایا کے روکے نہیں رک سکتا تھا۔ وہی وزرا جن کو ہنری کے ماتحت تعلیم ہوئی تھی رچرڈ کے ماتحت سلطنت کا کام کرتے رہے۔ اور اس حد تک خوبی سے کام چلایا کئے جس حد تک قوم سے روپیہ وصول کرنا ان سے ممکن تھا۔ بیرن یعنی نواب رچرڈ کے مداح بھی تھے اور اس سے خالیف بھی اس لئے کہ وہ بہادر سپاہی تھا۔ اہل کلیسا اس سے اس واسطے خوش تھے کہ وہ عیسائیوں کی جانب سے اہل اسلام سے روتا رہا۔ عوام اُس کے زمانہ میں امن و آسائش میں تھے۔ متعدد منشور جن میں وسیع مراعات و حقوق کی تفصیل ہے شہروں کو عطا ہوئے۔ طریقہ دریافت بذریعہ جبری قایم رکھا گیا اور اس کا نئے مقاصد میں استعمال کیا جانے لگا۔ جیسے کہ بادشاہ کے جاگیری حقوق کا تصفیہ ہر ایک ضلع کی اراضی کی نسبت۔ شیرف کی قوت اس طرح زائل کی گئی کہ شیرف کو اُس کے ماتحت ضلع میں بحیثیت ماضی کام کرنے کی مانعت کردی گئی۔ ۱۱۹۲ء کے ایک حکم کی بنا پر عہدہ کارونر (مقتش مرگ ناگہانی) قایم ہوا۔ اس کی رو سے ہر ایک ضلع میں تین نایٹ اور ایک پادری منتخب ہوتے تھے کہ

یہ لوگ اس قسم کے فوجداری مقدمات کی تحقیقات کریں۔

عہد سلطنت جان۔ ابتدا سے ہی جان کی حکومت ناکارہ رہی۔ لڑائیوں میں ناکامیوں کی وجہ سے امرا کو اُس سے نفرت ہو گئی اور وہ اُن کے خاندانوں کی سخت اہانت کر کے اِن کو رنجیدہ و کبیدہ خاطر کرتا تھا۔ اُس نے رعایا پر سنگین محصول لگائے تاریخ میں وہ ایک نہایت ظالم و جابر و خود پرست بادشاہ مشہور ہے۔ باوجود اِن خرابیوں کے وہ اپنی بُری حکومت کو اور جاری رکھتا لیکن حسب اتفاق اس زمانہ کے دو نہایت قابل اور اہل تدبیر اشخاص سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ ان میں کا ایک تو فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس اور دوسرا پوپ انوسینٹ سوم تھا فلپ آگسٹس نے کل فرانسیسی صوبہ جات جو خاندان آنجو کی ملک تھے لے لئے اور انوسینٹ نے پادریوں سے لڑنے پر جان کو ایسا بری طرح مجبور کیا کہ آخر کار اس کو نہایت ذلت سے پوپ کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

فرانسیسی صوبہ جات کے منحل جانے کے اثرات۔ فرانسیسی صوبہ جات کے چلے جانے سے تین طرح کے اہم نتائج پیدا ہوئے اول یہ کہ بادشاہ انگلستان رعایا کی رضا جوئی کا محتاج بن گیا۔ دوسرے یہ کہ جان نے ان صوبہ جات کو اس شرمناک طریقہ سے کھودیا کہ اُس کا سپاہیانہ عزم اور حکمت سیاسی سے معرا ہونا سب پر کھل گیا۔ رعایا جو اُس کے مقابلہ سے عاجز اور ظلم سہا کرتی تھی۔ اب جبری ہو کر اُس کی مخالفت کرنے لگی۔ تیسرے یہ کہ

نارمنڈی کے نکل جانے سے نارمن فاتحین کی اولاد کا ان کے وطن آبائی سے قطع تعلق ہو گیا۔ اس زمانہ سے انگلستان کے امرا انگریز ہو گئے۔ دونوں قوموں کا میل جول جو تہذیب کی دانائی سے شروع ہوا تھا جان کی بیوقوفی سے تکمیل کو پہنچا۔

کلیسا کی مخالفت کے اثرات۔ جان نے نادانستہ طور پر روم سے اس وقت جھگڑنا شروع کیا جبکہ پوپ کی قوت معراج کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ملک میں انٹرڈکٹ (پوپ کا حکم تنہائی جس کی بنا پر عبادت الہی اور مذہبی رسوم کو مدت معینہ کے لئے قطعاً موقوف کر دیا جاتا تھا) کے نافذ ہو جانے سے رعایا کو سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ مزید براں جان نے رعایا کے غصہ کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا کہ اپنی مرضی سے خود کو پوپ کا تابع بنالیا اس امید پر کہ کلیسا اور اُس کے درمیان سمجھوتہ ہو جانے سے اس کی طاقت برقرار رہے گی۔ لیکن اس سمجھوتے سے چند واقعات کا سلسلہ درپیش ہوا اور ان کا خاتمہ اس منشور اعظم کے اجرا سے ہوا جو مشہور ہے۔

جان اور امرا کی مخالفت۔ پوپ کی اطاعت قبول کر لینے سے جان کو فرانسیسی حملہ سے نجات مل گئی اور اب اس کی خواہش ہوئی کہ ایک فوج جمع کر کے فرانسیسی صوبہ جات کو واپس لے شمالی انگلستان کے امرا نے ملک کے باہر خدمت بجالانے اور بادشاہ کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا۔ اسی زمانہ میں بمقام سینٹ آئینز پادری جمع ہوئے کہ ان نقصانات کی تلافی کریں۔

جو جان اور پوپ کی مخالفت سے ان کو بھونچے تھے۔ بادشاہ کی جانب سے صدر اعظم نے اس کی اصلاح کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کونسل میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ شاہی علاقہ کے ہر ایک موضع کے چار وکلا بغرض مشورہ نہیں بلکہ حالات کی اطلاع دہی کے لئے طلب ہوئے تھے۔ کچھ دنوں بعد اسی سال لندن میں سینٹ پال کے گرجا میں صدر استقف اسٹیفن لینگٹن نے ایک اور کونسل منعقد کی جس میں ہنری اول کا منشور پیش کر کے حاضرین کو ترغیب دی کہ بادشاہ سے اُس کی پابندی کرائیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک اور کونسل کا انعقاد کیا اور شریف کے توسط سے حکم جاری کئے کہ ہر ایک ضلع سے چار ممتاز نایٹ معاملات سلطنت کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لئے روانہ کئے جائیں۔ اس سے عوام کی نیابت کے طریقہ میں حقیقی ترقی ہوئی لیکن ہم کو اس کا علم نہیں کہ کونسل کا کبھی انعقاد بھی ہوا یا نہیں۔

سلطنت میں اکثر بادشاہ فرانس میں رہا۔ وہ امرا جنہوں نے بادشاہ کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا مقام سینٹ آبنر میں جمع ہوئے اور اس بات پر متفق ہوئے کہ بادشاہ سے کرسٹمس کے بعد اپنی خواہشوں کا مطالبہ کریں۔ جان نے پادریوں کو اپنا بنانے کی غرض سے اُن کو اختیار انتخاب عطا کیا جس کو ہنری دوم نے سلب کر لیا تھا

جبکہ امرا نے ابتداء ۱۲۱۵ء میں اپنے مطالبات کو پیش کیا تو اُس نے ایسٹریک مہلت مانگی لیکن امرا کو معلوم تھا کہ بادشاہ ان کو قبول نہ کرے گا اس لئے وہ جنوب کی جانب لندن کو روانہ ہو گئے جہاں کہ باشندگان لندن نے ان کا استقبال کیا۔ جان اب اکیلا رہ گیا اور ان چند دوستوں کی صلاح پر جو اس کے ساتھ تھے امرا کے مطالبات کو قبول کر لیا۔ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو اُس نے منشور اعظم پر اپنی

مہر کر دی۔
منشور اعظم بابت ۱۲۱۵ء۔ موغین کا بیان ہے کہ انگلستان کے دستور کی کل تاریخ اس منشور کی تفسیر ہے۔ اس میں تریسٹھ فقرے ہیں جو بلحاظ طول عبارت و اہمیت مضمون مختلف حیثیت کے ہیں اور ان کی ترتیب بھی کسی اچھے طریقہ پر نہیں رکھی گئی ہے لیکن بلحاظ مطالب اس کے خاص فقرے چند عنوانوں میں بیان کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ کلیسا۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ جان نے پادریوں کو آزادی انتخاب عطا کی تھی۔ اب اس نے اس عطا کو مستحکم کر دیا اور اس اختیار سے خود دست بردار ہو گیا جو اس کے اسلاف میں نارمن فتح کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ اس کے سوائے اس نے پادریوں کی آزادی کو بھی مستقل بنا دیا۔
 امرا نے پادریوں کے لئے اس واسطے کم حقوق طلب نہیں

کئے کہ پادریوں نے ان کی مدد کی تھی بلکہ جان نے ان کو حقوق دینے میں اس لئے کمی نہیں کی کہ اس کو پوپ کی امداد درکار تھی۔

۲۔ جاگیردار۔ اس غرض سے کہ بادشاہ جاگیرداروں سے رقوم معینہ سے زیادہ وصول نہ کرنے پائے اُس سے عہد کرایا گیا کہ وہ اپنے جاگیری حقوق کا بیجا استعمال نہیں کرے گا (۱)، کوئی جاگیردار سوائے اداۓ فرض منصبی کے کسی اور غرض کے لئے نہ طلب کیا جائے (۲) ہر ایک جاگیردار کی وفات پر اس کے وارث سے بادشاہ نذرانہ لے کر متوفی کی جائداد کو اس پر بحال کرے (۳) اگر وارث نابالغ ہو تو بادشاہ دیانت داری سے اس کا ولی بنے اور ان لوگوں سے جو نابالغ کی اسٹیٹ پر رہتے ہوں بجز مروجہ رقوم و خدمات کے کچھ اور وصول نہ کرے اور اس علاقہ کی عمارتوں اور احاطوں کو ویران و خراب نہ ہونے دے (۴) اگر بادشاہ وارث کے لئے شوہر یا زوجہ منتخب کرے تو کسی معزز کفو کا انتخاب کرے۔ کسی بیوہ کو نکاح ثانی کے لئے بادشاہ مجبور نہ کرے۔ (۵) بادشاہ مجلس عام کی رائے کے بغیر رعایا سے اسکوٹیج محصول (اس کا ذکر ہو چکا ہے) اور آئیڈ (امدادی رقم) نہ لے۔ بجز ان تین مروجہ صورتوں کے جبکہ بادشاہ کے واسطے فدیہ ادا کرنا ہو یا اس کی بڑی لڑکی بیاہی جائے یا اس کے بڑے لڑکے کے نایٹ یعنی مبارز

بننے کی رسم ادا ہو۔

جب بادشاہ کو اپنی رعایا سے کسی غیر معمولی محصول کا وصول کرنا مجلس عام کی رائے سے مقصود ہو تو وہ سب اراکین مجلس کو طلب کرے۔ صدر اسقف۔ اسقف۔ نواب اور بڑے امرا تو خاص خطوط کے ذریعہ سے بلائے جائیں اور دوسرے جاگیردار بذریعہ طلبنامہ عام شریف ضلع کے توسط سے طلب کئے جائیں۔ جلسہ کے چالیس روز قبل اس کی اطلاع بصراحت اغراض و مقام دی جایا کرے۔

۳۔ بلاد اور شہروں کے حقوق۔ بادشاہ نے لندن اور دوسرے بلاد اور شہروں اور بندرگاہوں کی قدیم آزادیوں یعنی حقوق و مراعات و اعزازات کو برقرار رکھنے کا ذمہ لیا۔

۴۔ وادرسی۔ بادشاہ نے اقرار کیا کہ (۱) دادرسی کو آئندہ شاہی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا۔ ”ہم کسی کے ہاتھ آئندہ سے انصاف کو نہیں بیچیں گے اور نہ کسی کے حق میں انصاف کرنے سے انکار یا تاخیر کریں گے“ (۲) باقاعدہ تحقیقات کے بغیر کسی کو سزا نہیں دی جائے گی ”کوئی آزاد آدمی گرفتار یا قید یا اس کی زمین سے بیڈل یا اس کو باغی مشتہر کر کے یا جلاوطن کر کے یا کسی اور طریقہ سے تباہ نہ کیا جائے گا اور نہ بادشاہ بذات خود یا اپنے کسی افسر کو بھیج کر اس کو گرفتار کرے گا بجز اس کے کہ اُس کے ہم مرتبہ اشخاص کے باقاعدہ فیصلہ یا قانون ملک کی

بنا پر اُس کو اس طرح کی سزا ملے، ”اُس کے ہم مرتبہ اشخاص کے باقاعدہ فیصلہ“ سے لوگوں نے ”تحقیقات جوری“ سے مراد لی ہے لیکن ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان الفاظ کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ (۳) ناداجبی ظالمانہ جرم نے عاید نہ کئے جائیں گے جرم کی حیثیت سے جرم کی مناسبت قرار دی جائے گی نہ کہ مالک سے اُس کی زمین اور تاجر سے اُس کا مال اور زمین یعنی غیر آزاد کسان یا غلام زرعی سے اس کے آلات زراعت و مویشی جرم کی پاداش میں ضبط کر لئے جائیں گے (۴) ایسے اہل مقدمات کو جو بادشاہ کی عدالت میں رجوع ہونا چاہیں اُس تکلیف سے نجات ملے گی کہ جہاں بادشاہ ہو وہ بھی وہیں جائیں۔ ایسے مقدمات یعنی ناشات دیوانی کی سماعت ایک خاص مقام پر ہونی چاہئے ہم لکھ چکے ہیں کہ کورٹ آف کامن پلیر عدالت دیوانی کا بانی ہنری دوم ہے۔ ابتدا میں تو اس کا منشا تھا کہ یہ عدالت بادشاہ کے ساتھ ساتھ رہا کرے لیکن اس وقت سے وہ ویسٹ منسٹر میں قائم ہوئی اور بالآخر کیوریا ہیجس (عدالت شاہی) سے بالکل جدا ہو گئی (۵) قضاۃ کو سال میں چار مرتبہ مقدمات حقیقت جائداد کے تصفیہ کے لئے دورہ کرنا چاہئے۔

۵۔ جنگلات۔ جان کی تخت نشینی کے وقت سے جس قدر زمینیں صحرا کی غرض سے محصورہ بنائی گئی ہیں سب کو

غیر محصورہ قرار دیا جائے۔ ہر ایک ضلع میں بارہ نائٹ منتخب کر کے ان سے حلف لیں کہ وہ جنگلات کے نفاذ یافتہ رسوم قبیلہ کی رپورٹ پیش کریں۔ اور اس کے چالیس روز کے اندر رسوم قبیلہ منسوخ کئے جائیں۔

۶۔ متفرقات (۱) زمانہ امن و صلح میں تاجروں کو انگلستان میں آنے اور رہنے اور جانے کا اختیار دیا جائے اور کوئی چیز جبراً ان سے وصول نہ کی جائے (۲) کسی شاہی ملازم کو اختیار نہ ہو کہ کسی آزاد شخص کے گھوڑے اور گاڑیاں بادشاہ کے واسطے مالک کی اجازت کے بغیر لے۔ یا کسی سے غلہ اور اسباب بلا ادائی قیمت لیا کرے (۳) تمام قلمروں میں ایک ہی قسم کے اوزان و پیمانے مقرر کئے جائیں۔ یہ اعلیٰ منشور ایک عجیب فقرہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ اُس کی تعمیل کے متعلق ہے۔ بادشاہ نے امرا کو اختیار دے دیا کہ اس کی تعمیل کی نگرانی کے لئے وہ اُنہی میں سے پچیس امیروں کو منتخب کریں۔ اور ان پچیس میں سے چار امیروں کو اختیار تھا کہ جب کبھی اس کی خلاف ورزی دیکھیں تو بادشاہ سے چارہ جوئی۔ اور داد خواہی کریں اور اگر بادشاہ اس وقت موجود نہ ہو تو صدر اعظم سے رجوع ہوں۔ اگر چالیس دن کے اندر داد رسی نہ ہو تو یہ پچیس بیرن مجاز تھے کہ بادشاہ کی زمینیں اور قلعے ضبط کر کے یا کسی اور قسم سے اوس پر دباؤ ڈالیں لیکن اُن کا فرض تھا کہ بادشاہ اور ملکہ اور

اُس کے بچوں کی آزادی کو قائم رکھیں۔
منشور اعظم کے متعلق لوگوں کے خیالات و آراء۔ شکایتیں
 قابل غور ہیں۔

۱۸۱۱ء اس منشور اعظم کے حاصل کرنے میں کل قوم نے اتفاق کیا تھا۔ اگرچہ امرا نے اس مقصد میں رہنمائی کی لیکن لندن اور دوسرے شہروں نے ان کی مدد کی۔ ہمیشہ عوام امرا سے الگ رہتے اور بادشاہ کا ساتھ دیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انھوں نے خلافِ عادت امرا کی تائید کی۔ اس سے ثابت ہے کہ ہنری دوم نے امرا کو نہایت کمزور کر دیا تھا اور شاہی قوت کو کمال ترقی دی تھی۔ اور یہ بھی متحقق ہے کہ اس وقت امرا کی جنگِ ان کے ذاتی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ قوم کی بہلائی کے واسطے تھی۔ اگرچہ اہل کلیسا نے اس خیال سے کہ جانِ پوپ کی پناہ میں آکر اس کا تابع ہو گیا تھا علانیہ امرا کا ساتھ نہیں دیا تاہم صدر اُسقف کیننگٹن نے امرا کی مدد اس مشورہ کے پیرایہ میں کی کہ وہ اپنی شکایات کو ہنری اول کے منشور کی تعمیل کی غرض سے باقاعدہ طور پر مرتب کریں۔ اس میں شک نہیں کہ اہل کلیسا مخفی طور پر عوام سے ہمدردی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان امرائے بھی جو جان کے ساتھ تھے اس کو مشورہ دیا کہ اس اعلیٰ سند کو منظور کر لے۔

۱۲) از بسکہ امرا قوم کے دکیل تھے انھوں نے اپنے واسطے نہیں بلکہ تمام رعایا کے لئے انصاف چاہا۔ اس اعلیٰ منشور کی رو سے لازم کیا گیا کہ وہ سب خاص حقوق جو بادشاہ کی طرف سے جاگیرداروں کو دئے گئے تھے وہ بھی اسی طرح سے یہ تمام خاص حقوق اپنے جاگیر کی رعیت کو دیں۔ طبقہ احرار کی ظلم و نا انصافی سے کامل حفاظت کی گئی بلکہ وہ طبقہ جو آزاد نہیں تھا یعنی غلامان زرعی اس کے لئے بھی قانونی مراعات ملحوظ رکھی گئی اس طرح کہ جرانہ کی سزائیں اُس کے مویشی و آلاتِ زراعت نہ لئے جائیں۔ شہروں کی موعودہ آزادی اور شاہی صحراؤں کی کمی سے متوسط اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔

(۳) اگرچہ جان کے خیال میں امرا کے مطالبات کو منظور کرنا گویا تاج و تخت سے دست بردار ہونا تھا لیکن ان کی خواہشیں نہایت معتدل تھیں۔ اُن کی ہر ایک خواہش کسی نہ کسی نظیر پر اور ان کی داد رسی و چارہ جوئی کی اسکیم بالکل ہنری اول سے مطلق العنان بادشاہ کے منشور پر مبنی تھی۔ انھوں نے کسی نئے دستور کی بنا ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایک نیک و راست باز حکومت اُنھی پرانے اصول پر قائم رکھنے کی خواہش کی۔ یہ سچ ہے کہ جان نے ان کو ہمتیار اُٹھانے پر مجبور کیا اور ان کا بادشاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہونا ایک ایسی نظیر تھی جس کے

نتائج اندازہ سے باہر ہیں۔ اور امرا نے اُس وقت تک بغاوت نہیں کی جب تک کہ اُن کو یقین نہ ہو گیا کہ جان کسی دوسرے طریقہ سے ان کی فساد کو نہیں پھونچے گا۔

۴۴) منشور اعظم کے بعد بھی ملک میں بادشاہ مختار کل تھا صرف غیر معمولی رقی امداد کے لئے بادشاہ کو کونسل عظمیٰ منعقد کرنی ہوتی تھی اور یہ کونسل عظمیٰ بھی بالکل جاگیرات کے طریقہ کی تھی۔ اور صرف جاگیرداروں پر شامل ہوتی ایسی کونسل منشور اعظم کے قبل اور بعد کبھی منعقد نہیں ہوئی اس لئے اگر اس قسم کی کونسل معمولی کاموں کے لئے منعقد کی جاتی تو اس کے لئے اتنے اراکین بہت زیادہ ہوتے اور اگر نیابت ملک کے لئے ہوتی تو یہ لوگ بہت کم تھے سلاطین انگلستان صرف بڑے جاگیرداروں کو اپنے کونسلوں میں بغرض مشورہ طلب کرتے تھے۔ منشور اعظم میں بھی صرف بڑے جاگیردار علیحدہ علیحدہ طلب نامہ کے ذریعہ بلائے جانے کے مستحق قرار دئے گئے تھے۔ امرا نے اس کے بعد کی سلطنت میں محسوس کیا کہ اگر بادشاہ پر روک ٹوک رکھنا منظور ہو تو ان کو چاہئے کہ عوام کے قائم مقاموں سے ملے رہیں۔ انگریزی پارلیمنٹ کی ابتدا اس نزاع سے شروع ہوتی ہے جو منشور اعظم کی سجا آوری کے لئے کی گئی تھی۔

وفات جان۔ جان نے بحالت مجبوری منشور کا اجرا کیا

اور ہرگز اس کا ارادہ نہ تھا کہ اپنے وعدہ کی پابندی کرے جبکہ پوپ نے جان کو اس اقرار کی ذمہ داری و فریضہ سے آزادی دے دی تو اس نے امرا سے لڑنا شروع کر دیا ان لوگوں نے ناامید ہو کر ٹوآئی بادشاہ فرانس کے بڑے لڑکے کو شاہی کے لئے طلب کیا۔ ٹوآئی نے انگلستان پر حملہ کیا۔ ابھی جنگ کا نتیجہ بھی نکلنے نہیں پایا تھا کہ جان راہی ملکِ عدم ہوا اور ایک نو برس کا لڑکا چھوڑ گیا۔

بائششم

ہنری سوم اور ایڈورڈ اول

۱۲۱۶ء سے ۱۳۰۷ء تک

مہمید۔ منشور اعظم کے بعد کا اسی برس کا زمانہ اکثر ان دھچپ حالات سے بھرا ہوا ہے جب سے ہماری موجودہ پارلیمنٹ کی نشوونما ہوئی ہے۔ منشور اعظم میں جو وعدے درج تھے اُن کے ایفا کی تکمیل کے لئے قوم کو اُس وقت تک اطمینان نہ ہوا جب تک کہ اُس نے اظہار شکایات اور داد خواہی کا ایک مستقل ذریعہ پیدا نہ کر لیا۔ جان کا بیٹا اور وارث ہنری سوم حصول زرد اختیارات کے معاوضہ میں منشور کی تعمیل کرنے کے لئے ہمیشہ تیار تو رہتا لیکن اُس پر کچھ عمل کرنے کے بعد ہی وہ اُس کی خلاف ورزی بھی کرتا تھا۔ جس طرح امرا اُس کے باپ کی مخالفت میں کامیاب ہوئے تھے اُسی طرح پھر اس کے مخالف ہو گئے مگر ان کے رہبر سیمن ڈی مانٹ فرڈارل آف لیسٹر نے تجربہ سے ثابت

کر دکھایا کہ بادشاہ کے خلاف اس طرح پر متفق ہونا زیادہ سودمند نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایسے اتفاق کی بنیاد ہمیشہ کمزور ہوا کرتی ہے اور ذاتی رشک و حسد سے اس کا شیرازہ ٹوٹ جاتا ہے اصول نیابت کو جس سے انگریز واقف تھے اُس نے رواج دیکر عوام کو اپنا ہمنیال بنالیا اور یہ سب بادشاہ کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اگرچہ اس مقصد میں اس کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس نظیر کی اس کے حریف (ایڈورڈ اول) نے تقلید کی۔ ایڈورڈ اول جو خاندان پلینٹجینٹ میں سب سے زیادہ مدبر تھا سمجھ گیا کہ رعایا کا حکومت سے متفق رہنا بادشاہ کی قوت و شوکت کو بڑھاتا ہے۔ اس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کی بنا ڈالی جو تین طبقات سلطنت اور مقامی فرقوں کی نیابت کر سکتی تھی۔ اُس کی وفات سے قانون اصلاح بابت ۱۲۳۵ء تک پارلیمنٹ کی شکل ظاہری میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور وہی ہیئت قائم رہی جس کی ابتدا ایڈورڈ اول کے زمانہ میں ہوئی تھی اگرچہ پارلیمنٹ کی اصلی قوت اور اُس کے مختلف اجزا کے باہمی تعلقات میں اختلاف ہوتا رہا۔ ارباب تاریخ کہتے ہیں کہ موجودہ انگریزی دستور کی ابتدا ایڈورڈ اول کے زمانہ میں ہوئی۔

پارلیمنٹ کے وجود اور ترقی کے پتہ لگانے میں ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ بادشاہ کی قوت کمال وسیع تھی۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اصول نیابت کے قائم ہوتے ہی بادشاہ کی

قوت زمانہ حال کے اصول کے مطابق محدود ہو گئی ہوگی۔ نہیں بلکہ اس تغیر کے بعد بھی وہی اصلی حاکم مانا جاتا تھا۔ کل نظام حکومت کا مرکز بادشاہ ہی تھا۔ وہی ملک کی حکمت عملی کا تعین کرتا۔ وہی وزرا کا عزل و نصب کرتا۔ وہی قومی سپاہ کا کپتان ہوتا۔ وہی انصاف کا منبع اور واضح قانون سمجھا جاتا شاہانِ سلف خود مختار تھے اسی روایت کی بنا پر لوگ اُس کی حکومت کو مانتے تھے۔ چونکہ ملک کے دانشمند اور سربراہ لوگوں کا خیال تھا کہ انگلستان کو جابرانہ حکومت کی ضرورت ہے اس لئے رائے عامہ یعنی خیالات قومی ایڈورڈ کی تائید میں تھے۔ وکلا بھی اُس کے طرفدار تھے کیونکہ اُس کے اختیارات اور ان کے اثرات کے ایک ہی حدود تھے یعنی جس قدر وہ خود مختار تھا اُسی قدر قوم پر ان وکلا کے اثرات چھائے ہوئے تھے پوپ بھی اُس کا طرفدار تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے اور اس کے وابستہ کے تعلقات میں مغل ہو۔

ابتداءً زمانہ ہنرمی سوم۔ جان کی موت سے انگلستان ایک عظیم خطرہ سے بچ گیا۔ اب انگریزوں کو ضرورت نہیں رہی کہ ایک پردیسی بادشاہ کی مدد کریں۔ نایب پیمبروک اور اس کے مشیروں نے منشور اعظم کی دوبارہ اشاعت کی وہ فقرے جو محصول لگانے اور ملک کی کونسل عظمیٰ کے انعقاد اور جنگلات کے متعلق تھے غور مکر کے بعد شایع کرنے کے

خیال سے حذف کئے گئے۔ اس عاقلانہ تدبیر سے وہ انگریز جو ٹوٹی کے دوست تھے بتدریج اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ اُس کی فوج کو مقام لنکن میں شکست دی گئی اور اُس کا بیڑہ سینڈویچ کے سامنے تباہ کر دیا گیا۔ ٹوٹی نے صنلیمبیٹ کے ذریعہ سے اقرار کیا کہ انگلستان سے چلا جاؤں گا اور اُس کے تابعین میں جو انگریز تھے ادھنوں نے نایب شاہ سے صلح کر لی۔ اب دوسری مرتبہ منشور اعظم شایع کیا گیا اور جنگلات کے متعلق جو فقرے اشاعت اول میں نہیں شایع ہوئے تھے اب علیحدہ شایع کئے گئے اور وہ منشور جنگلات کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ارل آف پیمروک نے بحیثیت نایب (شاہ) اور اس کی وفات کے بعد ہیو برٹ ڈی برگ نے بحیثیت صدر اعظم دانائی اور جرات سے حکومت کی۔ صرف ہیو برٹ کے زوال کے بعد ۱۲۳۲ء سے خانہ جنگی شروع ہوئی۔

ہنری سوم کی حکومت کی خرابیاں۔ ہنری کے بُرے چال چلن کی وجہ سے قوم نے پھر مخالفت شروع کر دی۔ ہنری کمزور۔ متلون، مسرف شخص تھا۔ ذاتی ضرورتوں کے لئے اُس کو رقم کثیر درکار تھی اور اُس نے پوپ اور اپنے غیر ملکی دوستوں کو بھی اجازت دے دی تھی کہ وہ بھی اس سے زیادہ روپیہ خود وصول کر لیا کریں۔ اس طرح رعایا کی ناراضی کے تین خاں سبب تھے۔ تمام ملک اس کے اسراف اور کمزور حکومت سے رنجیدہ تھا۔ امرا کو اُس کے غیر ملکی مصاحبوں سے نفرت تھی

کیونکہ ان کا اعزاز و اکرام کیا جاتا اور اُن کو عہدے قلعے اور علاقے ملتے تھے۔ اہل کینہ اس واسطے دشمنانک تھے کہ پوپ انگریزی پادریوں کی معاش اور جائداد اطالوی پادریوں کو دیتا اور ان پر محصول لگاتا تھا کہ دوسرے ممالک میں اس روپیہ سے اپنے منصوبوں کو سرسبز کرے۔ اس قسم کی بے اطمینانی اور غیبتیگی ان طولانی نزاعوں کا مقدمہ ہوئی جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔

ہنری کی مجبوری مراعات کے دینے میں۔ روپیہ کی دائمی ضرورت نے ہنری کو مجبور کر دیا تھا کہ رعایا سے ایسی رعایتیں کریں کہ جن سے اس کے باپ دادا کو زاگر وہ زندہ ہوتے) کمال حیرت ہوتی ^{۱۲۳۷ء} میں اسے تحریک کرنی پڑی کہ مجلس عظمیٰ نہ صرف امدادی رقم جمع کرنے کا بہترین طریقہ تجویز کر سکتی ہے بلکہ ایک کمیشن کے ذریعہ سے اس امر کی نگرانی بھی کر سکتی ہے کہ محصول مذکور کا بجا صرف ہوا کرے ^{۱۲۳۸ء} میں اُس کو پندرہ منتخب اراکین کے کمیشن کے فیصلہ سے اتفاق کرنا پڑا جنہوں نے اصلاح مملکت کی رائے دی تھی۔ ^{۱۲۵۲ء} میں جبکہ بادشاہ گیسگنی گیا ہوا تھا ملکہ اور بادشاہ کے بھائی نے بحیثیت نائبان شاہ ولیسٹ مینسٹر میں کونسل عظمیٰ کا انعقاد کیا اس میں ہر ضلع سے چار منتخب نائٹ اور پادریوں کے علاقوں سے اُن کے نمائندے شریک تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اضلاع کے نمائندے طریقہ انتخاب کے مطابق ایک بڑی کونسل میں شریک ہوئے مگر ہنری وعدہ تو زیادہ کرتا اور ایفا بہت کم کرتا تھا اور وہ ہمیشہ رعایا کو

طرح سے ناراض کیا کرتا تھا۔

دستور جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا بابت ۱۷۵۸ء۔

۱۷۵۸ء میں ملک کی ناراضی حد سے گزر گئی تھی۔ مجلس عظمیٰ نے جس کا جلسہ ماہ اپریل میں لندن میں ہوا تھا انکار کر دیا کہ جب تک بادشاہ ملک کے مطالبات کو منظور نہ کرے موازنہ کی منظوری نہیں دی جاسکتی۔ اس کونسل نے تحریک کی کہ چوبیس کمشنروں کا جس میں کہ نصف شاہی کونسل کے اور نصف اس کونسل کے ارکان ہوں اس غرض سے انتخاب کیا جائے کہ وہ ضروری اصلاحات کو کرسمس کے قبل ملک میں جاری کریں بادشاہ نے اس کو منظور کر لیا اور پارلیمنٹ کو ملو کر کے اس کا آئندہ اجلاس آکسفورڈ میں مقرر کیا۔

پارلیمنٹ ماہ جون میں آکسفورڈ میں منعقد ہوئی۔ امرا مسلح ہو کر جلسہ میں شریک ہوئے اور کارروائی کی بے ترتیبی و بے قاعدگی کے سبب سے اس کا نام ”مجبونا نہ پارلیمنٹ“ ہو گیا۔ امرا نے شکایتوں کے طوار باندہ دے جن کا مقصد یہ تھا کہ مشور اعظم کا کبھی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ چوبیس آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر ہوئی کہ ایک نئے دستور کا مسودہ تیار کرے جس کا نام پروٹیشن آف آکسفورڈ رکھا گیا۔ اس کی بنا پر قرار پایا کہ پندرہ ارکان کی ایک مستقل کونسل ہمیشہ بادشاہ کو امور سلطنت میں مشورہ دیا کرے اور وزرا اور سرکاری بڑے عہدہ داروں کو اپنے قابو میں رکھے۔ کونسل سال میں تین مرتبہ

ایک کمیٹی کے ساتھ جس کے ارکان بارہ ہوں اور جن کو ملقبہ امرا منتخب کرے۔ ملکی کاروبار پر غور و غوض کرنے اور مشورہ دینے کے لئے منعقد ہوا کرے۔ اس طریقہ سے امرا نے خیال کیا کہ بادشاہ ان کے اختیار میں رہے گا اور بار بار کونسل عظمیٰ کے احضار کی زحمت سے نجات ملے گی۔ لیکن ان کا مجوزہ دستور دو طرح سے ناقص تھا۔ اول یہ کہ وہ نہایت دقیق و مشکل اور دوم یہ کہ بہت محدود تھا یعنی اس کے ذریعہ سے ملک کی کافی نیابت نہیں ہو سکتی تھی۔

پرویز نر آف ویسٹ منسٹر بابت ۱۲۵۹ء۔ اس کے دوسرے سال بادشاہ کے فرزند ایڈورڈ کے اصرار پر امرا نے ان تدابیر کو رفع شکایات کی غرض سے پیش کیا جس کو پرویز نر آف ویسٹ منسٹر کہا جاتا ہے۔ یہ دستور پرویز نر آف آکسفورڈ کا ضمیمہ تھا۔ اس کی سب سے زیادہ اہم دفعہ وہ تھی جس کا تعلق شیریف کے تقرر کی اصلاح سے تھا۔ عدالت ضلع کے ذمہ چار نائٹوں کا انتخاب کرنا قرار پایا جن میں سے ایک کو اکیچیکر کے بیرن شیریف ضلع کی خدمت کے لئے منتخب کیا گیا اس قانون کی رو سے اضلاع کے فوجی اور مالی انتظامات فرقہ عوام کے اختیار میں آجاتے لیکن ہم کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس قانون کا کبھی نفاذ بھی ہوا یا نہیں۔

ناراضی کا تسلسل۔ انگلستان کی حالت اسی طرح غیر مطمئن رہی۔ ہنری کو اہل میں یہ منظور نہ تھا کہ اُن اصلاحات کو جو

جبراً منظور کرائے گئے تھے اور جن کے سبب اس کی قوت محدود کی گئی تھی جاری کرے۔ بلکہ اس نے بیرونوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جس قدر تحقیق ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونوں کے اُس وقت دو فرتے ہو گئے تھے۔ ایک جتھا کا سردار تو سیمین ڈی مانٹ فورڈ ارل آف لیسٹر اور دوسرے کارہنہا ریچرڈ دی کلیئر ارل آف گلاسٹر تھا۔ سیمین چاہتا تھا کہ عوام کو بادشاہ کے خلاف میں اپنا مؤد بنائے اور ریچرڈ کی خواہش تھی کہ بادشاہ کی قوت محدود رہے اس سے صرف امرا کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ لیکن یہ دونوں ۱۲۶۱ء میں اس پر متفق ہو گئے کہ ایک مجلس بمقام سینٹ آبنز منعقد کی جائے اور اس میں چار نائٹ بطور نائبین ہر ضلع سے طلب ہوں۔ ہنری کو جب ان طلب ناموں کی اطلاع ہوئی تو اُس نے فوراً حکم دیا کہ شریف ان لوگوں کو سینٹ آبنز کو نہیں بلکہ وینڈسٹر (نام محل و قلعہ شاہی) روانہ کرے جہاں وہ کونسل منعقد کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح بادشاہ اور امرا کے اختلاف میں مسئلہ نیابت مستحکم ہو گیا۔

بادشاہ فرانس کا فیصلہ ثالثی۔ بادشاہ اور امرا بالآخر اس امر پر رضامند ہوئے کہ لوئی نہم بادشاہ فرانس کے فیصلہ ثالثی پر باہمی نزاعات کو منحصر کر دیں۔ لوئی نے جنوری ۱۲۶۴ء میں فیصلہ صادر کیا جو ہائیز آف ایمنر کے نام سے مشہور ہے۔ اُس

سے دستور مرتبہ مقام آکسفورڈ اور ایسے سب قوانین کو جو اسی پر منتج تھے منسوخ کر دیا اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ مختلف افراد ملک کی آزادیاں جو از روئے منشور و قوانین و رسوم قرار پائی ہیں کم نہ ہونے پائیں اور کسی شخص کو جو گزشتہ جھگڑوں میں شریک رہا ہے کسی قسم کی سزا نہ دی جائے۔

امرا کی جنگ اور ڈی مانت فورڈ کی پارلیمنٹ - فیصلہ
متذکرہ صدر سے ملک کی وہی حالت ہو گئی جیسے کہ منشور اعظم کے عطا ہونے کے بعد پائی جاتی تھی۔ کیونکہ منشور اعظم تہنری کو جبری حکومت سے برسوں تو روک نہیں سکا اس لئے امرا سے یہ امید کرنا بیجا تھا کہ وہ کوئی کے اس فیصلے سے رضامند ہو جاتے۔ ثالثی کے ناکام ہونے کی وجہ سے بزور شمشیر یعنی (بغادت) کے ذریعہ سے چارہ جوئی اختیار کی گئی۔ چودہ ماہ مے کو امرا نے جنگ لیویس کو فتح کیا اور تہنری کو اُس کے فرزند ایڈورڈ اور مخصوص معاونین کے ساتھ قید کر لیا۔

اب بادشاہ امرا کے شرائط منظور کرنے پر مجبور ہوا اس

صلح کا نام مائیز آف لیویس Mise of Lewes ہے۔

اس کے بعد جو پارلیمنٹ منعقد ہوئی اس میں چار نائیٹ ہر ضلع سے شریک ہوئے۔ یہ دوسری مثال ہے کہ اضلاع کی نیابت ہوئی ہے۔ اس پارلیمنٹ نے نظم مملکت یا ملک رانی کی ایک جدید اسکیم کو منظور کیا اس بنا پر امرا مجاز ہوئے کہ ایسے تین شخص منتخب کریں جن کو نو ارکان کونسل کے انتخاب کا

حق ہو اور بادشاہ اُن کی ہدایت پر عامل ہو۔ اور یہ ارکان دُسی انگریز ہوں۔

لیکن اس نئے نظم و نسق کی حالت بہت غیر مطمئن تھی مگر فرانس میں فوج جمع کر رہی تھی کہ انگلستان پر چڑھائی کرے اور بادشاہ اور اس کے حوالی موالی انتخار میں تھے کہ ملکہ کی فوج آتے ہی مسلح ہو جائیں اس لئے سیمن ڈی مانٹ فورڈ نے دوسری پارلیمنٹ کو جنوری ۱۲۶۵ء میں منعقد کیا۔ اس پارلیمنٹ میں اس نے صرف اُنہی پادریوں اور امرا کو شریک کیا کہ جو اُس کے جتنے کے تھے لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ اس میں بلاد اور شہروں کے ناٹبین بھی طلب ہوئے ہیں سیمن ڈی مانٹ فورڈ کی یہ مشہور پارلیمنٹ ہے اور غلطی سے مورخین نے اس کو پہلی نیابتی پارلیمنٹ لکھا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کے قبل بھی اضلاع کی نیابت کی مثالوں کا ذکر کیا ہے۔ جب تک کہ اس کے بعد تیس برس نہیں گزرے بلاد اور شہروں کی نیابت مکمل نہ ہوئی۔ بہر حال سیمن ڈی مانٹ فورڈ کی پارلیمنٹ اپنے زمانہ کی یادگار ہے اس لئے کہ اس کے وجود سے طریقہ نیابت کو مزید ترقی ہوئی۔

ملک و قوم کی اس باوقعت خدمت نے سیمن کو شکست و ہلاکت سے نہیں بچایا۔ وہ نوجوان گلبرٹ ایل آف گلاسٹر کے رشک و حسد اور ایڈورڈ کی قابلیت کا شکار ہو گیا۔ جنگ ایف شام میں جو چار اگست ۱۲۶۵ء کو واقع ہوئی سیمن مغلوب ہو گیا

اس کے تابعین اور چند روز تک مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن یہ جنگ امر حقیقت میں اس آئین کی بنا پر اختتام کو پہنچی جو *Dietum de Kenilworth* کے نام سے مشہور ہے۔ کنلور تھ وہ قلعہ تھا جس کو سب کے آخر بادشاہ نے فتح کیا۔ اس آئین کی رو سے آرل سیمین کے جملہ قوانین منسوخ ہوئے لیکن بادشاہ کی ذمہ داری کہ وہ اسناد سابقہ کو ملحوظ رکھے گا تسلیم کی گئی۔ ہنری اب بوڑھا ہو گیا تھا اور مصائب و حوادث نے اُسے تجربہ کار بنا دیا تھا۔ اب ڈوکٹم ڈی کنیلور تھ کی اشاعت کے بعد سے وفات تک اُس نے چھ سال راحت و آرام میں بسر کئے۔

ایڈورڈ اول کی تخت نشینی۔ ہنری کی وفات کے وقت ایڈورڈ ارض مقدس (بیت المقدس) میں تھا۔ تاہم ملک نے اُس کی بادشاہی کو تسلیم کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ بادشاہ کے انتخاب اور تاجپوشی کی رسم ادا ہونے کے قبل حلف و فداوری لیا گیا ہو۔ **ایڈورڈ اول کی حکمت عملی۔** دو امر ہمیشہ ایڈورڈ کے مطلع نظر رہے ایک تو برطانیہ کی فتح اور دوسرے ادارات انگلستان کی تکمیل۔ ہم صرف یہاں دوسرے مقصد سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

ارباب تاریخ کی نظر میں بلحاظ مصلح دستور ایڈورڈ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک حیثیت سے تو وہ ہنری دوم سے مشابہ ہے کیونکہ یہ بھی ویسا ہی عقلمند جفاکش مستقل مزاج حاکم تھا اور ان خرابیوں کے دفع کرنے کی فکر میں منہمک رہتا جو اس سے

قبل ہو گئی تھیں اور اُن کے دوبارہ شیوع کا اسناد شاہی قوت کے استحکام سے کرنا چاہتا تھا۔ ہنری دوم کے مثل ایڈورڈ کی خواہش تھی کہ اہل کلیسا اس کے اختیار میں رہیں امرا میں امن و امان قائم رہے عوام کی حفاظت و حمایت ہو۔ لیکن دونوں کے حالات میں بہت فرق تھا۔ انگلستان ہنری کے ممالک کا نصف بھی نہ تھا۔ ایڈورڈ کے بیرونی ممالک سے اس کی قوت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا۔ علاوہ بریں ہنری کے جلوس کے وقت انگلستان کو خود مختار بادشاہ کی ضرورت تھی لیکن ایڈورڈ کی تخت نشینی کے وقت ملک دستوری حکومت کے قابل ہو گیا تھا۔ ایڈورڈ واقف حال تھا اس نے حالات کا صحیح اندازہ کر کے اُن کے موافق اپنی پالیسی قرار دی۔ اس لئے اب ہم کو موقع ہے کہ ایڈورڈ کو اس کی دوسری حیثیت کے مطابق جانچیں۔ اس حیثیت سے ہم اُس کو دستوری آزادی کا دوست اور انگریزی پارلیمنٹ کا بانی سمجھتے ہیں۔ اور اسی حیثیت میں وہ سیمین ڈی مانٹ فورڈ کا جانشین قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان معاملات اور اصلاحات کو جن کو کہ سیمین نے بصورت تحریک پیش کیا تھا اس نے ایک ضابطہ کی شکل میں ڈھال لیا۔ رعایا میں جوشِ حریت جس کی تحریک ایڈورڈ کے ہاتھوں اس قدر بڑھ گیا کہ آخر ۱۲۹۷ء میں نشورِ مصدق و مستقل ہو گئے۔

اب ہم پہلے ایڈورڈ کی حکمتِ عملی کی نسبت لحاظِ لطافت

رعایا اور محکمہ ہائے سلطنت بحث کریں گے۔

۱۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی امرا کی نسبت۔ ایڈورڈ کے داغ سے کبھی جنگ امرا کا خیال نہیں گیا اس لئے اُس کی خواہش تھی کہ جاگیردار امرا کی قوت گھٹائی جائے۔ اُس نے تدبیر نکالی اور ایک طریقہ دریافت انجام دینے دریافت حقوق کا مقرر کیا جو کوڈ وارنٹو (Quo warranto) (کس حق کی

بنا پر) کے نام سے مشہور ہے۔ امرا کی طاقت کا ایک یہ سبب بھی تھا کہ ان کو بعض مقامات اور اضلاع میں وہاں کی رعایا پر عدالتی اختیارات حاصل تھے۔ ۱۲۷۰ء میں ایڈورڈ نے قانون گلاسٹر (Statute of Gloucester) کو منظور کرا لیا۔ اس قانون کی بنا پر دورہ کرنے والے قضاة مجاز ہوئے کہ امرا کے استحقاق کی تحقیقات کریں۔ اور اس سختی کے ساتھ دریافت شروع کی گئی کہ بعض امرا اس سے بہت ناراض ہو گئے۔ جبکہ ارل آف وارن سے اُس کی دستاویز حقیت (سند) کی نسبت دریافت کیا گیا تو اس نے بجائے سند کے ایک زنج آلود شمشیر پیش کیا اور کہا کہ اس تلوار کی لہرت میرے بزرگوں نے (جاگیرین) زمینیں حاصل کی تھیں اور میں بھی اسی کے ذریعہ سے ان (ذیر دریافت) زمینوں پر قبضہ رکھوں گا۔ ایڈورڈ اس اشارہ کو سمجھ گیا اور ایسی فتنہ انگیز تحقیقات سے اجتناب کیا۔

دوسرا طریقہ جس کو ایڈورڈ نے اپنے حصول مطلب کے لئے

جاری کیا تھا۔ "قرقی جائداد مبارز ہے" اس نے آزاد مالکان اراضی کو جو ایسے قابضان جائداد غیر منقولہ ہوں جن کی سالانہ تحصیل مالگزاری بیس پونڈ ہو (زبانہ موجودہ کے سکے کے لحاظ سے تین سو پونڈ کے مساوی ہوتی ہے) حکم دیا کہ مبارز بننے اور اُس کا اعزاز حاصل کرنے کی بادشاہ سے درخواست کریں ورنہ سخت تدارک کیا جائے گا۔ اس تجویز سے بظاہر بادشاہ کی غرض وصولِ رقم تھی لیکن اصلی مقصد یہ تھا کہ بڑے امرا کا اثر کم ہو اس لئے کہ ان کو مبارز کا مرتبہ حاصل تھا اور مبارز کی حیثیت سے میدانِ کارزار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

ایک تیسری تدبیر بھی اسی غرض سے بذریعہ اسٹاجیوٹ کوئیا امپٹوریز (ان لاطینی الفاظ سے قانون مذکور شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کا یہ نام پڑ گیا) شائع میں اختیار کی گئی۔ جس سے نظامِ جاگیر میں ترمیم ہوئی۔ سابق میں معطی لہ اپنے معطی کا ماتحت جاگیردار ہوتا تھا اب یہ قرار پایا کہ آئندہ سے وہ (معطی لہ) اس شخص کے امیر یا آقا کا ماتحت جاگیردار بنے جس نے اس کو زمین منتقل کی ہو۔ اس طرح اگر کوئی جاگیردار اپنے کسی دوست کو زمین (جاگیر) عطا کرے تو معطی لہ بجائے اس معطی کے بادشاہ کا ماتحت ہوتا تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ کی بلاواسطہ رعایا میں اضافہ ہو۔ امراء عظام ایک دوسرے قانون بابت ^{۱۲۸۷} کے وضع ہونے سے بہت

خرسند ہوئے اس کا نام اسٹاچیوٹ ڈی ڈونس کنڈی شنلی بس (قانون عطیات مشروط) تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ عطائے مشروط کو دائمی بنا دیا گیا اور اس طرح سے زمین کی بیع و شرار روک دی گئی۔

ایڈورڈ اول کی حکمت عملی کلیسا کی نسبت۔ ایڈورڈ نے کوشش کی کہ پادریوں کی دولت مندی اور قوت کو محدود کر کے اُن سے بھی مثل دوسروں کے پوری مالگزاری وصول کرے۔

اسٹاچیوٹ آف مارٹیمس (قانون دست میت) بابت ۱۲۴۹ء

کی بنا پر حکم دیا گیا کہ کلیسا کی اُن زمینوں کو جو امرا کی دی ہوئی ہیں امرا ضبط کر لیں اگر وہ بادشاہ کی عدول حکمی کریں تو یہ شریک خالصہ کرنی جائیں۔ اس قانون کے نفاذ کا سبب سب ذیل تھا۔ کلیسا کے قبضہ میں وسیع علاقے یعنی جاگیریں تھیں اور ان علاقوں میں زیادتی ہوتی تھی۔ جس قدر کلیسا کی زمین بڑھتی اسی قدر بادشاہ اور امرا کے محال جاگیر میں کمی واقع ہوتی۔ کیونکہ جاگیری حقوق نذرانہ۔ ولایت کارپوریشنز (Corporations) (شخصیات) کتھائی منصبی وغیرہ گزایا

خانقاہ جیسے کارپوریشنز یعنی شخصیات پر عام نہیں ہو سکتے تھے کبھی لوگ اس غرض سے بھی خانقاہوں کو زمین عطا کرتے کہ

لے وٹھ ضمیمہ میں ان الفاظ اور قوانین کی تشریح کر دی گئی ہے۔ ۱۲۔ س۔ ع۔ ر۔

۱۳۔ وہ جماعتیں جن کی شخصی حیثیت کو قانون تسلیم کرے۔ کارپوریشنز (شخصیات) کے متعلق ضمیمہ میں تشریح کر دی گئی ہے۔

اُس زمین کو غیر مستغرق بنا کر اُنہی معظیوں کو یہی زمینیں اجاڑ پر دے دیں تاکہ اون میں پھر کسی قسم کا محصول وغیرہ اُس کی بابت ادا کرنا نہ پڑے۔ اس لئے قانون دست مردہ کے وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر کسی کی خواہش ہوتی کہ زمین کسی شخصیت کو عطا کرے تو اُس کو ہاوشاہ سے اجازت نامہ ملتا لیکن ہاوشاہ کی اجازت کی غرض تو صاف ظاہر ہے کہ اس زمین پر مالگزاری قائم کر دی جاتی تھی۔

کلیسا کی عدالتوں کے اختیارات بھی ۱۲۸۵ء میں محدود کر دئے گئے۔ ان عدالتوں کی کوشش تھی کہ ہر سال ان کے حدود ارضی میں مقدمات کی کثرت ہو۔ ایڈورڈ نے اس کے متعلق قانون بنادیا کہ سوائے ان مقدمات مذہبی و اخلاقی کے جن کا ذکر ہو چکا ہے ان کے اختیار سماعت میں وصیت و ازدواج کے دعوے بھی شامل ہیں۔ بہر حال اس قانون کا اثر کلیسا کی عدالتوں کے اس اختیار پر نہیں پڑا جس کی بنا پر اُن میں ملزم پادریوں کی تحقیقات ہوتی تھی۔

پادریوں کے محصول نہ دینے سے ایک خطرناک مخالفت کی ابتدا ہوئی۔ ۱۲۹۶ء میں پوپ بانی فیس ہشتم نے ایک حکم اتناعی کے ذریعہ سے پادریوں کو منع کر دیا کہ سرکار کو محصول ادا نہ کریں۔ دوسرے سال جبکہ ایڈورڈ نے پادریوں سے رقم طلب کی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ

پوپ کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ ایڈورڈ نے ارادہ کر لیا کہ اگر یہ لوگ اخراجات سلطنت ادا نہ کریں تو سلطنت ان کی حفاظت نہ کرے۔ اُس نے اُن کو قانونی حدود سے خارج کر دیا۔ اگر پادریوں کو کسی کے ہاتھ سے کچھ ضرر پہنچتا یعنی ان کے خلاف کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہوتا تو اس کے لئے کوئی قانونی چارہ کار نہ تھا بلکہ اگر یہ مجرم ہونے تو اُن کے خلاف لوگوں کو چارہ کار قانونی حاصل تھا۔ اس سے ان کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ وہ مجبوراً محصول دینے پر راضی ہو گئے۔

۳۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ ایڈورڈ اول مثل ہنری دوم عوام کا محسن و مرزی تھا لیکن اسی حد تک جہاں تک کہ اُس کو امن اور اصلی داد رسی کا قایم کرنا منظور تھا۔ اور اس کا سب سے بڑا فیض یہ ہے کہ اُس نے پارلیمنٹ میں عوام کو جگہ دی اور ان کے طریقہ نیابت کو باقاعدہ بنادیا پارلیمنٹ کے بیان میں ہم اس مضمون کو تفصیل سے لکھیں گے۔

۴۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فینانش کی نسبت۔ ایڈورڈ اپنے باپ کی طرح مسرف نہیں تھا۔ لیکن اُس کے دور میں بلند منصوبوں کے لئے جو اس کی بیرونی حکمت عملی کا نتیجہ تھے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ منشور اعظم کے لحاظ سے اکثر مطالبات شاہی جو پہلے جاری تھے ممنوع قرار پائے تھے۔ بڑی مقدار میں روپیہ قرض نکالنا بھی دشوار تھا۔ اس لئے ایڈورڈ بعض بعض وقت جدید خود مختار طریقوں سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ ۱۲۱۷ء میں

اِس نے جنگ ویلز میں صرف کرنے کے لئے اُس خزانہ کو جو بمقام ٹیبل کنڈن میں جنگ صلیبی کے واسطے جمع کیا گیا تھا ضبط کر لیا اسی طرح اُس نے ۱۲۹۲ء میں خانقاہوں اور گرجاؤں کے خزانے لے لئے۔ اسی سال اُس نے سجار سے اُون جس کی تجارت برآمد بہت نافع تھی چھین لی اور جب تک انہوں نے تین سے پانچ مارکس تک ہر تھیلہ کا محصول ادا نہیں کیا اُن کو اُون واپس نہیں دیا۔ ۱۲۹۴ء میں اُس نے پھر اُون ضبط کر لیا اور پہلے سے زیادہ سخت شرائط پر اُون واپس دیا۔ ایسی جابرانہ تدبیروں نے اس ناراضی کی آگ کو مشتعل کر دیا جس کے شعلے اُس کے آخری عہد میں بھڑک اُٹھے تھے۔

۵۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی داورسی کے نسبت۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دیوانی مقدمات کے لئے کس طرح ایک علیحدہ عدالت قائم ہوئی۔ کیوریاریجس کے باقی اختیارات کا استعمال کنگس بنچ کے قضاۃ کیا کرتے تھے۔ انسیچیکر عدالتی حیثیت سے جاری رہی اور انہی مقدمات کی سماعت کرتی جن کا تعلق شاہی محافل سے ہوتا۔ ایڈورڈ اول کے عہد میں یہ عدالتیں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ اور خود مختار ہو گئیں۔ ہر ایک عدالت کا ایک صدر ہوتا۔ کنگس بنچ اور عدالت دیوانی کے صدر کو میرمجلس اور انسیچیکر کے صدر کو چیف پیرن کہتے تھے۔ اس شکل و حیثیت سے یہ عدالتیں ۱۳۰۰ء تک باقی رہیں ایڈورڈ اول کے عہد ہی سے ان میں بالکل عدالت کا

کام ہوتا تھا اور اعلیٰ حکومت میں ان کی کسی قسم کی شرکت نہیں تھی۔ اس لئے ہم کو ان کی مفصل تاریخ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بادشاہ نے (ذبات خود) دادرسی موقوف نہیں کی۔ اب بھی لوگوں کا گمان تھا کہ جب کبھی معمولی عدالتوں میں کسی امر کی نسبت چارہ کار کھن نہو تو بادشاہ سے رجوع ہوں جو ایسے غیر ممکن الحصول مدعا کے لئے چارہ کار چھپا کرتا تھا۔ اس بنا پر متضرر اشخاص بادشاہ کو عرضی دیتے اور بادشاہ بنظرِ رحم و مراحم خسروانہ عرضی گزاروں کی فریاد کو پہنچتا اور اُن کی رفع شکایات کرتا تھا۔ ایسی عرضیاں چانسلر (Chancellor) کے توسط سے گذرتیں اس کی دوسری صدی میں ان عرضیوں کا فیصلہ بھی چانسلر کے تفویض کیا گیا اس طرح سے عدالت چانسلری (The Court of Chancery) کی ابتدا ہوئی۔ عدل و انصاف کرنے میں بادشاہ کو نئے مشیروں سے مدد ملتی جو قدیم کیوریاریجس کے مشابہ تھے اس میں بارگاہ شاہی کے افسر اور سلطنت کے عہدہ دار اور قضاۃ اور ایسے اشخاص شامل ہوتے جن کو بادشاہ بغرض مشورہ طلب کرتا تھا۔ کچھ دنوں بعد یہی گروہ ”پریوی کونسل“ (Privy Council) مستشار شاہی بن گیا اور انگلستان کی حکومت میں اس کو نہایت اعلیٰ مرتبہ ملا۔

۶۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فوج کی نسبت۔ ایڈورڈ ہمیشہ جنگ میں مصروف رہتا اس لئے اس کو ملک کی فوجی قوت

اور وسیلہ کی بہت ضرورت تھی۔ لیکن اس نے ہنری دوم کی طح پر دیسی فوج کو تنخواہ دے کر نہیں رکھا۔ قانون ونچسٹر (Winchester) بابت ۱۱۸۵ء کے ذریعہ اس نے

ہنری کے قانون اسلحہ کو تازہ کیا اور ملکی سپاہ کی اصلاح و درستی کی۔ نایٹ کی جائیداد غیر منقولہ کی قرتی کے ذریعہ سے دولت مند آزاد مالکان اراضی پر لازم کیا کہ سواروں کا کام کیا کریں بلا لحاظ طریقہ عطا کے جس کی بنا پر ان کو زمین ملتی ۱۱۹۴ء میں اس نے کوشش کی کہ یورپ میں لڑنے کے لئے بالعموم فوج تیار کی جائے لیکن اس نظامانہ تجویز سے عام ناراضی پھیل گئی اور مجبوراً اس خیال کو ترک کرنا پڑا۔ ایڈورڈ اپنی عادت کے موافق فوجی معاملات میں بھی ہر ایک سرکاری معاملہ کی طح نظام جاگیری کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ اس کو اپنے جاگیرداروں اور ان کے تابعین پر اعتماد نہ تھا اس لحاظ سے اس کی کوشش تھی کہ اپنی قوت کو برقرار رکھنے کے لئے تمام قوم سے مدد لے۔

اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ ایڈورڈ نے انگریزی پارلیمنٹ کو کس طح مکمل بنایا۔

آزمائشی پارلیمنٹیں۔ گو اپنی حکومت کی ابتدا سے ہی ایڈورڈ پارلیمنٹوں کو منعقد کرتا رہا۔ لیکن ان کی ترتیب ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھی۔ ایک تحقیق جدید سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۷۵ء کی پارلیمنٹ کے ارکان میں سوائے یادروں اور امرا کے

ہر ایک ضلع سے چار نائٹ اور ہر ایک بلدہ اور شہر سے چھ یا چار نائب طلب کئے گئے تھے۔ ایڈورڈ کو ۱۲۸۳ء میں ویس کی جنگ کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی اور وہ بہت سے امیروں کے ساتھ ان دنوں ویس میں تھا اس نے ایک ایسی نئی تدبیر نکالی کہ جس کی پہلے سے نظیر موجود نہ تھی۔ وہ یہ کہ اس نے ایک ہی وقت میں دو کونسلوں کو منعقد کیا ایک تو بمقام پارک اُسی صوبہ کے باشندوں کے واسطے اور دوسری بمقام نارٹھمن صوبہ کنٹربری کے باشندوں کے لئے ان کونسلوں میں صرف پادریوں اور عوام کے نائبین حاضر ہوئے تھے۔ اسی سال کچھ دنوں بعد اُس نے ایک اور پارلیمنٹ کو اس غرض سے جمع کیا تھا کہ وہ ڈیوڈ (David

شاہزادہ ویس کی تحقیقات میں جس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تھی شریک ہوں۔ اس پارلیمنٹ میں ہر ضلع سے دو نائٹ اور ہر بلدہ اور شہروں سے دو شہری طلب کئے گئے تھے پادریوں کو اس لئے نہیں بلوایا کہ وہ کسی سنگین جرم کی تحقیقات کو مذہباً نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایڈورڈ نے ۱۲۸۵ء میں پہلے تو صرف پادریوں اور امرا کو طلب کیا تھا اور جب یہ لوگ چند مرتبہ شریک ہوتے رہے تو اُس نے اضلاع کے نائٹ کو بھی بلانا شروع کیا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایڈورڈ کے نصف عہد سلطنت تک بھی پارلیمنٹ کی کوئی باقاعدہ و مقررہ ترتیب ہونے نہیں

پائی تھی۔ جب کبھی بادشاہ کو روپیہ کی ضرورت داعی ہوتی تو وہ صرف اس قدر احتیاط کرتا کہ رعایا کے ان طبقات سے مشورہ کر لیتا جن پر اُس کا بار ڈالنا منظور ہوتا اور اس لئے اس قومی مجلس کو وہ جس طرح چاہتا سانچے میں ڈھال لیتا گو حکومت نے امور ملکی میں عوام کے مشورہ دینے کے حق کو بارہا تسلیم کر لیا تھا لیکن ان معاملات میں اُن کی رضامندی و مشورہ دستور کے ضروری اجزا نہیں سمجھے جاتے تھے۔

پارلیمنٹ کا سانچہ جو ۱۲۹۵ء میں تیار ہوا۔ زمانہ عوام کے ساتھ مسامحت کر رہا تھا۔ ایڈورڈ فکر میں تھا کہ امرا اور پادری دونوں فرقوں کی طاقت کسی طرح لوٹے اور ازسبکہ بادشاہ کے مقابلہ میں ان دونوں گروہ کا پہلہ بھاری تھا اس لئے اس نے عوام کو امرا اور پادریوں کی میزان قوت کا پاسبان بنانا چاہا۔ ایڈورڈ کو اکثر روپیہ کی ضرورت رہتی اور اُس کی فراہمی کے لئے اس کی نظر اکثر تاجران بلاد اور چھوٹے چھوٹے مالکان اراضی پر پڑتی تھی اس لئے کہ اس کی قوی حکومت کے سایہ عاطفت میں وہ مرفہ الحال ہو گئے تھے۔ اس کو اپنی سیاست دانی اور قوت پر کامل بہروس تھا اس واسطے اُن کو توقع تھی کہ عوام کے ساتھ ہو جانے سے شاہی جبروت کا استحکام ہو جائے گا۔ وہ فطرۃً منتظم و مقنن واقع ہوا تھا اور متمنی تھا کہ سلطنت کی کوشل عظمیٰ کی خوب غور و فکر کے بعد مکمل اور مستقل شکل ہو جائے

۱۲۹۵ء میں اُس نے پہلے پہل ایک مکمل انگریزی پارلیمنٹ کا انعقاد کیا۔ جب معمول پادری اور امرا مخصوص طلبناموں کے ذریعہ سے بلائے گئے اور بڑے پادریوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے ساتھ ادنیٰ درجہ کے پادریوں کے نائب یعنی ہر ایک گرجا کے علاقہ کے پادریوں کے لئے ایک پراکٹر (وکیل) اور ہر ایک اُسقف کے علاقہ کے پادریوں کے لئے دو پراکٹر لائیں۔ شریف کے نام احکام روانہ ہوئے کہ ہر ایک بلدہ سے دو شہریوں اور ہر ایک شہر سے دو باشندوں کا انتخاب کرا کے روانہ کرے۔ اس طرح سے ملک کے تینوں طبقات رعایا کی ایک مکمل پارلیمنٹ بنائی گئی۔ اس کے بعد ادنیٰ درجہ کے پادریوں کے نائبوں نے پارلیمنٹ کی شرکت کو ترک کر دیا۔ لیکن اُس زمانہ سے آج تک نیابت عوام کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔

منشوروں کی تصدیق۔ اب ہم کو منشوروں کی آخری تصدیق ۱۲۹۷ء کا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے۔ بعض وقت ایڈورڈ کی ضرورتیں نہایت شدید ہوتی تھیں۔ جنگ فرانس اور جنگ اسکاٹ لینڈ کے لئے روپیہ اور آدمیوں کی سخت ضرورت لاحق ہوئی۔ اور ان کے ہیا کرنے پر ملک مضامند نہیں تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ نے اس سال کے اوائل ہی میں پادریوں کو جبکہ انھوں نے مصارف ملکی میں شریک ہونے سے انکار کیا تو قانون کی حدود سے خارج کر دیا۔ پھر اُس نے امرا کو جمع کیا

اور جنگ فرانس کی شرکت کا طالب ہوا۔ روجربی گاڈ ارل آف نارنک اور ہنفری بوہن ارل آف ہیرفرڈ کو جو انگلستان کے سپہ سالار و قلعہ دار تھے ٹیکسٹی میں فوج کی سرداری کے لئے منتخب کیا اور خود فلائڈرس میں کپتانی کرنا چاہتا تھا۔ امرائے ان تجویزوں سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ سوائے بادشاہ کی ہمراہی کے بیرون ملک خدمت کرنا اُن عطیات کا منشا نہیں ہے۔ جن کی بنا پر انھیں جاگیریں ملی ہیں۔ اس طرح یہ مجلس شور و غوغا اور ہنگامہ کے ساتھ برخاست ہوئی۔ اب ایڈورڈ نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اُس نے تاجروں کا اُدن ضبط کر لیا اور حکم دیا کہ ہر ایک ضلع فوج کے لئے رسد جہیا کرے مالکان اراضی کے نام فراہم صادر کئے کہ بیرون ملک فوجی خدمت بجا لانے کے لئے تیار رہیں۔ اس کے بعد اس نے پادریوں سے سمجھوتہ کر لیا۔ سپہ سالار اور قلعہ دار نے اپنے رفقا کو اکٹھا کر کے رعایا کی شکایتوں کو قلمبند کیا اور جب یہ عرضی پیش ہوئی تو ایڈورڈ نے اُس کا مذہب سا جواب دیا اور اُس سے اغماض کر کے فلائڈرس جانے کے لئے جہاز پر سوار ہو گیا۔

ایڈورڈ کے روانہ ہوتے ہی سپہ سالار اور قلعہ دار نے لندن کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے باشندے اُن سے مل گئے۔ ایڈورڈ کے فرزند اکبر نے جو نائب مقرر ہو گیا تھا ایک بڑی کونسل منعقد کی اس کونسل میں سپہ سالار

اور قلعدار نے گزشتہ منشوروں کی تصدیق کی خواہش کی اور کچھ نئے فقروں کو بھی بطور ضمیمہ پیش کیا۔ نوجوان ایڈورڈ رام ہو گیا اور مصدقہ منشور اور جدید فقروں کو بغرض تصدیق اپنے باپ کے پاس شہر گائٹ کی طرف روانہ کر دیا۔ ایڈورڈ نے ۵ نومبر ۱۲۹۷ء کو ان منشوروں کی تصدیق کی۔

یہ جدید فقرے ہم تک دو زبانوں کے ذریعے سے پہنچے ہیں ایک تو لاطینی اور دوسری فرانسیسی زبان ہے۔ دونوں زبانوں کی عبارتوں میں کہیں کہیں اختلاف ہے۔ فرانسیسی عبارت زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے۔ اس کے نہایت مفید اور ضروری وہ فقرے ہیں جو ایڈورڈ کے جدید محصول کے عدم جواز سے متعلق ہیں اور جن کا مقصود یہ ہے کہ کوئی نیا محصول بجز ”امدادی رقوم اور محصول جنگی“ کے بادشاہ ملک کی عام رضامندی کے بغیر نہ لگائے۔ اس طرح جدید محصول عاید کرنے کے لئے رضامندی پارلیمنٹ کی ضرورت تسلیم کی گئی۔

جو لڑائی کہ قوت شاہی کو محدود کرنے کی غرض سے چھڑی تھی اُس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جبکہ اہرانے جان کے خلاف ہتھیار اٹھائے تھے اور اس کا خاتمہ اُس دن ہوا جس روز کہ ایڈورڈ نے ان سب منشوروں کو جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے منظور کیا۔ اس عرصہ میں گو اس لڑائی میں کبھی کبھی وقفہ ہو جاتا تھا مگر قوم نے حصول مقصد کے بغیر اس کو ہرگز موقوف نہیں ہونے دیا۔ گو منشور اعظم میں قوم کی

خواہشوں کا اظہار کیا گیا تھا لیکن یہ خواہشیں بڑی حد تک غیر موثر تھیں اس واسطے کہ قوم کے پاس ارادہ و مرضی کے اظہار کا بادشاہ کے سوائے کوئی دوسرا مستقل ذریعہ نہ تھا۔ بادشاہ کی خود مختاری محدود کرنے کے لئے ایک عاجلانہ اور یقینی روک تھام کی ضرورت تھی۔ یہ بات اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ مجلس جاگیرداراں جس کے ارکان امرا اور روسائے کلیسا ہوتے تھے اُس پارلیمنٹ میں ضم ہو گئی جو رعایا کے تینوں طبقوں سے بنائی گئی تھی۔ یہ آخری تصدیق گذشتہ منظوریوں اور منشوروں سے زیادہ مفید و موثر ہوئی اس واسطے کہ ایک دستوری قوت (پارلیمنٹ) اس کی نگراں تھی۔

باب ہفتم

آخری سلاطین پینتھیجینٹ ۱۳۰۷ء سے ۱۴۱۵ء تک

مہمید - ۱۲۹۷ء کی تصدیق مناشیر سے برطانیہ کی تاریخ دستور میں ایک ممتاز عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اگرچہ اس تاریخ سے لے کر خاندان پینتھیجینٹ کے سب سے اخیر بادشاہ کی وفات تک انگلستان کے دستور میں بہت ہی خفیف تغیر صوری تو ہوا ہے لیکن معنوی و اصلی تغیر نہیں ہونے پایا۔ یہ تغیر زیادہ تر اسباب معاشرت میں ایک نامعلوم سی نشوونما کے سبب سے ہوا نہ کہ قانون کی بدولت کلیسا کے زور و قوت کا زوال وہ خونریز خانہ جنگیاں جن کے باعث امرا کے خاندانوں میں خاک اڑ گئی اور طبقہ وسطیٰ میں دانائی و ہمتی قوت کی ترقی پر کاشتکاروں کی ناراضی اور غیر آزاد کسانوں کے زوال وغیرہ کا اثر انگلستان کے دستور پر پڑا۔ قوانین اور منشور بھی اُس کو اس قدر مستحکم نہ بناتے جس قدر ان اسباب نے قوی کر دیا۔ اس عہد کے درمیان کا زمانہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس

میں پارلیمنٹ خصوصاً دارالعوام کی قوت میں اضافہ ہوا جب تک کہ
چارلس سلاطین کے حق حکومت پر اعتراض نہیں ہوا تھا اُس
وقت تک پارلیمنٹ کو شاہی استحقاق کے مقابلہ میں بہت
کوشش کرنی پڑی۔ مگر خیر گزری کہ رچرڈ دوم خاندان پلینجیٹ کا
اخیر بادشاہ تھا جو اپنی حکومت پر نازاں تھا۔ ہنری چہارم اور
اس کی اولاد نے کسی موروثی حق کی بنا پر نہیں بلکہ رعیت
و ملک کی پسند و خواہش کی بنا پر حکومت کی ہے۔ جب
حق حکومت پارلیمنٹ کے طفیل حاصل ہوتا ہے تو سلاطین
اس کی رضامندی کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ اس لئے
پارلیمنٹ کو نہایت اعلیٰ اقتدار خاندان لینکسٹر کے سلاطین کے عہد میں
حاصل ہوا لیکن یہ اقتدار کچھ زیادہ دن قایم نہیں رہنے پایا۔
سرخ و سفید بھولوں کی لڑائیوں کا سلسلہ امرا کی قوت کے
زوال کا سبب ہوا اور نئے نئے مذہبی عقاید کے نشوونما نے
اہل کینسہ کی طاقت میں اضطراب پیدا کیا اور ملک کے ان
دونوں طبقوں سے رہنا دستیاب نہ ہونے کے سبب سے
عوام اس قابل نہیں رہے کہ اپنی آزادی قایم رکھ سکتے۔
ایڈورڈ چہارم کی تخت نشینی کے وقت سے پارلیمنٹ کی
قوت میں ضعف اور شاہی قوت میں ترقی ہونے لگی۔
قرون وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کے خصوصیات۔ اس زمانہ

لہ مارن آف اڈریس (The Wars of Roben) سرخ و سفید بھولوں کی لڑائیاں

کے متعلق ضمیر میں تشریح کر دی گئی ہے ۱۲۔

کی دستوری تاریخ سمجھنے کے لئے زائد وسطی کی پارلیمنٹ کا بخوبی سمجھنا ضروری ہے اور ان چند مخصوص خیالات کو جن کا تعلق حال کی پارلیمنٹوں سے ہے تھوڑی دیر کے لئے بھول جانا چاہئے ہم اس کی تشریح دو ایک مثالوں سے کئے دیتے ہیں۔ اس سبب سے کہ انگریزی پارلیمنٹ کی دو مجلسیں جلی آرہی ہیں اور دوسرے ملکوں کی پارلیمنٹیں بھی انگلستان کے ہی سانچے پر ڈھلی ہیں اس لئے اکثر حال کی پارلیمنٹیں دو طبقات پر شامل ہوتی ہیں اسی وجہ سے ہمیں اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے لئے دو مجلسیں ہونی لازم ہیں اس سے نہ زیادہ ہوں اور نہ کم لیکن خود انگلستان میں اس تعداد سے زیادہ یا کم پارلیمنٹ کی مجالس رہی ہوں گی اور قرون وسطی میں دوسرے ملکوں میں تو حقیقت میں پارلیمنٹ کے تین بلکہ چار مجلسیں بھی ہوئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ دارالعوام میں قانون بشکل تحریک پیش ہوتا ہے اور دارالامرا کا اثر اس (تحریک) مسودہ قانون کی نظر ثانی سے ظاہر ہوتا ہے تو اس سے ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ تقسیم کار کی وجہ سے انگلستان میں پارلیمنٹ کی دو مجلسیں ضرورۃً بنائی گئیں لیکن یہ سبب کہ کیوں دو حصے فی زمانہ مفید ہیں اس سبب سے بالکل جدا ہے کہ اگلے زمانہ میں دو حصے کیوں کر پیدا ہو گئے۔ پارلیمنٹ کی موجودہ ہیئت سمجھنے کے لئے ہم کو چاہئے کہ رعایا کے طبقات کے متعلق زائد وسطی کے خیال کو پیشِ نظر رکھیں۔

طبقات ملک - لفظ ”طبقات“ (Estates) کا اس مقام پر ملک یا جائداد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے معنی لوگوں کی حالت، جماعت اور رتبہ سے ہے۔ ہر ایک بڑی قوم میں ایسی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ لیکن زائد وسطی کی مغربی یورپ کی سلطنتوں میں ہر ایک جماعت کے امتیازات کو اہم سمجھا جاتا تھا۔ اُس بد نظمی کے زمانہ میں جو رومی سلطنت کے زوال کے بعد شروع ہوا مالکان اراضی کو سیاسی فوقیت حاصل ہو گئی جاگیر امارت کے یہی بانی ہیں۔ انھوں ہی نے حکومت بھی کی اور جنگ و جدال بھی۔ ان امیروں کے ماتحت عوام نے زندگی بسر کی اور آپ کو زراعت اور تجارت میں مصروف رکھا۔ ایک قسری جماعت جو انہی دو جماعتوں میں سے بنی تھی پادری تھے۔ اہل کنیہ کا پیشہ بالکل عالمانہ تھا۔ اہل کنیہ اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی کے سوائے مدارس کے اساتذہ، پروفیسر، مصنف، مصور، دیوانی کے عہدہ دار دکلا اور مدبر ہوا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنا علیحدہ گروہ بنا لیا جس کی حکومت قوانین اور حقوق و مراعات بھی قوانین و رسوم ملک سے جدا تھے۔ اس طرح سے امرا، عوام، اور پادریوں کی جماعتوں میں زائد حال کی نسبت زیادہ امتیاز و فرق ہوتا تھا۔ لیکن بعض ملکوں میں جمہور کی اور بھی تقسیم و تقسیم ہو گئی تھی۔ ادنیٰ درجہ کے لوگ جو شہروں میں ایک دوسرے کے قریب رہا کرتے تھے بہ نسبت اسی درجہ کے باشندگانِ اضلاع کے

جن کی آبادی بکھری ہوئی ہوتی ہے زیادہ قوی ہو گئے اس لئے شہروں کو اپنے اپنے بلدیہ کے متعلق خود اختیاری حکومت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی اور جاگیرداروں کے اثر و اختیار سے نکل کر باشندگان بلاد بلاد واسطہ بادشاہ کے حفظ و حمایت میں آ گئے۔ بعض ملکوں میں ایسے بلاد کے ساکنین یعنی شہریوں نے اپنا ملک سے علیحدہ اپنا طبقہ بنا لیا اس حالت میں کاشتکاروں کا یا تو علیحدہ طبقہ ہوگا یا وہ اپنے رؤسا کے اس قدر مطیع ہو کر رہے ہوں گے کہ اُن کی جماعت کا علیحدہ شمار نہیں ہو سکا ہوگا۔

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ طبقات رعایا کی پارلیمنٹ ہوتی تھی۔ اُس زمانہ کی ہر ایک پارلیمنٹ طبقات رعایا پر مشتمل ہوتی اور اس کو ساری قوم و ملک کا قائم مقام نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہر ایک منفرد شخص کی مساوی طریقہ پر اس پارلیمنٹ میں نیابت ہوتی تھی۔ صرف اُنہی ممتاز گروہ یا طبقات قوم کی جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے یہ پارلیمنٹ منفرداً نائب ہوتی تھی۔ اس لئے اس میں اُسی قدر مجلسیں ہوتی تھیں جس قدر کہ سلطنت میں طبقات ناس ہوا کرتے۔ فرانس کی پارلیمنٹ (States General) کے ارکان تین گروہ پر مشتمل تھے ایک دارالاساقفہ دوسرا دارالامرا تیسرا دارالبلاد۔ سوئیڈن کی پارلیمنٹ رگسڈیگ چار حصوں میں منقسم تھی اس لئے کہ طبقہ مزارعین نے بخلاف حالت فرانس منفرد شخصیت حاصل کر لی تھی۔ اسکاٹ لینڈ میں صرف تینوں طبقات رعایا ملکر ایک ہی مجلس

پارلیمنٹ بنی تھی۔ لیکن اس پارلیمنٹ میں ادنیٰ درجہ کے اساقفہ اور ایسے مالکان اراضی جو بڑے زمیندار نہ تھے اور بادشاہ کے خاص علاقہ کے شہروں کی طرف سے نیابت نہیں ہوتی تھی۔ اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ حقیقت میں جاگیرداروں کی مجلس تھی۔ باشندگان انگلستان کے تینوں طبقوں میں خوب ترقی ہوئی۔ اگر ایڈورڈ اول دستور کا تعین کردیتا تو یہاں بھی پارلیمنٹ کی تین مجلسیں ہوتیں۔

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مقامی فرقوں کی پارلیمنٹ تھی۔
 قاعدہ کی بات ہے کہ سلطنت کا کوئی ایک طبقہ بسبب کثرت پوری طور پر پارلیمنٹ میں نہیں شریک ہو سکتا تھا۔ خود امرا اکثر حالتوں میں سب کے سب نہیں حاضر ہو سکتے تھے۔ پادری اور عوام بذریعہ نائبین پارلیمنٹ کی شرکت کرتے لیکن زائد وسطیٰ کی نیابت تعداد نفوس کی مناسبت سے نہیں ہوتی تھی۔ اُس وقت کی نیابت کا اصول یہ تھا کہ ہر ایک (شخصی) جماعت کی مساوی طور پر نیابت ہوا کرے۔ اس طرح سے انگریزی پارلیمنٹ میں بجز چند مستثنیٰ صورتوں کے ہر ایک ضلع اور شہر سے دو دو نائب لائے جاتے تھے رقبہ و آبادی و دولتندی کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ دارالعوام کو دارالعوام اس لئے کہنے لگے کہ وہ مملکت انگلستان کے مختلف فرقوں کی نیابت کرتا تھا نہ یہ کہ اُس میں صرف عوام یعنی معمولی اور ادنیٰ درجہ کے

نٹوں کی نیابت ہوتی تھی۔ لاطینی زبان میں کمونا (Communa) اور فرانسسی میں کمونے (Commune) فرقے کو کہتے ہیں اس سے ہوس آف کا منز (House of Commons) مشتق ہے یہاں کا منز کے معنی عوام کے نہیں بلکہ فرقوں کے ہیں۔ **قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ کی تعریف**۔ قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مجلس طبقات سلطنت تھی۔ اگر کوئی طبقہ سلطنت بسبب کثرت اجزا بالذات شریک نہیں ہو سکتا تو وہ اپنے طبقہ کی مختلف جماعتوں سے ارکان منتخب کر کے بغرض نیابت پارلیمنٹ میں روانہ کرتا تھا۔

انگلستان کے تینوں طبقوں کی ترتیب و ساخت۔ اساقف و امرا و عوام کے طبقوں کی کچھ عجیب طح سے انگلستان میں ترتیب ہوئی ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہر ایک طبقہ کے تفصیلی حالات بیان کئے جائیں۔

۱۔ **طبقہ اساقف**۔ صدر اسقف اور اسقف سکسی انگریزوں کی مجلس عقلاء ارکان ہوتے تھے۔ نارمن فتح کے بعد بھی مذہبی وجاہت اور امیرانہ علاقے و جائداد رکھنے کے سبب سے انہی لوگوں کو کونسل عظمیٰ کی رکنیت ملنے لگی۔ اہل کینسہ کے لئے ان کی دو علیحدہ صدر مجلسیں (انتظامی و قانونی) تھیں ایک صدر مجلس کا صوبہ کنٹربری اور دوسری کا صوبہ یارک سے تعلق تھا۔ ایڈورڈ اول نے عوام کی نیابت کے انتظام کے ساتھ ہی ادنیٰ درجہ کے پادریوں کی نیابت کا بھی

اہتمام کر دیا جس کی رو سے قرار پایا کہ ہر ایک استقف کے گرجا اور اُس کے ضلع زیر حکومت کے ادنیٰ درجہ کے پادری اپنے نائبوں کو منتخب کر کے پارلیمنٹ میں روانہ کریں اگر درجہ ادنیٰ کے پادری اس قاعدہ سے فائدہ اٹھاتے تو ان کے نایب درجہ اعلیٰ کے پادریوں یعنی کنیسہ اور رھبانوں کے رؤسا کے ساتھ مل جاتے اور پارلیمنٹ کا ایک تیسرا حصہ بن جاتا۔ فرانس میں ایسا ہی ہوا۔ لیکن انگلستان میں پادریوں نے مذہبی معاملات کے متعلق محصول عاید کرنے اور قانون بنانے کے لئے اہل کنیسہ کی صدر مجلس کو ہی ترجیح دی اس طرح اُن کے وکلا پارلیمنٹ سے مفقود ہوتے گئے اور درجہ اعلیٰ کے پادری یعنی کنیسہ اور رھبانوں کے رؤسا جن کے ہاں عطیات اراضی تھے اور جو مثل امرا (نوابیں) مخصوص طریقہ سے طلب کئے جاتے تھے پارلیمنٹ میں شریک ہوتے رہے لیکن ایک علیحدہ حصہ (پارلیمنٹ) نہیں بنا۔

۲۔ طبقہ امرا کے ملکی۔ اس طبقہ کی نسبت انگلستان کا ایک نہایت ضروری تاریخی واقعہ یاد رکھنا چاہئے۔ انگلستان میں مثل جرمینی اور فرانس کے امارت کبھی فرقہ بندی کے طور پر نہیں ہونے پائی۔ فرانس اور جرمینی میں اس شخص کے لئے جو سلا امیر نہ ہو ممکن نہ تھا کہ امیر بن سکے۔ امیر کی اولاد ہی امیر ہو سکتی تھی۔ ہر ایک امیر کے اعزازی اور امتیازی حقوق ہوا کرتے تھے جس سے دوسرا محروم رہتا تھا۔ انگلستان میں عوام کے لئے

امارت حاصل کرنا اس قدر دشوار نہ تھا۔ انگریزی امیر کی باقی اولاد (ذکور) کا بجز فرزند اکبر کے جو اصلی وارث ہے عوام میں شمار ہوتا تھا۔ صرف انہی لوگوں کو اعزاز و امتیاز امارت حاصل تھے جو امیرانہ علاقوں کے مالک و قابض سمجھے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صرف فرزند اکبر ہی جاگیر اور علاقہ (امیر) کا قابض و متصرف ہوتا تھا اس لئے انگلستان میں امرا کی کبھی بڑی اور مخصوص جماعت نہ بن سکی۔ اچھے حسب و نسب کی بہت عزت ہوتی تھی لیکن خوبی نسب کے باعث قانونی یا دستوری حقوق نہیں ملتے تھے۔ امارت کی بنیاد نسب نہیں بلکہ عطیات ارضی یا طلبنامہ تھا۔

اگر ہم خالص جاگیری اصول پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کا فرض تھا کہ کل اعلیٰ جاگیرداروں کو پارلیمنٹ میں طلب کرے۔ منشور اعظم میں بھی بصراحت اس امر کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن سلاطین انگلستان نے مشکل سے اس کی پابندی کی البتہ ان کی کونسل میں صرف اعلیٰ درجہ کے جاگیردار طلب کئے جاتے تھے۔ اور ادنیٰ درجہ کے جاگیرداروں سے بہ سبب کثرت کونسل بن نہیں سکتی تھی۔ یہ لوگ زحمت سفر کے خیال سے شرکت کونسل کو ناپسند کرتے اور امرائے عظام کے مقابل آپ کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس لئے کبھی خالص جاگیری اصول پر عمل نہ ہو سکا۔ بادشاہ سے بلا واسطہ زمین ملنے سے زمیندار کو لازمی طور پر اس کا حق حاصل نہ ہوتا کہ بادشاہ

اُس کو مشورہ لینے کے لئے بلائے۔

اس طرح انگلستان میں طبقہ امرا اُنہی اشخاص پر محدود ہو گیا جن کو بادشاہ بلا واسطہ پارلیمنٹ میں طلب کرتا یا باصلاح قانون ایڈورڈ اول کے عہد سے بیرنی بائی رٹ (بیرنی ازروئے شقہ) نہ کہ بیرنی بائی ٹینور (بیرنی ازروئے عطیات ارضی جائداد غیر منقولہ) سے دارالامرا کی رکینت کا حق پیدا ہونے لگا۔ یعنی وہی امرا جن کو طلب نامہ شاہی پہنچتا دارالامرا میں شریک ہونے کے مستحق و مجاز ہوتے نہ ہر امیر جو علاقہ دار اور جاگیردار ہوتا اس لئے دارالامرا اصلی معنوں میں مجلس جاگیرداران و زمینداران نہیں ہے۔ دارالامرا کی اصلی شکل اس وقت سے بنی ہوگی جب خیالات و روایات جاگیری لوگوں کے ذہن سے محو ہونے لگے ہوں گے۔

۳۔ طبقہ عوام۔ بہ نسبت غیر ملکوں کے انگلستان میں اس طبقہ کے افراد کی مختلف قسمیں بہت تھیں۔ صرف شہروں کے باشندوں یا یہ کہ ان شہریوں اور کسانوں سے مل کر ہی یہ طبقہ نہیں بنا بلکہ اس میں دوسرے صنف کے ایسے لوگ بھی شریک ہو گئے جو امرا تھے اور اگر ان کی قدیم حالت باقی رہتی تو ان سے دوسرے طبقہ میں بہت زیادتی ہوتی۔

وہ اسباب جن کی بنا پر ایسا ہوا۔ انگلستان کی اس خاص حالت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ صرف وہی لوگ جن کو بادشاہ خاص طور پر طلب کرتا دارالامرا کی رکینت کے مستحق ہوتے

ادنیٰ درجہ کے جاگیردار اور اعلیٰ خاندانوں کے ارکان جن کو اس قسم کے طلبنامے نہیں پہنچتے تیسرے طبقہ میں شریک ہو کر اس کی تعداد میں اضافہ کرتے۔ دوسرا سبب انگریزوں کے ادارات مقامی کا زور تھا۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ عوام کے کئی ”فرقے“ ہوتے تھے۔ ان میں جمہور کی باقاعدہ ترتیب و تنظیم ہوتی۔ مغربی یورپ کے اکثر حصوں میں صرف اسی قسم کے بڑے بڑے فرقوں سے شہر آباد ہوئے تھے۔ لیکن انگلستان میں ضلع نے اپنی حکومت خود اختیاری کو باقی رکھا تھا۔ مجلس ضلع میں آزاد مالکان اراضی متفق ہو کر کام کرنا سیکھ گئے تھے۔ اسی مجلس میں شاہی قضاۃ کے دورہ کے وقت اُن کے استقبال کے لئے یہ سب جمع ہوا کرتے۔ وہ اس کے بھی عادی ہو گئے تھے کہ سب اکٹھے ہو کر اُن نائبوں کا انتخاب کریں جن کو وہ اپنی جانب سے بادشاہ سے گفتگو کرنے کو روانہ کرتے۔ یہی سبب تھا کہ شہروں اور ضلعوں کے رہنے والوں یعنی شہریوں اور دیہاتیوں کے علیحدہ طبقات سلطنت نہیں بننے پائے۔ اگرچہ چند شہروں نے ترقی کر کے ضلع کا مرتبہ چل کر لیا لیکن اکثر شہر ان اضلاع کے حصے شمار ہوتے تھے جن میں وہ واقع تھے۔ شہروں کے باشندے مجلس ضلع میں آیا کرتے اور اہل دیہات سے میل جول رکھتے خوشی کا مقام ہے کہ مختلف عناصر کے اختلاط یعنی عزد جاہ پرنازاں اور سیاسی تجربہ رکھنے والے امرا اور اوالاعزم کاشتکاروں اور

مستعد ذی فہم شہریوں کے میل جول کے سبب سے انگلستان کے تیسرے طبقہ سلطنت کی دائمی زندگی اور روز افزوں مستعدی و کارگزاری کی بنیاد پڑی۔

وہ جماعتیں جو طبقہ عوام میں شامل نہیں ہوئیں۔ ہم کو چاہئے کہ ہم تیسرے طبقہ سلطنت سے آبادی کی ایک کثیر مقدار کو خارج کر دیں۔

(۱) کاشتکاران وابستہ اراضی زوال پذیر ہونے پر بھی غیر آزاد کسانوں کی بڑی جماعت تھی تاہم ضلع کی حکومت یا پارلیمنٹ کی نیابت میں اُن کا کچھ حصہ نہ تھا۔

(۲) اراضی نہ رکھنے والے آزاد آدمی وہ کاشتکار رعیت ہوں کہ معمولی مزدور ناقابلِ رکنیت سمجھے جاتے تھے۔

(۳) ایسے شہری جو مقامی حکومت میں حصہ نہیں رکھتے تھے مجاز نہ تھے کہ نائبین کو منتخب کر کے پارلیمنٹ میں روانہ کریں۔ ہم اس وقت نہیں بتا سکتے کہ اس قسم کی ہر ایک جماعت کی چودھویں صدی میں کیا تعداد تھی۔ ہر ایک شہر میں تیسری قسم کی جماعت کے باشندوں کی تعداد اس شہر کی مخصوص ترتیب و ترکیب پر غالباً منحصر ہوتی ہوگا **تقسیم نائبین**۔ ہر ایک ضلع سے دو لندن سے چار اور ہر ایک بلذہ اور شہر سے بھی دو رکن یعنی نائب شرکت پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوتے۔ اُس وقت انگلستان میں صرف سینتیس اضلاع تھے۔ پیشایر اور ڈرہم کا ابھی تک

علاقہ غیر میں شمار ہوتا تھا اس لئے کہ وہ کونٹی پیلڈائین (Counties palatine) خود مختار ضلعے) تھے۔ ویلنر کو جزو انگلستان نہیں بلکہ ایک ماتحت ریاست سمجھتے۔ اور اُس کی نیابت ہنری ہشتم کے قبل تک صرف دو پارلیمنٹوں میں ہوئی تھی۔ ماں ستہہ بھی پارلیمنٹ کے دائرہ اختیار سے خارج تھا۔ پارلیمنٹ میں نیابت رکھنے والے شہروں کی تعداد مختلف وقتوں میں مختلف رہی ہے۔ ان کی سب سے بڑی تعداد جس کی نیابت کسی ایک قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ میں ہوئی ایک سو دو تھی لیکن عموماً ان کی تعداد اسی رہی ہے۔ اس طرح دارالعوام میں اضلاع کے چوہتر نایٹ اور بلاد اور قصبوں کے غالباً ایک سو ساٹھ اراکین نیابت کرتے ہوں گے۔ اگرچہ مالکان اراضی ملک میں بہت مقتدر شمار ہوتے تھے۔ اور عوام کی کثیر تعداد اضلاع میں سکونت رکھتی تھی لیکن اضلاع کے نائب بہ نسبت شہروں کے نائبوں کے بہت کم تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرون وسطیٰ کے طریقہ نیابت میں تعداد کا کس قدر کم لحاظ کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اضلاع کے نایٹ کا دارالعوام میں بہت اثر تھا اور شہروں کے نائب اُنہی کی حکمت عملی کی عموماً تقلید کرتے تھے۔ اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب کے کون مجاز تھے منتخبین کے شرائط الہیت (عام اصول دستور کے لحاظ سے تو وہی لوگ

اراکین پارلیمنٹ کو منتخب کرنے کے حقدار تھے جو مجلس ضلع میں کام کیا کرتے۔ اس اصول پر ایک صدی سے زیادہ عمل ہوتا رہا قبل اس کے کہ اس کو قانون کا جامہ پہنایا گیا۔ ہنری چہارم کے عہد کے ایک قانون بابت ۱۳۶۶ء کی رو سے قرار دیا گیا کہ اراکین پارلیمنٹ کا انتخاب مجلس ضلع کے جلسہ کاملہ میں ہوا کرے لیکن ہنری ششم کے عہد کے ایک ایکٹ کی بنا پر قرار پایا کہ اضلاع میں صرف اپنی باشندوں کو ووٹ یعنی رائے دینے کا حق حاصل ہے جو ایسی جائداد کے مالک ہوں جس کی سالانہ آمدنی چالیس شلنگ ہو (جو زمانہ موجودہ کے سکہ کے لحاظ سے تیس پونڈ کے مساوی ہے) بعض موزعین کا خیال ہے کہ اس قسم کی قید لگ جانے سے ارکان پارلیمنٹ کے اخلاق پر بہت اچھا اثر پڑا مگر اس کے متعلق شہادت نہیں مل سکتی۔ قانون اصلاح بابت ۱۳۶۲ء کے قبل شہریوں کے رائے دینے کے حق کی نسبت کوئی ضابطہ کسی عام قانون کی رو سے نہیں جاری ہوا تھا۔

رکن پارلیمنٹ کون بن سکتا تھا رکن پارلیمنٹ کے شرائط اہلیت (اضلاع میں تو غالباً خاندانی اشخاص اور اہل جائداد رکنیت پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوتے ہوں گے ہنری ششم کے عہد کے ایک قانون کی بنا پر اضلاع سے صرف بگلوں بند نایت کا انتخاب ہو سکتا تھا اس لئے

وکیل یعنی نائب ضلع کو نائٹ آف ڈی شائر (Knight of the Shire) کہنے لگے لیکن اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے قبل اور بعد بھی اکثر ادنیٰ درجہ کے معززین کا ضلع سے انتخاب ہوتا تھا۔ ^{۱۳۱۷ء} کے قبل ایسا کوئی عام قانون جاری نہیں ہوا کہ جس کی رو سے شہروں کے نائبین کے شرائط اہلیت کے متعلق کوئی ضابطہ بن سکتا۔

آزادی انتخاب۔ اکثر اوقات انتخاب کی آزادی میں خلت کی جاتی تھی بعض وقت کسی امیر کبیر کی جانب سے دست اندازی کی جاتی کہ اس کے نامزد اشخاص کا انتخاب کیا جائے اور بعض وقت شریف رائے دینے والوں پر اثر ڈالتے کہ شاہی غاشیہ برداروں کا انتخاب کریں اور کبھی کسی سرکش جماعت کے جانب سے تشدد ہوتا کہ اُس کے مخصوص آدمیوں کے نام ووٹ دئے جائیں۔ ^{۱۳۱۷ء} میں جان آف گانٹ جس کے قبضہ اختیار میں حکومت تھی اپنے ناجائز اثر کی بدولت اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ دارالامرا میں سب اُس کے مطیع و منقاد اراکین جمع ہوں تاکہ اس کے پہلے کی پارلیمنٹ کے (جس کا لقب نیک پارلیمنٹ تھا) اچھے کاموں کو برباد کر سکے۔ ایکٹ بابت ^{۱۳۱۷ء}

^{۱۳۱۷ء} اس کے متعلق ضمیمہ میں نوٹ موجود ہے۔ بروز (Borough) کی ضمیمہ کتاب میں تاریخ و تشریح کردی گئی ہے ۱۲۔

جس کا ابھی ذکر ہوا دارالعوام کی شکایت کی بنا پر کہ انتخاب کے وقت ناجائز اثر ڈالا جاتا ہے جاری ہوا۔

حق نیابت کی قدر کم تھی۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں انگلیزوں کو پارلیمنٹ میں اُن کی نیابت کے متعلق اسی قدر اصرار تھا جس پیمانہ پر کہ فی زمانہ وہ مصر ہوتے ہیں۔ ابتدا میں بادشاہ عوام کے نائبوں کو اس غرض سے طلب کرتا تھا کہ اس کو روپیہ کی ضرورت تھی اور روپیہ وصول کرنے کا سب سے زیادہ آسان یہی طریقہ تھا لیکن (اراکین) عوام ہر وقت خوشی سے قوم کی منظوری نہیں دیا کرتے تھے۔ شہروں پر اضلاع سے زیادہ سنگین محصول لگایا جاتا تھا۔ اس لئے بہت سی ایسی نظیریں ملتی ہیں کہ جن موقعوں پر اہل شہر نے بادشاہ کو عرضیاں دی ہیں کہ ان کے نائبین پارلیمنٹ میں نہ طلب کئے جائیں اور دوسرا سبب کمی نیابت کا یہ بھی تھا کہ ارکان پارلیمنٹ کو اجرت دی جاتی تھی۔ جس کے سبب سے حکومت پر مصارف کا بار پڑتا تھا۔

رکنیت پارلیمنٹ کی قدر کم ہوتی تھی۔ باوجود اجرت پانے کے پارلیمنٹ کی رکنیت کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہوتی تھی۔ اُس زمانہ میں ذی وجاہت لوگوں کو مقامی معاملات میں بہ نسبت قومی معاملات کے زیادہ دلچسپی تھی۔ بادشاہ کی خواہشوں کے پورا کرنے میں ان کو اپنے معاونین یعنی انتخاب کرنے والوں کی ناخوشی و ناراضی کا خوف لگا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں

پارلیمنٹ کی رکنیت سے کسی کے مرتبہ اور وجاہت میں زیادتی نہیں ہوتی تھی اس واسطے لوگ اپنے حلقہء انتخاب کے باشندوں کی نارضامندی اور اس کے نقصان پر رکنیت پارلیمنٹ کے فواید کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور مقامی مجلسوں کی رکنیت کو پسند کرتے تھے اس قسم کے فواید مدتوں بعد پارلیمنٹ کے رکن کو ملے ہیں۔ ایک وقت کا ذکر ہے کہ آکسفورڈ کے ضلع کے دیکھا جبکہ اُن کا انتخاب پارلیمنٹ میں جانے کے لئے کیا گیا اس ضلع سے فرار ہو گئے۔ شریف نے (اس زمانہ کے طریقہ کے موافق) اُن کی گرفتاری کے لئے اس طرح ”شوردغل“ چلایا جیسا کہ عام سارقین کے واسطے کیا جاتا تھا۔ ایک وکیل تو بچکر نکل گیا اور دوسرا پکڑا گیا جس سے ضمانت لی گئی کہ بمقام ویسٹ مینسٹر اجلاس پارلیمنٹ میں حاضر ہووے۔

مدت پارلیمنٹ۔ قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ صرف ایک سیشن (سہ ماہی یا شش ماہی) کے لئے اجلاس کرتی اور ایسے اجلاس کی مدت بھی قلیل ہوتی تھی چنانچہ صرف ایک ہی پارلیمنٹ ایسی ہوئی ہے جس کی مدت تقریباً شش ماہی تھی ورنہ عموماً پارلیمنٹ کا دوران مابانہ ہوتا تھا۔ یہ بات بھی عادت میں داخل ہوگئی تھی کہ پارلیمنٹ کا انعقاد سالانہ ہوا کرے اور یہ رسم یعنی عادت قوانین کی شکل میں ۱۳۳۰ء اور ۱۳۴۰ء میں لائی گئی۔ لیکن ایسی

نظیر بھی موجود ہے کہ ایک ہی سال میں چار پارلیمنٹوں کا انعقاد ہوا ہے۔

پارلیمنٹ کی قوت کا نشوونما۔ قرون وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کا اب کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہم اس کے بعد ان خاص تدبیروں کا ذکر کریں گے جن کے سبب سے سلطنت میں اس کو اقتدار حاصل ہوا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پارلیمنٹ کے اُن کاموں پر غور کریں جو کام اُس نے اپنے ذمہ لئے ہیں یعنی (۱) تعین و ترتیب محصول (۲) وضع قوانین (۳) وزراء سلطنت کی ذمہ داری (۴) پارلیمنٹ کا اختیار محصول کی نسبت۔ اصلی سبب بادشاہ کی مالی ضرورت ہوئی جس سے پارلیمنٹ کا پودا سبز ہو گیا یا یوں کہو کہ پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات بادشاہ کو روپیہ کی منظوری دے کر خریدے۔ یہ صحیح ہے کہ چودھویں صدی میں پارلیمنٹ کا اختیار محصول عاید کرنے کے متعلق اس درجہ کامل نہیں تھا جیسا کہ اب ہے۔ فی زمانہ قومی مصارف بہت زیادہ ہیں اور ان کے لئے مختلف محال سے سالانہ رقم یعنی موازنہ بذریعہ دوٹ منظور ہوتا ہے۔ چودھویں صدی میں مصارف مملکت اس قدر قلیل ہوتے تھے کہ اگر بادشاہ کفایت شعار اور جنگجو نہ ہوتا تو پورے اخراجات سلطنت اپنی موروثی اور جاگیرات کے محاصل سے ادا کر سکتا تھا جس کی مقدار بہت زیادہ تھی اس لئے اس زمانہ کے مصلحین یہ چاہتے تھے کہ ”بادشاہ اپنی

آمدنی پر زندگی بسر کرے“ یعنی بلا واسطہ محصول کے ذریعہ سے روپیہ نہ وصول کرے۔ لیکن یہ سلاطین تنزک و احتشام اور فوجی شہرت کے شیدا تھے اس لئے اُن کو ہر وقت ضرورت داعی ہوتی تھی کہ پارلیمنٹ سے روپیہ طلب کریں اس طرح سے پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے میں بلا واسطہ اور کاروبار سلطنت میں بالواسطہ موثر ہوتا گیا۔

ایڈورڈ دوم کے عہد میں بھی کثرت سے اس امر کی شکایتیں پیش ہوئیں کہ قومی رضامندی کے بغیر محصول عاید کیا جاتا ہے اور اس قسم کا محصول کتنی مرتبہ ناجائز قرار دیا گیا لیکن ایڈورڈ سوم کے عہد میں انگلستان اور فرانس میں ”جنگ صد سالہ“ چھڑ گئی جس کے سبب سے شاہی خزانہ خالی رہنے لگا۔ ۱۳۸۱ء میں ایڈورڈ نے ایک غیر معمولی کثیر رقم طلب کی اس لئے اس نے ایک ایسا قانون منظور کر لیا جو انگلستان کی دستوری تایخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا اس کے ذریعہ سے طے پایا کہ مملکت انگلستان کے روسائے کلیسا و امراء ملکی یعنی ارل اور بیرن اور دوسرے ذی وجاہت لوگوں اور عدالتی متفقہ رضامندی کے بغیر جو دوران پارلیمنٹ میں جمل کی جائے کسی قسم کا محصول مالی یا اعانت نہیں بجائے گی اس قانون نے بادشاہ کے علاوہ خاص کی عیال پر (ٹیلیج ایک خاص قسم کا محصول) لگانے کے اختیار کو سلب کر لیا یہ وہ اختیار تھا کہ ”تصدیق مشورات میں بھی بصراحت

موقوف نہیں کیا گیا تھا۔ ایڈورڈ سوم نے بھی مثل ایڈورڈ اول کے چند مرتبہ کوشش کی کہ تاجران پشیم سے بجز روپیہ وصول کرے ۱۳۱۲ء اور ۱۳۱۳ء میں وہ مجبور ہوا کہ ایسے قوانین منظور کرے جن کے لحاظ سے قرار پایا کہ پشیم پر کسی قسم کا محصول بجز ضامندی پارلیمنٹ نہیں لیا جائے گا۔ ۱۳۱۳ء سے پارلیمنٹ ایسے محصول کی جن کو اصطلاح میں ٹینج ایک قسم کا محصول کروڑ گیری۔ یعنی فی ٹن اٹھائیس من سچتہ پر ایک معینہ مقدار شراب کی اور پونڈ بیج (محصول کروڑ گیری یعنی عموماً ایسے مال تجارت پر جس کی قیمت ایک پونڈ ہو ایک مقررہ رقم کہتے تھے) برابر منظوری دیتی رہی ہے۔

رچرڈ دوم کو بھی ہمیشہ روپیہ کی ضرورت رھتی تھی اور وہ طبعاً زیادہ مطلق العنان رھنا پسند کرتا تھا۔ ۱۳۹۵ء میں رچرڈ نے مال پر خود مختاری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تجویز کی کہ پارلیمنٹ اُس کو پشیم اور چرم کی درآمد و برآمد پر اُس کی زندگی میں محصول لگانے دے۔ اس کو پارلیمنٹ نے منظور کر لیا مگر اس کے دوسرے ہی سال وہ معزول ہو گیا سلاہین خاندان لینکسٹر نے محصول لگانے کی نسبت پارلیمنٹ سے اتفاق کر لیا اور اس زمانہ سے کسی نئے محصول کا بلا ضامندی پارلیمنٹ عاید نہ کیا جانا ایک مسلمہ قاعدہ بن گیا۔ صرف خاندان یارک کے جلوس کے بعد سے اس قاعدہ کا اثر کم ہونے لگا۔ ایڈورڈ چہارم ۱۳۹۳ء میں اہل ثروت سے قرضہ

جبریہ لینے لگا۔ یہ ندیں برائے نام تحفہ یا انعام اور بخشش کھلاتی تھیں لیکن حقیقت میں وہ جبراً وصول کی جاتی تھیں۔ ان نئی تدبیروں میں سب سے پہلے یہی تدبیر تھی جس کو بادشاہ نے اس عرض سے اختیار کیا تھا کہ پارلیمنٹ کی بلا ضمانتی مجال میں اضافہ ہو اسی سبب سے تو سترھویں صدی میں دستور کے متعلق کشمکش عظیم شروع ہو گئی۔

جبکہ پارلیمنٹ کو محصول لگانے پر دست رس حاصل ہو رہی تھی تو دارالعوام کو بھی خاص خاص اختیارات اسی طرح کے ملنے لگے۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ دارالعوام صرف چند اہل دولت کی نیابت نہیں کرتا تھا بلکہ جملہ دولتمند لوگوں کا نائب بن گیا تھا۔ مسئلہء میں ہنری چہارم اس قاعدہ کو ضبط تحریر میں لے آیا کہ پارلیمنٹ کی کوئی ایک مجلس تنہا منظوری رقوم کی گزارش (رپورٹ) نہ پیش کرے جب تک کہ دونوں مجلسیں اس منظوری پر متفق نہ ہوں اور یہ متفقہ منظوری مقرر دارالعوام کے توسط سے پیش ہوا کرے۔ یہ قاعدہ اس موجودہ قاعدہ کی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دارالعوام کے کسی مسودہ قانون مالیہ کو دارالامرا ترمیم نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کو منظور یا نامنظور کرے۔

(۲) پارلیمنٹ کی شرکت قانون بنانے میں۔ ہماری یاغ کے قرون وسطیٰ میں بہ نسبت اس زمانہ کے بہت کم قانون وضع

ہوتا تھا۔ قوم کی ضرورتوں کے لئے قدیم رسمی و عرفی قانون کافی تھا اس لئے کہ سوسائٹی میں تغیرات نہایت تدریجی اور نامعلوم طور پر ہوتے تھے۔ اگر کسی سرکاری کتب خانہ میں مجموعہ قوانین موضوعہ کی جلدوں کی ورق گردانی کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ منشور اعظم کے جاری ہونے کے زمانہ سے ”عہد اصلاح“ تک جس قدر قانون بنا ہے وہ اس زمانہ کے دس برس کے قانون کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ابتدا میں ہی یہ بات مان لی گئی تھی کہ جائز قانون سبجز پارلیمنٹ کے نہیں بن سکتا۔ ^{۱۳۱۶ء} میں ایک مجلس بزرگانِ قوم نے چند روسائے کلیسا اور امر کو مقرر کیا تھا کہ وہ ایسے قواعد بنائیں جن سے اُن خرابیوں کی بیخ کنی ہو جو کمزور ایڈورڈ دوم کے عہد میں پیدا ہو گئی تھیں۔ یہ پادری اور امرا ”امراۓ مقنن“ کہلاتے تھے۔ انہوں نے بعض قواعد کی اشاعت کی جن کو پارلیمنٹ نے منظور کر لیا۔ لیکن جب ^{۱۳۲۲ء} میں ایڈورڈ اپنے دشمنوں کو کچل کر قوی ہو گیا تو اُس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کو منعقد کیا جو ان قواعد کو منسوخ کرنے پر راضی ہو گئی۔ قواعد مذکورہ

۱۴ (Lords Ordainers) از آرڈیننس (Ordinance)

ایسا قانون جو مروجہ طریقہ پر نہ بنا ہو یعنی بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں سے کسی ایک گروہ کی شرکت کے بغیر وضع ہو جب تک کہ ان تینوں گروہ کی شرکت اور متفقہ رضامندی نہ ہو کوئی قانون یا قانون نہیں ہو سکتا۔ اسی کو قانون یا قانون موضوعہ کہتے ہیں۔

اس عذر و سقم کی بنا پر منسوخ کئے گئے کہ یہ ابتداء پارلیمنٹ میں نہیں بنائے گئے تھے۔ یہ قرار پایا کہ آئندہ سے ”ہر قسم کا قانون پارلیمنٹ میں بنے اور واضعان قانون بادشاہ اور روسائے کلیسا و امراء عوام حسب طریقہ قدیم سمجھے جائیں“ پارلیمنٹ کے اس اعلان کے اجرا سے ایڈورڈ کی غرض خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کی قوت بڑھ رہی تھی۔

چودھویں صدی کے وضع قانون کا طریقہ اُس کے بعد کے زمانہ کی طرز سے مختلف تھا۔ اگرچہ دارالعوام ہی میں زیادہ تر قوانین کی ابتدا بشکل تحریک ہو کرتی تھی۔ لیکن یہ تحریکات عرضی کی شکل میں ہوتیں نہ کہ مسودہ قانون کی صورت میں اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ ارکان عوام سے روپیہ کی منظوری چاہتا تھا یہ لوگ اپنی شکایتوں کے رفع کرنے کے لئے اس کو عرضی دیا کرتے اسٹاچیوٹ (Statute) قانون موضوعہ کو بادشاہ عموماً

اس طرح بنایا کرتا کہ سب سے پہلے ارکان عوام عرضی پیش کرتے اور اس کے بعد امراء ملکی و مذہبی کا مشورہ و رضامندی لی جاتی تھی طرز تحریر کے امتیاز نے ایک بڑا فرق پیدا کر دیا ہے۔ جب تک قانونی تحریک عرضی کی شکل میں رہی بادشاہ قانون مجوزہ کو منظور کرنے میں ترمیم بھی کر سکتا تھا۔ مگر جب یہ تحریک مسودہ قانون کی شکل میں پیش ہونے لگی تو بادشاہ کے لئے لازم ہوا کہ اس کو اسی حالت میں یا تو منظور کرے یا نا منظور کرے۔ اس لئے

وضع قانون کی نسبت اس کا اختیار بہت کچھ زائل ہو گیا۔ (کیونکہ) جب وہ کسی ناپسندیدہ تحریک کو ترمیم نہیں کر سکتا تو اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا مبادا انکار کر بیٹھنے سے نقصان پہنچے۔

۱۷۹۱ء میں ارکان عوام نے ہنری چارم کو عرضی دی کہ اُن کی استدعا (گزارشوں) کے متعلق شاہی جواب کا دارالعوام سے منظوری رقم صادر ہونے کے پہلے اعلان ہوا کرے۔ لیکن ہنری نے باوجود پارلیمنٹ کے موافق ہونے کے اس درخواست کو نامنظور کیا اور سبب یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ بغیر کسی نظیر کے پیش ہوئی تھی۔ ۱۷۹۲ء میں ارکان عوام نے ہنری پنجم سے درخواست کی کہ اُن کی عرضیوں کی بنا پر جو قوانین بنتے ہیں اُن میں کمی بیشی نہ ہوا کرے بلکہ الفاظ و عبارت بجنسہ قائم رہا کریں۔ بادشاہ نے اس کو منظور کر لیا۔ اس رعایت کے بعد تو ”عرضی“ کے بجائے ”مسودہ قانون“ کا قرار پانا محض اداۓ رسم تھا۔ لیکن پندرھویں صدی کے مسودہ کے ذریعہ سے قانون کا بنتا ضابطہ ہو گیا اور بادشاہ کا قانونی تحریکات کو ترمیم کرنے کا اختیار ہمیشہ کے لئے مفقود ہو گیا اگرچہ ابھی تک اُس کو یہ حق باقی تھا کہ کل مسودہ کو نامنظور کرے (۴) پارلیمنٹ میں وزرا کی ذمہ داری۔ زبانہ موجودہ میں حقیقت میں پارلیمنٹ شاہی وزرا کا عزل و نصب کرتی ہے۔ لیکن ۱۷۹۹ء کے انقلاب کے پہلے بادشاہ ان کو مقرر و برطرف کرتا تھا کیونکہ قرون وسطیٰ میں بادشاہ ہی عاملانہ حکومت کا صدر

ہوتا تھا۔ پارلیمنٹ نے متعدد مرتبہ بادشاہ کے اس اختیار کو کم کرنے کی کوشش اس طرح کی کہ اُن وزرا کو خود منتخب کرنے لگی۔ لیکن ان کوششوں میں وہ ناکام رہی اس واسطے کہ اس زمانہ میں پارلیمنٹ میں نہ تو کافی اتفاق تھا اور نہ اس کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ وہ اچھی طرح ان وزرا کی نگرانی کر سکتی۔ اس لئے اس بات کی اور زیادہ ضرورت ہوئی کہ اگر شاہی وزرا بطوری کے منتخب ہوں تو پارلیمنٹ کو اُن کی تحقیقات کا اختیار ہونا چاہئے۔ ابتداءً اس اختیار پر ۱۳۷۱ء میں عمل ہوا۔ ایڈورڈ سوم کا اخیر زمانہ ملک کی تباہی کا تھا جنگ فرانس کو طویل ہوتا گیا جس کا کوئی اور نتیجہ اس کے سوائے نہیں نکلا کہ ملک پہلے سے زیادہ مفلس ہو گیا۔ بادشاہ پیر فرات ہو گیا تھا اور اُس کے لڑکے جان آف گانٹ کے ہاتھوں میں عنان حکومت تھی۔ اس لئے جان کے ساختہ پرداختہ لوگ ہی ملک کی عام بد نظمی کے ملزم قرار پائے گئے۔ ملک کی پر آشوبی کا آزادی سے نیک نام پارلیمنٹ میں اظہار ہوتا تھا۔ منجملہ اور بد کرداروں کے میر تشریفات لارڈ لیٹمر (Lord Latimer) پر دارالعوام نے رشوت ستانی اور قومی روپے کی نسبت خیانت مجرمانہ کا الزام لگایا۔ دارالامرا نے اس کو سزائے قید دی اور خدمت سے برطرف کر دیا۔ چرچہ دوم کے عہد میں بیرحم پارلیمنٹ نے بادشاہ کے خاں ملازمین اور منظور نظر مذہبیوں کے خلاف مواخذہ کیا۔ ۱۳۷۷ء میں ڈیوک آف سفک کے خلاف

جو ہنری پنجم کا وزیر (اعظم) اور ملکہ کا منظور نظر تھا دارالعوام نے مواخذہ کیا۔ اس عہد میں تاج برطانیہ کی حالت و حیثیت۔ اس دور میں بادشاہ انگلستان مطلق العنان نہیں رہنے پایا بلکہ وہ پابند دستور ہو گیا۔ اس تغیر کے سبب سے اس کی پہلے کی قوت میں بہت کمی ہو گئی لیکن اس سے ہم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ آخری سلاطین پارلیمنٹ کی قوت اسی قدر محدود ہو گئی تھی جس پیمانہ پر کہ زائد حال کے بادشاہ انگلستان کا اقتدار کم کر دیا گیا ہے حقیقی اور مجازی دونوں صورتوں میں بادشاہ ہی حکومت کا افسر اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ وہ اپنا کام کسی وزیر اعظم کے تفویض نہیں کرتا تھا۔ بحیثیت بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ وہ اپنی ذات سے قانون بنانے میں شریک رہتا اور بحیثیت بادشاہ باجلاس کونسل انتظام سلطنت اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔ وہی وزراء سلطنت کو مقرر کرتا وہی اُن کو علیحدہ کرتا تھا وزراء صرف اسی کی وفاداری کے نہ جیسے کہ اندوں ایک دوسرے کی وفا کے ذمہ دار تھے۔ بادشاہ برائے نام نہیں بلکہ حقیقت میں سپہ سالار تھا۔ بادشاہ کی جاگیرات اور موردنی محاصل سے اکثر اخراجات سلطنت انجام پاتے تھے جب کبھی اس کو مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو مجبوراً ایسے موقعوں پر وہ پارلیمنٹ کو سرکاری ملازمین کے انتخاب میں یا سرکاری معاملات میں دست اندازی

لے اس فوجداری تحقیقات کو جس میں تینٹ دارالعوام دارالامرا محکمہ عدالت اور ملزم کوئی وزیر سلطنت یا کوئی دوسرا اعلیٰ عہدہ دار ہوا پارلیمنٹ (مواخذہ) کہتے ہیں ۱۲۔

کرنے کی اجازت دیتا تھا، اگر کبھی پارلیمنٹ کا حقیقت میں میلان
 خاطر بھی ہوتا کہ مقتدر بن جائے تو اس کے اجلاس کی مدت
 اس قدر قلیل ہوتی تھی کہ اُس کو مشکل سے موقع ملتا تھا کہ وہ
 انتظام سلطنت کو تفصیل سے سمجھ سکے۔ مختصراً یہ کہ بادشاہ ہی
 اُس زمانہ میں اصل حکومت تھا اگرچہ وقت بے وقت سلطنت
 کے تینوں طبقے حکومت کو مشورہ دیتے یا اُس کی حکمت عملی پر
 اعتراض کرتے یا (حسب ضرورت) اس کا مقابلہ کرتے تھے۔

اس دور میں کینسہ کی حالت۔ اگرچہ اُس وقت بھی اہل کینسہ
 کی طاقت زیادہ تھی لیکن اُس میں انحطاط شروع ہو گیا تھا۔
 اس کے کئی اسباب تھے۔ اول یہ کہ اہل کینسہ اب تمام قوم کے
 پیشوا نہیں سمجھے جاتے تھے۔ جان کے زمانہ تک اہل کینسہ نے
 قوم کو آزادی دلانے اور اچھی حکومت حاصل کرنے میں رہبری کی
 عہد جان سے عہد ایڈورڈ اول تک اہل کینسہ کا اثر پاپائے
 روم سے تعلق ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے کم ہو گیا
 اور اُن کی قوم کے رہبر امرا بن گئے۔ ایڈورڈ اول کے زمانہ
 سے ہی عوام اس بات کو تبدیل سیکھ رہے تھے کہ آپ اپنا
 کام کریں۔ اس لئے اہل کینسہ کی بہت کچھ سیاسی فوقیت زائل
 ہو گئی۔ عمدہ ادبی کتب کو غیر مذہبی لوگوں مثلاً چاسر نے لکھنا
 شروع کر دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چودھویں صدی میں
 صرف پادری ہی عالم و فاضل نہیں تھے۔ جب یہ اپنی علمی
 فضیلت کھو بیٹھے تو اب ان کے مذہبی علم کا وقار بھی باقی

نہیں رہا۔ ملک میں فرقہ ٹولارڈ کے مذہبی خیالات پھیل جانے سے لوگوں نے تعلیم و اشاعت دین کے مروجہ طریقوں پر نکتہ چینیوں کرنی شروع کر دیں۔ اور جب مذہبی عقائد پر حملے ہونے لگے تو اہل کینسہ معترضین کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے ان کی اس حرکت نے عوام کی ہمدردی ان کی جانب سے کم کر دی۔ اس طرح اہل کینسہ اور ارباب علم و فضل میں تدریج نفاق بڑھتا گیا۔

علاوہ بریں خود اہل کینسہ کے جوش مذہبی میں اخطا پیدا ہو گیا تھا۔ یہ بدیہی بات ہے کہ شوق و ذوق چند روزہ ہوتا ہے وہ حرارت و جوش مذہبی جس کو ^{۱۵}سٹرشین راہبوں نے بارہویں صدی میں اور ^{۱۶}فرائیر راہبوں نے تیرہویں صدی میں پھیلایا تھا اب ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اہل کینسہ جو کہ عصہ دراز تک دولت۔ طاقت۔ عزت و جاہ سے متمتع ہوتے رہے تو پہلی سی مسعدی و سرگرمی بھی نہ رہی تھی اور وہ بزدل عیش پسند اور ناکارہ ہو گئے تھے۔ اکثر باپائے روم جو چودھویں صدی میں شہر ^{۱۷}اے دگ نان داتع ملک فرانس میں رہتے تھے عیاش اور کم زور طبیعت کے تھے جن سے کلیسا کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ عقائد مذہبی پر اعتراض کرنے کے عام میلان نے پادریوں کو بھی بے اثر نہ چھوڑا۔ جب مذہب کی

^{۱۵} ضمیر میں تشریح کر دی گئی ہے۔ ^{۱۶} (The Cistercians) ^{۱۷}

(Avignon) ^{۱۸} (The Friars)

جانب سے خود پادریوں کا اعتقاد کم ہونے لگا تو لوگوں کا بھی عقیدہ پادریوں کی طرف سے گھٹتا گیا۔

اس زمانہ میں جبکہ پادریوں کی قوت زوال پذیر تھی، عام آدمیوں اور پادریوں کے باہمی عناد و مخالفت کے لئے اسباب تھے۔ اول اہل کینہ کی دولت بے اندازہ کو چونکہ غیانی بعض شخصہ خیال کیا جاتا تھا لہذا اُس کی دولت ہمیشہ بڑھتی جاتی اور کبھی کم ہوتی تھی۔ ایڈورڈ اول نے کوشش کی تھی کہ کلیسا کی زمینوں میں اب اضافہ نہ ہونے پائے۔ بعض اضلاع کے ٹیٹ (ٹائٹن) نے مسئلہ میں تجویز کی کہ بادشاہ کلیسا کے ایک سال کے محفل سے مصارف سلطنت کی سربراہی کرے۔ گو مسئلہ میں ارکان عوام نے تحریک کی تھی کہ اُسقفوں اور خانقاہوں کے علاقے ضبط کر لئے جائیں لیکن مسئلہ میں پارلیمنٹ نے حقیقت میں دوسری پنجم کو وہ سب علاقے عطا کرنے جو ملکوں کی خانقاہوں کے لئے انگلستان میں وقف تھے قوم کی ناراضی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ”مذہبی عدالتوں“ کے ظلم سے لوگ تنگ آ گئے تھے۔ ان عدالتوں میں ان قسم کے اخلاقی جرموں کی تحقیقات ہوتی تھیں جن کے لئے ملک کا قانون تعزیری ساکت و صامت ہوتا تھا۔ ان عدالتوں کی نہایت بُری حالت تھی۔ ان کی کاروائیاں عموماً جاسوسیوں، جھوٹی نالشوں اور عداوتیں پر مبنی ہوتی تھیں۔ آری یہ بھی یہ عدالتیں ”عہد اصلاح“ کے بعد تک باقی تھیں اور دوسرے

چارلس اول کے عہد میں ان کے ضرر سے لوگوں کو نجات ملی۔ لیکن ناراضی کا سب سے بڑا سبب پاپائے روم کی ناقابل برداشت دست اندازیاں تھیں۔ لوگ ان کو اُس وقت سے محسوس کر رہے تھے جبکہ جان نے پوپ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ جو پارلیمنٹ کے ۱۳۶۶ء میں بمقام لنکن منعقد ہوئی اُس میں امرانے ٹکنے کی چوٹ اعلان کر دیا تھا کہ شاہ انگلستان پر کسی شخص کو عدالتی اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے یعنی وہ کسی انسانی اقتدار و تسلط کے ماتحت نہیں ہے۔ ۱۳۶۶ء میں پاپائے روم کی سمدارت اور ادائی خراج کی باضابطہ طور پر تنبیخ ہوئی۔ پارلیمنٹ نے مسلسل یکے بعد دیگرے اس امر پر جھگڑا کیا ہے کہ اہل مقدمات پاپائے روم سے داد خواہی نہ کریں ۱۳۵۵ء و ۱۳۶۵ء و ۱۳۹۳ء میں قوانین اختیار اس غرض سے بنائے گئے کہ اس طریقہ کا انسداد ہو اور اس کی خلاف ورزی میں لوگ سزا یا پھانسی ہو سکیں۔

ان قوانین کا نام اسٹاچیولش آف پری میونیرے

(Statutes of Praemunire) ہے (لاطینی زبان میں)

پری میونیرے (Praemunire) کے معنی مقبض ہونے

کے ہیں) پارلیمنٹ نے ۱۳۵۵ء و ۱۳۶۲ء اور ۱۳۹۳ء میں دربار روم سے عطائے معاش مذہبی کے روکنے کے لئے قوانین بنائے جو اسٹاچیولش آف پری میونیرے کے نام سے مشہور ہیں۔

(of Provisors) کھلاتے ہیں۔

اس عہد کے امرا کی حالت۔ بعد کے پلینتینٹ سلاطین کے عہد میں امرا (بیرن) کے اخلاق میں بہت تغیر ہو گیا تھا۔ ایڈورڈ ددم اور ہنری سوم کے عہد سلطنت میں امرا کمزور اور گرم کردہ بادشاہ سے مقابلہ کرنے والوں کے رہبر ہوتے تھے۔ ایڈورڈ سوم زیادہ قوی تھا کہ اُن کو قابو میں لاسکا۔ یہ اُس کی غیر آزمائی اور شاہی عظمت کا پاس کرتے تھے اُن کی جنگجو لمبیعتوں کو مصروف کار رکھنے کے لئے ایڈورڈ نے ان امرا کو فتح فرانس کی طرف متوجہ کر دیا۔ اُس کی کوشش تھی کہ بڑی جاگیروں کو سنی المقدور اپنی اولاد کے قبضہ میں رکھے۔ لیکن ایڈورڈ کی حکمت عملی سلسلہ وراثت کو اُس کی نسل کے لئے مستحکم نہ کر سکی۔ امرا کی ناراضی اور کسب کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دنوں امرا کے خاندان تو کم لیکن اُن کے مقبوضات پہلے سے زیادہ ہو گئے تھے۔ اگرچہ امرا اپنے وابستہ لوگوں سے اپنے ذاتی اغراض کے پورا کرنے میں جنگ کا کام نہیں لے سکتے تھے لیکن آمدنی معقول اور ارادہ کے پکے تھے اکثر کثیر اعیال اشخاص کی پرورش کرتے۔ یہ لوگ انہی امرا کی دریاں پہنتے اور اُن کے حکم کی بجا آوری کے لئے ہر وقت مستعد رہتے۔ ہنری ششم کی کمزور سلطنت میں یہ سرکش امرا اپنے وابستہ اور ملازم افواج کے گھمنڈ پر بے قابو ہو گئے تھے۔ اس

خرابی کا علاج صرف اُس وقت ہوا جبکہ امرا کے بعض قدیم خاندان مرمت گئے اور بعضوں کا تو سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں نے خاتمہ کر دیا۔

جب تک امرا کے قدیم گہرانے باقی رہے، یہی لوگ ایک حد تک عوام کے رہنما سمجھے جاتے تھے۔ بد نظمی کے نازک وقت میں اگر سب نہیں تو تھوڑے امرا ضرور عوام کے شریک ہو جاتے تھے۔ اگرچہ عوام بتدریج تجربہ کار اور قوی ہو رہے تھے لیکن وہ اس قابل نہ تھے کہ امرا کی شرکت کے بغیر بادشاہ کی طرفدار جماعت کا مقابلہ کر سکتے۔ امرا کی طاقت زائل ہو جانے سے عوام کا نہیں بلکہ بادشاہ کا اقتدار بڑھ گیا۔

اس عہد میں عوام کی حالت۔ بعد کے پلینٹینجٹ سلطین کے عہد سلطنت میں یہ تیسرا طبقہ بتدریج ثابت قدمی کے ساتھ ترقی کر رہا تھا۔ شاہان لینکسٹر کے عہد میں اس کے نائب قومی معاملات میں امرا کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کا اس کی تعداد اور دولت پر بہت کم اثر پڑا۔ جبکہ امرا اور اُن کے وابستگان دولت جنگ میں مصروف تھے تو تاجر اور کسان بھی اپنے اپنے پرامن اور فائدہ مند پیشہ میں مشغول رہے۔ خاندان یارک کے بادشاہ سمجھے گئے تھے کہ کس طرح رعایا کے درجہ بڑی کی خوشنودی چاہیے۔ اگرچہ اس زمانہ میں اس قسم کے باشندوں کی

جماعت ایسی مقتدر نہیں تھی کہ حکومت کر سکتی لیکن کوئی حکومت بغیر اس کی مدد کے مستحکم نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس وقت عوام ہر طرح سے آمادہ ہو گئے تھے کہ کسی ایک حاکم کی تائید کریں خواہ وہ عدم حکومت اور بغاوت کے فرو کرنے کے متعلق صرف اپنے ارادہ کا اظہار کر دے خواہ وہ کیسا ہی مطلق العنان و تند خو کیوں نہ ہو۔ خاندان لینکسٹر کے پابند دستور سلاطین کو امن قائم رکھنے میں ناکامی ہوئی اور عوام اُس سیاسی آزادی سے بے پروا ہو گئے تھے جس میں حفاظت جان و مال نہ تھی۔

کسانوں کا بلوہ اور غلامان زرعی کا نیست و نابود ہونا۔

موضنین کا خیال ہے کہ بارہویں صدی کے بعد سے غیر آزاد کسانوں کی تعداد کا گھٹنا اور آزاد آدمیوں کی تعداد کا بڑھنا جاری رہا۔ زرعی غلامی سے نجات پانے کے کئی طریقے تھے۔ زرعی غلام اپنی آزادی خرید سکتا یا یہ کسی سند یافتہ شہر میں ایک سال اور ایک دن تک رہ کر آزاد ہو سکتا تھا۔ اگر اس مدت میں اُس کا مالک اس پر قابو حاصل کرنے کے لئے مدعی نہ بنتا یا اگر وہ پادری بننا چاہتا۔ لیکن اس اخیر طریقہ کی حصول آزادی میں مزاحمت پیدا کرنے کی غرض سے قانون بھی بنایا گیا تھا۔ بالآخر مذہبی طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ زرعی غلام کو آزاد کرنے میں خوشنودی خدا ہے اس لئے اکثر امرا کو ترغیب دی جاتی تھی کہ بنظر ثواب ان غلاموں کو آزاد کر دیں۔ زرعی غلاموں کی آزادی کی اگر کوئی غماہری

رسمی صورت نہ پیدا ہوتی تو اکثر اوقات بجائے خدمت اُن سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۷۹۳ء میں جبکہ آبادی کا ایک معتد بہ حصہ وبائے بلیک ڈیٹھ (ایک ہلک قسم کے طاعون) کے نذر ہو گیا تو اس خوش آئند تبدیلی یعنی زرعی غلاموں کی آزادی میں مرکاٹ پیدا ہو گئی۔ مزدوروں کی کمیابی اور اجرت کی زیادتی سے امرا نے دوبارہ کوشش کی کہ قدیم طریقہ کو جاری کریں یعنی زرعی غلاموں یا غیر آزاد کسانوں سے روپیہ نہیں بلکہ خدمت لیا کریں مزدوروں کی اجرت کے نرخ میں اضافہ نہ ہونے کی غرض سے قوانین بنائے گئے۔ اکثر اسی قسم کی شکایتیں تھیں کہ جو ۱۷۹۳ء کی بغاوت مزارعین کا سبب ہوئیں اگرچہ اس بغاوت کا اصلی مقصد حاصل نہیں ہوا لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ کاشتکاروں کو پھر ملوک بنانا ملک کے لئے کس قدر خطرناک اور دشوار تھا۔ بہر حال ملوک کاشتکاروں کی آزادی پہلے سے زیادہ سرعت کے ساتھ جاری رہی۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے اختتام پر ملوک کاشتکاروں کا طبقہ بھی تقریباً مفقود اور انگریزوں کا ہر ایک تنفس آزاد ہو گیا۔

حالات میں روز افزوں منافات۔ قومی ترقی کے ساتھ ساتھ قومی دشواریاں بھی نئی نئی پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس وقت

جبکہ کل قوم آزاد ہو گئی تو آزاد آدمیوں کا ایک بہت بڑا گروہ صاحب جائیداد نہیں رہا۔ ملوک کاشتکاروں کی اس درجہ اُن کے مالکوں کو قدر تھی کہ امرا ان کو اراضی سے بیدخل کرنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن دوسرے کاشتکاروں اور مزدوروں کو جو ان کی جگہ پر آگئے تھے اراضی کاشت سے اپنی خوشی سے نکال باہر کر دیا کرتے تھے۔ اس قسم کی بیدخلی اکثر ایسے موقعوں پر ہوا کرتی کہ جب مالکان اراضی کے نزدیک زمین کا بجائے کاشت کسی دوسرے کام میں لایا جانا زیادہ سودمند ثابت ہوتا۔ اس زمانہ میں انگریزی پشیم کی بہت مانگ تھی اکثر سرمایہ داروں نے زمین حاصل کر کے بڑے بڑے قطعات گوسفندوں کی پرورش اور چراگاہوں کے لئے مخصوص کر دیئے اس میں نہ تو مزدوروں کی ضرورت تھی اور نہ اُن کی اجرت کا بار اُٹھانا پڑتا تھا۔ انگلستان کے اکثر حصوں میں اس تجویز سے بہت حیرانی و پریشانی پھیل گئی۔ لیکن اسی اثنا میں اُن کے مالکوں اور شہروں کے تاجروں اور صناعوں کی دولت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اوسط درجہ کے باشندگان ملک کو پہلے کبھی ایسی ثروت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح پندرہویں صدی میں دولت اور افلاس میں اس قدر فرق عظیم آنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا تاہم ناشایستہ آسودہ حالی کی کثرت تھی۔ عوام بہت کثرت سے انگلستان میں

اپنے ہمسایہ قوموں کی نسبت زیادہ مرزا کمال ہو گئے تھے
 بعض مورخین بلحاظ ان خرابیوں کے جن کا ہم نے ابھی
 ذکر کیا ہے پندرھویں صدی کو قومی افلاس و ادبار کا زمانہ
 بتلاتے ہیں اور بعض مورخین آزادی جمہور اور ترقی
 صنعت و حرفت کے خیال سے اس کو انگلستان کا
 بہترین زمانہ کہتے ہیں۔

باہشت

خاندان ٹیوڈرشہ ۱۶۴۵ء سے ۱۶۸۸ء تک

تمہید۔ آخری دور پینتھیونٹ کی مشہور خصوصیت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی قوت میں اضافہ ہوا لیکن ایڈورڈ چارم کی تخت نشینی کے بعد سے اس ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ لوگوں کا میلان طبع ایک نئے سیاسی خیال کی جانب ہو گیا۔ اب بار دیگر شاہی قوت کو ترقی ہونے لگی سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے خاتمہ پر پھر دستوری حکومت کی میزان کے پلے برابر نہ رہے (برین) امر قریب قریب نیست و نابود ہو گئے تھے۔ قوم کے مذہبی احساسات پر پادریوں کو قابو نہیں رہا تھا اور اُن کی دولت اور نخوت پسندی کی وجہ سے قوم ان سے متنفر تھی۔ پادری سابق میں رعایا اور بادشاہ کے درمیان واسطہ ہوتے تھے۔ مگر اب وہ حصول حمایت کے لئے بادشاہ کے ہی طرفدار ہو گئے۔ جماعت متوسطین جو دارالعوام کا انتخاب کرتی اس خانہ جنگی

میں کم نقصان اٹھانے کے سبب سے بہت آسودہ حال ہو گئی تھی لیکن ایسی قوی نہ تھی کہ قومی حکمت عملی کو اپنے حسبِ منشا لکھوا سکتی۔ اس جماعت کی سب سے زیادہ یہ خواہش تھی کہ دوبارہ امن قائم ہو اس لئے وہ بادشاہ کے اختیارات میں وسعت دینا چاہتی تھی اور نکتہ چینی کرنے سے استرا کر تھی اس لئے تمام ملک خاندان ٹیوڈر کے غیر محتاط اور مطلق العنان مگر شجاع اور عاقل سلاطین کی حکومت کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

ہنری ہفتم نے خاندان یارک اور خاندان لینکسٹر کے دعووں کو متحد کر دیا اور اپنی دانائی سے انقلاب کی کسی کوشش کو برومند نہ ہونے دیا۔ امرا اس کے قابو میں آ گئے اور متوسط طبقے کے لوگ اس سے رضامند ہو گئے۔ اس کا خزانہ اس قدر معمور ہو گیا کہ کسی دوسرے انگریز کے یہاں اس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ ہنری ہشتم اپنے باپ کی جمی جمانی سلطنت کا وارث ہو کر ولزی جیسے قابل (وزیر) کی ٹھٹ سے بہرہ اندوز ہوا اور اُس کی حالت ان سب بادشاہوں سے زیادہ قوی تھی جو ایڈورڈ اول کے بعد ہوئے (پاپائے) روم سے اس کی نزاع ہو جانے سے انگلستان کو اُن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جن کے باعث ملک کو شخصی حکومت کی ضرورت پیش آئی۔ اُس سال سے جبکہ انگریزی پادریوں نے پاپائے روم سے قطع تعلق کر لیا تھا اس سال تک جبکہ اسپینش آرمادا (ہسپانیہ کے جنگی جہازوں کے بیڑہ) کو شکست ہوئی

(۱۵۳۲ء سے ۱۵۵۱ء تک) انگلستان اندرونی اور بیرونی دونوں جانب سے معرض ہلاکت میں تھا۔ یعنی ملک میں خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی اور باہر سے حملے ہو رہے تھے۔ اس قسم کے خوفناک نقصانات سے اسی وقت نجات مل سکتی ہے کہ جب ملک میں مطلق العنان شاہی اختیار کو تسلیم کیا جائے۔

ہنری ہشتم کی کوشش تھی کہ مذہب میں ایک دہائی راستہ نکالا جائے اور اُس کا مسلک صلح کل رہے۔ ایڈورڈ ششم اور نائب السلطنت سمر سیٹ نے پروٹیسٹنٹ - فرقہ کی طرفداری کی اور (ملکہ) میری کیٹھلک فرقہ کی طرفدار تھی۔ ملکہ ایلینر بیٹھ بھی مثل اپنے باپ کے کوشاں تھی کہ سب فرقے اس کے زیر اقتدار رہیں۔ وہ ذیفہم مشیروں کی ہدایت کی بدولت مذہب پروٹیسٹنٹ کو قومی مذہب بنانے میں اور بیرونی حملوں سے ملک کو بچانے میں کامیاب ہوئی۔ لیکن ملکہ کی اس کار عظیم کی کامیابی سے انگلستان کے اصلاح شدہ و مروجہ مذہب کی نسبت جدید تنازعات کا سلسلہ شروع ہوا بادشاہ نے اسقف کا ساتھ دیا تو پورٹن کا فرقہ ملک کا سیاسی مخالف ہو گیا۔ ایلنیر بیٹھ کی وفات اور خاندان ٹیوڈر کے خاتمہ کے بعد اسی مخالف فرقہ نے شاہی قوت کو شکست دی اور اختیارات شاہی کے متعلق وہ حدود قایم کئے کہ جن کی نظیر نہ تھی۔

دور ٹیوڈر میں جو شاہی قوت کو دوبارہ استحکام حاصل ہوا

اس بارے میں ہم کو زیادہ مبالغہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اکثر مورخین نے سلاطین ٹیوڈر کو مطلق العنان لکھا ہے۔ اگر اس سے ان مورخین کی یہ مراد ہو کہ ٹیوڈر بادشاہ قومی احساس کا لحاظ نہیں کرتے تھے تو یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ اس لئے کہ ان بادشاہوں کے ہاں مستقل فوج نہیں تھی اور وہ ایک جنگجو قوم پر حکمراں تھے۔ اگر وہ ناگوار اور ناجائز کام کر جاتے تھے تو اُس کا سبب یہ تھا کہ ان بادشاہوں کی رعایا ایسے امور کی نسبت اغماض کر جاتی تھی۔ بلکہ سلاطین ٹیوڈر خاص طور پر عام رائے کا لحاظ کرتے اور مشکل سے کسی ایسی حکمت عملی پر اصرار کرتے جو ملک کے ناگوار خاطر ہوتی۔ اچھا اگر ان مورخین کا یہ منشا ہو کہ سلاطین ٹیوڈر بظاہر مطلق العنان تھے تو یہ خیال بھی صداقت پر مبنی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان سلاطین نے ادارات قدیمہ سے کسی ایک کو بھی جس کا تعلق لوگوں کی سیاسی یا ذاتی آزادی سے تھا منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ ٹیوڈر بادشاہوں کے سب سے زیادہ جابرانہ افعال کو بھی قانونی جامہ پہنایا جاتا تھا۔ پابند دستور حکومت شخصی کی روایت کا رشتہ کبھی ٹوٹا نہیں۔

ٹیوڈر بادشاہوں کے تعلقات پارلیمنٹ کے ساتھ
دورِ ٹیوڈر میں شاہی قوت کے دو بارہ قایم موجدانے سے پارلیمنٹ کی قوت میں ضعف واقع ہونا لازم تھا لیکن سلاطین ٹیوڈر کی زیادہ تر کوشش یہ رہی کہ پارلیمنٹ اُن کے حسبِ منشا

عمل پیرا ہو اور وہ پارلیمنٹ کو اس کے دستوری فرایض اور اختیارات سے محروم کرنا نہیں چاہتے تھے۔

دارالامرا کی قوت و آزادی وارز آف روزلیں (سفید اور لال پھولوں کی لڑائیاں) میں زایل ہو گئی تھی۔ اس کثرت سے بیرن (نوابین) میدان کارزار میں کام آئے اور سوئیچ چڑھائے گئے کہ ہنری ہفتم کی پہلی پارلیمنٹ میں امرائے ملکی کی تعداد اس مقدار کی نصف بھی نہ تھی جو ہنری ہشتم کی سب سے بڑی پارلیمنٹ میں موجود تھی۔ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ ہنری ہفتم و ہشتم کے عہد سلطنت میں قدیم امارت کے باقی اراکین کو قتل اور اُن کی جائدادوں کو ضبط کر کے امرا کی تعداد اور بھی گھٹادی گئی۔ امرائے مذہبی بھی بادشاہ کی اطاعت کے لئے بالکل آمادہ تھے کیونکہ اُن کو قوم کی امداد کا بہروسہ نہ تھا۔ ہنری نے پارلیمنٹ کے بیتِ اعلیٰ کی تسخیر کو خانقاہوں کی برخاست و موقوفی سے تکمیل کو پہنچایا۔ اس موقوفی کا لازمی نتیجہ تھا کہ پارلیمنٹ میں بڑے پادریوں یعنی رؤسائے مہبان (اپیٹ) کی صدقین نظر نہیں آنے لگیں۔ اس طرح سے مذہبی امرا کی تعداد نصف سے زیادہ کم ہو گئی اور امرائے ملکی کی تعداد میں ایسا اضافہ ہوا کہ کبھی زایل ہونے نہیں پایا۔ خانقاہوں کی موقوفی سے بادشاہ کے اختیار میں کثرت سے علاقے آگئے جن کو اُس نے ایک نئی جماعت امرائے اطاعت گزار پر

وقف کر دیا اس خیال سے کہ ملک میں ابھی تک ان کی بنیاد قائم نہیں ہوئی تھی اور یہ ”اصلاح مذہب“ کے طرفدار بھی تھے مبادا روم کے ساتھ مصالحت ہو جانے سے ان کے علاقے معرض خطر میں پڑ جائیں۔ چنانچہ مذہبی ولولہ رکھنے والی ملکہ میری بھی جبکہ اس نے مملکت کو روم کا موافق بنا دیا تو گرجاؤں کی اُن زمینوں کی تصدیق کرنی پڑی جو اُن کے نئے قابضین کو عطا ہوئی تھیں۔ عموماً دارالامرا بہ نسبت دارالعوام کے زیادہ مطیع رہا ہے۔ ان اسباب کی بدولت جن سے درجہ اوسط کے باشندوں کی وفاداری کا رشتہ مضبوط ہوا اس دور میں دارالعوام بادشاہ کے حیلے اور غلط دعوؤں کا طرفدار بن گیا لیکن سلاطین ٹیوڈر نے بعض ایسی تدبیریں اختیار کیں جن کے سبب سے دارالعوام پر اُن کو دسترس حاصل رہا مثلاً اس خاص حق کی بنا پر کہ بادشاہ پارلیمنٹ کی نیابت کے لئے جن شہروں کو چاہے اجازت دے ایڈورڈ ششم میری اور ایلینزیمتہ کے عہد حکومت میں تقریباً ساٹھ شہر پارلیمنٹی نیابت کے مستحق قرار دئے گئے۔ ان شہروں میں سے بعض کا دعویٰ نیابت انصاف پر مبنی تھا لیکن اکثر و بیشتر نیابت ادنیٰ مقامات پر تھے اور اس لئے منتخب ہوئے تھے کہ بادشاہ کی حکمت عملی کے مطیع و منقاد نمایندے (ناٹین) بھیجا کریں۔ ریفارم ایکٹ (قانون اصلاح) بابت ۱۸۳۲ء میں شہروں کی نیابت کا جو

اصولی متخالف و تفاوت بتلایا گیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آبادی کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہو جانا اور دوسری وجہ سلاطین ٹیوڈر کی غیر محتاط حکمت عملی تھی۔

اس کے برخلاف ہنری ہشتم نے ویلز کی ضلع بندی کردی اس طرح سے کہ اس میں ماں متھ بھی شامل کر دیا گیا اور ان سب کو نیابت پارلیمنٹ کا حق دیا گیا حتیٰ کہ چیشائر بھی اس کا مستحق ہو گیا۔ دارالعوام کبھی کبھی ہنری ہشتم کے مقابلہ کے لئے بھی اٹھا ہے۔ ایلینر بیٹھ کے اخیر زمانہ میں اراکین عوام نے اُس خفگی و غصہ کا اظہار کرنا شروع کیا جو اسٹورٹ بادشاہوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔

پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے پر عہد ٹیوڈر میں۔

سلاطین ٹیوڈر اور ان کے ذرا نے کبھی پارلیمنٹ کے بلا واسطہ محصول لگانے کے ”حق خاص“ سے ظاہر میں انحراف نہیں کیا لیکن اس اصول میں پارلیمنٹ کے ماتحت ہونے سے انہوں نے مختلف تدبیروں سے پارلیمنٹ کے اس اختیار سے گریز کرنے کی کوشش کی اس لئے ہنری ہفتم بڑے شدومد سے ”حقوق شاہی“ خواہ وہ دقیانوسی کیوں نہ ہوں جتا کر روپیہ وصول کرنے لگا۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر سنگین جرمانے عاید کئے جاتے اور اسی قسم کے دوسرے ناجائز ذریعوں سے روپیہ وصول کیا جاتا۔ وہ جنگ کی نوبت نہیں آنے دیتا اور کفایت شعار ہونے سے اس

قابل تھا کہ ذات سے اخراجات سلطنت کا بار اٹھائے اور وسیع خزانے چھوڑ جائے۔

ہنری ہشتم مسرف تھا اور چند ہی سال میں اپنے باپ کی جمع کردہ دولت کو صرف کر ڈالا۔ ۱۵۲۳ء میں ولزی نے دارالعوام سے ایک بڑی رقم مبلغ آٹھ لاکھ پونڈ طلب کئے شدید مخالفت کے بعد اُس کو بہت تھوڑی رقم ملی اور وہ بھی چار سال میں ادا ہونے والی تھی۔ لیکن اُس نے محصول ادا کرنے والوں کو مجبور کیا کہ فوراً اس رقم کو ادا کریں۔ ۱۵۲۲ء اور ۱۵۲۵ء میں ولزی نے زیادہ جرات سے کام لیا اس مرتبہ اُس نے کمشنر مقرر کئے کہ ہر ایک شخص کی جائیداد کی قیمت حلفاً دریافت کریں اور قابل محصول قیمت کے حصہ پر محصول لگائیں۔ ایک دفعہ تو اُس کو اس میں کامیابی ہوئی لیکن دوسری مرتبہ ملک نے علانیہ بغاوت کردی۔ بادشاہ کو مجبوراً اپنی خواہش واپس لینی پڑی اور ان سب لوگوں کا قصور معاف کرنا پڑا جنہوں نے اس بغاوت میں شرکت کی تھی۔ لیکن اہل ثروت سے نذرانے اور پیشکش کے چھول کرنے میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس طریقہ کا موجب ایڈورڈ چہارم تھا لیکن رچرڈ سوم کے عہد کے قانون نے اس کو ناجائز قرار دیا تھا۔ سلاطین ایڈورڈ نے اس قانون کو منسوخ سمجھا اس عذر کی بنا پر کہ رچرڈ جائز بادشاہ نہیں بلکہ غاصب تھا۔ ہنری ہفتم نے تو بعض اور ہنری ہشتم نے اکثر ایسے نذرانے اور

پیشکش طلب کئے ہیں۔ اگر کوئی ان کے دینے سے انکار کرتا تو اُس کو پریوی کونسل میں طلب کر کے اس کی سزائش کی جاتی اگر پھر بھی وہ اپنے انکار پر اڑا رہتا تو قید کر دیا جاتا یا اس کا نام معمولی سپاہیوں میں لکھ دیا جاتا تھا۔

ہنری ہشتم کے روپیہ وصول کرنے کا ایک اور ذریعہ ”جبری قرضہ“ تھا۔ قرض دینے والے کی حالت اس واسطے درد انگیز اور روح فرسا تھی کہ پارلیمنٹ نے دو مرتبہ قانون جاری کر کے بادشاہ کو اُس کے قرض سے سبکدوش کیا۔ دوسرے ایکٹ میں تو اس امر کی بھی صراحت کر دی گئی تھی اگر بادشاہ اپنے قرض خواہوں کا قرض ادا کرے تو یہ قرضہ کی رقم پھر بادشاہ کو واپس کر دیں۔ ایلنیری بیٹھ نے بھی بعض وقت ”جبری قرضہ“ لیا ہے لیکن وہ اہل (رقم) ادا کر دیتی اور سود کے عوض میں خطاب ٹائیٹ یا زبانی لطف و مدارا اسے خوش کر دیتی۔

پارلیمنٹ کی رضامندی کی تجارتی اشیاء کے محصول درآمد کے لئے اس قدر ضرورت نہیں تھی جیسی محصول بلا واسطہ لگانے میں یہ صحیح ہے کہ اگر الفاظ کے ذریعہ سے (بظاہر) نہیں تو معنوی طور پر مشہور قوانین سابقہ نے بادشاہ کے محصول لگانے کے مطلق العنان حق کو جس میں بلا واسطہ اور بالواسطہ دونوں قسم کے محصول شامل ہیں) سلب کر لیا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ بعض بالواسطہ محصولات خصوصاً پشتم کے محصول کی تو بذریعہ قانون اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔ یہ بھی

صحیح ہے کہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں پارلیمنٹ نے اپنے ایک ایکٹ کے ذریعہ سے نظیر قایم کردی تھی کہ تجارت پر محصول لگانے کی پارلیمنٹ منظوری دے۔ مخصوص اشیاء تجارتی مثلاً پشم، کھال یا کسی دوسرے قسم کا چرم اور قلعی کے محصول کروڑ گیری ان کی برآمد کے وقت اور ٹینج (اس قدر فی ٹن شراب پر) جبکہ شراب کی درآمد ہو اور پونڈ بیج (اس قدر رقم فی صدی دوسرے جملہ اشیاء درآمد شدہ کی قیمت پر) لیکن کہیں بھی اس قسم کے قانون کا صاف الفاظ میں پتہ نہیں ملتا کہ بادشاہ کو پارلیمنٹ کی رضا مندی بغیر محصول لگانے کی مانعت تھی۔ اُن قوانین کی تاویلات جن کا منشا تھا کہ بادشاہ کی محصول لگانے کی قوت محدود ہے اس کے بعد کے زمانہ میں بھی نہایت کوتاہ بینی پر مبنی ہیں۔ یہ طے کیا جاتا تھا کہ بادشاہ کو تمام وہ "حقوق خاص" حاصل ہیں جن کی صاف صاف الفاظ میں تنفیخ نہ کی گئی ہو۔ علاوہ بریں خود دَکلا کا خیال تھا اور پارلیمنٹ نے بھی اس پر مخالفت نہیں کی کہ بادشاہ کو بلحاظ تجارت ملک غیر کے "حقوق خاص" حاصل ہیں۔ یہ دلیل پیش کی جاتی تھی کہ بندرگاہیں بادشاہ کی ہیں اس کو ان بندرگاہوں کے کھلا رکھنے یا بند کردینے کا اختیار ہے۔ اچھا تو پھر بعض تجارتی اشیاء پر ان بندرگاہوں میں آنے کے لئے کیوں محصول نہ لگایا جائے۔ اس خیال سے متاثر ہو کر میری نے غیر ملکی پارچہ پر ایک نیا محصول لگایا

جس کو اسپوزیشن کہتے تھے اور ایلنیریتھ نے بیٹھی شریوں پر محصول قایم کیا۔ لیکن ٹیوڈر بادشاہوں کی دانائی تھی کہ اس قسم کے محصول کی تعداد کو نہیں بڑھنے دیا۔

ضبطی (جائداد) اس دور میں شاہی محال کا بڑا ذریعہ جائداد کا مضبوط تھیں۔ ہنری ہفتم کو خانہ جنگی کے فوائد سے متمتع ہونے کا موقع ملا۔ خانقاہوں کے اور قانون بغاوت کے مجرمین کی غنیمت ہنری ہشتم کے ہاتھ آئی۔ ایڈورڈ ششم نے بھی تجارتی انجمنوں کے کچھ اوقاف لے لئے۔ اکثر حصہ اس دولت کا جو ایسی آسانی سے ملا تھا ضایع کر دیا گیا۔ تاہم ٹیوڈر سلاطین اس ذریعہ سے اور دوسرے ذریعوں سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں اس قابل ہو گئے تھے کہ پارلیمنٹ کو اس مقدار کی بہ نسبت جس کو قانون اور رسم نے مقرر کر دیا تھا بہت کم منعقد کرتے اور بغیر پارلیمنٹ کے ملک میں حکومت کرتے ہنری ہفتم نے اپنی سلطنت کے آخری پانچ سال میں کسی پارلیمنٹ کو منعقد نہیں کیا اور ہنری ہشتم نے ۱۵۲۳ء سے ۱۵۲۹ء تک بغیر پارلیمنٹ کے حکمرانی کی۔ خود ایلنیریتھ نے ایک مرتبہ پانچ سال تک پارلیمنٹ کا انعقاد نہیں کیا۔

اس عہد میں قانون بنانے پر پارلیمنٹ کا اختیار۔
یہ اصول کہ بادشاہ بلا رضامندی پارلیمنٹ قانون نہیں بنا سکتا۔ دور پلینٹیجنٹ میں اس قدر مستحکم ہو گیا تھا کہ سلاطین ٹیوڈر اس پر معترض نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن ٹیوڈر بادشاہوں نے اپنے ایک حق

جس کے مدعی اور عامل اُن کے اسلاف بھی رہے ہیں کامل فائدہ اٹھایا وہ یہ کہ اُن کو فراین صدر کرنے کا حق تھا۔ ۱۵۳۹ء میں ہنری ہشتم نے پارلیمنٹ سے ایک ایکٹ جاری کرا لیا جس کی بنا پر اُس کے اعلانوں کا اثر قانون کے مساوی قرار دیا گیا۔ لیکن اس ایکٹ میں یہ شرط تھی کہ فرمان شاہی کو قانون غیر موضوعہ (کامن لا) پر ترجیح نہیں دی جائے گی اور نہ رعایا کے حقوق، اُن کی آزادی اور ملک پر اس کا کوئی اثر پڑے گا۔ ایڈورڈ ششم کے جلوس کے بعد ہی اس ایکٹ کی تینخ کی گئی لیکن ایڈورڈ کے وزرا نے گرجا کے رسوم ماکولات کا نسخ اور دوسرے امور رفاہ عام کی درستی و انتظام کے لئے اکثر اعلانات شاہی جاری کئے۔ ایک اعلان کی رو سے حکم دیا گیا کہ اعزازی نظامے فوجداری جیسٹیسز آف دی پیس، جھوٹی خبروں کے اشاعت کرنے والوں کو گرفتار کر کے بطور سزا کشتیاں کھیلنے والے غلاموں میں شریک کریں اس سے بھی زیادہ خود مختارانہ اعلان وہ تھا جو ملکہ میری کی سلطنت کے آخری سال میں لوگوں کو مرعوب کرنے کے خیال سے جاری کیا گیا کہ جن کے پاس سے ملحدانہ اور باغیانہ مضامین کی کتابیں برآمد ہوں اُن کو سرسری تحقیقات کے بعد سزائے موت دی جائے گی۔ ایسا ہی ملکہ الینیریتھ نے بلوائیوں اور بد معاش ادارہ اشخاص کو اپنے بعض اعلانات میں سزائے موت کی دہلکی دی ہے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ

ان خوف دلانے والے اعلانات کے لحاظ سے حقیقت میں کتنے مجرمین سزایاب ہوئے۔ تاہم اس قسم کے اعلانات محدود حکومت شخصی کے اصول کے منافی ہیں۔ اگر کوئی اعلیٰ حاکم مجرم رعایا کو اُن جرایم کے ارتکاب کی نسبت جن کو معمولی قانون سنگین نہیں قرار دیتا اور جن کی باقاعدہ قانونی طریقہ کی تحقیقات بھی نہ ہو، سنگین سزائوں سے خوف دلائے تو اس امر کا اندیشہ کرنا لازم ہے کہ ایسے حاکم کے افعال خود مختاری کی حد تک پہنچ رہے ہیں۔

لیکن ایسے ناجائز قانون بنانے کی سب سے زیادہ حیرت انگیز مثال وہ فرامین ہیں جن کو ۱۷۷۱ء میں اصلاح مطابع کی غرض سے شایع کیا گیا تھا۔ ان فرامین کی رو سے حرفت طبع کے لئے صرف (چند مقامات یعنی) لندن اور دونوں یونیورسٹیاں (آکسفورڈ و کیمبرج) مخصوص تھیں۔ مالک مطبع کے لئے کم سے کم چھ مہینوں کا تجربہ رکھنا ضروری تھا ورنہ اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور نہ کسی دوسرے شخص کو اس حرفت میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی جب تک کہ صدر اُسقف کنٹربری اور اُسقف لندن کی رائے میں اہل مطابع کی تعداد گھٹ کر اُس حد پہ پہنچ گئی جس کو وہ مناسب خیال کرتے ہوں۔ ہر ایک مالک مطبع کو حکم دیا گیا کہ اپنے مطبع کی اسٹیشنر کمپنی سے تصدیق کر لے

اور جب تک صدر اسقف کنٹر بری اور اسقف لندن منظوری نہ دیں کسی کتاب کو شایع نہ کرے۔ ان قواعد کی خلاف ورزی کی سزا قید تھی۔ آزادی مطابع کو انگلستان میں کبھی تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ۱۷۵۹ء کے فرامین تو مزاحمت و ممانعت کے قوانین کا ایک مکمل مجموعہ ہیں۔

عہد ٹیوڈر میں وزرا کی ذمہ داری پارلیمنٹ میں۔
 اُس زمانہ میں یہ کھنا درست نہیں ہو سکتا تھا کہ سوائے بادشاہ کے وزرا حقیقی طور پر کسی دوسرے کے بھی جوابدہ ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے جیسا کہ خاندان پلینٹیجینٹ کے عہد میں پارلیمنٹ نے ٹیمپر اور سفک جیسے باوقعت مجرمین پر نوجوہاری استغاثہ دائر کیا یا سلاطین اسٹورٹ کے دور میں پارلیمنٹ کو جیکن اور اسٹرافورڈ کے مقابلہ میں مستعین بنا پڑا۔ ملک ٹیوڈر بادشاہوں کے زمانہ میں ناواقف تھا۔ وزرا کی ذمہ داری بادشاہ کے حضور میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ سخت ہو گئی تھی۔ قرون وسطیٰ کے انگریزی سلاطین کسی معزول وزیر کو اُس کے عہدہ اور دولت کی ضبطی سے زیادہ سزا نہیں دیا کرتے تھے لیکن ہنری ہشتم کا غصہ بہت خطرناک تھا۔ صرف اس کا غصہ ہی ہیبت ناک نہیں تھا بلکہ وہ وقت پر اپنے نہایت وفادار ملازم کا ساتھ بھی چھوڑ دیتا تھا جب کبھی ایسے ملازم کی ہردلعزری میں کمی ہوتی جن افعال کے باعث پارلیمنٹ اس کے وزرا سے ناراض

ہوتی تو ہنری خود پارلیمنٹ کا ہم خیال بن جاتا تھا اور اس کو عیب دیتا تھا ایسے ملازم کو ان افعال کی سزا دے حالانکہ یہ کام شاہی مقصد کے حصول اور فائدہ کے لئے کئے جاتے تھے چنانچہ ابتدائے سلطنت کے زمانہ میں اُس نے اسپین اور ڈوٹلے پر جو اس کے باپ کے ہاتھ میں جبری طریقہ پر روپیہ وصول کرنے کے دو آلے تھے مہل اور غلط الزام بغاوت لگا کر ”مواخذہ“ کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح سے اُس نے لوگوں (یعنی پارلیمنٹ) کو بھڑکایا کہ ڈکنز کا ”مواخذہ“ یعنی اُس پر فوجداری مقدمہ کریں۔ ڈکنز وہی شخص ہے جس نے بڑی جانفشانی سے بادشاہ کے اثر کو ملک اور بیرون ملک میں ترقی دی تھی۔ ایسا ہی جب کرامویل کے ذریعہ سے بادشاہ کو پادریوں پر قدرت حاصل ہوگئی اور خانقاہیں بند کردی گئیں تو اس نے اس کو فرقہ کیتھولک کے غضب پر بھیمنٹ چڑھا دیا۔ اس حکمت عملی کے (سبب) سے ہنری نے قوت تو اپنے ہاتھ میں رکھی لیکن نشانہ ملامت دوسروں کو بنایا۔ جس قدر کہ مشہور ”مواخذے“ یعنی فوجداری کارروائیاں اس کے عہد میں ہوئی ہیں ان سب کا بانی ہنری ہی تھا۔ پارلیمنٹ انہی کو برباد کرتی تھی جن کی ہنری نشانہ ہی کرتا تھا۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں اس وقت کا نائب السلطنت (بروٹیکٹر) پارلیمنٹ کے ہاتھوں باغوائے حاسدین ہلاک ہوا۔ ایلینور بیٹھ اپنے

وزرا کے انتخاب میں بہت احتیاط کرتی تھی جس کے سبب اُن کے خلاف عام نفرت نہیں پھیلنے پاتی تھی۔ اس طرح وہ کبھی مجبور نہیں ہوئی کہ اُن کو عام رائے پر متربان کر دے۔ اس نے پارلیمنٹ کو کبھی اغوا کیا کہ کسی بوڑھے اور غیر ہر دل عزیزِ مدبر کو برباد کرے لیکن اس کی خواہش اور کوشش تھی کہ اُس کے وزرا اس بات کو خوب سمجھ جائیں کہ وہ اسی کے جوابدہ ہیں۔

دورِ ٹیوڈر میں حکومتِ عالمانہ۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس حد تک شاہانِ ٹیوڈر نے ان قیود سے اپنے کو آزاد کیا جو پارلیمنٹ نے سلاطین پر قائم کی تھیں۔ اب ہم کو صرف انہی اسباب کا سراغ لگانا باقی رہ گیا ہے جن سے یہ سلاطین اس قابل ہو گئے تھے کہ عالمانہ حکومت کو جس قدر چاہیں کمزور کریں اور جس قدر چاہیں قوی بنادیں۔ بادشاہ کے ماتحت رکھر پریوی کونسل (مستشار شاہی) اصل عالمانہ حکومت تھی۔ شاہانِ ٹیوڈر کی پریوی کونسل کا سلسلہ ابتدائی پلینٹیجینٹ سلاطین کے کونسلوں تک پہنچا ہے لیکن اس پریوی کونسل اور اُن کونسلوں میں بعض صورتوں میں فرق عظیم تھا۔

نارمن فتح کے زمانہ سے انگریزی سلاطین ایک مستقل کونسل کے ذریعہ سے مہام سلطنت انجام دیا کرتے تھے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ کونسل عمائدین سلطنت اور باگاہِ شاہی

ملازمین اور ایسے مخصوص لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی کہ جن پر بادشاہ کو بہروسہ ہوتا تھا اس میں ہر ایک قسم کا کام ہو سکتا تھا اگرچہ بعض وقت اس کو وہ بڑی کونسل ہضم کر جاتی تھی جس کے اراکین خصوصاً جاگیردار اور نواب (پرن) ہوا کرتے اور جس کا انعقاد قانون بنانے یا محصول لگانے کے واسطے کیا جاتا تھا۔ ترقی تہذیب کے ساتھ جدید ادارات بھی پیدا ہونے لگے تاکہ قدیم نارین کیوریاریجس (شاہی مجلس) کے مخصوص کاموں کو اپنے ذمہ لے لیں۔ تیرھویں صدی میں تو قانون غیر موضوع کی عدالتیں اور چودھویں صدی میں عدالت چانسلری اس کونسل سے بالکل علیحدہ کر دی گئیں اور ان عدالتوں میں سب قسم کا معمولی عدالتی کام ہونے لگا اُسی زمانے میں انگریزی پارلیمنٹ کی اصلی شکل قائم ہوئی اور اُس نے وضع قوانین اور محصول عاید کرنے کے وہ سب اختیارات جن کو سابق میں متذکرہ صدر بڑی کونسلیں استعمال کیا کرتی تھیں حاصل کر لئے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان تغیرات کی تکمیل پر کیوریاریجس (مجلس شاہی) مفقود ہو گئی۔ لیکن بادشاہ ابھی تک عاملانہ حکومت کا صدر تھا اور ابھی تک اس کو صلاح و مشورہ دیا جاتا تھا چنانچہ ہم بتا سکتے ہیں کہ پندرھویں صدی میں بھی ایک شاہی کونسل تھی جس کے اراکین عمائدین سلطنت اور بعض نواب اور پادری تھے جو زمانہ حال کی وزارت کے اکثر فریض کو

انجام دیا کرتے تھے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ کونسل کبھی کبھی نوابوں کی مجلس عام میں چھپ جاتی ہے لیکن موخر الذکر مجلس ایک غیر معمولی تدبیر تھی جو نہایت دشوار اور نازک وقتوں میں اختیار کی جاتی تھی۔ یہ کونسل عالمانہ حکومت کی معیار تھی اور اس قدر مقتدر تھی کہ پارلیمنٹ نے اس کو اپنے قابو میں لانے کے لئے مختلف طور پر کوشش کی ہے۔ پارلیمنٹ اس کے اراکین کو نامزد کرتی تھی اور وہ مجبور کئے جاتے تھے کہ اُس کی وفاداری کا حلف اٹھائیں۔ پارلیمنٹ ہی ان کی تنخواہیں مقرر کرتی اور ان کی کارگزاری کے لئے قواعد مرتب کرتی تھی۔

پریوی کونسل کا نام سب سے پہلے پندرھویں صدی کے دفاتر میں پایا جاتا ہے مگر لیکسٹر سلاطین کی پریوی کونسل شاہان ٹیوڈر کی پریوی کونسل سے بالکل مختلف تھی۔ صرف یہی نہیں کہ مختلف طریقوں سے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اس پر پارلیمنٹ کا اثر ڈالا جاتا تھا بلکہ اس کے اراکین زیادہ تر امرا اور اساقف ہوا کرتے تھے جو بہ سبب اقتدار ذاتی بادشاہ کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح نہیں رہتے تھے۔ اس طرح سے وہ اکثر اپنی آزاد رائے کا اظہار کرتے اور شاہی حقوق محدود رکھتے لیکن وارز آف روزیں (سفید اور لال پھولوں کی لڑائیوں) کے بعد سے اس کی آزادی جاتی رہی۔ پارلیمنٹ نے اب اس کونسل میں

مداخلت کرنی چھوڑ دی اس واسطے کہ بادشاہ کا اثر ناقابل اعتراض ہو گیا تھا اور اس کے اراکین ایسے قوی نہیں رہے تھے کہ اپنے اختیار سے کام کر سکتے۔ خانقاہوں کی موقوفی کے بعد تو اس میں بہت ہی تھوڑے مذہبی اراکین باقی رہنے پائے اگرچہ اس میں تھوڑے امراء ملکی بھی شریک تھے مگر اُن کے وہ اختیارات کہاں تھے جو قرون وسطیٰ کے آزاد نوابوں کو حاصل تھے۔ چانسلر اور خزانہ دار کو بھی اس کی رکنیت کا شرف حاصل تھا لیکن اس کے معتمد کی نسبت یہ دونوں کم اثر رکھتے تھے سابق میں اس کا معتمد ایک اعلیٰ درجہ کا پادری ہوتا تھا لیکن اس دور میں یہ ایک نہایت قابل اعتماد اور مقتدر وزیر سلطنت تھا۔ اگرچہ اس کی حیثیت معمولی تھی اور وہ عوام سے ہوتا تھا لیکن وہ لایق و فاضل ہوا کرتا اور عزت و جاہ کا خواہاں ہوتا تھا اور اسی لئے بادشاہ کی خوشنودی کا طالب رہتا تھا کرامویل جس نے (پاپائے) روم کی قوت کا استیصال کیا اور سٹیسل جو ہسپانیہ کی قوت پر غالب آیا یہ دونوں اس کے (عمدہ) معتمدی سے ممتاز ہوئے ہیں۔

بادشاہ ہمیشہ اس کی صدارت نہیں کرتا تھا لیکن صرف انہی جلسوں میں شریک ہوتا تھا جبکہ کوئی ضروری کام انجام دینا مقصود ہوتا تھا۔ کونسل میں وہ مطلق العنان تھا۔ اس کے اراکین خواہ وہ نہایت خاصانہ فرقوں کے ممبر

کیوں نہ ہوں اور ایک دوسرے سے حد درجہ کی دشمنی کیوں نہ رکھتے ہوں بادشاہ کے نہایت مطیع و منقاد تھے۔ جو کام کہ اب کابینٹ میں ہوتا ہے وہ اُس وقت پریوی کونسل میں انجام پاتا تھا۔ کونسل ہی اس بات کو لے کر تھی کہ کس مسودہ قانون (بل) کو پارلیمنٹ کے کس بیت (حصہ) میں پیش کیا جائے، کن کن رقوم کی منظوری (پارلیمنٹ) سے حاصل کی جائے اور کونسی حکمت عملی پر کاروبار سلطنت چلایا جائے۔ مملکت کے جملہ ماتحت عہدہ داروں اور محکموں پر اس کی نگرانی رہتی تھی کونسل ہی ایلیچیوں اور جنزلوں کے نام ہدایات صادر کرتی تھی اور بطور عدالت دادرسی کرتی تھی لیکن اس عدالتی فرض کو ہم زیادہ آسانی سے اس کے بعد بیان کریں گے

پریوی کونسل کی عدالتی حیثیت۔ صدیوں تک انگریزی دستور کا یہ اصول رہا ہے کہ بادشاہ ”منبع انصاف“ ہے خیال کیا جاتا تھا کہ بادشاہ کی ذات سے ہی مختلف عدالتوں نے اختیارات حاصل کئے ہیں۔ اگر کسی ”فعل ناجائز“ کے لئے موجودہ عدالتیں کوئی چارہ کار عدالتی نہ بتلا سکتی ہوں تو بادشاہ کی ذات سے امید کی جاتی تھی کہ وہ ایسا چارہ کار بتائے گا۔ چنانچہ جب قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں نے اپنے آپ کو اصطلاحی قواعد کا پابند کر لیا تو وہ اس قابل نہیں رہیں کہ انہیں افعال ناجائز کے خلاف چارہ کار عدالتی

بتا سکیں۔ متضرر فریق چانسلر کے پاس اس کے متعلق درخواست پیش کرتا تھا اور یہیں سے عدالت چانسلری کی بنیاد پڑی بعض خاص عدالتی اقتدارات ہمیشہ بادشاہ کے ہاتھ میں رہتے تھے شاہان یوڈر کے جلوس کے قبل بھی یہ قوت کونسل کے ذریعہ سے استعمال میں لائی گئی تھی مگر ان سلاطین کے ماتحت یہ کونسل سلطنت میں سب سے زیادہ قوی محکمہ عدالت بن گئی۔

پریوی کونسل کس لئے آسانی سے محکمہ عدالت بن گئی
 دوسری عدالتوں پر اس کو بہ لحاظ اقتدار کے تفوق حاصل تھا۔ بحیثیت سرکار اس کو یہ بات بھی حاصل تھی کہ اپنے کسی عدالتی فیصلہ کی تعمیل کرانے میں وہ پورے سلطنت کے زور کو صرف کر سکتی تھی اس لئے وہ ناجائز افعال کرنیوالوں کو ارتکاب جرایم سے باز رکھ سکتی تھی اور یہ کام معمولی عدالتوں سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اگرچہ شاہی قضاۃ انگلستان میں عرصہ دراز سے دادرسی کیا کرتے تھے لیکن اب بھی ملک میں ایسے اہل ثروت و امارت باقی رہ گئے تھے جو اس بات کے عادی تھے کہ ”قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں“ یعنی بغیر قانونی امداد کے اپنے دشمنوں سے انتقام لیں اور فساد کریں۔ مدعی اور گواہ اور اہل جوری کو ان کا خوف لگا رہتا تھا اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی فیصلہ (جوری کا) ان کے خلاف صادر ہوتا تو وہ اس کو نہیں مانتے تھے

شاہان یٹوڈر نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان عادی قانون کے پاس نہ کرنے والوں کو رام کریں۔ اس میں شک نہیں کہ ان سلاطین نے ضرور ان کو مطیع بنا لیا، وہ اس کونسل میں طلب کئے گئے اور ان کو جرانہ اور قید کی سزائیں دی گئیں۔ دوسری فضیلت اس کونسل کو بحیثیت محکمہ عدالت یہ حاصل تھی کہ وہ ان عدالتی ضابطہ کے قواعد سے بالکل آزاد تھی جن سے ملزمین کو پناہ ملتی تھی۔ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں میں کسی مدعی علیہ سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جاسکتا تھا جس سے اس کا جرم ثابت ہو سکے۔ اس کے برخلاف کونسل مدعی علیہ سے برابر سوال کر سکتی تھی اگر وہ جواب دینے سے انکار کرتا تو اس کو قید کیا جاتا تھا اول الذکر عدالتیں شہادت بہم پہنچانے کے لئے ملزمین کو جسمانی تکلیف اور اذیت پہنچانے سے ناواقف تھیں لیکن کونسل بعض اوقات جبکہ سلطنت معرض خطر میں ہوتی تو جسمانی تکلیف کو جائز رکھتی تھی۔ پہلی قسم کی عدالتوں میں جوری کا متفقہ فیصلہ قرار داد جرم کے لئے ضروری تھا لیکن کونسل میں ایک معمولی کثرت رائے سے کسی شخص کی بیگناہی یا جرم کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی دوسرے امور تنقیح طلب کی حالت تھی۔

تیسری بات کونسل کی تائید میں تھی کہ وہ بادشاہ کی حد درجہ کی اطاعت گزار تھی۔ اگرچہ قضاۃ بھی بادشاہ کے

مطیع تھے لیکن بعض وقت وہ اپنے عہد کی روایات قدیمہ اور غیر موضوعہ قانونی مسائل سے جو اُن کی نظروں میں مقدس تھے متاثر ہو جاتے تھے۔ برخلاف ان کے کونسل کے اراکین قانونی احتیاط کم کرتے اور خواہشمند رہتے تھے کہ اُن کا مالک (بادشاہ) اُن سے خوش رہے وہ جانتے تھے کہ اسی نے ان کو اُس بلند مرتبہ پر پہنچایا ہے اور وہی ان کو اس سے گرا بھی سکتا ہے اس لئے کسی شخص کے لئے ممکن نہ تھا کہ کونسل کے گزند سے بچ سکے اگر اس کے اراکین کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ اس سے ناراض ہے۔

کونسل کے اختیاراتِ عدالت طول و عرض ملک پر محیط تھے لیکن بدامنی کو جلد رفع کرنے کی غرض سے ہنری ہشتم نے مزید دو ماتحت کونسلیں مقرر کیں۔ ایک کونسل شمالی اور دوسری کونسل ویلز۔ یہ کونسلیں اپنے اپنے زیر اختیار اضلاع میں اُسی قسم کی داد رسی کرتی تھیں جیسے شاہی کونسل میں دوسرے مقامات کے لئے ہوتی تھی۔

اس طریق سے یٹوڈر بادشاہوں نے قدیم اور باقاعدہ عدالتوں کو شکست کرنے اور ان کے ضابطہ (دکارروائی) کو تبدیل کئے بغیر شاہی قوت سے مقابلہ کرنے والوں کی سرکوبی کے نہایت موثر ذرائع پیدا کئے۔ ہرچند پریوی کونسل اور اسی کے ہم اقتدار و ہم پلہ کورٹ آف اسٹار چیمبر دی کونسل آف دی نارتھ (کونسل شمالی) اور کونسل آف ویلز

سزائے موت تو نہیں دے سکتی تھیں اور اسی لئے ان میں سنگین جرایم کی تحقیقات بھی نہیں ہو سکتی تھی مگر یہ سب مقتدر تھیں کہ سزائے موت کے سوا سزائے جہانہ و تازیانہ و قطع اعضا و سزائے قید غیر معین تجویز کر سکیں اُن کے ماتحت ایسی فوج تھی جس کا مقابلہ کسی رعایا سے نہیں ہو سکتا تھا اور وہ ایسا ضابطہ استعمال کرتی تھیں کہ جو بے قصور کے حق میں اکثر جہلک ثابت ہوتا تھا تاہم اس کی بدولت قصور وار کبھی سزا سے نہیں بچ سکتا تھا وہ شاہی ارادہ کی تعمیل کو اپنا فرض منصبی خیال کرتی تھیں اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی بے احتیاطی عمل میں لانے کے لئے آمادہ رہتی تھیں۔ اسی قسم کی عدالتوں کے ذریعہ سے اکثر شاہان ٹیوڈر نے اپنی قوت کو ایسے وقت ملک میں قائم رکھا جبکہ تمام مملکت میں ”اصلاح مذہب“ کی شورش پھیلی ہوئی تھی۔

حکومت مقامی۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے دور میں حکومت مقامی نے انگلستان میں ایک نئی شکل اختیار کی ضلع اور حصہ ضلع کی قدیم (عدالتیں) قعر گننامی میں پڑی ہوئی تھیں شاہی عدالتوں نے اکثر ان کے عدالتی کاموں کو غصب کر لیا اور فوجی جاگیرات کی عدالتیں بھی جیسے جیسے ان کی جاگیری حیثیت میں فرق ہوتا گیا کم ہوتی گئیں ولین (مزارعین وابستہ اراضی) آزاد ہو ہو کر اراضی سے علیحدہ ہوتے گئے

اور آزاد آدمیوں کو اراضی سے اس واسطے ہٹا دیا گیا کہ
بھیڑوں کے رکھنے کے لئے جگہ نکل آئے۔ تاہم ترقی
تہذیب کے سبب سے مستعد مقامی حکومت کی پہلے سے
زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی۔

کوئٹہ (ضلع) ٹیوڈر بادشاہوں کے ماتحت شریف (تعلقدار)
اور عدالت ضلع برخاست ہو کر لارڈ لفٹیننٹ اور اعزازی
نظمائے فوجداری (جسٹیسز آف دی پیس) مقرر ہوئے۔

اگرچہ تیرھویں اور چودھویں صدیوں میں شریف کی
قوت بہت کم کر دی گئی تھی لیکن اس کی حیثیت بطور
نائب شاہ اور صدر فوج ضلع اب بھی باقی رہی۔ ہنری ہشتم
کے زمانہ میں ملکی سپاہ کو بہت کم ان لوگوں کے سپرد کیا
جاتا تھا جو خاص طور پر اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے تھے
فلپ اور میری کی سلطنت کے ایک ایکٹ کی رو سے
اس تغیر کی تکمیل ہوئی یعنی لارڈ لفٹیننٹ کا جدید عہدہ
تایم کیا گیا۔ لارڈ لفٹیننٹ ضلع کی فوج کا صدر ہوتا اور
فوج ردیف (ملے شیا) کے حسن و قبح کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ سوائے
اس کے شریف کے اور بھی خاص فرائض تھے (۱) زمانہ
تحقیقات میں شاہی قضاۃ کا جبکہ وہ ضلع میں آئیں استقبال
و سربراہی کرنا (۲) مجرمین کے قتل کرنے کا سامان بہم
پہنچانا اور (۳) پارلیمنٹ کے انتخابات کے وقت ضروری
تیااریاں کرنا۔

جسٹس آف دی پیس^۱ (اعزازی ناظم فوجداری کا عہدہ خاندان یٹوڈر کے پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ بہادروں اور بانکوں (نایٹ) کو حلف دیا جاتا تھا کہ وہ ضلع میں امن قائم رکھیں ۱۱۹۵ء میں بھی اس کا پتہ ملتا ہے اور تیرھویں صدی کے تحریات میں محافظانِ امن کا نام بھی پایا جاتا ہے ایڈورڈ سوم کے عہد کے ایک قانون بابت ۳۴ سنہ جلوس کی رو سے لے پایا کہ ہر ایک ضلع میں امن قائم رکھنے اور سنگین جرموں اور مداخلت بیجا کی تحقیقات کے واسطے چند اعزازی نظائے فوجداری مقرر کئے جائیں۔ یٹوڈر بادشاہوں کے عہد میں یہ نظائے ضلع کی عاملانہ حکومت کے مرکز بن گئے اور ان کی یہ حالت قانون حکومت مقامی مجریہ^۲ تک جاری رہی۔

پیرش۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیرش اکثر حالتوں میں موضع کے ہم شکل قائم کیا گیا تھا۔ اگرچہ موضع کی حکومت خود اختیاری برباد ہو گئی تھی لیکن مذہبی امور میں پیرش کی ضرورت اُسی طرح باقی رہی۔ بہ نسبت زمانہ حال کے اُس زمانہ میں لوگ گر جا کو زیادہ تر مدرسہ۔ جائے ملاقات۔ اور مقامی مفید کاموں کا مرکز خیال کرتے تھے۔ پیرش (کونسل) معقول رقم بطور چندہ وصول کر کے گر جا کی تزئین

۱۔ نسبت ضمیمہ میں تصریح کر دی گئی ہے ۱۲۔

Justice of the peace

۱۵

۲۔ تاریخ و تصریح ضمیمہ میں دیکھی جائے ۱۲۔

Parish

۱۶

و قیام میں وقتاً فوقتاً صرف تھی اور مہتمم کلیسا (چیچ وارڈن) کا
تقرر عمل میں آتا تھا کہ بمعیت پادری گرجا کی عمارت کی نگرانی
کریں۔ لہذا عہد یٹوڈر میں یہ لامحالہ پیرش سب سے چھوٹا
رقبہ حکومت مانا جانے لگا۔ پیرش میں ہر صاحب خانہ پر
ایک باقاعدہ محصول وصول کیا جاتا تھا جو چیچ ایٹ یعنی
گرجا گھر یا پادری کے چندہ کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔
ہنری ہشتم کے عہد کے مختلف ایکٹوں کے ذریعہ سے
سب سے پہلے پیرش پر ہی امداد مفلسین کا بار ڈالا گیا
پادری اور مہتممان کلیسا کو حکم دیا گیا کہ مفلسین کے واسطے
چندہ جمع کریں اور ممسک لوگوں کو جو بغرض عبادت
گرجا میں آئیں روپیہ دینے کی ترغیب دلائیں۔ ایلنبریتھ
کے عہد کے مشہور قانون مفلسین مجریہ سال ۱۷۹۵ء کی
بنابر کہ ہر ایک پیرش میں محتاجوں کے دو ناظر مقرر ہوں
ان کا فرض تھا کہ چندہ کی شرح مقرر کر کے رقم مجتمعہ
مفلس معذورین کی امداد پر اور محتاجین قابل کار کے
اوزار و آلات اور صناعی و دست کاری کے مصالح کی
فراہمی پر صرف کریں۔ ایکٹ مجریہ عہد فلپ اور میری
کی رو سے سڑکوں کی تعمیر و ترمیم اور ان کی نگہداشت
پیرش کے ذمہ کی گئی اور اس غرض کی تکمیل کے واسطے
ایک پیمائش کرنے والے کے انتخاب کا حکم دیا گیا۔ اس طرح
آخر عہد یٹوڈر تک پیرش کی حکومت مقامی کی شکل نہیں

بدلنے پائی جب تک کہ ۱۸۳۲ء میں قانون مفلسین کی اصلاح ہوئی۔
 بلاؤ۔ آخری سلاطین پلینٹجینٹ کے دور میں اکثر انگریزی شہروں
 کی دولت اور آبادی میں ترقی ہوئی۔ بعض بندرگاہوں اور
 صنعتی شہروں کی مرفہ الحالی میں بہت اضافہ ہوا۔ برسٹل اور
 نارویچ (نام بندرگاہ و شہر) کی پندرھویں صدی کی ترقی دولت
 کی شہادت وہاں کے موجودہ متعدد اور شاندار گرجا زبانِ حال
 سے دیتے ہیں۔ مگر جب شہروں کی تعداد اور دولت میں اضافہ
 ہونے لگا تو اُن کی دستوری حکومت محدود ہو کر خاص لوگوں
 کے ہاتھ میں آگئی۔ اس تغیر کے اسباب پر تاریکی چھائی ہوئی
 ہے اور مثال موضعین میں ان کی نسبت اختلاف ہے مگر
 اس تغیر کو سب موضعین مانتے ہیں۔ سابق میں ساکن شہر بننا
 آسان تھا اس کے واسطے صرف کسی شہر کی سکونت اور مقامی
 محصول کا ادا کرنا کافی تھا۔ پندرھویں صدی اور اس کے
 بعد سے ”حقوق شہری“ کے حصول کی نسبت بہت دشواریاں
 پیدا ہو گئیں۔ اب یہ حقوق استحقاق شخصی متصور ہونے لگے
 اور ان کو حاصل کرنے کے واسطے حسب و نسب اور خریداری
 اور طویل امیدداری کی ضرورت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 شہریوں کی جماعت بہ نسبت کل آبادی شہر کی بہت کم
 رہ گئی اور اس قلیل جماعت میں بھی اقتدار کی تقسیم
 مختلف تھی۔ مفلس اور دولت مند شہریوں کو مل کر کام کرنا
 ہوتا تھا غریب لوگوں کو اعزاز کی کام سے رغبت نہ تھی۔

اس وجہ سے وہ زیادہ دخل نہ دیتے تھے۔ لہذا متمول لوگ سب کاموں پر حاوی ہو گئے اور ساری قوت انھیں کے ہاتھ میں آگئی اور حکومت بلدی جمہوری نہ رہی اس جماعت میں بھی تقسیم قوت مساوی نہیں رہنے پائی بلکہ یہ حکومت ایک محدود اور مختصر بلدیہ کو منتقل ہو گئی جس کا انتخاب دو متمند شہری کیا کرتے تھے ختم مدت پر یہ اپنا آپ انتخاب کر کے دوبارہ قائم ہو جاتی تھی۔ اس انقلاب کی ابتدا تو پندرھویں صدی میں ہوئی لیکن وہ ٹیوڈر سلاطین کے عہد میں سرسبز ہوا اور اس سبب سے کہ بلدیات اور پارلیمنٹ کے اراکین کو انتخاب کرنے کے حقوق ایک ہی نوعیت کے حاصل تھے پارلیمنٹ کی ترتیب و ترکیب پر اس انقلاب کا بہت گہرا اثر پڑا۔ جب تک کہ ریفارم ایکٹ (قانون اصلاح) مجریہ ۱۸۳۲ء اور میونسپل کارپوریشنز ایکٹ (قانون بلدیات سند یافتہ) مجریہ ۱۸۳۵ء نہیں جاری ہوئے اکثر ساکنین بلاد کی بڑی تعداد بلدیات اور پارلیمنٹ کے اراکین کے انتخاب میں انہماک رائے سے محروم رہی۔

حکومت کینسہ۔ سلاطین ٹیوڈر کی مطلق العنانی کلیسا کے تعلقاً سے بالخصوص ظاہر ہوتی ہے۔ ہنری ہشتم اور ایلینر بیچہ نے اس سختی کے ساتھ کلیسا کو اپنے قابو میں رکھا کہ اُن کے قبل اور بعد کے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ شاہانِ پینتیمینٹ نے بالکل اہل کینسہ پر قدرت حاصل کرنی چاہی

لیکن پاپائے روم کے آگے ان کی کچھ چلنے نہ پائی چونکہ سلاطین اسٹورٹ کا میلان طبع ہائی چرچ یا کیتھولک مذہب کی جانب تھا لہذا وہ اہل کینسہ کی کچھ عزت کرتے تھے۔ لیکن ہنری اور ایلینر بیٹھ تو صدر اسقفوں اور اسقفوں اور چھوٹے درجہ کے پادریوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے تھے جیسا کہ ملازمین کے ساتھ کیا جاتا ہے جسے چاہتے مقرر کرتے جسے چاہتے برطرف کر دیتے تھے اگر کوئی مذہب پریسٹنٹ یا کیتھولک سے علانیہ انحراف کرتا تھا تو ان بادشاہوں کے عہد میں اُس کو نہایت سخت سزا دی جاتی جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مجرم نے خلاف قانون و حکومت بادشاہ نہ کہ مذہبی مرض میں مبتلا ہو کر جو اُس کی روح کے لئے مہلک ارتکاب جرم کیا۔ ایلینر بیٹھ اور اُس کے وزرا اکثر اظہار کیا کرتے کہ اُن کو لوگوں کے عقائد سے کوئی سروکار نہیں اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ آزادی نفس کو کسی قسم کا گزند

۱۔ انگلستان کے مقررہ مذہب پریسٹنٹ کے دو گروہ ہیں (۱) ہائی چرچ مین (زیادہ پابند رسوم) (۲) لوچرچ مین (کم پابند رسوم) اول الذکر فرقہ اسقف وغیرہ کو حوارین مسیح علیہ السلام کا جانشین خیال کرتا ہے۔ اُن کا عام طور پر عقیدہ ہے کہ عیسیٰ ربانی کی رسم کے وقت حضرت مسیح موعود درہتے ہیں اور ہر ایک عیسائی کو لازم ہے کہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے ہیبت منہ سابق کی اسقف سے تصدیق کرائے نیز اس فرقہ کے عقیدہ میں کلیسا کی حکومت اور صدارت کا مستحق گروہ اساقف ہے۔ یہ لوگ رسوم اور علامات ظاہری کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔ اسکے خلاف دوسرا گروہ ان باتوں کی جانب کم راغب ہے اور اکثر امور میں اس کو ہائی چرچ والوں کے مخصوص عقائد سے انکار ہے۔

پہنچے۔ لیکن اُن کا یہ ادعا غلط تھا۔ تاہم اکثر موزین یقین کرتے ہیں کہ ایلنیر میتھ کو مذہبی جنون نہ تھا اگر وہ لوگوں کو اذیت پہنچاتی تو اُس کی بنیاد دنیوی اغراض پر ہوتی تھی۔

اگر انگریزوں کی بڑی تعداد کسی ایک خاص طریقہ کے اصول مذہبی (یعنی مذہب کیتھولک یا پروٹیسٹنٹ) کو سچے دل سے اختیار کرنے پر راجب ہوتی تو ہنری اور ایلنیر میتھ اس طریق کو (جس کا ذکر آئندہ آئے گا) ہرگز اختیار نہ کرتے بلکہ وہ ان دونوں مذہبوں میں سے کسی ایک کے رہبر و حامی بن جاتے۔ لیکن انگریزوں کا بہت بڑا گروہ کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ فرقوں کے مسائل اختلافی میں کسی قسم کی دلچسپی ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس کی دلی خواہش صرف یہ تھی کہ (پاپائے) روم کی ماتحتی اور اُس کے محصول لگانے اور اُس کے اختیارات عدالتی اور بیجا حمایت و سرپرستی سے کسی طرح نجات ملے۔

اسی جوش و غضب کے سبب سے انگریزوں نے بادشاہ کی مذہبی صدارت کو قبول کر لیا اور پوپ کے خلاف بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔ قوم کے آزاد ہونے کے خواہش اور بادشاہ کی قوی ہونے کے تمنا نے ایک دوسرے سے مل کر مذہبی معاملات میں ہنری اور ایلنیر میتھ کو تقریباً پوپ کے برابر مقتدر و با اثر بنادیا۔ یہ دونوں اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ان کی خیر اسی میں ہے کہ پروٹیسٹنٹ اور کیتھولک مذہبوں کے

درمیان ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ نہ تو ہنری اور ایلنیریٹھ اور نہ خود قوم ہی رواداری کے مبارک اصول سے واقف تھی۔ شاید اس ہلکے تنازع کے زمانہ میں بے نقیبی پر عمل نہیں ہو سکتا تھا لیکن ہنری اور ایلنیریٹھ (دونوں) نے اصول مذہب اور رسوم (فروع) مذہب (یعنی اصول کے پابند پروٹیسٹنٹ اور فروع و رسوم کے پابند رومن کیتھولک) میں مصاحبت پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے اعتدال پسند بزدل اور مذہب سے بے پروا لوگوں کی جو اُس وقت کثرت سے پائے جاتے تھے تشفی و تسلی ہو سکے۔ اس حکمت عملی کی بنا پر جب رعایا کی کثرت ان کے ساتھ ہو گئی تو ان دونوں کو یہ قدرت حاصل ہو گئی کہ اگر وہ قلیل جماعت جو ان مرتبہ اصول مذہب کو پسند نہیں کرتی تھی مخالفت کر بیٹھے تو وہ آسانی سے اُس کی سرکوبی کر سکیں۔

مذہب میں شاہی صدارت منوانے کے لئے ہنری کی تدبیریں۔ ہنری ہشتم نے اہل کنیسہ سے ایک بڑی مقدار جرنالوں کی اس جرم کی پاداش میں بجز و اصول کی کہ انھوں نے وکٹری کے ادعائے حکومت کو بحیثیت نائب

لہ انگلستان کے مقررہ اتالیس اصول مذہب میں بعض اصول کو اس طرح مذہب اور ذومعنی طور پر ان دونوں نے مرتب کر دیا کہ رومن کیتھولک و پروٹیسٹنٹ کے دونوں فرقے اپنے مطلب پر ان کی تاویل کر سکیں اور ان سے خوش رہیں۔

پاپائے روم کیوں مان لیا تھا۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ سے ایک قانون جاری کر لیا کہ ہر ایک قابض جائداد مذہبی پہلے سال کی آمدنی بادشاہ کو ادا کرے جو وہ اس کے قبل پوپ کو ادا کرتا تھا۔ ایک دوسرا قانون بھی بنا جس سے مذہبی عدالتوں کو آئندہ سے روم میں مرافعہ دائر کرنے کی ممانعت کی گئی۔ اس نے اول تو پادریوں کو ان کی صدر مجلس انتظامی کے ذریعہ سے اور بعد ازاں پارلیمنٹ کو ہموار کر لیا کہ دونوں طبقات رعایا اس کو انگلستان میں مروجہ مذہب کا صدر مانیں۔ اُس نے پہلے تو چھوٹی چھوٹی اور اس کے بعد بڑی بڑی خانقاہوں کو موقوف کر کے اُن کی اراضی اکثر دنیوی اشخاص میں تقسیم کردی۔ ان طریقوں سے اُس نے پاپائے روم کی طاقت کی اس طرح بچکنی کی کہ شہزادی میری بھی اپنے عہد سلطنت میں اس کو دوبارہ قائم نہ کر سکی۔

ایڈورڈ ششم کے عہد میں اصلاح مزید۔ اس کا عکس عہد میری میں۔ ہنری ہشتم نے عقائد و رسوم مذہبی کی نسبت کسی مستقل و معین اصول کی تقلید نہیں کی بلکہ وہ ہمیشہ رومن کیتھولک مذہب کے عجیب و غریب عقائد مثلاً مسئلہ ٹرانسبسیٹیشن^۱ (استحالیہ کو رواج دینے کی

کوشش کرتا تھا۔ اس کے برخلاف اس نے چرچ سروس (صلوۃ نصاری) کے کچھ حصہ کے ترجمہ کی اجازت دے دی اور ہر ایک پیرش کے گرجا میں انجیل کا انگریزی ترجمہ رکھوا دیا۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں ایک نئی کتاب مناجات و مواعظ جیسی کہ اب مروج ہے تالیف ہوئی۔ انگلستان کے مروجہ مذہب کے عقائد بیالیں فقروں میں منضبط کرائے گئے۔ ان میں اور ایلینزیتھ کے زمانہ کے انتالیں فقروں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ڈاکٹرین آف ٹرانسبسیٹا نیٹشن (مسئلہ استحالہ) ترک کیا گیا۔ پادریوں کے سامنے اقرار گناہ کر کے عفو خواہی کا طریقہ مذموم قرار پایا۔ پادریوں کی حالت تجرد پر سوءظن اور توہمات ہونے لگے۔ گرجوں کے قربان گاہ مسمار اور حضرت عیسیٰ اور مریم وغیرہ کے مجسمے برباد کئے گئے جو بتوری دروازے اور دریچے ان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنی ایک شے کا دوسری شے میں تبدیل ہو جانا۔ یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ نے عاریوں کے ساتھ اُس شب میں جس کی صبح کو وہ بادشاہ کے سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر مصلوب ہوئے جو اخیر نماز ادا کی اُس کی شراب اور روٹی کو مسیح کا خون اور گوشت سمجھنا کیتھلک عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اس عشاءے ربانی کی روٹی اور شراب جس کو پادری کے حکم سے مصلی کھاتے ہیں مجرہ سے حضرت عیسیٰ کے گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتے ہیں اگرچہ پروٹیسٹنٹ مذہب میں یہ رسم واجب ہے لیکن روٹی اور شراب سے وہ لوگ حضرت مسیح کے گوشت و خون سے استعارہ کرتے ہیں اور مثل کیتھلک کے اس کو استحالہ نہیں سمجھتے۔ ان دونوں فرقوں کا اختلاف مذہبی زیادہ تراری خاص عقیدہ پر مبنی ہے۔ ۱۰۔

تصویروں سے مزین تھے توڑ دئے گئے اور مذہبی مُطلّا کتابیں جلادی گئیں۔ ان دست درازیوں کے سبب سے بعض ایسے اشخاص بھی ناراض ہو گئے جو عقائد کے جھگڑوں سے بے تعلق تھے۔ بعضوں کے دلوں پر اُن چند دنیا دار اور حریص لوگوں کے اخلاق سے جو اپنے آپ کو اصلاح مذہب کے حامی و سرگرم بتلاتے تھے۔ ان حرکات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بالآخر ایڈورڈ کی وفات کے بعد لیڈی چین گرے کو وارث تخت و تاج بنانے کی کوشش سے اکثر وفادار اور قانون پسند اہل ملک سخت برہم ہو گئے۔ انہی حالات کے سبب سے ملکہ میری کے زمانہ میں سرگرم و مستعد رومن کیتھولک کا درباری جتھا اس قابل ہو گیا کہ ایڈورڈ ششم کی سب اصلاحات کو پلٹ دے اور پروٹیسٹنٹ پر خوب مظالم کرے۔ اکثر پروٹیسٹنٹ مذہب رکھنے والے مجبور ہو کر بظاہر کیتھولک عقیدہ اختیار کرنے لگے لیکن اس ظلم و تشدد کا حسب منشا نتیجہ نکلنے نہیں پایا تھا کہ میری کا انتقال ہو گیا اور ایلینریتھ نے اُس کا سارا کام خاں میں لایا۔ اصلاح مذہب کی تکمیل کے لئے ایلینریتھ کا بعض تدبیر کو اختیار کرنا۔ ایلینریتھ نے خفیف ترمیم کے بعد ایڈورڈ ششم کے زمانہ کی کتاب مناہات و مواعظ اور اصول مذہب کے فقروں کی دوبارہ اشاعت کی۔ اس کی پہلی پارلیمنٹ نے

اُن دو مشہور قوانین کو نافذ کیا جن کے سبب سے شاہی صدارت قائم اور عام عبادت میں یکرنگی پیدا ہو گئی۔

قانون صدارت۔ مجریہ ۱۵۵۹ء۔ اس ایکٹ کی رو سے

(۱) لازم کیا گیا کہ صاحب معاش پادری اور عہدہ داران شاہی بادشاہ کی صدارت کا حلف لیں جس کے سبب سے غیر ملکی شہزادوں اور روسائے کنیسہ کے مذہبی اور دنیوی اقتدار سے ان حلف کرنے والوں کو انکار کرنا پڑا۔ (۲) اگر کوئی شخص بذریعہ تقریر یا تحریر کسی غیر ملکی شہزادہ یا رئیس کنیسہ کے مذہبی اقتدار کے استحقاق کو قائم کرنے کی کوشش کرے تو پہلی مرتبہ وہ مستوجب سزا ہوگا اور دوسرے مرتبہ کی خلاف ورزی بادشاہ کے خلاف بغاوت سمجھی جائے گی۔

اس کے تین سال کے بعد ان سب لوگوں کے لئے حلف صدارت شاہی لازم قرار دیا گیا جو دونوں (اکسفورڈ و کیمبرج) سے کسی ایک یونیورسٹی کی ڈگری (علمی سند) یافتہ یا پیشہ وکالت کرتے ہوں یا دارالعوام کے رکن ہوں۔

ایکٹ آف یونی فارمی (قانون یکرنگی یا عمومیتِ شریعت)

مجریہ ۱۵۵۹ء اس ایکٹ کے ذریعہ سے (۱) بجز مقررہ کتاب صلوٰۃ کے کسی دوسری کتاب کے استعمال کرنے سے پادریوں کو قطعاً مانعت کردی گئی اور پہلی (مرتبہ کی) خلاف ورزی کی سزا ضبطی جائداد منقولہ دوسرے (مرتبہ کی) خلاف ورزی کی سزا ایک سال کی قید اور تیسری خلاف ورزی کی سزا

قیدِ دوام قرار پائی (۲) ہر ایک شخص پر جو یوم السبت (یکشنبہ) یا کسی تعطیل کے روز گرجا کی نماز سے غیر حاضر رہے ایک شلنگ جرمانہ عاید کیا جاتا تھا۔

جوانی عاید کیا جاتا تھا۔
فرقہ پورٹن کا نشوونما۔ عدالت ہائی کمیشن (اختیارات شاہی)
 ایکٹ آف سپریمسی اور ایکٹ آف یونانی فارمی دراصل رومن کیتھولک
 کے خلاف جاری ہوئے تھے۔ لیکن ایلینزیتھ کے انتظام مذہبی سے
 اکثر جوشیلے پروٹیسٹنٹ ناراض ہو گئے تھے اور میری کے زمانہ کے
 مظالم سے تنگ ہو کر اکثر انگریزی پادری سوئیٹزر لینڈ اور جرمنی
 پروٹیسٹنٹ باشندوں کی پناہ میں چلے گئے تھے جہاں ان کو
 کلیسا کے لئے پریس بیئرن طرز کی حکومت اور انتظام پسند
 آگیا اور اکثر مذہبی رسوم جو ابھی تک انگریزوں میں باقی رہ گئے
 تھے ان کے خیال میں مذموم تھے یہی لوگ اولین پورٹین ہیں
 ایلینزیتھ ان کے ساتھ رعایت نہیں کرتی تھی اس واسطے
 یہ لوگ اس کی صدارت پر اعتراض کرنے لگے۔ پورٹین کا
 خاص (مصنف) ٹامس کارٹ رائٹ نے تو یہاں تک لکھ دیا
 ہے کہ علاوہ دیوانی کا ناظم فوجداری کلیسا کے معاملات
 میں اپنے کو پادریوں کا ماتحت سمجھے۔

اینٹرنیٹ کے بعض ذرا پورٹین لوگوں سے بہدارا
پیش آتے تھے ۱۹۵۷ء اور اس کے بعد سے دارالعوام
عموماً ان کا طرفدار رہا ہے۔ انگریزوں کے پروٹیسٹ

مذہب کو بھی اس فرقہ کی کامل طاقت سے کیتملک دول کے حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ اس واسطے عرصہ دراز تک پیورٹین زیادہ نہیں ستائے گئے۔ لیکن ۱۳۵۷ء میں مذہبی جنون رکھنے والا وٹ گفٹ جو ان کا دشمن تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ اس کو پیورٹین کے خلاف ایک ہتھیار بشکل عدالت ہائی کمیشن ہاتھ آگیا۔ یہ عدالت ملکہ کے اس اختیار کی بنا پر قائم ہوئی تھی جو ایگٹ آف سپریمیسی کے ذریعہ اس کو دیا گیا تھا۔ اسی سال اس کی ترتیب و ترکیب از سر نو عمل میں آکر اس کے اراکین تینتالیس مقرر ہوئے تھے مگر عدالتی اختیار کے انصرام کا نصاب تین اراکین سے کامل سمجھا جاتا تھا اس کے غیر مذہبی اراکین تو محض وجود معطل تھے مگر کام کرنے والے صرف اساقفہ اور مذہبی وکلا تھے۔

عدالت مذکورہ ہر ایک قسم کے فعل ناجائز کی جو ایگٹ آف سپریمیسی اور ایگٹ آف یونیفارمٹی کے خلاف سرزد ہو تحقیقات کر سکتی تھی۔ ان افعال ناجائز میں لمحدانہ خیالات اور باعینانہ مضامین کی کتابوں کا بھی جو ان قوانین کے خلاف شایع ہوں شمار کیا جاتا تھا۔ زنا اور تزویج محرمات اور تمام اخلاقی جرائم کے مقدموں کی اسی میں سماعت اور تجویز ہوتی۔ گواہ کو ایکسٹ ^{۱۳۵۷} افیشیو (ضدستی) حلف کرایا جاتا تھا

جس سے وہ مجبوراً ایسے سوال کا جواب ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جس سے اُس کا مجرم ہونا پایا جائے۔ اسی محکمہ میں پادریوں کی معاش ضبط ہو سکتی تھی اور ان کو عدالت کے اختیار تمیزی کی بنا پر سزائے جرمانہ و قید دیجاسکتی تھی۔ عدالت ہائی کمیشن مدتوں فرقہ پیورٹین کے پادریوں اور غیر مذہبی لوگوں کو تنگ کرنے کے لئے جاری رہی۔

دورِ ٹیوڈر کا اختتام۔ اس دور کے خاتمہ پر انگریزوں کی قوم میں پلینٹیجینٹ سلاطین کے عہد کے لحاظ سے بالکل تغیر ہو گیا تھا۔

امرا۔ وہ لوگ جو ہنری ہشتم کے زمانہ میں امیر بن گئے تھے اس وقت تک ان کی جڑیں خوب مستحکم ہو گئیں۔ اور ان کے مرتبہ اور دولت میں بھی خاص ترقی ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے پرانے امیروں کے خاندانوں میں اور اہل تجارت سے شادی بیاہ کر لیا۔ اجروں کی خوش حالی تو روز افزوں ترقی پر تھی اس لئے انگریز اب اس قابل ہو گئے تھے کہ امورِ سیاست میں زیادہ

۱۵ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) قانونی حلف دو قسم کا ہوتا ہے (۱) عدالتی (۲) خدمتی۔ پہلے طرز کی حلف میں اگر جھوٹی قسم کھائی جائے یا جھوٹا اقرار کیا جائے تو حلف کرنا والا دروغ حلفی کا مرتکب و اس جرم کی سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ وفاق داری کا حلف یا کسی اور عہدہ کی بنا پر جو حلف کرنا ہوتا ہے خدمتی حلف کی قسمیں ہیں اگر کوئی شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے یا جھوٹا اقرار کرے تو اس دروغ حلفی کے جرم کا ارتکاب نہیں ہو سکتا اور نہ وہ سزا کا مستوجب سمجھا جاسکتا ہے ۱۲۔

آزادانہ طریقہ اختیار کریں۔ تاہم یہ جدید طبقہ امرا ان رسالت بالکل مختلف تھا جو وارز آف روزیں (سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں) میں ختم ہو گئے تھے۔ فن جنگ میں ترقی کیا ہوئی کہ امرا کی فوجی فضیلت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ طبقہ جدید میں منچلے سپاہی نہیں بلکہ صلح پسند اور مہذب و شایستہ امرا تھے۔ ان کی دولت حسب و نسب اور تعلیم اور خصوصاً اس سبب سے کہ یہ امرا مقامی اور قومی امور سلطنت میں کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے ان کا عوام پر بہت اثر تھا تاہم قوم کی عام امداد کے بغیر یہ لوگ کوئی کام بادشاہ کے خلاف مرضی نہیں کر سکتے تھے۔

اہل کنیسہ۔ اس زمانہ میں پادریوں کی آزادی بالکل جاتی رہی چھاپہ کی ایجاد نے ان سے عام کا اجارہ لے لیا۔ ریفورمیشن (اصلاح مذہب) نے لوگوں کے دلوں سے اس عقیدہ کو مٹا دیا کہ اہل دنیا کے لئے پادری ہی خدا کی رحمت و برکت کا وسیلہ ہیں اور اسی اصلاح مذہب کے سبب سے کلیسا کی بڑی دولت نکل گئی اور امرا نے مذہبی کی رکنیت پارلیمنٹ کی خدمت میں اکثر خالی ہو گئیں۔ اسی کی بدولت پادری روما سے علیحدہ ہو گئے، اس لئے اب وہ پوپ کو بادشاہ سے نہیں لڑا سکتے تھے اور خود بادشاہ کے تابع فرمان بن گئے۔ اب یہ لوگ بادشاہ کو مذہب (کلیسا) کا صدر اعلیٰ سمجھنے لگے اور مذہب کو پوپ کے بیرونی اور پیورٹین کے

اندرونی حملوں سے بچانے لگے۔ یہی سبب تھا کہ سترہویں صدی میں انگلستان کے پادریوں نے بادشاہ کی قوت کو زبانی ایسی آب و تاب دی کہ اُنہی کے زمانہ وسطی کے اسلاف اس کو بادشاہ کی غلامی و خوشامد بلکہ توہین مذہب خیال کرتے تھے۔ عوام۔ بخلاف ان دو طبقوں کے اس دور کے خاتمہ پر عوام ہنری ہشتم کے جلوس کے زمانہ کے بہ نسبت بہت زیادہ قوی ہو گئے تھے۔ باوجود سخت مصیبتوں اور آفتوں کے یوڈرسلین کے عہد میں تجارت و حرفت کو خوب ترقی ہوئی خصوصاً ایلینز بیچہ کی سلطنت میں انگریز یورپ کی سب اقوام سے زیادہ مرفہ الحال ہو گئے۔ چھاپہ کی ایجاد ابتدائی مدارس کی کثرت انگریزی علم ادب کی ترقی و اشاعت سے طبقہ متوسطین کی عقل و شعور کو خوب جلا ہوئی۔ اصلاح مذہب کا زور شور سمندر کی مسافت طے کرنے میں ترقی اور قومی قوت کے بڑھنے کی خوشی سے متوسط لوگوں کی جرات اور ہمت میں اضافہ ہوا۔ لیکن بیورٹمین خیالات کی توسیع سے ان کے طبقہ نے پادریوں اور مراکباں کی وہ پہلے تقلید کیا کرتا تھا ساتھ چھوڑ دیا اور امور سیاست میں ایک آزادانہ روش اختیار کی۔ سترہویں صدی کی لڑائیوں میں انہی لوگوں نے وکیلوں اور اضلاع کے شرفا کی رہبری میں بڑے بڑے نتیجہ خیز معرکے کئے ہیں۔

بانہم

جیمس اوّل چارلس اوّل اور جمہوری حکومت
۱۶۰۳ء سے ۱۶۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ دور ٹیوڈر کے خاتمہ پر شاہی قوت پہلے سے کہیں
بڑھ گئی۔ لیکن یہی فرط قوت اسٹورٹ سلاطین کی ہلاکت کا
سبب ہوئی۔ انگلستان کی قوت کو دوسری دول ماننے لگی
تھیں اور ملک میں امن و امان ہو گیا تھا۔ مطلق العنان
حکومت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور آزادی کی
خواہش ترقی پر تھی۔

ٹیوڈر سلاطین صرف مذہب کے معاملہ میں خود مختار
تھے۔ قوم کی سرداری کی بنا پر تو یہ قانون اور نظیر کی ضرور
پابندی کرتے لیکن مذہب کی صدارت کے لحاظ سے یہ
سلاطین اُسی غیر محدود طاقت کے وارث بن گئے تھے۔
جو پوپ کو حاصل تھی۔ ایلنری بیٹم نے اس قوت کو پورٹریٹ

سرکوبی کے لئے صرف کیا مگر اُس کی ایذا رسانی سے جو دل سے نہیں تھی یہ اور بھی قوی ہو گئے۔ جمیس اول نے الینز بیچ کی حکمت عملی کو جاری رکھا۔ پیورٹین فرقہ بھی مقابلہ پر اڑ رہا چائرس اور صدر اسقف لاڈ نے انتہا درجہ کی سختی کی۔ ان دونوں نے اپنا یہ فرض سمجھ رکھا تھا کہ سب اہل مذہب کو اپنے ہی دین پر چلائیں اور پیورٹین اپنا فرض مذہبی سمجھتے تھے کہ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ لانگ پارلیمنٹ نے جس میں کہ پیورٹین لوگوں کی کثرت تھی فرقہ پیورٹین کے خلاف مظالم و جبر و تعدی کو موقوف کر دیا۔ لیکن پیورٹین بھی مثل اپنے معاندین کے آزادی مذہب کے روادار نہ تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ مذہب انگلستان کو اپنے اصول پر نئے سرے سے ڈھال لیں اور اسقف کے عہدہ کو موقوف کر کے عام کتاب صلوٰۃ کو منسوخ کر دیں اس لئے قوم کا بہت بڑا حصہ مذہب اور بادشاہ کے ساتھ اور ان کے خلاف برسرِ پیکار ہو گیا۔

اس خانہ جنگی میں اگرچہ پیورٹینوں کو کامیابی ہوئی مگر ان کے دو فرقے ہو گئے پریسبیٹیرین اور انڈیپنڈنٹ اول الذکر فرقہ کی ملک میں اور موخر الذکر کی فوج میں کثرت تھی۔ پہلے فرقہ کا کوئی مشہور سردار نہ تھا مگر دوسرے فرقہ کا رہبر کرامول تھا جس کی سپہ سالاری اور مدبّرین کے زریں کارامے آج تک شہرہ آفاق ہیں۔ بالآخر فوج نے پارلیمنٹ کو

اپنے مخالفین سے پاک صاف کر دیا۔ بادشاہ کو قتل کیا اور فرقہ انڈیپنڈنٹ کو تینوں ملکوں کا حاکم بنا کر چھوڑا۔ اس کے بعد کراہول نے ایک اور کام کیا۔ پارلیمنٹ کے بقیہ مخالف اراکین کو جو فوج کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے منتشر کر دیا۔ وہ انگلستان میں اپنے ذاتی اثر و اختیار سے امن قائم کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے وہ خوشی سے عام طور پر رواداری اور مذہبی آزادی کی اجازت دے دیتا لیکن کل قوم اس کی حکومت سے کبھی راضی نہیں ہوئی۔ پریس بیئرین اور انگلیکن اور رومن کیتھولک یہ سب اُس کے جانی دشمن تھے۔ اُس کے مرنے پر ملک میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جو فوج کو قابو میں لاسکتا یا قوم پر اپنا سکہ بٹھا سکتا۔ اُس کا بیٹا رچرڈ بہت جلد معزول کر دیا گیا۔ اور انگلستان میں اسٹورٹ بادشاہوں کی حکومت اور پرانے دستور کو دوبارہ قائم کرنے کی غرض سے سب فرقے آپس میں متفق ہو گئے۔ لوگوں کی عام خواہش یہ تھی کہ اگر سب کو نہیں تو کم سے کم انگلیکن اور پریس بیئرین مذہب والوں کو اظہار عقیدہ کی آزادی دے دی جائے۔

اس لئے جمیس اول کے جلوس سے چارلس دوم کے جلوس تک امور سیاست میں مذہب ہی کا خاں اثر رہا ہے۔

جیمس اوّل کے اخلاق اور سلطنت۔ اگرچہ جیمس قابل شخص تھا لیکن عقلمند نہ تھا۔ اس کی حکمت عملی کے دو اصلی مقصد تھے۔ ایک تو امن قائم رکھنا اور دوسرے اپنے اختیار کو رعایا سے منوانا۔ سلطنت کے ابتدا ہی میں اُس نے ہسپانیہ سے صلح کر لی اور پھر یہ ارادہ کر لیا کہ حتی المقدور مذہبی لڑائی کی ذبت نہ آنے دے۔ اس بات کی آرزو میں کہ کتھلک دول سے قریب کے تعلقات پیدا ہوں اُس نے دربار ہسپانیہ سے وہاں کی شہزادی کو اپنے لڑکے چارلس کے عقد میں لانے کی غرض سے طولانی مراسلت کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اور آخر فرانس کی شہزادی اس کے عقد میں آئی۔ یہ کارروائیاں قبل از وقت تھیں اور دانشمندی پر مبنی تھیں کیونکہ اُن کی وجہ سے دربار انگلستان میں عموماً رومن کتھلک کی جانب سے شبہات پیدا ہو گئے۔

جیمس کا رجحان فرقہ رومن کتھلک کو مذہبی آزادی دینے کا تھا لیکن اسکاتلینڈ کے تجربہ نے جہاں پریس بیٹرین فرقہ کے پادریوں کی حکومت تھی اسے فرقہ پیورٹین کا دشمن بنادیا تھا اس دشمنی کی وجہ سے بادشاہ اور پارلیمنٹ میں آئے دن جھگڑے ہونے لگے کیونکہ بیت العوام میں اُن دنوں بہ نسبت ایلنیریٹجہ کے زمانہ کے پیورٹین اراکین زیادہ ہو گئے تھے۔

جیمس کی تمنا تھی کہ ہر ایک شخص اس سے ہدایت

حاصل کرے یعنی اس کا ہمنیال ہو جائے۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اُس کی اس عالمانہ تجویز سے کہ رومن اور اصلاح شدہ فرقوں میں مصاحبت ہو جائے پوپ اور کیتھولک بادشاہوں کو کیوں مخالفت ہے اور اس بات کے سمجھنے سے بھی وہ عاجز تھا کہ اس کی رعایا اُس طرزِ عبادت پر کیوں اڑی ہوئی ہے جسے یہ خود ناموزوں خیال کرتا ہے اور کیوں اُس طریقہ کی مذہبی حکومت پر مصر سمجھتا ہے دراصل وہ یہ چاہتا تھا کہ (ملک و قوم کا) مالک بن جائے لیکن نہ تو اُس میں اتنا حوصلہ تھا کہ لوگوں کو اپنے زیرِ اقتدار لاسکے اور نہ اتنی مستعدی و جفاکشی تھی کہ انھیں زیر کر سکے۔ طبیعت کی اس نارسائی کے سبب سے اس کے عہد کی بعض بہترین تجویزوں کا بہت برا نتیجہ ہوا۔ مثلاً وہ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی دونوں مملکتوں کو ملانا چاہتا تھا لیکن بیت العوام کے تقصیب اور کاہلی پر وہ غالب نہ آسکا۔ ایسا ہی بیت العوام کی خواہش تھی کہ پُرانے اور تکلیف دہ فوجی جاگیرداری کے زمانہ کے شاہی مطالبات کے لئے فوجی جاگیرداروں سے ایک سالانہ رقم معین کر لے لیکن اُس کو رقم کی مقدار کے تعین میں جیمس سے کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔

جیمس اول کے عہد میں دستوری ترقی۔ اس عہد کی دستوری ترقی مندرجہ ذیل ابواب میں قابلِ غور ہے۔

(۱) محصول جیسے بہت سرف تھا۔ وہ شاید ہی کبھی اپنی پارلیمنٹ سے اچھی طرح پیش آیا ہو اس لئے اُس کو کبھی زیادہ روپیہ نہیں ملنے پایا۔ مجبوراً اس نے غیر دستوری طریقے اختیار کئے۔ اُس کی پہلی پارلیمنٹ نے کرڈر گیری ٹینج۔ اور پونڈیج کے معمولی محصولات اُس کے حین حیات وصول کرنے کی منظوری دیدی تھی لیکن اُس نے دعویٰ کیا کہ اسکو حق حاصل ہے کہ وہ نئے نئے محصول مال درآمد پر لگائے۔ مسئلہ میں ایک ترکی تاجر بیٹ نامی نے خشک انگوروں (یعنی کشمش اور منقہ) پر اس قسم کا محصول ادا کرنے سے انکار کیا اور عدالت کسچیکر کو عدم جواز محصول کی نسبت توجہ دلائی عدالت مذکورہ نے فیصلہ کیا کہ غیر ملکوں کے مال درآمد کے محصول پر اُن قوانین کا جکی رد سے پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر محصول لگانا ناجائز ہے اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جیس نے اس فیصلہ سے فائدہ اٹھا کر بہت سی اشیائے درآمد پر محصول لگایا۔ متواتر پارلیمنٹوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن اُس نے ایک کی نہ سنی بلکہ زیادتی یہ ہوئی کہ ۱۹۱۲ء میں جیس نے پہلی مرتبہ بی آئی ویس (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) لیا اور دوسری مرتبہ ۱۹۱۲ء میں لیا۔ اُس کے وزیراعلیٰ سے یہ بات تو بیان کر دیتے تھے کہ بی آئی ویس کے دینے میں

کسی شخص پر جبر نہیں ہے لیکن ہرکس و ناکس اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ اگر اس کے دینے میں تاہل ہوا تو بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔

(۲) **وضع قوانین**۔ اس بادشاہ کی حکومت میں بادشاہ کے

اعلان صادر کرنے کے حق کی تعریف پہلے پہل تنگ

لفظوں میں کی گئی۔ بیت العوام نے سال ۱۶۷۱ء میں بادشاہ کی مدت میں شکایت کی کہ اُس نے اکثر اعلانوں کے

ذریعہ سے اُن افعال کے کرنے کی ممانعت کر دی ہے

جن کی قانون کی رو سے اجازت ہے اور ناجائز افعال

کے ارتکاب کے لئے قانون کے حدود سے زیادہ سنگین

سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور مجرمین کی تحقیقات کے لئے

اُن عدالتوں کو حکم ہوا ہے جن کو اس قسم کے اختیارات

حاصل نہیں ہیں۔ بادشاہ نے اس عرضی شکایت کو کوک

میر مجلس عدالت دیوانی (کورٹ آف کامن پلینر) اور مجلس

فلیمنگ اور دو قضاة کے پاس اظہار رائے کے واسطے

بجھوادیا۔ آپس میں مشورہ کر کے اُن لوگوں نے بادشاہ سے

کہدیا کہ اُس کو اس قسم کے اعلان و فرمان صادر کرنیکا

اختیار نہیں ہے جن کے خلاف بیت العوام نے شکایت

کی ہے۔ البتہ بادشاہ اعلان اس غرض سے جاری کر سکتا

ہے کہ رعایا کو مخصوص قوانین کی طرف توجہ دلائے اور

ہدایت کرے کہ ان قوانین کی پابندی ان پر لازم ہے۔

بذریعہ اعلان وہ اس سے زیادہ کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتا مگر قضاۃ کی اس رائے سے اس بُرائی کا بالکل انسداد نہیں ہوا۔ (۳) وزرا کی ذمہ داری۔ جیمس اول کے عہد میں بیت العوام نے پھر وزرا کو ذمہ دار بنانے کی جانب توجہ کی لیکن اس مرتبہ اُس کی کوشش جرایم قانونی کے خلاف فوجداری کی حد تک رہی۔ اس نے لارڈ چانسلر بیکن پر رشوت ستانی کا الزام لگا کر دارالامرا میں فوجداری نالش دائر کیا۔ بیکن کو معزولی کی سزا دی گئی۔ چند سال کے بعد شاہی خازن لارڈ ڈنل سیکس پر اراکین عوام نے حسب ضابطہ رشوت کا الزام لگا کر عدالت دارالامرا میں مواخذہ کیا۔ جو زمانہ ملازمت بددیانتی کا مرکب ہوا تھا۔ اور اگر وہ ڈیوک آف بکنگھم سے جو بادشاہ کا نہایت بارسوخ صاحب تھا جھگڑا نہ کرتا تو مشکل سے اس بات کا پتہ ملتا۔

داد رسی۔ جیمس اول اور چارلس اول کے عہد میں قانونی عدالتیں انگریزی دستور کی میدان کارزار بنی رہیں۔ ان دونوں بادشاہوں کی ہر وقت یہ کوشش رہی کہ شاہی حقوق کی توسیع ہو۔ حامیان آزادی نے اپنے مقابلہ کا اسلحہ اُن قوانین کو قرار دے رکھا تھا جو منشور اعظم کے بعد سے وضع ہوتے رہے اور جن کا مقصد شاہی قوت کو محدود کرنا تھا۔

۱۔ عدالت چانسلری سے فرق کرنے کی غرض سے جس میں ایکویٹی (نصفت) کی تعمیل ہوتی تھی۔ دوسری عدالتوں کو لفظ قانونی سے متصف کیا گیا ہے ۱۲

لیکن ان قوانین کی زبان اکثر مغلق اور مبہم تھی۔ فی زمانہ اگر ایسے شبہات عبارت قانونی میں پیدا ہوں تو ان کو نہایت آسانی سے نئے قوانین کے ذریعہ سے رفع کیا جاسکتا ہے لیکن اس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں بادشاہ اس خیال سے کہ مبادا اُس کی قوت گہٹے راضی نہیں ہوتا تھا کہ توضیحی یا تشریحی قانون کے ذریعہ سے ان غلطیوں اور خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔ اسی طرح پارلیمنٹ بھی کسی ایسے مبہم قانون کی وضاحت و تشریح کو پسند نہیں کرتی تھی جس سے رعایا کی آزادی میں کمی واقع ہو۔ اس لئے اگر کسی مشتبہ قانون کی صحت کی ضرورت ہوتی تو بشکل مقدمہ لوگ عدالت میں رجوع ہو کر اُس کے متعلق قضاۃ سے فیصلہ حاصل کرتے تھے۔

اس زمانہ میں قضاۃ کی مدت ملازمت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر تھی۔ جیمس نے اس بات سے فائدہ اٹھایا اور قضاۃ پر دباؤ ڈالا۔ قضاۃ کو حکم دیا گیا کہ مسئلہ زیر بحث پر فیصلہ صادر کرنے کے قبل اگر اُس کا تعلق شاہی حقوق سے ہو تو بادشاہ سے مشورہ کر لیا کریں۔ عدالت عالیہ کا میر مجلس کوک اپنے عہدہ سے ۱۶۱۶ء میں اس واسطے موقوف کیا گیا کہ وہ عدالت چانسلری اور کلیسائی عدالتوں کے اختیارات کا اپنی عدالت کے مقابلہ میں پاس نہیں کرتا تھا۔

کلیسا۔ جیمس اول فرقہ پورٹین کے مقابلہ میں اساتذہ کا طرفدار ہو گیا۔ جلوس سلطنت کے وقت اس نے دونوں فرقوں کے

ناٹھین کو پیپیشن کورٹ (شاہی محل) میں آئیں کے جھگڑوں کو مٹانے کی غرض سے طلب کیا لیکن وہ باوجود میر مجلس ہونے کے آپ کو غیر جانب دار نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد ہی صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ نے مذہبی قوانین کا ایک نیا مجموعہ جاری کیا جس کی رو سے حکم دیا گیا کہ ہر ایک شخص کو جو کتاب صلوٰۃ کو کلام الہی نہ تصور کرے مذہب سے خارج کیا جائے گا۔ اُن دنوں یہ سزا اس طرح دی جاتی تھی کہ مجرم کو اس وقت تک قید میں رکھا جاتا جب تک کہ وہ اپنے قصور سے اعتراف کر کے اطاعت نہ قبول کرتا۔ ان تدبیروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر پادری اپنی معاش سے محروم ہو گئے۔ لیکن ایبٹ کو جو اللہ میں کنٹربری کا صدر اُسقف مقرر ہوا تھا بیورٹین عقائد کی طرف میلان تھا اور اُسے اس سلطنت کی باقی مدت میں شمشیرِ ظلم کی دھار کو کند کرنے میں کامیابی ہوئی۔

چارلس اول کے خصائل اور اُس کی سلطنت کا

ابتدائی زمانہ۔ چارلس میں بہ نسبت اپنے باپ کے قابلیت کم اور جرات زیادہ تھی۔ اس کی تربیت اس طرح ہوئی تھی کہ بچپن سے ہی شاہی حق کے نسبت اُس کے متکبرانہ خیالات تھے اور ایکوپلین عقیدہ کا دلدادہ تھا۔

وہ آپ کو ہمیشہ حق بجانب اور رعایا کو جو اُس سے امورِ سلطنت یا مسائلِ مذہب میں اختلاف رکھتی متدین نہیں سمجھتا تھا۔ اجرائے کار کا درست و صاف نقشہ بنانے اور صحیح موقع و محل کو سمجھنے کی قابلیت نہ ہونے کے باوجود چارلس کی طبیعت ضدی اور ناتربیت پذیر واقع ہوئی تھی۔ بعض موقعوں پر تو وہ نہایت راست بازی اور ایمان داری دکھاتا تھا مگر بعض امور میں اس کے برعکس اُس نے آپ کو نہایت متلون مزاج اور مکار ثابت کیا۔ اس سے زیادہ کوئی دوسرا آدمی انقلاب کے زمانہ میں بادشاہی کے لئے نااہل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی پہلی پارلیمنٹ (۱۶۲۵ء) سے اس کی آفتوں کا آغاز ہوا۔ ہسپانیہ کی جنگ اس کو اثرنا ملی تھی۔ اس لئے اس کو روپیہ کی بہت ضرورت تھی۔ پارلیمنٹ روپیہ منظور کرنا نہیں بلکہ مذہبی معاملات پر بحث کرنا چاہتی تھی اس واسطے اس نے اس پارلیمنٹ کو اس کے انعقاد سے دو مہینے کے بعد ہی برخاست کر دیا۔ دوسری پارلیمنٹ (۱۶۲۶ء) میں سر جان ایلیٹ نے بیت العوام کو ترغیب دی کہ ڈیوک آف بکنگھم پر ہسپانیہ کی جنگ کا جس کا وہ ذمہ دار تھا بدعنوانی سے چلانے کا اور دنیا بھر کی دوسری خرابیوں کا الزام لگا کر مواخذہ کرے۔ اب سوائے اس پارلیمنٹ کو برخاست کرنے کے چارلس کے پاس کوئی اور ذریعہ اپنے اس دوست کے بچانے کا نہیں تھا۔

اس کے بعد ہی اُس نے اپنی کمال بیوقوفی سے ایک دوسری جنگ فرانس سے شروع کر دی۔ جب پارلیمنٹ سے روپیہ نہ ملا تو اُس نے جبری طور پر قرض لینا شروع کر دیا۔ اگرچہ قضاۃ جبری قرضہ کو جائز نہیں مانتے تھے لیکن پریوی کونسل ان لوگوں کے خلاف جن کو قرض دینے سے انکار ہوتا سخت تدبیریں اختیار کرتی تھی۔ امرا اور شرفا کو قید خانے بھیج دیا جاتا اور ادنیٰ درجہ کے لوگ جبراً سپاہی بنائے جاتے تھے۔ پانچ شریف قیدیوں نے حکماءؑ لزوم تحقیقات مجبوس (ہے بیس کارپس) کے اجرا کی عدالت میں درخواست پیش کی لیکن عدالت نے کسی قدر پس و پیش کے بعد تصفیہ کیا کہ قیدیوں کو اس طریقہ سے رہائی نہیں دی جاسکتی اس نظیر کا اکثر ”پانچ نائیٹ کے مقدمہ“ کے نام سے حوالہ دیا جاتا ہے۔

فرانس کے مقابل سب فوجی کارروائیوں کو نہایت ہوئی اور دو مخصوص حالتیں ایسی بھی تھیں جن کے سبب سے عام ناراضی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ ایک تو فوج کا باشندگان اضلاع و دیہات کے پاس ٹھہرایا جانا اور اُن کو زیر بار کرنا اور دوسری وجہ اہل سیف اور نیز اہل قلم پر اس الزام کی بنا پر کہ وہ فوجی قاعدوں کی خلاف ورزی میں سپاہیوں کی اعانت کرتے ہیں قانون حربیہ کا نفاذ پانا تھی کیونکہ اس زمانہ میں

سوائے میدانِ جنگ کے کسی دوسرے مقام پر قانونِ حزبی کے استعمال سے انگریزی دستوری حکومت واقف نہ تھی۔

۱۶۲۸ء میں روپیہ کی ضرورت سے مجبور ہو کر پارلیمنٹ

نے تیسری پارلیمنٹ کو منعقد کیا۔ بہت مقابلہ کے بعد اور کثیر رقم کی منظوری کے معاوضہ میں اس پارلیمنٹ نے اس مسودہ قانون پر بادشاہ کی رضامندی حاصل کی جو بیٹیشن آف رائٹ (قانونِ حقوق) کے نام سے مشہور ہے۔ بیٹیشن آف رائٹ کی رو سے امورِ ذیل کو نا جائز قرار دیا گیا:—
(۱) بلارضامندی پارلیمنٹ (بادشاہ کا رعایا پر) محصول لگانا (۲) خود مختارانہ طور پر (رعایا کو) قید کرنا (۳) سپاہیوں کے قیام و اخراجات کا بار رعایا پر ڈالنا (۴) قانونِ حزبی۔ دو سو سال کے بعد سے یہی پہلی رعایت تھی جس کی بادشاہ سے منظوری حاصل ہوئی اور یہی سب سے زیادہ ضروری اور با وقعت رعایت تھی جو ۱۶۹۷ء کی تصدیق اسناد کے

لہ اُس زمانہ میں قانون سازی کا طریقہ اس وقت کے ضابطہ سے مختلف تھا۔ قانون بنانے میں جیسا کہ اب دارالعوام پیش قدمی کرتا اور اس کا مسودہ خود تیار کرتا ہے قرونِ وسطیٰ میں اُس کا یہ استحقاق تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ بجائے مسودہ کے اس بیت پارلیمنٹ میں ”عوضی“ مرتب ہو کر دارالامرا کے توسط سے یا راست بادشاہ کے ملاحظہ میں گذرانی جاتی تھی اور بادشاہ کو اختیار تھا کہ اُس کو منظور یا مسترد کرے لہذا اُس زمانہ کے قانون کو جو اس طرح پارلیمنٹ میں وضع ہوتا تھا اسٹیٹ یوٹ (قانونِ موضوعہ) یا بل (مسودہ قانون) کے عوض ”عوضی“ سے موسوم کیا جاتا تھا۔ کتاب میں کسی مقام پر اُس کا تفصیل سے ذکر آیا ہے ۱۲۔

بعد عطا ہوئی -

لیکن قانون حقوق کے نفاذ سے تازہ نزاعات کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ بیت العوام کی اس بات پر تکرار تھی کہ بلا رضامندی پارلیمنٹ محصول لگانے کی ممانعت محصول کروڑ گیری اور اسی قسم کے دوسرے محصولوں پر حاوی ہے چارلس نے اس سے انکار کیا اور پارلیمنٹ کے اجلاس کو اپنے اختیار سے ملتوی کر دیا۔ سرٹامس وینٹ ور تھ جو بیت العوام کا اس مقابلہ میں ہادی تھا اس کا ساتھ چھوڑ کر بادشاہ کا طرفدار ہو گیا جس کے صلہ میں فوراً بادشاہ نے اُس کو شمالی کونسل کا میر مجلس بنادیا۔

۱۶۲۹ء میں پارلیمنٹ کا پھر اجلاس ہوا۔ مینچ اور پوٹینج کے متعلق پھر مباحثہ شروع ہوا۔ اراکین عوام نے اساقفہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اس لئے چارلس نے پارلیمنٹ کو بنیامست کر کے مخالف فرقہ کے سرداروں کو قید خانہ بھجوا دیا۔ الیٹن ٹوٹاور میں مر گیا۔ ویلنٹائن اور اسٹروڈ ۱۶۴۰ء کے شارٹ پارلیمنٹ کے آنے تک اُس میں محبوس رہے۔ اب چارلس نے قصد کر لیا تھا کہ پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرے۔ اس طرح اس نے گیارہ سال تک سلطنت کی اور اس مدت میں وینٹ ور تھ امور مملکت و سیاست میں بادشاہ کا مشیر خاص تھا۔

چارلس اول کی مطلق العنان حکومت ۱۶۲۹ء سے
 ۱۶۴۹ء تک۔ بہ سبب اس کے کہ چارلس نے بغیر
 پارلیمنٹ کے حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مختلف غیر دستوری
 طریقوں سے اُس کو روپیہ فراہم کرنے کی ضرورت محسوس
 ہوئی۔ اس میں کامیاب ہونے کی غرض سے اُس نے
 قاضیوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تاکہ وہ لوگ اس کی غیر قانونی
 کارروائیوں کو جائز قرار دیں اور عام بھینپی کو فرو کرنے کے لئے
 وہ اُن غیر معمولی عدالتوں کو قائم کرتا تھا جو یوڈر سلاطین کے
 عہد میں مستحکم ہو گئی تھیں۔ لیکن ایک خاص بات جس کا
 چارلس کو اپنے اقتدار کے مقابلہ میں زیادہ خیال تھا
 یہ تھی کہ کلیسا کی حکومت اور عام عبادت کے طریقہ میں
 ملک میں یک رنگی اور یک جہتی کو رواج ہو۔ اس لئے
 اس عہد کی رعایا کی شکایتوں کو تین عنوانوں میں بیان
 کرنا مناسب ہے۔ محصول کا عاید کیا جانا، اور کسی اور کلیسا۔
محصول کا عاید کیا جانا۔ چارلس اول کی پہلی پارلیمنٹ نے
 صرف محصول ٹینج اور پونڈیج کی ایک سال کے واسطے
 منظوری دی تھی۔ قبل اس کے کہ یہ منظوری تکمیل کو
 پہنچتی یہ پارلیمنٹ برخاست ہو گئی۔ اس کے بعد سے
 چارلس ان سب پونڈیج۔ ٹینج اور کروڑ گیری اور دوسرے
 محصولوں کو اپنے اختیار سے خود لگانے لگا اور حجت
 پیش کرتا تھا کہ قانون خود کے سبب سے محصول لگانے کا

شاہی حق کسی طرح زایل نہیں ہو سکتا۔
شپ منی (جنگی جہازوں کے تیار کرنے کے لئے محصول)
 شاہی جنگی جہازوں کا بیڑا اُس زمانہ میں بھی بہت قلیل تھا
 لڑائی کے زمانہ میں تاجروں کے جہاز اور ان کے ملاح
 حسبِ رواج شاہی بیڑے میں شریک کر لئے جاتے تھے۔
 ہر ایک بندرگاہ کے ذمہ جہازوں کی فراہمی اور اُن کو
 بحری سپاہ اور اسلحہ جنگ وغیرہ سے بھیا کرنے کی مقدار کا
 تعین کر دیا جاتا تھا اس ٹیکس کا نام شپ منی (محصول بحریہ)
 تھا۔ ۱۶۳۲ء میں سرکاری وکیل تائے نے مشورہ دیا کہ
 غیر ایام جنگ میں محصول بحریہ لیا جائے۔ اسی سال کے
 موسم خزاں میں حکمائے محصول مذکور وصول کرنے کی
 غرض سے جاری کئے گئے۔ بعض بندرگاہوں نے عذر
 کیا کہ ان پر بہ نسبت دوسرے بندروں کے زیادہ محصول
 لگایا گیا ہے لیکن لندن نے حجت کی کہ یہ مطالبہ غیر
 دستوری ہے تاہم لندن بھی ادائیگی محصول سے انکار
 نہ کر سکا۔ اس کے دوسرے سال دوبارہ حکمائے جاری
 ہوئے۔ اس مرتبہ مطالبہ محصول اُن مقامات تک کہ
 جن میں بندرگاہیں واقع تھیں محدود نہیں رہا بلکہ سب
 ملک پر محصول بحریہ لگایا گیا۔ اس مرتبہ بھی ملک نے
 خفیف بیچینی کا اظہار تو کیا لیکن اُس کو مثل سابق
 محصول ادا کرنا پڑا۔ تیسرا حکمانہ ۱۶۳۶ء میں جاری ہوا۔

اس مرتبہ جان ہیمپڈن نے جرات کر کے محصول مذکور ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ ضلع ہیکنگم کا ایک متمول شریف آدمی تھا اور اگرچہ اس پر صرف بیس شلنگ لگائے گئے تھے مگر وہ جانتا تھا کہ اگر بادشاہ نے پارلیمنٹ کی مرضی کے بغیر آج بیس شلنگ وصول کر لئے تو کل ہر ایک شخص سے اس کا مال طلب کر لے گا۔ اس کے دوسرے سال ہیمپڈن کا مقدمہ قاضیوں کے سامنے آیا جنہوں نے پہلے سے ہی تصفیہ کر دیا تھا کہ بادشاہ کو محصول بحریہ وصول کرنے کا قانونی حق ہے۔ مگر اس مرتبہ دو قاضیوں نے بادشاہ کے دعویٰ کو قانوناً ناجائز ٹھہرایا اور تین قاضیوں نے اس مقدمے کے مخصوص حالات پر نظر کر کے ہیمپڈن کے موافق فیصلہ کیا اور سات قاضیوں نے اپنی رائے کو بادشاہ کے حق میں ظاہر کیا اگرچہ ایسی قلیل کثرت آرا بادشاہ کے لئے مقدمہ ہارنے کے برابر تھی تاہم بادشاہ اس کے بعد بھی محصول بحریہ وصول کرتا رہا۔ چوتھا اور آخری حکمنامہ محصول بحریہ کے متعلق وہ تھا جو جنوری ۱۶۳۹ء میں صادر و جاری ہوا۔

توفیر آمدنی کی اور تدبیریں۔ ترقی خطاب نائٹ ہڈ۔ بادشاہ نے منسوخ شدہ قوانین اور مشتبہ شاہی دعاوی کے نفاذ سے ایک دوسرا ذریعہ جبراً روپیہ وصول کرنے کا پیدا کر لیا۔ ایڈورڈ اول نے قرار دیا تھا کہ ہر ایک زمیندار جس کی سالانہ مالگزاری بیس پونڈ ہو خطاب جنگ بہادری (نائٹ ہڈ)

حاصل کرے ورنہ عدول حکمی کی صورت میں بھاری جرمانہ
 دیا کرنا پڑے گا۔ ایڈورڈ کی غرض اس تدبیر سے ملک کی
 فوجی قوت بڑھانی اور بڑے امرا کی طاقت گھٹانی تھی۔ اب
 زمانہ بدل گیا تھا اور ان دونوں اسباب میں سے ایک کی
 بھی ضرورت سترھویں صدی میں ملک کو نہیں تھی۔ تاہم چارلس
 نے اس منسوخ شدہ قانون کو ان لوگوں سے روپیہ وصول کرنے
 کے واسطے جاری کیا کہ جو ٹائٹ بننا نہیں چاہتے تھے اس طرح
 سے اس کو مختلف وقتوں میں کثیر رقم وصول ہوتی رہی۔

توسیع جنگلات۔ اسی قسم کا ایک دوسرا طریقہ صحراؤں کی
 وسعت تھی۔ شاہی کمشنر روانہ کئے گئے کہ جنگلوں میں گشت
 لگا کر صحرا کے حدود قائم کریں اور ایسی زمینوں کو جو کبھی
 اُن جنگلوں میں شامل رہی ہوں اور اب نکل گئی ہوں
 تو دوبارہ حاصل کریں خواہ اس کے متعلق شہادت کیسی ہی
 ضعیف کیوں نہ ہو۔ وہ زمینیں جو اس طرح جنگلات کے
 حدود میں داخل کر لی گئیں جنگلات کے قانون کے زیر اثر
 اور جنگلات کی عدالتوں کے اختیار سماعت میں آگئیں۔
 اگرچہ ان عدالتوں کے اختیارات کو قدیم سند جنگلات نے
 بہت محدود کر دیا تھا تاہم ان میں بہت ظلم ہوتا تھا۔ رعایا
 کو ان زمینوں کو شاہی صحرا سے بچانے کے لئے بہت
 روپیہ صرف کر کے معمولی قانون کے زیر اثر لانا پڑتا تھا۔
 اجاروں کی بیع۔ اجارے کے قائم کرنے کی نسبت تو

رعایا کو قدیم سے شکایت تھی۔ ایلینز بیٹھ نے اس کثرت سے لوگوں کو اجارے دے دئے تھے کہ عام ناراضی پھیل گئی تھی مگر جب پارلیمنٹ نے ۱۶۷۱ء میں پرزور الفاظ میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا تو ملکہ نے شفقت آمیز پیام جواباً کھلا بھیجا اور وعدہ کیا کہ وہ سب اجارے واپس لے لئے جائیں گے جن سے عوام کو نقصان پہنچتا ہو۔ چیمبس اول نے بھی اس قدر اجارے عطا کئے کہ پہلے سے زیادہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ پارلیمنٹ نے بذریعہ ایکٹ مجریہ ۱۶۲۴ء اجاروں کو ناجائز قرار دیا لیکن اس میں بھی ایک پہلو نکالا گیا کہ اس ایکٹ نے منفرد آدمیوں کو اجارہ دینا ممنوع ٹھہرایا ہے۔ کہ کمپنیوں کو پارلس نے اس حیلے سے کام لیا اور اجاروں کو ایسی کمپنیوں کے ہاتھ بیچ کر روپیہ پیدا کرتا جو اس نیت سے قائم ہوتی تھیں کہ بادشاہ سے اجارے خریدیں۔ منجملہ اور نظائر کے ذیل کا واقعہ خالی از دجسبی نہیں ہے۔ ایک

۱۔ انگلستان میں تجارتی کمپنیاں تین طرح سے قائم ہوتی ہیں (۱)۔ سند شاہی (۲)۔ پارلیمنٹ کے کسی مخصوص قانون یا (۳) اس محکمہ رجسٹری میں جو سمریٹ ہوس میں واقع ہے رجسٹر ہونے سے۔ کمپنیوں کا دار و مدار خصوصاً قوانین ذیل پر ہے۔ کمپنیز کلازس کنسولیدیشن ایکٹ ۱۸۶۲ء اور دو عشرہ ۱۸۶۲ء۔ قوانین مجریہ ۱۸۶۲ء۔ ۱۸۹۰ء اور ہندوستان میں قانون کمپنیاں ۱۸۶۲ء ہے اس قانون کے زیر اثر رجسٹری کرانے سے یا قانون مذکور کے شرائط کا کسی جماعہ پر اطلاق ہونے سے اسکی حیثیت کارپوریشن (ستوفیہ) کی ہو جاتی ہے۔ اسکے متعلق دیکھو نوٹ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

صابون بنانے والی کمپنی کو چارٹرس نے سند عطا کی اور کمپنی نے اس کے معاوضہ میں وعدہ کیا کہ صابون کے ہر ایک ٹن پر چار پونڈ (رقم) بادشاہ کو ادا کرے گی اور اس کے معاوضہ میں اس کو یہ حق دیا گیا کہ وہ دوسری کمپنیوں کے بنائے ہوئے صابون کی آزمائش کرے اور اگر صابون اطمینان بخش نہ ہو تو اس کے بیچنے کی ممانعت کر دیا کرے اس معاملہ میں پریوی کونسل تو بادشاہ سے بھی چند قدم آگے نکل گئی کہ اُس نے اعزازی نطائے فوجداری کو اس کمپنی کے صابون کی نسبت سفارشی خطوط لکھے۔ اس پر آزاد طبع صابون بنانے والوں نے آپس میں اتفاق کر کے کمپنی مذکورہ کو خرید لیا اور اُس کے رعایتی حقوق اس شرط پر حاصل کر لئے کہ بادشاہ کو فی ٹن صابون پر آٹھ پونڈ ادا کریں گے۔ اس طرح سے مہل قیود قائم کر کے چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کی جاتی تھیں جس سے تجارت کا نقصان ہوتا تھا۔

بھاری جرمانے۔ اجاروں کے بیچنے سے زیادہ قبج طریقہ بھرمین سے بھاری جرمانے وصول کرنے کا تھا جن کی غرض ان کو سزا دہی نہیں بلکہ بادشاہ کو مالدار بنانا تھی۔ مگر اس طریقہ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ مجرم کی عاجزانہ اطاعت قبول کرنے پر پوری یا بعض وقت اس سے کم رقم جرمانہ اُس کو واپس کر دی جاتی تھی۔

داد رسی۔ بادشاہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا اور عدالت کے نظا پر اثر ڈالتا تھا۔ اُس نے لارڈ چیف جسٹس کریو کو ۱۶۲۶ء میں اس واسطے معزول کر دیا کہ میر مجلس مزبور جبری قرضہ کو قانوناً جائز تسلیم نہیں کرتا تھا بعض موقعوں پر وہ قاضیوں کو بلوا کر ان پر اثر ڈالتا تھا کہ وہ اُس کے حسبِ نشا فیصلے صادر کریں۔ اگرچہ بادشاہ ان موقعوں پر کامیاب تو ہوا مگر اُس زمانہ کے انگریزوں کی نظروں میں عدالتی فیصلہ کی پہلی سی عظمت و وقعت باقی نہیں رہی اس لئے کہ وہ خوب سمجھ گئے تھے کہ اس زمانہ میں عدالتیں آزاد نہیں ہیں۔

اس زمانہ میں جبکہ قانون غیر موضوع کی عدالتیں مجبور کی جا رہی تھیں کہ قانون کو پلٹ دیں۔ اسٹارچیمبر اور اسی کی مشابہ عدالتیں بادشاہ کے ہاتھ میں آلہ بنی ہوئی تھیں کہ ہر کس و ناکس کو جو بادشاہ کی مذہبی یا ملکی حکمت عملی پر معترض ہو یا اس کا مقابلہ کرے سزا دے۔ مجرین پٹری (سزا دینے کا ایک قسم کا آلہ) میں کھڑے کئے جاتے۔ ان پر تازیانے پڑتے۔ اُن کے جسم پر داغ دئے جاتے۔ اُن سے بھاری جرانے وصول کئے جاتے تھے اور اسی قسم کی اور سزائیں دی جاتی تھیں۔ کلیسا۔ ۱۶۳۳ء میں ایبٹ کی وفات کے بعد چارلس نے ولیم لاڈ کو کنٹر بری کا صدر اُسقف بنایا۔ لاڈ بُرا

آدمی نہیں تھا۔ وہ ایسا متعصب اور تنگ خیال نہیں تھا جیسا کہ اس کے پیورٹین دشمن تھے۔ اہل علم و فضل کو آزادی خیال عطا کرنے پر وہ راضی ہو گیا تھا لیکن وہ دینی امور پر عوام کے مباحثہ و مناظرہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ ملک میں عبادت الہی ایک ہی طریقہ پر کی جائے اس پر نہ تو نکتہ چینی کو اور نہ اس میں تغیر و تبدل کو وہ روا رکھتا تھا۔ اُس کو شاندار اور خوشنما عمارتوں اور پادریوں کے زرق برق لباس کا بہت شوق تھا۔ وہ طول طویل مذہبی رسوم پر اصرار کرتا تھا۔ سب باتوں سے زیادہ اساقفہ کی حکومت برقرار رکھنا اُس کا بڑا مقصد تھا۔ اس سبب سے کہ بادشاہ ان سب خیالات میں لاڈ سے متفق تھا تو لاڈ بھی بادشاہ کی صولت و ہیبت کے بڑھانے میں سرگرم رہتا تھا۔ بادشاہ کا فرض تھا کہ بحیثیت صدرِ گرجا (مذہب) کیتھولک اور پیورٹین دونوں فرقوں کے مقابل میں مذہب کی حفاظت کرے اور اُس کے وقار کو قائم رکھے اور اس کے معاوضہ میں کلیسا (مذہب) پر لازم تھا کہ اپنے (بچوں) معتقدین کو تعلیم دے کہ شاہی رضامندی اور خواہشوں کی کس طرح صدق دل سے تعمیل کرنی چاہیئے۔

اس طرح چارلس اور لاڈ نے پیورٹین لوگوں کی منافرت کی آگ کو خوب بھڑکا دیا۔ پیورٹین فرقہ والوں کا خیال تھا کہ یہ دونوں ظالم و جابر ہیں جو پاک و صحیح مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں

اور دین فروش ہیں کہ لوگوں کو بہسلا پھسلا کر پھر رومن کیتھلک بنانا چاہتے ہیں۔ اس واسطے مناظرہ کرنے والے پیورٹین لوگوں کو اسٹار چیمبر کی عدالت میں پیش کر کے اکثر ناگفتہ بہ اور ظالمانہ سزائیں دلائی جاتی تھیں اور پیورٹین پادریوں کو بائی کمیشن کی عدالت میں پیش کر کے سرزنش کرائی جاتی یا خدمت سے معطل کرایا جاتا تھا پیورٹین مذہب کی عبادت کرنے والوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ اُس طرز کی عبادت اختیار کریں جس سے ان کو نفرت تھی۔ اگرچہ اُن کی سرکوبی نہیں ہوئی تھی لیکن ہر طرف سے تنگ ہو کر بہ نسبت پہلے کے زیادہ تنگ خیال اور دوسروں کی مذہبی آزادی کے مخالف ہو گئے۔ شروع میں تو ان لوگوں کو صرف بعض مذہبی رسوم اور طرز (عبادت) پر اعتراض تھا لیکن اب تو یہ اُسقفی حکومت کے مٹانے پر آمادہ ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو اس سے بھی زیادہ سخت تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ کلیسا کی حکومت ایک طرز کی مطلق نہ ہونی چاہیے۔ بلکہ ہر ایک کلیسا کو حکومت خود اختیاری ملنی چاہیے جس کے سبب سے اُس کے مصلی روحانی اور مذہبی امور کا انتظام (مثلاً عشاءے ربانی اور بپتسمہ وغیرہ کی انجام دہی) بطور خود کر سکیں۔

اہل اسکاٹلینڈ کی بغاوت اور شارٹ پارلیمنٹ
اگر چارلس اول میں اسکاٹلینڈ والوں کو انگریزی

لٹرجی (طریقہ عبادت و عشائے ربانی) کے استعمال پر مجبور نہ کرتا تو ممکن تھا کہ اس طرز کی حکومت جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور چند مدت تک قائم رہتی مگر چارلس کی اس کوشش نے وہ حالت پیدا کر دی جس کو فی الواقع بغاوت کہنا چاہئے اگرچہ اس کا اظہار وفاداری کی صورت میں کیا گیا تھا۔

باشندگان اسکاتلینڈ نے باہم اس معاہدہ کا ۱۶۳۸ء میں قرار داد کیا جو نیشنل کوننٹ (قومی عہد نامہ) کے نام سے مشہور ہے اس کے ذریعہ سے انھوں نے اپنے پر فرض کر لیا کہ وہ پریس بلیئرین طرز کے مذہب اور بادشاہ کی حکومت کو قائم رکھیں گے۔ بناءً علیہ انھوں نے اپنے حق کی حفاظت کے لئے ایک فوج تیار کی۔ چارلس ان کے مقابلہ کے لئے تو اٹھا لیکن سمجھ گیا کہ پارلیمنٹ کی امداد کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے اس نے ۱۶۴۰ء کے موسم بہار میں اپنی چوتھی پارلیمنٹ منعقد کی جب اس کا اجلاس شروع ہوا تو پارلیمنٹ کی خواہش ہوئی کہ ملک کی شکایتوں کا پہلے تصفیہ و اسناد ہونا چاہئے۔ مگر چارلس چاہتا تھا کہ سب سے پہلے پارلیمنٹ رقم کی منظوری دے۔ جب یہ دونوں آپس میں اس بات پر جھگڑنے لگے تو چارلس نے اس پارلیمنٹ کو بھی برخاست کا حکم دے دیا۔ اب دوسری مرتبہ چارلس بلا اعانت پارلیمنٹ اسکاتلینڈ والوں کی بغاوت کو فرو

کرنے کی کوشش ہی میں تھا کہ انھوں نے انگلستان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ شہر یارک فتح ہو جائے مگر چارلس کی ایک تدبیر نے اس مقام کو بچا لیا۔ ماہ ستمبر میں بادشاہ نے ایک بڑے پیمانہ پر بطور علاج آخری امرا کی مجلس منعقد کی۔ یہ مجلس نارمن بادشاہوں کی مجلس کے مشابہ تھی اور ایسی بڑی مجلس کا دوسو برس سے انعقاد نہیں ہوا تھا تاہم امرا نے مذہب اور سلطنت میں بادشاہ کی مطلق العنانی سے ناراضی ظاہر کی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ پارلیمنٹ کو منعقد کر کے چارلس کو مجبوراً ان کی رائے قبول کرنی پڑی اور اُس نے عام انتخاب کے واسطے حکمنامے جاری کر دیئے۔ نئی پارلیمنٹ اسی سال کے نومبر میں منعقد ہوئی۔ تاریخ میں چارلس کی یہ پانچویں اور آخری پارلیمنٹ لانگ (طولانی) پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے۔

لانگ پارلیمنٹ۔ یہ طولانی پارلیمنٹ بالآخر ۱۶۶۰ء میں ختم ہوئی۔ اگرچہ اُس وقت تک وہ بہت سالہ ہو چکی تھی لیکن اُس کی حقیقی قوت کی مدت ۱۶۴۰ء میں اختتام کو پہنچی جبکہ اُس کے اکثر اراکین اُس سے بہ جبر خارج کئے گئے اس پارلیمنٹ کی ان آٹھ سال کی تاریخ کو ہم چند مدتوں میں منقسم کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اصلاح کی نسبت باہمی اتفاق کی مدت۔ اگرچہ یہ مدت چند روزہ ہی تھی یعنی نومبر ۱۶۴۰ء سے شروع ہو کر ستمبر ۱۶۴۱ء کو

ختم چبگئی لیکن اس زمانہ میں بہت ضروری اور مفید کام ہوئے پارلیمنٹ نے چارٹرس کے ذرا سے اُن کے فرائض کے متعلق جواب لینے شروع کئے جس کے سبب سے ان وزیروں کی جان کے لالے پڑ گئے وینڈ بینک وزیر مملکت اور فینچ محافظ ہر شاہی نے ملک سے بھاگ جا کر اپنی جان بچائی وینٹ درتھ پر جو ان دنوں آرل آف اسٹرافورڈ ہو گیا تھا مواخذہ کیا گیا اور جب اُس کے بری ہونے کے آثار پائے گئے تو ایک مخصوص قانون تعزیری کی رو سے اُس کو مجرم قرار دے کر اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اگرچہ اس پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا لیکن انگلستان کے قانون میں تو صرف ایک ہی قسم کی بغاوت یعنی بغاوت خلاف بادشاہ پائی جاتی ہے۔ اس قسم کی بغاوت وینٹ درتھ نے کبھی نہیں کی تھی بلکہ بادشاہ کے ساتھ اُس کی وفاداری مسلم تھی اور اُس کی کوشش تھی کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے قیود اور دباؤ سے آزاد ہو جائے۔ اُسی کے مشورہ اور منظوری سے گذشتہ بارہ سال کے اکثر ناجائز اور غیر قانونی کام ہوئے تھے۔ لیکن اُس کی سزا کا سبب کچھ اور ہی تھا یعنی انگلستان کے دستور کی خلاف ورزی اور رعایا کے

۱۔ ایکٹ آف اٹینڈ (خصوص قانون تعزیری) کی رو سے مجرم کو سزائے موت دی جاتی اور اس کی جائداد ضبط کی جاتی تھی اور اس کو مجسول النسب خیال کیا جاتا تھا مگر قانون مجریہ ۲۳ و ۲۴ سنہ جلوس وکٹوریہ باب اول نے اس نتیجہ کو بدل دیا ہے۔ ایکٹ اور بل آف اٹینڈ کی صراحت نسیم میں کر دی گئی ہے۔

حقوق کی پامالی۔ اگر بیت العوام کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اسٹرافرڈ کے چھوٹے ہی بادشاہ اس کو کسی مقتدر عہدہ پر مامور کر دے گا تو اس کو ہرگز اس طرح کی سخت سزا نہ دی جاتی ارل آف ایسکس کے پاس اسٹرافرڈ کا ایک دوست سفارش لے کر گیا کہ بیچ بچاؤ کر کے اسٹرافرڈ کو بچالے ارل نے جواب میں کہا کہ ”جو پتھر کی موت مرے اُس کو کون بچائے“ یعنی ملک اس کے ہلاک کرنے پر اس قدر آمادہ تھا کہ سفارش کے قبل ہی وہ مرکز شل پتھر کے ٹنگیا تھا اسی اثنا میں لاڈجوکنٹربری کا صدر استقف تھا بغلوت کے جرم میں ماخوذ ہوا اس کا اصلی قصور بھی اسٹرافرڈ کے جرم کے مانند تھا۔ مذہبی معاملات میں یہ بادشاہ کا ایسا ہی مشیت تھا جیسا اسٹرافرڈ ملکی معاملات میں جو مشورے یہ بادشاہ کو دیتا تھا وہ اکثر ملک کے خلاف مرضی ہوتے تھے۔ اس کے مقدمہ میں بھی اراکین عوام نے ظلم سے کام لیا کیونکہ وہ جلتے تھے کہ اگر اُس کو چھوڑ دیا تو بادشاہ دوبارہ ایسے قوم فروش کو با اختیار بنا دے گا۔ لیکن لاڈ بہ نسبت اسٹرافرڈ کے کم خطرناک تھا اس لئے اس کا سرِ دست قید خانہ میں ہی پڑا رہنا کافی سمجھا گیا۔ لانگ پارلیمنٹ اس بات پر بھی متفق رہی کہ بادشاہ کے ہر ایک حیلہ کا جس کے ذریعہ سے وہ رعایا کی منظوری کے بغیر یہ پیہ وصول کرنا چاہتا ہے استیصال کرے۔ اگرچہ پارلیمنٹ نے شیخ اور پونیج ایکٹ کو

جس کے سبب سے ان دونوں قسم کے محصول کی تھوڑی مدت کے لئے منظوری دی گئی تھی منظور کر لیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر دیا کہ کسی قسم کا محصول کروڑ گیری بلا ضماندی پارلیمنٹ نہیں لگایا جائے گا۔ اس نے ایک دوسرا قانون نافذ کر کے شپ منی (محصول بھریہ) کو بھی ناجائز قرار دیا اور ایک تیسرے قانون سے شاہی جنگلات کو محدود اور ایک چوتھے ایکٹ کے ذریعہ سے قری جاؤاد یا خطاب نایٹ کی مانعت کردی اگر ان قوانین کو پیشین آف رایٹ کے ساتھ ملایا جائے تو ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ان کے نفاذ پانے کے بعد سے بادشاہ کے لئے بیت العوام کی مرضی کے بغیر سلطنت کا چلانا نامکن تھا۔

لانگ پارلیمنٹ میں ان سب غیر معمولی عدالتوں کے موقوف کرنے میں جن کو سلاطین سابق نے قائم کیا تھا باہم اتفاق رہا۔ اس نے اسٹارچیمبر کی عدالت کو موقوف کر کے بادشاہ کے فوجداری اختیارات کو مٹا دیا۔ اسی کے ساتھ کونسل آف دی نارٹھ اور کونسل آف ویلز بھی منسوخ کئے گئے علاوہ بریں کورٹ آف ہائی کمیشن بھی برخاست کی گئی اور کلیسا کی عدالتوں سے جرانہ قید اور جمانی تکلیف دینے والی سزاؤں کے اختیارات سلب کر لئے گئے اس پارلیمنٹ کو ان عظیم تغیرات کی انجام دہی کے اندیشہ سے اپنے قیام کی فکر ہوئی اس لئے اس نے بادشاہ کو

مجبور کر کے ایک مسودہ قانون کو پاس کرالیا کہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اُس کی برخاست التوا اور موقوفی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مبادا بادشاہ بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کرنے پر آمادہ ہو جائے اُس نے ملک کو اس تباہی سے بچانے کے لئے قانون — سالہ جاری کیا۔ اس قانون کی رو سے طے پایا کہ اختتام مدت پر جب پارلیمنٹ برخاست ہو تو نئی پارلیمنٹ کے انعقاد میں تین سال سے زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونا چاہئے۔ کسی پارلیمنٹ کو اس کی موقوفی یا التوا کے اخیر اجلاس کے روز سے تین سال کے بعد باقی نہ سمجھنا چاہئے۔ لارڈ چانسلر پر لازم کیا گیا کہ ہر تیسرے سال دسویں سبتمبر کے بعد ایک ہفتہ کے اندر انتخاب کے متعلق حکمنامے جاری کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اراکین امرا اجلاس کر کے خود ان حکمناموں کو جاری کریں اور اگر امرا سے بھی یہ نہ ہو سکے تو شیفوں کا فرض تھا کہ ان حکمناموں کے انتظار کے بغیر پارلیمنٹ کے لئے انتخاب کے جلسے شروع کرادیں اور ان غایندوں کا جو اس طرح منتخب ہوں فرض تھا کہ ایک مدت معینہ کے اندر پارلیمنٹ کا اجلاس کریں۔ بالآخر اگر شیف بھی اس فرض کی ادائی میں غفلت کریں یا اس کی خلاف ورزی کریں تو شہروں کے ساکنین اور اہل جائیداد کو اختیار دیا گیا کہ کسی سرکاری اطلاع پہنچنے کے بغیر وہ بطور خود اراکین پارلیمنٹ کا انتخاب کریں۔

اس طرح جب لانگ پارلیمنٹ کا ستمبر ۱۶۴۱ء میں اپنی مرضی سے التوا ہوا تو انگلستان کا دستور تقریباً موجودہ طرز پر پہنچ گیا تھا۔ پارلیمنٹ میں وزرا کا ذمہ دار ہونا بیت العوام کے اختیار میں خزانہ کا آجانا قانون غیر ضروری اور باقاعدہ عدالتوں کی فضیلت اور صدارت کی نسبت کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

(۲) مدت اختلاف باہمی جس کا اختتام خانہ جنگی پر ہوا۔ یہاں تک تو بیت العوام میں کامل اتفاق رہا۔ اگر بعض اراکین کسی بات سے ناراض ہوتے تھے اُن کی تعداد اس قدر کم ہوتی کہ اُن کا بگڑ جانا اور ملا رہنا برابر ہوتا تھا مگر اس کے بعد سے ان کی یک جہتی کا خاتمہ ہو گیا اُن ارکان میں جنھوں نے چارلس کے ظالمانہ طریقہ حکومت اور لاڈ کے جبریہ تحکم مذہب پر ملامت کی تھی پھوٹ پڑ گئی اور اُن کے دو بڑے جتھے بن گئے جن کو زائد حال کے ملک کے دو سیاسی فرقوں کا مورث اعلیٰ سمجھنا چاہئے۔ ان فرقوں میں خصوصاً دو باتوں پر اختلاف تھا ایک تو سیاسی اور دوسرا مذہبی مسئلہ تھا۔

سیاسی اختلافات۔ اکثر اشخاص کا جو چارلس کے غیر دستوری افعال کو بُرا بتاتے تھے خیال ہو گیا کہ اب اصلاح کی تکمیل ہو گئی ہے اس لئے وہ انگلستان کے قدیم دستور کو تبدیل کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن کی سمجھ میں

یہ بات نہیں آتی تھی کہ جب تک بادشاہ کو معتد بہ اختیار نہ دئے جائیں سلطنت کیونکر چل سکتی ہے نیز ذاتی طور پر یہ لوگ بادشاہ کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس کی وفاداری کو وہ قرابت قریبہ یا مذہب کی عظمت کے برابر سمجھتے تھے۔ علاوہ اس کے فتنہ و فساد کی علامتوں سے جو لندن اور دوسرے مقامات پر چند روز پہلے برپا ہوئے تھے یہ لوگ ڈر گئے تھے۔ ان اسباب کے لحاظ سے وہ مزید سیاسی تغیرات نہیں چاہتے تھے۔ ہائیڈ اور فاک لینڈ جیسے ممتاز ارکان کے اختیار میں اس فرقہ کی رہبری تھی۔

لیکن دوسرا بڑا فرقہ ایسا آسانی سے مطمئن نہیں ہوا اُن کو چارٹس پر کسی قسم کا بہرہ نہیں تھا۔ چارٹس اُن کے خیال میں دروغ گو اور متلون تھا۔ ان کو اس بات کا خوف لگا ہوا تھا کہ اگر پارلیمنٹ برخاست ہوگئی تو بادشاہ پھر اپنے پرانے ہتکھنڈے شروع کر دے گا ظلم ڈھانے کے لئے بجائے اُن وزرا کے جن کو سنرائیں دی گئی ہیں دوسرے آدمی فراہم کر لے گا اور اپنے منظور کردہ قوانین کو توڑنے کے لئے نئے نئے چیلے نکال لے گا۔ اجلاس کے دوران میں تو اُس زمانہ کی پارلیمنٹ قوی رہتی تھی لیکن موقوفی کے زمانہ میں اُس کی حیثیت معمولی آدمیونکی سی ہو جاتی تھی کیونکہ اُن دنوں پارلیمنٹ کے باہر ارکان میں

فرقہ بندی اور تنظیم کا طریقہ نہیں تھا اور ملک کے مختلف حصوں میں خبریں جلد پہنچانے کے ذریعے موجود نہ تھے ان کو اس کا بھی اندیشہ تھا کہ پارلیمنٹ کے موجود نہ رہنے کے زمانہ میں بادشاہ عاملانہ حکومت کا صدر بن کر اپنے دشمنوں کو یکے بعد دیگرے کچل ڈالے گا۔ اس لئے اس فرقہ کے ارکان کا خیال ہوا کہ بیت العوام کو اُن امور کے حائل کرنے کے بعد (جن کا تفصیلی بیان اوپر کے فقروں میں کیا گیا ہے) اور بھی دور اندیشی کے کام کرنا چاہئے۔ اس کو لازم ہے کہ عاملانہ حکومت پر اپنا قابو رکھے اور اس بات کو طے کرے کہ بادشاہ کے وزراء کون اشخاص ہو سکتے ہیں۔ چارلس سے اُس قوت کو لے لینا چاہئے جو اُس کے باپ اور ٹیوڈر بادشاہوں کو حاصل تھی اور اس کی طاقت کو گھٹا کر اس کو اس حالت میں رکھنا چاہئے جیسی ۱۶۸۸ء کے انقلاب سلطنت کے بعد انگریزی سلاطین کی حیثیت رہی ہے۔ ہیمپڈن اور پم اس فرقہ کے رہبر تھے۔

اب چارلس نے بعد از وقت ایک ایسی تدبیر سوچی کہ اگر اس پر بروقت عمل ہوتا تو سب فرقوں کو اس دشواری سے نجات ملتی۔ وہ آمادہ ہو گیا تھا کہ پارلیمنٹ کی خواہشوں کو پورا کرے اس لئے ۱۶۴۲ء کے شروع میں اُس نے جان پم سے جو پورٹین فرقہ کا سردار تھا۔ دریافت کیا کہ کیا وہ چانسلر آف دی کچیکر (وزیر مال) کی

خدمت قبول کرے گا۔ اس کا پٹم نے کچھ جواب نہیں دیا اس کے بعد بادشاہ نے اس عہدہ پر سر جان کلپیپر کو مامور کیا اور فاک کینڈ کو سکریٹری آف اسٹیٹ (وزیر سلطنت) بنایا۔ اگرچہ یہ لوگ پیورٹن مذہب نہیں رکھتے تھے تاہم انھوں نے اُس لڑائی میں جو دستوری آزادی حاصل کرنے کے لئے کی گئی تھی بادشاہ کے خلاف ملک کی رہبری کی تھی۔ اگر چارلس یہ تدبیر پہلے ہی اختیار کرتا تو وہ بہت سی آفتوں سے بچ جاتا۔ اب اس بات کا موقع اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا کہ بیت العوام اس پر بہرہ رسہ کرے۔ اور خود چارلس بھی اپنے نئے وزرا پر اعتماد نہیں کرتا تھا اس واسطے اُس کی حکمت عملی پر ان کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا تھا۔

مذہبی اختلافات۔ اگر اراکین عوام میں مذہبی معاملات میں اختلاف نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ سیاسی امور میں آپس میں متفق ہو جاتے۔ ذیل کے طریقہ میں اس اختلاف کا نشوونما ہوا۔ بیت العوام کے سب اراکین سرگرم پروٹیسٹنٹ تھے اور سب کا خیال تھا کہ حکومت کا یہ پہلا فرض ہے کہ صحیح مذہب کو برقرار رکھے اور غلط مذہب کو مٹائے اور ان سب کی خواہش تھی کہ کل قوم کا ایک ہی مذہب ہونا چاہئے اور اس سے ہر ایک قسم کی منایرت کو محو کرنا چاہئے۔ یہ سب کے سب متفق تھے کہ

رومن کیتھولک مذہب والوں کو تنگ کرنا چاہئے۔ ان کو کسی قسم کی سرکاری خدمت اقتدار اور حق نہیں ملنا چاہئے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ یہ جس طرح سے رومن کیتھولک کے ساتھ پیش آتے ہیں اُسی طرح سے اُن جھوٹے چھوٹے مختلف العقیدہ فرقوں سے جو اُس زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے اور جو انابپٹسٹ اور سیمپریٹسٹ کے نام سے مشہور تھے برتاؤ کریں۔ اگرچہ ان لوگوں کا ایک ہی قومی مذہب ہونے پر اجماع تھا تاہم طریقہ انتظام اور طرز عبادت اور بعض عقائد و اصول مذہب کی نسبت آپس میں اختلاف تھا۔ اکثر وہ لوگ جو لاڈ کی مداخلت بیجا اور اُس کے مذہبی رسوم کے عشق اور مخالف رائے رکھنے والوں پر اُس کے ظلم و تعدی کو بُرا کہتے تھے ابھی تک پریس بیٹیرین طرز کی مذہبی حکومت اُسقفی طریقہ کی مذہبی حکومت کو ترجیح دیتے اور عام نماز کی کتاب کو بے انتہا پسند کرتے اور فرقہ پورٹین کے خشک اور بے مزہ طریقہ سے نفرت کرتے تھے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ مذہب میں ضروری اصلاح لاڈ کی شکست کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ اسقف کو زیر کر لیں اور طریقہ عبادت و عشاے ربانی اور انگلستان کے مذہب کو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ عبادت و عشاے ربانی اور مذہب کے مطابق بنادیں۔

ان امور میں اختلاف آرا بتدیج بڑھکر دشمنی کی حد تک پہنچ گیا۔ اگر چارلس ایک بڑا مدبر ہوتا تو ممکن تھا کہ ان میں چند روزہ صلح کرادیتا۔ لیکن اس کے خلاف چارلس کی کوشش رہی کہ اپنے دشمنوں کی مخالفت کو بڑھنے دیا جائے اس کو امید تھی کہ اس طریقہ سے اپنی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کر لے گا۔ اس طرح آپس کی مخالفت نے بڑھتے بڑھتے خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی۔

(۳) لانگ پارلیمنٹ کی بادشاہ سے لڑائی جب خانہ جنگی شروع ہوئی تو اعتدال پسندوں کا فرقہ ہائیڈ اور فاک لینڈ کی ماتحتی میں بادشاہ کے ساتھ ہو گیا اور پارلیمنٹ کے مالک وہ انتہا پسند اراکین بن گئے جو چم اور ہیمپڈن کے زیر سیادت تھے۔ فریقین کے نیک آدمیوں کو اپنے افعال پر ملال ہوتا تھا اس لئے متعدد مرتبہ فریقین نے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کوششیں ان دو دشواریوں کے سبب سے جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے ناکام رہیں۔ بادشاہ اپنی بات پر اڑا رہا یعنی وزرا کا انتخاب اور ملک پر حکومت خود کرے گا نہ تو بادشاہ اور نہ اُس کے معاذین تو اکیسے راضی تھے کہ مذہب کو

لہ چارلس اول کے معاذین کو یلیر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ لانگ پارلیمنٹ کی لڑائیوں میں ان لوگوں نے بادشاہ کی رفاقت کی۔ جب دوبارہ شاہی قیام ہوئی تو ان لوگوں کو فرقہ بادشاہ و کلیسا کا لقب ملا اور بعد کو یہی فرقہ ٹوری کے نام سے منسوب ہوا۔ اہل دربار (کورٹیرز) کے بڑے بڑے گیسو ہوتے تھے اور ہمیشہ تلوار باندھا کرتے تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۹ پر)

پریس بیئیریں طرز پر ترتیب ہونے دیں۔ پارلیمنٹ کے لیڈر بادشاہ کو قوت و اختیار دیتے ہوئے ڈرتے تھے۔ فریق ثانی کے رہبر اور معتقدین دونوں آمادہ ہو گئے تھے کہ ملک میں پریس بیئیریں طرز کا مذہب رواج پا جائے۔ فریقین مذہبی مساوات کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے دونوں فریق ناممکن الحصول سرداری کے لئے لڑتے چلے گئے۔

اس جنگ کے شروع میں تو بادشاہ کو فتح ہوتی رہی اس پر پارلیمنٹ نے (اہل اسکاٹ لینڈ سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے) اُن کے مذہبی اتحاد اور عہد نامہ پر دستخط کروئے اور اُن کی فوج کو انگلستان پر حملہ آور ہونے کے لئے مُبلا بھیجا۔ اس طریقہ سے پارلیمنٹ نے سب شمالی اضلاع کو فتح کر لیا۔ پریس بیئیریں فرقہ کی فتح کامل کا سب کو یقین تھا لیکن انقلابات کے زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چند سچے سرفروش اور جانباز شخصوں کے ہاتھ میں قوت آجاتی ہے۔ انڈیپنڈنٹ (آزاد) لوگوں کا نیا فرقہ اگرچہ تعداد میں کم لیکن عقل و جرات میں دوسروں سے زیادہ تھا۔ یہ لوگ اپنے عقائد و اصول مذہب کے پکے تھے۔ ان کو پریس بیئیریں مذہب والوں کے ظلم و جور کی طرف سے بہت اندیشہ لگا ہوا تھا کیونکہ وہ اس سے قبل اساقفہ کی جبر و تعدی

(تقریباً ۱۲۳۸ء) اس سبب سے ان کا نام کو بیئیر پڑ گیا جس کا معرب توالیر ہے ۱۲۔

دیکھ چکے تھے۔ یہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ پریس بیٹیرن کس قدر بیوقوف ہیں کہ چارلس کو انگلستان کی بادشاہت پر قائم رکھنا بھی چاہتے ہیں اور اس کے اختیار و اقتدار کے باوجود اس سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ایسی کلیسائی حکومت کے طریقہ کو نافذ کرے گا جس کو وہ خلاف مذہب اور قابل نفرت خیال کرتا ہے۔ اس لئے انڈیپنڈنٹ لوگ آیور کرامول کی ماتحتی میں اپنے خیال کے موافق منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ ۱۶۲۵ء میں سلف ڈناینگ آرڈیننس (خودی سے انکار کرنے کی نسبت قانون) کو پاس کر کے پہلے تو انھوں نے فوج کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اس قانون کی رو سے پارلیمنٹ کی ہر دو مجلسوں (بیت) کے اراکین کو فوج کی سرداری سے مانعت کر دی گئی۔ اس کے بعد انھوں نے فوج کو نئے سرے سے ترتیب دے کر چارلس کو مقام سنی پر شکست فاش دی۔ اس کے بعد سے فوج اور پارلیمنٹ میں قوت کے متعلق لڑائی ہونے لگی۔ ہر دو فریق نے بادشاہ سے صلح کر لینے کی کوشش کی لیکن بادشاہ نے ایک کو دوسرے سے لڑانا چاہا آخر کار فوج میں صبر کی طاقت باقی نہ رہی شاہی حملہ کو جو اسکاٹ لینڈ کی جانب سے کیا گیا تھا پسپا کر کے اُس نے بیت العوام سے سب پریس بیٹیرن ممبروں کو نکال باہر کیا اور چارلس کی عام ملزمین کی طرح کھلی عدالت میں تحقیقات کرا کے

اور اس کو مجرم قرار دیا اور قتل کی سزا دی اور بیت الامرو کو موقوف کیا اور انگلستان میں علی الاعلان آزاد جمہوری حکومت قائم کر دی۔

فوج اور ریمپ (پچھٹ۔ فضلہ) اب سیاسی قوت کے اجارہ دار صرف فوج اور لانگ پارلیمنٹ کے باقی اراکین بن گئے تھے۔ آخر الذکر ریمپ کے نام سے مشہور ہیں۔ قانون کے ذریعہ سے قرار دیا گیا کہ سلطنتی کاروبار کو ایک مجلس حل و عقد جس کے اکتالیس اراکین تھے اور بیت العوام چلایا کرے۔ بعض خارج شدہ ممبروں کو واپس آنے کی اجازت دی گئی اور صرف اُنہی حلقہ جات انتخابات پارلیمنٹ کے ممبروں کے لئے انتخابات ہوتے رہے جہاں سے فرقہ مقتدر کے موافق و ہمنمیاں اراکین کے بھیجے جانے کی امید ہوتی تھی۔ کچھ دنوں فوج اور بیت العوام میں ایکارہ دشمنوں نے چوطرف سے نئی جمہوری حکومت مسمیٰ ”رفاہ عام“ کو گھیر لیا تھا لیکن کرامول کی دانائی اور مستعدی کو اُن پر غلبہ رہا۔ آئیر لینڈ اور اسکاٹ لینڈ کو فتح کر لیا گیا اور فرقہ توایرجو بادشاہ کا رفیق تھا ترتر ہر کر دیا گیا مگر جب خوف جاتا رہا تو فوج اور ریمپ میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ فوج کے افسروں نے ایک باقاعدہ دستور کا خاکہ اور مسودہ جس کا نام عہدنامہ رعایا رکھا گیا تھا بیت العوام میں حال ہی میں پیش کیا تھا فوج چاہتی تھی کہ اُس

طرز کی باقاعدہ دستوری حکومت ملک میں قائم اور ایک نئی پارلیمنٹ منعقد ہو اور ریمپ کی خواہش تھی کہ اپنے ہاتھ سے حکومت نہ جانے پائے۔ بالآخر کرامول نے پارلیمنٹ سے اپریل ۱۶۵۳ء میں ریمپ کے اراکین کو خارج کر کے اس نزاع کو مٹایا۔

آئیور کرامول کی حکومت۔ اس وقت سے مرتے دم تک کرامول ہی حقیقت میں انگلستان کا بادشاہ تھا اگرچہ اُس کی اعلیٰ شجاعت اور قابلیت کی بہت شہرت ہوئی لیکن سلطنت کو باقاعدہ اور مستقل بنانے میں اس کی ہر ایک کوشش ناکام رہی۔ اس کے خیالات زیادہ تر قدامت پسندی کے تھے۔ اگر ملک اُس کے ادعائے شاہی کو تسلیم کر لیتا تو وہ بالکل آمادہ تھا کہ دستوری قیود کا مطیع ہو جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ امر اور شرفاً جہام سلطنت میں اسی طرح شریک رہیں جیسا کہ انگلستان کے جائز سلاطین کے زمانہ میں یہ لوگ ان امور میں حصہ لیتے تھے۔ اُس کی یہ بھی تمنا تھی کہ پادریوں کو اصولی طور پر برقرار رکھا جائے اور ان کی پرورش کا ذریعہ وہ محصول قرار دیا جائے جو لوگوں کے مال کا دسواں حصہ ہو اور اُن کو ایک ہی مذہب کا پابند نہ کرنا چاہئے۔ وہ دوسرے مذہبوں کی آزادی کا روادار تھا بشرطیکہ غیر مذہب والے مذہبی مناظرے

نہ کریں اور شور و شغب نہ مچائیں اور قانون غیر مضبوط کا بھی
بجز چند ترمیمات کے حامی تھا مگر وہ اس بات سے واقف
ہو گیا تھا کہ انقلاب پسندوں کا رہبر کبھی دستوری بادشاہ
نہیں ہو سکتا۔ تو الیر اُس کو نو دولت خیال کر کے حقارت سے
دیکھتے تھے اور بادشاہ چارلس کا قاتل سمجھ کر اس سے نفرت
کرتے تھے۔ پریس بیئیرین اس سے سخت متنفر تھے
اس واسطے کہ اُس نے اُن کی چھوٹی سی حکومت کو
مٹا دیا تھا۔ لیولر۔ انا بیپٹیسٹ اور دوسرے مذہبی خبط
رکھنے والے لوگ بھی اس کے امن قائم کرنے سے
ناراض تھے۔ اکثر اُسی کے ہم فرقہ انڈیپنڈنٹ جو آئہ جمہوریت
پسند تھے اُس سے مشتبہ تھے کہ وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے
اس لئے اس کو بیونا اور غدار سمجھنے لگے تھے۔

لش پارلیمنٹ (چھوٹی پارلیمنٹ)۔ کرامول اور اس کی
فوج نے رمپ سے نجات پا کر ایک نئی مجلس کو طلب
کیا جو لش پارلیمنٹ یا بیرونز پارلیمنٹ کے نام سے
مشہور ہے۔ کرامول اور فوج کے افسروں نے اس کے
ممبروں کو نامزد کیا تھا جن کی تعداد اکیس سو چوالیس تھی۔
آئر لینڈ سے چھ اور اسکاٹ لینڈ سے پانچ ممبر آئے تھے
اکثر اس کے اراکین اس زمانہ کے معیار کے لحاظ سے
راست باز اور متقی تھے۔ اس پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس

چوتھی جولائی ۱۷۵۳ء کو ہوا اور اُس نے خرابیوں کی اصلاح شروع کر دی۔ ان اراکین کے بعض خیالات معقول اور بعض محل تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ کام اُن کی طاقت سے زیادہ ہے تو انھوں نے ۱۲ دسمبر ۱۷۵۳ء کو استعفا دے کر اپنے اختیارات کرامول کے سپرد کر دیے۔

دی اسٹرومنٹ آف گورنمنٹ (دستاویز حکومت) فوج کے سربراہان افسروں نے ایک نئے دستور کی نسبت جو ایک دستاویز کی شکل میں لکھا گیا تھا آپس میں عہد و پیمان کیا اور اس کا نام دی اسٹرومنٹ آف گورنمنٹ رکھا۔ اس معاہدہ کی رو سے کرامول کو جمہوری حکومت کا لارڈ پروٹیکٹر (حامی سلطنت) بنایا گیا اور اس کی مدد کے لئے ایک کونسل مقرر کی گئی جس کو اختیار تھا کہ اپنے ممبروں کی خالی جاہدادوں کو خود مامور کرے اور کرامول کے جانشین کو منتخب کرے ایک نئی اور آزاد پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا جس میں بجائے دو کے صرف ایک مجلس تھی اور جس میں انگلستان اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ تینوں مملکتوں کے نمائندے شریک تھے۔ انتخاب کرنے والوں کے شرائط اہلیت ایک ہی قسم کے تھے بلکہ ان کو کسی قدر بہتر بنایا گیا تھا۔ جن شہروں کی آبادی کم ہو گئی تھی اُن کے حقوق رائے زنی سلب کر لئے گئے اور جن شہروں کی

آبادی وغیرہ میں ترقی ہو رہی تھی انہیں یہ حقوق دئے گئے پارلیمنٹ کی مدت سہ سالہ مقرر ہوئی اور اُس کا فرض تھا کہ کم سے کم پانچ مہینے تک مسلسل اجلاس کرے۔ کراؤمل نے اس دستاویز حکومت کو منظور کر لیا اور اُس کے حامی سلطنت بننے کی رسم ۱۶ دسمبر ۱۶۵۳ء کو ادا کی گئی۔ سلطنت زیر حمایت کی مجالس شوریٰ (پارلیمنٹس) اس سلطنت زیر حمایت کی پہلی پارلیمنٹ ستمبر ۱۶۵۳ء میں منعقد ہوئی۔ طرفداران شاہی کو اس سے خارج کیا گیا لیکن جمہوریت پسندوں کی بہت کثرت تھی۔ بریں ہم کراؤمل کو اس سے ان اراکین کو نکالنا پڑا جو اس کے اختیارات پر معترض تھے اس کے بعد بھی اس پارلیمنٹ سے کام نہ سنبھل سکا اور کراؤمل نے جس قدر جلد ہو سکا اس کو موقوف کر دیا۔

ستمبر ۱۶۵۶ء میں اُس نے دوسری پارلیمنٹ طلب کی اس سے بھی انتہا درجہ کے جمہوریت پسندوں کو خارج کرنا پڑا۔ باقی اراکین کی خواہش تھی کہ دستور کو زیادہ شاہانہ بنایا جائے۔ ان لوگوں نے ایک عاجزانہ عرضداشت اور مشورہ مارچ ۱۶۵۶ء میں کراؤمل کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے جانشین کو نامزد کرے اور پارلیمنٹ میں ایک بیت الامرا

مقرر کرے۔ لیکن جب ۱۶۵۸ء کے شروع میں یہ پارلیمنٹ دوبارہ کھلی تو اراکین عوام اُس نئے بیت الامرا کے ارکان کے ساتھ اتفاق سے کام نہیں کرنے لگے سبب یہ کہ ہر قسم کا آدمی جو کرامول کے ہاتھ لگ گیا اس نئے بیت الامرا کا رکن بن گیا۔ کرامول کو یہ پارلیمنٹ بھی برخاست کرنی پڑی۔ وہ پارلیمنٹ کے بغیر اپنے اخیر زمانہ تک حکومت کرتا رہا اور اس کی موت اسی سال ستمبر میں واقع ہوئی۔

اس کا لڑکا رچرڈ باپ کا جانشین ہوا اور اُس نے ایک تیسری پارلیمنٹ ۱۶۵۹ء میں منعقد کی لیکن اس پارلیمنٹ نے فوج کو ناراض کیا فوج نے رچرڈ کو مجبور کیا کہ اس کو برخاست کر دے۔ اس پر فوج نے اُسی رتبہ کو پھر بلوایا اور رچرڈ نے سلطنت زیر حمایت کی حکومت ترک کر دی۔

عود شاہی۔ اس کے چند ہی روز بعد فوج اور رتبہ پارلیمنٹ میں جھگڑا ہونے لگا۔ اس مرتبہ بھی فوج نے رتبہ کو اٹھو ادیا۔ اب تو ملک میں سرسیمگی اور ہر طرح کی بُرائی پھیل گئی۔ اگرچہ فوج سب فرقوں پر حاوی ہوئی تھی لیکن ملک میں کوئی اُس پایہ کا آدمی نہیں تھا کہ اس کی صحیح طور پر رہبری کر سکتا۔ اس سال کے ختم ہونے کے قبل ہی فوج نے پھر رتبہ کو بلایا۔ ۱۶۶۰ء کے شروع ہی میں جنرل

منک اُس فوج کے ہمراہ جو اسکاٹ لینڈ میں ٹھرائی گئی تھی جنوب کی طرف روانہ ہوا اور لنڈن میں داخل ہوتے ہی ایک آزاد پارلیمنٹ کے قایم کرنے کا اعلان دے دیا اس پر بیت العوام کے اُن اراکین نے جو شکایات میں خارج کئے گئے تھے اور امراءے ملکی نے پارلیمنٹ میں اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ اس طرح لانگ پارلیمنٹ دوبارہ مرتب ہوئی اور بالآخر خود ہی برخاست ہو گئی۔

ایک کن وٹشن پارلیمنٹ یعنی ایسی پارلیمنٹ جو شاہی حکمائے کے بغیر باقاعدہ طور پر نہ طلب کی گئی ہو بطور خود ماہ اپریل کے اختتام پر منعقد ہو گئی۔ عام طور پر اس کی خواہش تھی کہ پھر سے شاہی مقرر کی جائے اس میں شک نہیں کہ اس پارلیمنٹ کے پاس عدم حکومت اور غدر کو فرو کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہ تھا۔ جنرل منک نے پہلے سے ہی چارلس (دوم) سے جو برسکز میں جلاوطنی میں بسر کر رہا تھا مراسلت شروع کر دی تھی۔ یہاں سے چارلس بریڈاولنڈیری علاقہ میں گیا اور وہاں سے اُس نے پارلیمنٹ کو ایک اعلان روانہ کیا جس میں آزادی ایمان اور گزشتہ قصوروں سے معافی اور فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ کی ادائیگی کا وعدہ تھا۔ اس اعلان کے مھول ہوتے ہی پارلیمنٹ نے چارلس کی شاہی کو تسلیم کر لیا اور وہ مئی میں انگلستان واپس آ گیا۔

باب دہم

چارلس دوم - جمیس دوم - انقلاب اور ولیم سوم
۱۶۶۰ء سے ۱۷۰۲ء تک کے حالات

تمہید - ملک کے مختلف فرقے فوجی حکومت سے ڈر کر اور دستوری حکومت کی تمنا میں آپس میں متفق ہو گئے کہ دوبارہ شاہی حکومت قائم کریں۔ جائز بادشاہ کے ساتھ مذہب اور سلطنت کے پرانے ادارات بھی بحال کئے گئے کوتاہ بینوں کو سمجھائی دیا ہوگا کہ گذشتہ خانہ جنگی اور جمہوری حکومت کے معرکوں اور شور و شغب کا کچھ بھی اثر باقی نہیں رہا۔ لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ گذشتہ واقعات کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے تھے۔ دوبارہ قائم کی ہوئی شاہی جمیس اول اور ایلیزبیتھ کی بادشاہی سے بالکل مختلف تھی۔ قوم نے گذشتہ کامیاب شورش اور بادشاہ پر فوجداری تحقیقات اور اُس کے قتل سے اور

ان سیاسی تجربوں سے جو اُس کے بعد بغض آرائش کئے گئے تھے سبق چل کیا تھا کہ اپنی قوت کو ہر حال میں قائم رکھنا چاہئے۔ شہروں اور گاؤں کے رہنے والے متوسطین اپنی سیاسی اور فوجی قوت چل کرنے کے طریقے سیکھ گئے تھے۔ اس لئے اب نامکن تھا کہ ملک قدیم طرز کا ظلم سہہ سکے۔ بادشاہ انگلستان کو اب اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اگر امن و عافیت میں بسر کرنی ہے تو دستوری حدود کے باہر قدم نہ رکھنا چاہئے۔ لیکن اسٹورٹ سلاطین تجربہ سے سبق لینا نہیں جانتے تھے۔ واپس بلانے کی دیر ہی تھی کہ انھوں نے اپنی پرانی خواہش کے چل کرنے کے لئے چالبازیاں شروع کر دیں۔ چارلس دوم بخوشی اپنے آپ کو مطلق العنان بنا لیتا مگر وہ ایسا ہوشیار تھا کہ جب قوم کو کسی بات پر بہت مصر پاتا تو اپنی خواہش پر اڑا نہیں رہتا تھا۔ اُس کے بھائی جیمس دوم میں اُس کے بہ نسبت عقل کم اور مستعدی زیادہ تھی۔ اُس نے اپنے حرکات سے ظاہر کر دیا کہ اُس کو قانون نافذ اور رعایا کے جذبات اور میلانات طبع کا کوئی پاس نہیں ہے۔ اس لئے سب فرتے اُس کو معزول کرنے کے لئے متفق ہو گئے۔ ۱۶۸۸ء کے انقلاب سے لانگ پارلیمنٹ کے کام کی تکمیل ہوئی بادشاہ کے ہاتھ سے قوت نکل کر ہمیشہ کے لئے پارلیمنٹ کی

دونوں مجلسوں میں خصوصاً بیت العوام کے ہاتھوں میں چلی گئی۔
دی کن وشن پارلیمنٹ۔ اس سبب سے کہ یہ پارلیمنٹ
سیاسی فرقوں کے ربط و ضبط سے بنی تھی اس کی
حکمت عملی معتدل رہی۔ فوج کو تنخواہیں دے کر برطرف
کر دیا گیا۔ معافی کا قانون پاس ہو کر سوائے بعض کے
گذشتہ تین سال کے سب مجرمین کو معافی دی گئی
بادشاہ اور کلیسا اور فرقہ قوالیر کی وہ سب زمینیں
جن کو انقلاب پسندوں کی حکومت نے بیچ دیا تھا
اُن کے مالکوں کو واپس دلائی گئیں۔ آئندہ سرکاری
اخراجات کے لئے پہلے ہی سے فراہمی کا انتظام ہونے لگا
ٹینج اور پونڈیج کی بادشاہ کی حیات تک منظوری دی گئی۔
فوجی عطیات ارضی کی منسوخی۔ فوجی عطیات ارضی کو
منسوخ کر کے کن وشن پارلیمنٹ نے پانیدہ اور عظیم صلاح کی
بنا ڈالی ہے۔ جب سے کہ ہنری دوم نے ذاتی خدمت
کے بجائے اسکوئچ (زر سپر) کا لینا قائم کر دیا تھا فوجی
عطیات ارضی کے معنی باقی نہیں رہے تھے۔ بلکہ ایڈورڈ سوم
کے زمانہ ہی سے جاگیر طرز کی فوج جو جاگیرداروں اور
اُن کے وابستہ لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی موقوف ہو کر پیشہ ور
سپاہ رکھی جانے لگی تھی اور اس کے افسر اور سردار
امرا اور شرفاء سے ہوتے تھے اور اُس میں رضا کار
بھرتی کئے جاتے تھے۔ مگر ٹیوڈر سلاطین فوجی عطیات ارضی کے

ذریعہ سے اپنی کچھ آمدنی کر لیا کرتے تھے جس سے جاگیراؤں کو بہت نقصان ہوتا تھا۔ ولایت اور ازدواج کے پرانے شاہی حقوق سے لوگوں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ کورٹ آف وارڈز (محکمہ نگرانی نابالغاں) جس کی نگرانی میں یتیموں کے علاقے دئے گئے تھے خرابیوں کا گھر بن گئی تھی۔ ان علاقوں کا انتظام معقول طور پر نہیں ہوتا تھا اور نگرانی کے زمانہ میں اُن کی مالگزاری ضرور گھٹ جاتی تھی۔ علاوہ بریں وہ اسباب بھی اب باقی نہیں رہے تھے جن کی وجہ سے کسی زمانہ میں نظام جاگیری کی ضرورت تھی۔ اب لوگ اس بات کے روادار نہیں تھے کہ بادشاہ اُن کے نابالغ بچوں کے لئے شوہر اور زوجہ اور ولی کا انتخاب کرے۔ قوم ان برائیوں کو اس قدر محسوس کرنے لگی تھی کہ جیمس دوم کے تخت نشین ہوتے ہی پارلیمنٹ نے تحریک کی کہ ان حقوق کے عوض میں بادشاہ سالانہ رقم معین کرے۔ جیمس اس تحریک کے ساتھ اتفاق کرنے پر آمادہ تھا لیکن بیت العوام کی مقررہ رقم سے اُس کو اختلاف تھا۔ لانگ پارلیمنٹ نے فرمان کے ذریعہ سے فوجی عطیات اراضی کے طریقہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ امرا اور شرفاء نے برسوں کے بعد اس کی اذیتوں سے نجات پائی تھی اور اس لئے وہ تلے ہوئے تھے کہ اب اُسے ہرگز قائم نہ ہونے دیں گے۔ اس واسطے کن وٹشن پارلیمنٹ نے

قانون موضوعہ کے ذریعہ سے اس کی تنسیخ کی تصدیق کی اور فوجی عطیات ارضی کے لوازمات کی ادائی میں بادشاہ کے واسطے ایک موردی مالگزاری معین کر دی۔ جو کی شراب (بوزہ) اور دوسرے قسم کی منشی اشیا پر محصول آبکاری لگا کر اس محال کا وصول کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ مگر انصافاً اس آمدنی کو ان زمینوں پر محصول لگا کر وصول کرنا چاہئے تھا جن سے جاگیری محصول کا بار اٹھا لیا گیا تھا۔ بہر حال اس محال کی مقدار زیادہ نہ تھی اور سب افراد قوم کو ان خرابیوں کے استیصال سے جن سے زراعت کو ضرر ہوتا تھا بہت نفع پہنچا۔ تاہم بادشاہ اب بھی ملک کی سب زمین کا اعلیٰ مالک سمجھا جاتا تھا لیکن اب زمین کو زراعت کی غرض سے دوسروں کو دینے کا طریقہ نکل آیا تھا اور عطا شدہ زمین عطیہ زرعی کہلاتی تھی جس کے معنی یہ لینے قابض کو برائے نام زمینگان یا مالگزاری ادا کرنا پڑتا تھا۔ فوجی عطیات ارضی کی منسوخی انگلستان کے جاگیری اراضی کے قانون کے موقوف کرنے میں آخری سفید تدبیر تھی۔

ہانی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ انگلیکن اور پریس بیٹریں لوگوں کی متفقہ کوشش سے شاہی دوبارہ قایم ہوئی تھی اس لئے چارلس نے آزادی مذہب کی عام طور پر لوگوں کو امید دلائی۔ واپسی کے بعد چارلس نے قومی

دین کی توسیع کے خیال سے اعلان کیا کہ اس میں دونوں فرقے شامل ہیں۔ اس اعلان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا بجز اس کے کہ ایک بیفائدہ کانفرنس ۱۶۶۱ء میں لندن میں بمقام سیوائے منعقد ہوئی۔ اس سبب سے کہ پچھلی خانہ جنگی ایک حد تک بڑی مذہبی جنگ تھی۔ فداویان مذہب نے ارادہ کر لیا تھا کہ پیورٹین فرقہ کا نام تک باقی نہ رکھیں گے چارلس نے اس خصومت میں دخل نہیں دیا کیونکہ اُس کی خواہش تھی کہ پیورٹین اس بات کو سمجھ جائیں کہ پارلیمنٹ ہی اُن کے مٹانے پر آمادہ ہو گئی ہے اور اگر اُن کو اپنے بچانے کی کوئی امید ہو سکتی ہے تو وہ صرف بادشاہ کی ذات اور اُس کی عنایت ہے۔

اس لئے اُس نئی پارلیمنٹ نے جو ۱۶۶۱ء میں منعقد ہوئی تھی ان کو تنگ کرنے کی غرض سے متعدد قوانین وضع کئے۔

(۱) دی ایکٹ آف یونیفارمٹی (مذہبی یکسانی کا قانون) مجریہ ۱۶۶۱ء کی رو سے قرار پایا کہ ہر ایک پادری کالج کا ہر ایک لایق وظیفہ یاب طالب علم اور مدرس معینہ دین کی کتاب صلوٰۃ عامہ کے ہر مضمون اور ہر لفظ کو قبول کرے۔ اس قانون کے نفاذ سے دو ہزار پادریوں کی معاش موقوف ہو گئی۔

(۲) دی کارپوریشن ایکٹ (قانون شخصیت)

مجریمہ ۱۶۶۱ء کی رو سے شخصیہ والے شہروں (داہنی شہروں میں پورٹین کی کثرت تھی) کے بلدیہ کا ہر ایک رکن مجبور کیا گیا کہ اسکاٹ لینڈ والوں کے عہد نامہ کی تردید کرے اور سیکرٹمنٹ (عشائے ربانی) کی رسم انگلستان کے معینہ دین کے موافق ادا کرے اور حلفاً اقرار کرے کہ بادشاہ کی مخالفت کو وہ خطا سمجھتا ہے۔

(۳) دی کان ونٹیبل ایکٹ (نمازیوں کی تعداد کا قانون) مجرمہ ۱۶۶۲ء کے ذریعہ سے ایسی عبادت کی غرض سے جو مروجہ دین انگلستان کے خلاف ہو ایسے پانچ آدمیوں سے زیادہ کا ایک جگہ جمع ہونا جو ایک خاندان کے نہ ہوں ممنوع قرار پایا جس کی خلاف ورزی کی سزا نہایت سخت تھی۔

(۴) دی فایف مائیل ایکٹ مجرمہ ۱۶۶۵ء کی رو سے اُن تمام پادریوں کو جنہوں نے ایکٹ آف یونیفارمٹی پر دستخط نہ کئے ہوں یا بادشاہ کی اطاعتِ کامل کا حلف نہ اٹھایا ہو مخالفت کردی گئی کہ کسی مدرسہ میں درس نہ دیں اور نہ کسی شخصیت والے شہر کے حدود کے پانچ میل کے اندر داخل ہوں۔ قوانین کو ان تدبیروں سے امید تھی کہ وہ پورٹین دین کی بیخ کنی کریں گے اور کل قوم پھر ایک دفعہ

۱۵ پہلے کسی مقام پر اپنی نسبت پر ڈسٹینٹ اور کیتھولک کے اختلاف عقیدہ کو بطور نوٹ دکھلایا گیا ہے ۱۲۔

ایسے دین کو اختیار کر لے گی جس میں کلیسا کی حکومت اساتفہ کے تفویض ہو۔ لیکن یہ کوشش بالکل ناکام ثابت ہوئی۔

طرفداران شاہی کا دوبارہ تسلط۔ اس پارلیمنٹ کی خصوصیت بادشاہ سے وفاداری و عقیدت اور جمہوریت سے نفرت تھی۔ اُس نے باضابطہ طور پر طے کر دیا کہ بادشاہ کے بغیر پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو قانون وضع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور بادشاہ ہی قومی سپاہ کا خواہ وہ بحری ہو یا بری سپہ سالار ہے۔ اس سبب سے کہ مفسدوں اور بلوائیوں کے انہوہ کثیر نے عرضیاں پیش کر کے گذشتہ خانہ جنگی کی ابتدا کی تھی عرضی دینے کے حق کو سختی کے ساتھ محدود کیا گیا۔ کوئی ایسی عرضی پیش نہیں ہونے پاتی تھی جس کے پیش کرنے والے تعداد میں دس سے زیادہ ہوتے تھے۔ اگر مذہبی یا سیاسی امور میں کچھ تبدیل کرنی منظور ہوتی تو عرضی پر بیس آدمیوں سے زیادہ کے دستخط نہ ہوتے تھے اور جب تک تین اعزازی نظائے فوجداری یا گرانڈ جوری کثرت آرا سے اس کو منظور نہ کرتے بادشاہ کے ملاحظہ میں نہ گذرانی جاتی۔ قانون سہ سالہ پارلیمنٹ مجریہ ۱۶۴۱ء کی تنسیخ کے لئے ایک مسودہ قانون پیش ہوا مگر دخل دفر کر دیا گیا۔ بالآخر ۱۶۶۲ء میں بادشاہ نے اس قانون کو منسوخ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس کو سخت ناگوار تھا کہ پارلیمنٹ ان پابندیوں کے ساتھ منعقد ہوا کرے جو اُس میں قرار دی گئی ہیں۔

اس واسطے اس قانون کو منسوخ کر کے ایک مبہم شرط بڑھادی گئی کہ آئندہ سے پارلیمنٹ تین سال سے زیادہ موقوف نہیں رہے گی۔

شاہی وفاداری کے خیالات کا زوال۔ اس پارلیمنٹ نے باوجود وفادار ہونے کے اس بات کو فراموش نہیں کیا تھا کہ گذشتہ بغاوت ہی کی بدولت وہ اس بلند مرتبہ پر پہنچی ہے وہ ہر بات پر اعتراض کرنا اور ہر شے اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ درباریوں کی عیاشی و بدکاری عہدہ داروں کی رشوت ستانی اور ولندیزی جنگ (از ۱۶۶۵ء تا ۱۶۶۷ء) کی تباہی نے اُس کے اس ارادہ کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ اگرچہ بیت العوام نے ۱۶۶۵ء میں ایک معتد بہ رقم کی منظوری دی تھی لیکن اس کے ساتھ اس کی بھی صراحت کر دی کہ وہ مصارف جنگ کے لئے مخصوص ہے۔ لینکسٹر ہاؤس دور سے لے کر اب تک صرف دو مرتبہ اس قسم کی احتیاط برتی گئی تھی۔ اُس کے دوسرے سال بھی پارلیمنٹ نے اس طرح کی احتیاط کی۔ ۱۶۶۷ء میں پارلیمنٹ نے منظورہ رقوم کے حساب لینے کے متعلق ایک قانون جاری کیا۔ اس قانون کے زیر اثر کمشنران حسابات جن کے غیر معمولی اختیارات تھے مقرر کئے گئے کہ سرکاری حسابات کی تفتیش اور دریافت کریں۔ انہی کمشنروں کی شکایت پر سر جارج کارٹریٹ خزانہ دار بحریہ کو بیت العوام سے خارج کیا گیا۔ اُس نے بلا صحت حکمت کے

ایک رقم ایصال کی تھی۔ ہائیڈ نے جواب ارل آف کلارنڈن اور لارڈ چانسلر ہو گیا تھا کوشش کی کہ بیت العوام کی خلعت اور زیادتی کو روکے لیکن اراکین عوام نے اُس پر ۱۶۶۷ء میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کے الزام میں مواخذہ کیا جس سے وہ مجبور ہو کر ملک سے فرار ہو گیا۔

سازشی مخفی جماعت (کیبل) اور اعلان مراعات
 جیمس اول کے عہد سے بادشاہ کی عادت ہو گئی تھی کہ نہایت ہی ضروری امور سلطنت کی نسبت اُنہی چند مشیروں سے مشورہ کرتا جن پر اُس کو پورا بھروسہ ہوتا۔ لیکن ملک اس طریقہ کو غیر دستوری خیال کرتا تھا کلارنڈن کے نکل جانے کے چند دنوں بعد چارلس نے پانچ مشیروں کو اپنے مشورہ کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ ان میں کے دو انٹینی اور آشلی کو پر سب سے زیادہ مشہور ہیں انہی مشیروں کو سازشی جماعت کہا جاتا تھا لفظ کیبل (Cabal) کے متعلق یہ غلط خیال قائم ہو گیا ہے کہ یہ ان لوگوں کے ناموں کے سرِ حرف سے بنا ہے، لیکن یہ لفظ بہت پرانا ہے اُن سے برسوں پہلے سے زبان میں موجود ہے اور اس کے معنی اُس جماعت کے ہیں جو متفق ہو کر مخفی کام کرے۔ کیبل کی مدد اور مشورہ سے چارلس نے کوشش کی کہ اپنی مرضی کے موافق حکمت عملی اختیار کرے وہ چاہتا تھا کہ امور خارجہ میں فرانس سے اتحاد پیدا ہو اور ملکی معاملات میں کیتھولک اور نان کن فرمسٹ لوگوں سے

مدد ملے۔ اُس نے ۱۶۷۲ء میں ایک اعلان مراعات جاری کیا جس کی رو سے ایسے سب قوانین جن کی غرض غیر مذہب والوں کو ایذا دینی تھی بے اثر اور معطل قرار دئے گئے۔ لیکن اس تدبیر سے آزادی پسند اور متعصب دونوں قسم کے لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ اس لئے جب پارلیمنٹ ۱۶۷۳ء میں منعقد ہوئی تو اُس نے چارلس کو مجبور کیا کہ اس اعلان کو واپس لے لے۔

قانون آزمائش بابت ۱۶۷۳ء۔ پارلیمنٹ کا مصمم ارادہ ہو گیا تھا کہ سرکاری خدمت سے ہر ایک شخص کو جو مروجہ مذہب انگلستان سے منحرف ہو نکال دیا جائے۔ قانون صدارت مذہبی بابت ۱۵۵۹ء کی رو سے ہر ایک ملکی اور مذہبی عہددار پر لازم کیا گیا تھا کہ پوپ کی حکومت کو نہ ماننے کا حلف اٹھائے لیکن اس کی پابندی نہ کرنے کی سزا نہیں تھی اور امرا کو تو بصراحت اس سے مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ مگر اس قانون آزمائش (نافذہ) نے قرار دے دیا تھا کہ کسی شخص کو ملکی خدمت نہ ملے جب تک کہ وہ انگلستان کے مروجہ مذہب کی رسم کے مطابق عسائے ربانی کی رسم نہ ادا کرے اور مسئلہ استحالہ کے عقیدہ کے خلاف اقرار نہ کرے۔ اگرچہ اس قانون سے نان کن فرسٹ اور کیتھولک دونوں فرقے سرکاری خدمتوں سے خارج ہو گئے لیکن اس کا منشا کیتھولک کو خاص طور پر خارج کرنے کا تھا اس لئے نان کن فرسٹ نے اس قانون کی تائید کی۔ اس امداد کے معاوضہ میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا جس کی

غرض تھی کہ ان سب قوانین کو منسوخ کیا جائے جو نان کن فرسٹ فرقہ کی ایذا کا باعث تھے مگر یہ مسودہ پاس نہ ہونے پایا۔ اس طرح نان کن فرسٹ لوگ بھی سرکاری ملازمت کی ہر ایک شاخ سے خارج ہو گئے۔ اس آزمائش کے قانون کے نافذ ہوجانے سے جنمیں ڈیوک آف یارک کو بھی امیر البحر کی خدمت سے استعفا دینا پڑا۔ اسی سبب سے کلیفڈ خازن کے عہدہ سے مستعفی ہو گیا۔ اس طرح کیبل ٹوٹ گئی۔

ڈینی کی خلاف مواخذہ۔ کیبل (سازشی مخفی جماعت) کے جانے کے بعد سٹامس آس برن جو بعد میں لارڈ ڈینی ہوا خازن بنایا گیا۔ اپنی مرضی کے خلاف بادشاہ کے اصراری حکموں کی بنا پر ڈینی نے فرانس کے چودھویں لوئی سے ایک نامناسب مراسلت میں شرکت کی۔ جب اس بات کی اطلاع اراکین عوام کو ہوئی تو انھوں نے ڈینی پر بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کا الزام لگا کر مواخذہ کیا ڈینی نے بادشاہ کے حکم کو بطور عذر کے پیش کیا لیکن اراکین عوام نے اس عذر کو نہیں مانا اور استدلال یہ کیا کہ وزیر پارلیمنٹ کے جوابدہ ہیں۔ تب ڈینی نے معافی نامہ جس کو اُس نے بادشاہ سے مخفی حال کیا تھا پیش کیا تو اراکین عوام نے حجت کی کہ اگر بادشاہ کسی مجرم کو دوران مقدمہ میں اور حکم مجرمت صادر ہونے کے قبل معافی دے تو مواخذہ کی کارروائی رک نہیں سکتی اور ایسی معافی کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ ڈینی کو

بچانے کے لئے بالآخر چارلس نے پہلے تو پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے ملتوی کیا اور اس کے بعد برخاست کر دیا۔ لیکن اس کے بعد کی دوسری پارلیمنٹ نے تصفیہ کیا کہ جب بیت العوام کی جانب سے ایک مرتبہ مواخذہ شروع ہو جائے تو پارلیمنٹ کے برخاست ہونے سے موقوف نہیں ہو سکتا۔ پہلے مسئلہ کا تصفیہ ۱۶۷۹ء کے قانون ”تخت و تاج“ کی رو سے بیت العوام کی تائید میں ہوا اور دوسرا مسئلہ بھی دارن ہیٹنگر کے مواخذہ کے دوران میں اسی کے حق میں فیصلہ ہوا۔

پوپ کی سازش اور پارلیمنٹ کی شرکت کا آزمائشی قانون مجریہ ۱۶۷۹ء۔ اس زمانہ میں ایک شخص ٹائیس اوٹس نامی نے پوپ کی سازش کی نسبت ایک گپ اڑادی تھی کہ پوپ بادشاہ کو قتل کر کے انگریزوں کو روغن کیتھلک مذہب کا غلام بنانا چاہتا ہے۔ لوگوں نے اس فسانہ کو صحیح سمجھ لیا اور خوف کے مارے دیوانے ہو رہے تھے۔ پارلیمنٹ جو ۱۶۷۹ء سے کام کرتی چلی آرہی تھی روز بروز بادشاہ کی دشمن اور پروٹیسٹنٹ مذہب کی سرگرم حامی بن رہی تھی۔ اس نے اب ایک قانون جاری کیا جسے پارلیمنٹ کے ہر ایک بیت کا رکن مجبور کیا گیا کہ پارلیمنٹ میں نشست سے پہلے بادشاہ کی وفاداری اور مذہبی صدارت کا حلف اٹھائے اور مسئلہ استحالہ اور اولیا پرستی کے اعتقاد کے خلاف اقرار کرے۔ اس طرح کیتھلک مذہب والا ہر ایک سرکاری خدمت

اور عزت کے عہدہ سے بجز تخت و تاج کے خاچ کیا گیا۔ اس کے بعد ہی اختتام مدت پر یہ پارلیمنٹ موقوف ہو گئی۔

وگ اور ٹوری۔ مسودہ قانون اخراج۔ سیاسی بھیننی اور جوش اس حد تک پہنچ گیا تھا جو کبھی ۱۶۴۷ء میں دیکھا گیا تھا۔ اس زمانہ میں پہلے پہل درباری فرقہ کو ٹوری کا نام دیا گیا مگر ابتدا میں اس لفظ کا استعمال بعض دیسی آئرش لوگوں کے لئے کیا جاتا تھا جو ڈاکہ ڈالا کرتے اور پروویسٹنٹ مذہب والوں کو ستایا کرتے تھے جمہوری فرقہ کو وگ کا نام دیا گیا یہ لقب انتہا درجہ کے جاہل (یا مذہبی جنون رکھنے والے) اہل اسکاٹ لینڈ کو جو ”قومی معاہدہ و اتحاد“ کے بانی تھے دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ پارلیمنٹ کے عام انتخاب میں بادشاہ کے مخالف گروہ کی کثرت ہو گئی۔ اس گروہ کے رہبروں نے اس مشہور قانون اخراج کے مسودہ کو پیش کیا جس کی غرض یہ تھی کہ بادشاہ کے بھائی اور قریب ترین وارث تلج ڈیوگ آف یارک کو کیتھولک ہونے کے سبب سے بادشاہی سے محروم کر دیا جائے قبل اس کے کہ یہ مسودہ بیت العوام میں منظور ہو چارلس نے پارلیمنٹ کو برخاست کر دیا۔

دی ہیبیٹنس کارپس ایکٹ (قانون لزوم تحقیقات مجبوس)
بابت ۱۶۷۹ء۔ اس چند روزہ پارلیمنٹ نے ایک یادگار زمانہ قانون بنایا ہے۔ اصل میں یہ کوپر آرل آف شافٹسبری کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو وگ گروہ کا رہنما تھا۔ پارلیمنٹ کے

مقابلہ میں بادشاہ کو انکار کی مجال نہ تھی جس کے سبب سے قانون مذکور منظور ہو گیا۔ منشورِ اعظم میں یہ اہل اصول منضبط ہے کہ کوئی شخص بغیر تحقیقات کے غیر معین وقت تک مجبوس نہیں کیا جاسکتا۔ ہر ایک ایسے شخص کو جو بلا تحقیقات قید میں رکھا جائے حق حاصل ہے کہ کنگس بینچ کی عدالت سے محافظ محبس کے نام حکمنامہ ہیٹیس کارپس (لاٹنی الفاظ بمعنی تم فلاں شخص کو حاضر کرو) جاری کرے کہ وہ قیدی کو مع حکمنامہ قید کے وقت و تاریخ معینہ پر عدالت میں حاضر کرے تاکہ عدالت کو شخص مجبوس کی گرفتاری کے اسباب اور اس کے قید کی صلیت کا حق معلوم ہو سکے۔ اگرچہ یہ عدالت اس حکمنامہ کی درخواست کی تعمیل اپنا فرض سمجھتی تھی اور اگرچہ رعایا کی آزادی کی اس قانون میں بہت احتیاط کی گئی تھی لیکن اکثر اوقات بادشاہ کا تسلط قانون پر حاوی ہو جاتا تھا اور ایسے لوگ جو حکومت کی آنکھوں میں کہہ سکتے تھے محبس میں بلا تحقیقات پڑے رہتے تھے مدعیان سلطنت مثلاً ارابلہ اسٹورٹ یا بادشاہ کی مخالف پارٹی کے سردار جیسا کہ ایلٹ ولینٹائن اور اسٹروڈ قید میں اتنی مدت تک رہے کہ اُن کو یا تو موت نے یا سیاسی انقلاب نے رہا کیا۔ اس واسطے شخصی آزادی کے حق کو حقیقی شکل میں لانے کے لئے مزید قانون کی ضرورت تھی ہیٹیس کارپس کے قانون کا عملی اثر مابعد کے قوانین سے ترمیم ہو کر سروسٹ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغاوت خلاف بادشاہ یا کسی دوسرے سنگین جرم کے الزام میں قید کیا جائے تو

حکومت کا فرض ہے کہ عدالتِ اسائز کے آئندہ اجلاس میں اُس کا مقدمہ چالان کرے یا اُس کو ضمانت پر رہا کر دے بشرطیکہ اس بات کا ثبوت موجود ہو کہ استغاثہ کی شہادت بوقت چالان عدالت میں نہیں پیش ہو سکتی۔ اگر ایسے ملزم کو کسی سبب سے عدالت مذکورہ کے اجلاس کے زمانہ میں اُس کی گرفتاری کے بعد چالان نہ کیا جائے تو ہر حالت میں اس کی رہائی لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ہلکے جرم میں سوائے بغاوت خلاف بادشاہ یا کسی سنگین جرم میں ماخوذ ہو تو حکم ہے کہ فوراً اس کی ضمانت منظور کی جائے۔ اگر ایسے شخص کو کسی الزام لگانے کے بغیر محبس میں رکھا جائے تو وہ اس بات کی ضمانت داخل کر کے رہائی پاسکتا ہے کہ عدالتِ اسائز کے آئندہ اجلاس پر وہ بغرض تحقیقات حاضر ہوگا ایسے جدید قانون بنائے گئے جن کی رو سے محافظ جیل کے لئے جو کسی قیدی کو عدالت میں حاضر کرنے میں کوتاہی کرے اور مجسٹریٹ کے لئے جو کسی مقید کی درخواست پر حکمنامہ حاضری مجبوس (ہیبیس کارپس) کے جاری کرنے سے انکار کرے سخت سزائیں مقرر ہوئیں۔ اسی طرح قانون نے اُن ججوں کے لئے بھی سخت سزا بٹرائی جو انگریزی رعایا کو بیرون ملک قید میں رکھے جانے کی سزا تجویز کریں۔

۱۲ دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

۱۳ دیکھو نوٹ متعلقہ گرانڈ جوری مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قانون بینیس کارپس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا مثلاً سیاسی شورش وغیرہ کے زمانہ میں اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ بعض ایسے لوگوں کو بھی جو حقیقت میں شورش میں شریک نہیں ہیں اور جن کے خلاف ان کے ارادہ شرکت کو ثابت کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا قید کر دینا پڑتا ہے جب کبھی ایسی مخصوص حالتوں میں (انگلستان کی) (علامانہ) حکومت وقت نے قانون بینیس کارپس کے اثر کو معطل رکھنے کی خواہش کی ہے تو پارلیمنٹ ایک چند روزہ قانون جاری کر کے اس قانون کو معطل کر دیتی ہے۔

مسودہ قانون اخراج کا دوبارہ پیش ہونا اور اس کے خلاف ملک کی بچیہنی۔ ۱۶۷۹ء میں ایک دوسری پارلیمنٹ منعقد ہوئی قانون اخراج کا مسودہ اس مرتبہ بھی پیش ہو کر بیت العوام میں تو منظور ہو گیا لیکن اب بھی بیت الامرا نے اُس کو نامنظور کیا چارلس نے اس وقت بھی جسارت کر کے پارلیمنٹ کو خراست کر دیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد ایک اور پارلیمنٹ بمقام آکسفورڈ ۱۶۸۱ء میں منعقد کی گئی۔ اس کی کارگزاری صرف اسی قدر ہے کہ چند ہی روز میں ملک اس کے جبر و تشدد اور بے حیالی سے واقف ہو گیا۔ چارلس نے دیکھ لیا کہ بچیہنی سرعت کے ساتھ پورے انگلستان میں پھیل رہی ہے عوام کو عدالتی احکام کی بنا پر رومن کیتھلک لوگوں کے بے قصور قتل کئے جانے سے ملال اور تاسف ہو رہا ہے اور وہ فریقِ مقابل کے رہبروں کی

سختی سے نفرت کر رہے ہیں تو اُس نے اس پارلیمنٹ کو بھی جرات کر کے اٹھوا دیا اور پھر کبھی کسی پارلیمنٹ کو نہیں طلب کیا۔ پارلیمنٹ کی کامیابی سے ناامید ہو کر فریقِ مقابل کے بعض رہبروں نے سازشیں تک کیں لیکن یہ مخفی نہیں رہنے پائیں ولیم لارڈ رسل، الگرن سڈنی اور دوسروں کو سنائے موت دی گئی۔

ضبطی اسناد۔ اس سبب سے کہ زیادہ تر بلدہ لسنڈن اور انگلستان کے کل شہروں میں فرقہ مخالف کے متعدد اراکین سکونت پذیر تھے حکومتِ وقت نے اُن شہروں کے خلاف اس الزام میں کہ انھوں نے اپنے اسناد کے شرائط کی خلاف ورزی کی ہے فوجداری نالشیں کرائیں۔ اس لئے قدیم اسناد ضبط ہو کر جدید سندیں جاری ہوئیں جن کے ذریعہ سے ہر ایک شہر میں استحقاقِ بلدی بہت تھوڑے افراد کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور بلدی خدمتوں پر صرف وہی لوگ مامور کئے جاتے تھے جن پر بادشاہ کو اعتماد ہوتا تھا۔ باوجود اس پیش بندی کے کہ آئندہ پارلیمنٹ میں بادشاہ کے ہوا خواہوں کی کثرت ہوگی بادشاہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ کسی دوسری پارلیمنٹ کو اب نہ طلب کرے۔ جبکہ ۱۶۸۵ء میں اس کا انتقال ہوا تو گذشتہ پارلیمنٹ کو برخاست ہو کر تین سال سے زیادہ مدت گزر گئی تھی۔

جیمس دوم کی تخت نشینی۔ اگرچہ بادشاہ سابق کی وفات سے کروڑ گیری کے محصلوں کی مدت منقضی ہو گئی تھی لیکن

جیمس نے جلوس کے بعد سب سے پہلا حکم یہی جاری کیا کہ اس قسم کے محصول برابر وصول کئے جائیں۔ جیمس کا بھی خیال تھا کہ پارلیمنٹ کے منعقد کرنے سے اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ بنا براں اس نے ایک پارلیمنٹ کو طلب کیا اور یہ پارلیمنٹ نہایت وفادار ثابت ہوئی اور اُس نے تخمیناً سالانہ بیس لاکھ پونڈ کا محال حین حیات بادشاہ کو عطا کیا۔ ارگائیل اور مان متھ کے ناکام شورشوں سے جیمس کی قوت اور بھی بڑھ گئی۔ لیکن جیمس کی دوسری پارلیمنٹ سرکش تھی اس نے اس کی دو عزیز تجویزوں سے سخت مخالفت کی۔ جیمس کا قصد تھا کہ اپنے ہم مذہبوں کو نہ صرف حکومت میں معقول حصہ دلائے بلکہ عمدہ اور منفعت کا اجارہ انھیں کو ملا کرے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ قانون آزمائش کو منسوخ کرے پارلیمنٹ اس کے منشا سے واقف ہو گئی اور اس لئے اس بات میں اس سے متفق نہیں تھی۔ جیمس بھی سمجھ گیا تھا کہ مستقل فوج کے بغیر وہ مطلق العنان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کی خواہش تھی کہ اس چھوٹی باقاعدہ فوج میں جو اس کے سلف سے اسے ملی تھی اضافہ کرے لیکن بیت العوام کو مستقل فوج سے سخت نفرت تھی اس لئے اراکین عوام فوج کے مصارف کے لئے وزیر کی خواہش یعنی اضافہ رقم کو ناپسند کرتے تھے اس لئے جیمس نے اپنے اختیار سے پارلیمنٹ کو ملتوی کر کے ارادہ

کر لیا کہ اب وہ اپنے اختیار تمیزی سے حکمرانی کرے گا۔
مروجہ مذہب انگلستان پر بادشاہ کا حملہ کرنا۔ جیمس
 چاہتا تھا کہ ملک بھی اسی کا مذہب اختیار کر لے۔ اس غرض
 کے پورا کرنے میں اُس نے اپنی مذہبی صدارت سے کام لیا
 مشہور اور مشتبہ رومن کیتھولک لوگوں کو مذہبی معاشیں عطا
 ہوئیں اور لانگ پارلیمنٹ کے نافذہ قانون کے خلاف
 جس کی بنا پر ہائی کمیشن کی عدالت موقوف ہوئی تھی ایک
 دوسری عدالت کورٹ آف ایپل زیاٹیکل کمیشن کے
 نام سے قائم ہوئی۔ اس عدالت کو کامل اختیارات دئے
 گئے تھے کہ پادریوں کے ہر ایک فعل قبیح کی تحقیقات
 کرے۔ سزا میں اُن کو خدمت سے معطل کیا جاتا اور اُن کی
 معاش ضبط کر لی جاتی تھی۔ اس عدالت نے سب سے
 زیادہ ظلم یہ کیا کہ ماڈلین کالج واقع آکسفورڈ کے سب
 لایق وظیفہ یاب طلباء کو اس جرم کی پاداش میں خراج کر دیا
 کہ انھوں نے آکسفورڈ کے اُسقف پارکر کو جس کی نسبت
 کیتھولک ہونے کا گمان تھا اپنا میرمجلس بنانے سے
 انکار کیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی جیمس نے بہت سے کیتھولک
 مذہب والوں کو علاقہ دیوانی اور علاقہ فوج کی خدمتوں پر
 مامور کر دیا اور اگر پارلیمنٹ معترض ہوتی تھی تو وہ جواب میں
 شاہی اختیار استثنا کو پیش کرتا تھا جس کی بنا پر کیتھولک لوگ

تعزیری قوانین کے اثر سے مستثنیٰ ہوتے تھے جب اُس کو چند قاضیوں کی برطرفی سے عدالت کی فرائ برداری اور خوشامد کا اطمینان ہوا تو اُس نے ایک فرضی منجر کو آمادہ کیا کہ سٹرایٹ ورڈ ہیلز پر جو رومن کیتھولک مذہب کا تھا فوج میں اعلیٰ خدمت قبول کر لینے کے خلاف مقدمہ چلائے۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کے اختیار استشنا کی بنا پر ہیلز سے قانون کی خلاف ورزی سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس فیصلہ کو حاصل کر لینے کے بعد جمیس نے پھر قانون آزمائش کی جانب زیادہ توجہ نہیں کی۔

اعلان مراعات۔ اس زمانہ میں انگلستان میں رومن کیتھولک مذہب والے اس قدر کم تھے کہ جمیس اپنے کو مطلق العنان بنانے کے لئے صرف انہی چند لوگوں پر بدروسہ نہیں کر سکتا تھا اسلئے اُس نے ان کن فرسٹ لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ اُس نے ایک اعلان مراعات تو ۱۶۸۷ء میں اور دوسرا ۱۶۸۹ء میں جاری کیا۔ اُس نے ان اعلانوں کے ذریعہ سے رومن کیتھولک اور نان کن فرسٹ لوگوں کے خلاف نہ صرف سخت تعزیری قوانین بلکہ ایسے قوانین بھی معطل کر دیئے کہ جو ان کو ہر ایک قسم کی مذہبی معاش سے محروم کرنے کی غرض سے وضع کئے گئے تھے۔ اگر ہم بفرض محال اس کو سب مذہبوں کی آزادی کا سچا روادار بھی مانیں تو یہ ان اعلانوں کی اشاعت کی نسبت ملامت سے نہیں بچ سکتا۔ اس لئے کہ اس قسم کی اشاعت سے بھی مراد ہو سکتی ہے

کہ وہ کسی قانون کا پابند نہیں بننا چاہتا اور خیال کرتا تھا کہ قانون بنانے کا صرف اسی کو اختیار ہے۔ لیکن جیمس کو حقیقت میں مذہبی آزادی کی کوئی پروا نہیں تھی اس کی غرض صرف یہ تھی کہ پروٹیسٹنٹ مذہب کے سب ذیلی فرقے تباہ ہو جائیں اور اس نیت سے وہ ایک فرقہ کو دوسرے سے لڑایا کرتا تھا اکثر ان کن فرسٹ سمجھ گئے تھے کہ جیمس راست باز نہیں ہے اس واسطے ان لوگوں نے اس کی حمایت مذہب کو قبول نہیں کیا جیمس کا حکم تھا کہ اس کے دوسرے اعلان کو سلطنت کے ہر ایک کلیسا میں آباداز بلند پڑھ کر سنایا جائے۔ سین کرافٹ صدر اسقف کنٹبری اور چھ پادریوں نے اس حکم کے خلاف بطور اعتراض و داد خواہی ایک عرضی اپنی دستخطی بادشاہ کو دی جیمس نے حکم دیا کہ ان پر باغیانہ ازالہ حیثیت عرفی کے الزام میں فوجداری کی جائے لیکن جوری نے ان کو بری کر دیا جس سے سب چھوٹے بڑے خوش ہو گئے۔

۱۶۸۸ء کا انقلاب۔ جب تک جیمس کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا ملک اس کے مطلق العنان حکومت کے شدید کا عمل کرتا تھا اور منتظر تھا کہ یہ کب فوت ہو اور اس سے بیچھا چھٹے اور کب اُس کی لڑکی میری زوجہ ولیم شہزادہ اور نیج جو پروٹیسٹنٹ تھی تخت انگلستان پر شمعن ہو۔ لیکن جب ۱۶۸۸ء میں جیمس کے لڑکا تولد ہوا تو اہل ملک کا رشتہ امید ٹوٹ گیا۔ انگلستان کے سات اعیان

دولت نے شہزادہ اور ہینچ کو ایک خط روانہ کیا کہ انگلستان کے مذہب اور آزادی کا انتقام لے۔ اُس نے دعوت قبول کر لی اور ایک لشکر لے کر انگلستان میں وارد ہوا۔ جب جیمس کو یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص اُس کا ساتھ دینے والا نہیں تو وہ ملک سے بھاگ نکلا۔ شیرنیس کے چند ماہی گیروں نے پہچان کر اُس کو روک لیا اور پھر لنڈن میں واپس لایا گیا ولیم نے ایک بار پھر جیمس کو دہشت دلانے کی تدبیر کی اور اُس کو بھاگنے کا موقع دیا۔ اب وہ دوسری مرتبہ بھاگ نکلا اور ولیم نے ایک کنونشن (مجلس) کو طلب کیا۔

اعلان حقوق اور مسودہ قانون حقوق۔ اگر جیمس دوم انگلستان میں رہتا تو اس کو تخت سے اتارنا مشکل ہوتا۔ اس کے اکثر مخالفین اس کے ڈیوائن رائٹ (نیابت الہی) کا اعتقاد رکھتے تھے اس واسطے اس کو بجز معزول نہ کرتے۔ لیکن وہ اپنی خوشی سے فرانس کو بھاگ گیا تھا اس لئے ان لوگوں کو آسانی سے یہ حیلہ مل گیا کہ جیمس نے خود اپنے اختیار سے سلطنت چھوڑ دی ہے۔ بہت بحث کے بعد کنونشن نے ایک اعلان حقوق جاری کیا جس میں جیمس کے تخلیہ حکومت کے ذکر کے بعد اُس کے مخصوص ناجائز افعال کی بُرائی بتلائی گئی تھی جو قوام کی ناراضی کا سبب ہوئی اس کے بعد تاج و تخت ولیم اور میری کو دئے گئے جو انھوں نے

قبول کئے۔ کن وشن نے آپ کو پارلیمنٹ میں منتقل کر لیا اور جنوری ۱۶۸۹ء میں اجلاس شروع کر دیا۔ ایک مسودہ قانونِ حقوق اعلانِ حقوق کے مواد سے تیار ہو کر بیتِ العوام میں پیش ہوا جس کے مخصوص دفعات (مطالب) حسب ذیل تھے۔

(۱) یہ کہ بلا رضامندی پارلیمنٹ قوانین کو معطل کرنے یا اُن کی تعمیل کرنے کا اختیار شاہی جس کا غلط طور پر ادعا کیا جاتا ہے ناجائز ہے۔

(۲) یہ کہ لوگوں کو قوانین سے مستثنیٰ کرنے یا اُن کی تعمیل کرنے کا اختیار شاہی جس پر پچھلے دنوں عمل ہوا ہے اور جس کا غلط ادعا کیا جاتا ہے ناجائز ہے۔

(۳) یہ کہ سابق کا وہ حکم (دکیشن) جس کی رو سے کمشنروں کی عدالت قائم ہوئی اور جس میں مذہبی مقدمات کی سماعت ہوتی تھی اور اسی قسم کے گزشتہ سب احکام اور عدالتیں ناجائز اور قبیح ہیں۔

(۴) یہ کہ شاہی حق کے حیاہ سے پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر بادشاہ کی ذات یا سلطنت کے اخراجات کے واسطے اُس مدت سے زیادہ کے لئے یا اُس طریقہ کے خلاف جس کو پارلیمنٹ مقرر اور منظور کرتی ہے محصول کے ذریعے سے روپیہ وصول کرنا ناجائز ہے۔

(۵) یہ کہ بادشاہ کو عرضی دینا رعایا کا حق ہے اور (اس حق کو روکنے کے لئے) رعایا کو قید کرنا اور اس پر فوجداری

کرنا نا جائز ہے

(۶) یہ کہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر زانہ امن میں اندرون ملک فوج کی بھرتی کرنا اور اُس کو رکھنا خلافِ قانون ہے۔

(۷) اہل پروٹیسٹنٹ کو حفاظت خود اختیاری کے لئے ایسے ہتھیار رکھنے کی اجازت دی جائے جو ان کے مناسب حال اور قانوناً جائز ہو۔

(۸) یہ کہ پارلیمنٹ کے اراکین کا انتخاب آزادانہ ہونا چاہئے۔
(۹) یہ کہ پارلیمنٹ کی تقریروں اور مباحث اور کاروائیوں کی آزادی پر بیرون پارلیمنٹ کسی عدالت یا کسی اور مقام میں نہ تو مواخذہ ہونا چاہئے اور نہ کسی قسم کی بازپرس۔

(۱۰) یہ کہ (ملزم کی) ضمانت اور جرانہ بہت سنگین نہیں ہونا چاہئے اور نہ سزا ظالمانہ اور غیر معمولی ہو۔

(۱۱) یہ کہ اہل جوری باضابطہ طور پر طلب کئے جائیں اور واپس کئے جائیں اور بغاوت شاہی کے مقدمات کی تحقیقات کرنے والی جوری زمینداروں کے طبقہ سے ہونی چاہئے۔

(۱۲) دورانِ تحقیقات میں ثبوت جرم سے قبل مخصوص اشخاص کی جائدادوں کو ضبط کر کے دوسروں کو عطا کرنے اور اس کے معاوضہ میں نذرانہ لینے کا وعدہ کرنا نا جائز اور کالعدم ہے۔

(۱۳) رفع شکایات اور قوانین کی ترمیم و تقویت اور خطت کے لئے جلد جلد پارلیمنٹ کا انعقاد ہونا چاہئے۔

اس مسودہ قانون میں انگریزی قوم کے ان حقوق کے ادعا کے بعد ایسے فقرے مندرج ہیں جن کی رو سے تاج برطانیہ ولیم اور میری اور ان کی اولاد کو عطا کیا گیا ہے اور اگر ان کے اولاد نہ ہو تو شہزادی آبن اور اس کی اولاد کو ملے گا اور اگر یہ بھی لاولد ہو تو ولیم کی ایسی اولاد کو جو میری کے سوا کسی دوسری زوجہ کے بطن سے ہو۔

مسودہ قانون حقوق کی اہمیت۔ مسودہ قانون حقوق نے دور اسٹورٹ کے تمام مخصوص اختلافی مسائل کو بادشاہ کے خلاف رعایا کے حق میں فیصل کیا۔ اس لئے انگریزی قوانین میں یہ بھی ایک نہایت اہم قانون ہے۔ یہ قانون بھی جان کی منشور اعظم اور ایڈورڈ اول کی تصدیق منشورات اور چارلس اول کے زمانہ کی ”عرضی حقوق“ کا ہم مرتبہ ہے۔ حق بات تو یہ ہے کہ یہ قانون ان سب سے فائق ہے اس لئے کہ اس نے تاج و تخت کی وراثت کو بدل کر ایسے سلاطین کے سلسلہ کو قائم کر دیا جن کے استحقاق کی بنا پارلیمنٹ ہے نہ کہ توریث کوئی شخص یہ عذر نہیں کر سکتا تھا کہ ولیم یا آبن یا جارج اول نیابت الہی کے سبب سے تخت نشین ہوئے تھے۔ ایسے لوگ جن کو بادشاہوں کے نیابت الہیہ کا کامل اعتقاد تھا لہٰذا قبل لفظ ”عرضی“ کی ”قانون حقوق“ کے ضمن میں بطور فٹ نوٹ صراحت کر دی گئی ہے۔

ان سلاطین کو غاصب سمجھتے تھے۔ ٹوری لوگ بھی جن کی نظروں میں بادشاہت کی بہت عظمت تھی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے سلاطین سے رضامند نہیں تھے۔ بنا براں بادشاہ کی قوت جس قدر سترھویں صدی میں وسیع تھی اسی قدر اٹھا رہویں صدی میں محدود ہو گئی اور بادشاہ انگلستان پر پارلیمنٹ کے زیر تنقید و نگرانی حکومت نہیں کرتا تھا بلکہ پارلیمنٹ کے سربراہ اور وہ اراکین بادشاہ کے نام سے حکمرانی کرنے لگے پارلیمنٹ اُس زمانہ تک تو اعلیٰ قوت یعنی بادشاہ کی روک تھام می کرتی رہی لیکن اب خود اعلیٰ قوت بن گئی۔

تخصیص رقوم۔ قانون غدر۔ مسودہ قانون حقوق کے منظور ہونے کے بعد ہی دو نئی تبدیلیوں سے پارلیمنٹ کی کی نئی محصلہ قوت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ ان میں کا پہلا تغیر تو تخصیص رقوم منظور شدہ کے نام سے مشہور ہے۔ (۱) **تخصیص رقوم۔** قدیم زمانہ میں چونکہ بادشاہ عاملانہ حکومت کا صدر ہوتا تھا لہذا اپنے اختیار تمیزی پر اپنا موروثی محاصل اور پارلیمنٹ کے منظور کردہ رقوم صرف کر دیتا تھا۔ پارلیمنٹ کو اختیار تھا کہ شاہی ذرا کی مطلوبہ رقم کو منظور یا نام منظور کرے لیکن وہ ذرا بھی اس بات پر ان کو مجبور نہیں کر سکتی تھی کہ منظور شدہ رقم اس کے متعین کردہ مصرف میں لائی جائے۔ صرف ایک یا دو مخصوص موقعوں پر جبکہ پارلیمنٹ کو بادشاہ یا اس کے وزیر کا اعتبار نہیں تھا اس نے ایسی تدبیر

اختیار کی تھیں جن سے رقم منظور کردہ مخصوص کام پر صرف ہو سکے۔ لیکن مسئلہ کی پارلیمنٹ نے سالانہ موازنہ کی رقم کو مخصوص کرنے کی بنا ڈالی یعنی یہ کہ محال (ملک) کا کس قدر حصہ سرکار کے مختلف محکموں کے اخراجات کے لئے مقرر کیا جائے۔ ولیم کو بارہ لاکھ پونڈ کا محال دے کر پارلیمنٹ نے نصف رقم سول لسٹ یعنی سول گورنمنٹ (یعنی ملکی) اور نصف فوج اور بحریہ کے لئے مخصوص کر دی۔ اُس زمانہ سے اس طریقہ تخصیص کو بتدیج ترقی ہوتی گئی موجودہ زمانہ میں علاقہ دیوانی کے مصارف کی ہر ایک مد کو بیت العوام مقرر کرتا ہے۔ اسی پارلیمنٹ نے کروڑ گیری کے محصول کو صرف چار سال کے واسطے بادشاہ کے واسطے منظور کیا۔ مثل سابق تا حین حیات منظور نہیں کیا۔ اُس عظیم جنگ کے سبب سے جو فرانس کے ساتھ انہی دنوں میں شروع ہوئی تھی محصول زیادہ کر دیا گیا اور قرضہ قومی کی مد قائم ہوئی اس طرح حکومت منظوری رقم کے لئے بالکل بیت العوام کے ماتحت ہو گئی۔ اس وقت سے بیت العوام کو قومی فینانس (مالیہ) پر اختیار ملی چل ہو گیا۔

(۲) قانون غدر۔ مسودہ قانون حقوق نے بادشاہ کو پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر مستقل فوج رکھنے سے مانعت کر دی تھی۔ اس قانون کی غرض تھی کہ مستقل فوج کو بالکل موقوف کر دیا جائے۔ ٹوری فرقہ اس واسطے مستقل فوج سے منفرتھا کہ

مستقل فوج ہی نے چارلس کو سولی پر چڑھایا اور جمہوری حکومت
 قائم کی تھی اور وِگ فرقہ اس لئے مستقل افواج سے ناراض
 تھا کہ جیمس دوم نے آپ کو مطلق العنان بنانے کے لئے
 ایک مستقل فوج رکھنے کی کوشش کی تھی۔ سب فرقوں کی
 خواہش تھی کہ ملک کی حفاظت ملے شیاء (فوج ردیف) کے
 سپرد کی جائے لیکن یہ ہونیں سکتا تھا اس لئے کہ بادشاہ
 فرانس سے انگریزوں نے ایک جنگ کا آغاز کر دیا تھا جس کے
 پاس دنیا کی سب فوجوں سے اچھی اور باقاعدہ فوج تھی۔
 اس لئے ضرور تھا کہ جیمس دوم کی بنا کردہ مستقل فوج کو
 قائم رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی مستقل فوج فوجی تربیت
 اور فوجی قواعد اور مخصوص قوانین اور عدالتوں کے بغیر جو ان کا
 نفاذ کراتی ہوں منتظم حالت میں نہیں رہ سکتی۔ جیمس دوم کا
 بعض سپاہیوں کو فوجی نوکری چھوڑ دینے کی سزا میں سولی دینا
 خلاف قانون تھا اس واسطے جب ۱۶۸۹ء میں بعض اسکاتچ
 سپاہیوں کی پلٹن مقیم ایپسویچ نے غدر کیا تو پہلے قانون غدر کو
 جاری کر کے آئندہ کے لئے اس قسم کے جرایم کا اسناد کرنا پڑا
 اولاً یہ قانون صرف چھ مہینے کے واسطے نافذ کیا گیا۔ بعد ازاں
 دوبارہ سہ بارہ وضع ہوتا گیا مگر اس کا نفاذ چھ مہینے یا ایک
 سال کے لئے ہوتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے تو لوگوں کو
 خیال ہوا کہ مستقل فوج رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی اور دوسرے
 یہ کہ پارلیمنٹ کا ارادہ تھا کہ مستقل فوج کو اپنے قابو میں رکھے۔

۱۸۵۱ء میں قانون غدر منسوخ ہو کر قانون تربیت و ضابطہ فوج وضع کیا گیا لیکن ہر سال اس کی تجدید کرنی پڑتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو فوج کی تربیت کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا اگر کوئی سپاہی (خلاف قاعدہ پلٹن کی) نوکری چھوڑ بیٹھے تو اُس کے ساتھ صرف اُسی طرح سے پیش آنا چاہئے جیسا کہ عام مزدوروں کے ساتھ اُن کی عہد شکنی کی صورت میں کیا جاتا ہے اور جو سپاہی اپنے حاکم افسر کو مارے اُس کے خلاف اُسی طرح فوجداری ناش دایر ہوگی جیسا کہ عام ضرر جسمانی پہنچانے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے مستقل فوج میں انتظام قائم رکھنے کے واسطے پارلیمنٹ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ۱۸۵۶ء کے انقلاب کے زمانہ سے پارلیمنٹ کو داخل (ملکی) اور فوج پر شاہانہ اختیار حاصل ہو گیا۔

قانون رواداری مذہب مجریہ ۱۸۵۹ء۔ اکثران کن فرسٹ لوگوں نے عزت کا پاس کر کے جمیں دوم کے اُس حملہ میں جس کو اُس نے مذہب انگلستان پر کیا تھا شرکت نہیں کی بلکہ انھوں نے (گزشتہ) انقلاب کی عملی طور پر تائید کی تھی اس واسطے چارلس دوم کے عہد کی سختیوں سے نجات پانے کے وہ مستحق بن گئے تھے۔ اس انقلاب کے بعد ہی ایک آخری کوشش نان کن فرسٹ کو مروجہ مذہب میں شامل کرنے کی غرض سے کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی اس لئے کہ کسی فریق نے سرگرمی سے اس کی تائید نہ کی۔ خلاصہ یہ کہ

۱۶۸۹ء میں ایک قانون رواداری پاس ہوا۔ اس کے مطالب پورے طور پر سمجھنا دشوار ہیں جب تک کہ اُن کو تفصیل سے نہ بیان کیا جائے۔ لیکن اس کا عملی اثر یہ ہوا کہ قترہ پروٹیسٹنٹ کو نہ کہ موحدین (یونی ٹیرین) کو یہ اجازت ہو گئی کہ وہ خدا کی عبادت اپنے ضمیر اور ایمان کے مطابق کریں۔ اس طرح سے بجز موحدین اور رومن کیتھولک کے دوسرے سب مذہبی فرقوں کی سختیوں اور شدید کا خاتمہ ہو گیا۔ اُن لوگوں کی تعداد جن کے ساتھ اب بھی سختی کی حاتی تھی بمقابلہ آبادی ملک بہت ہی قلیل تھی۔

تعلقات مذہب و حکومت کی تاریخ میں قانون رواداری مذاہب کی وہی قدر و منزلت ہے جو تعلقات بادشاہ و رعایا کی تاریخ میں مسوہ قانون حقوق کو حاصل ہے۔ یہ قانون ایک نقطہ انقلابی ہے یعنی اس قانون سے ایک دور کا ختم اور دوسرے کا آغاز ہوتا ہے۔ کیونکہ انگریزوں کے عیسائی مذہب اختیار کر لینے کے بعد سے صدیوں تک سب ملک کا ایک ہی مذہب تھا۔ سب اس بات پر متفق تھے کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ سب باشندوں کو ایک ہی مذہب کا پیرو بنائے۔ جب انگلستان کا مذہب پروٹیسٹنٹ ہو گیا تو اُس وقت بھی کیتھولک لوگوں کے عقیدہ و وحدانیت مذہب کو قائم رکھا گیا۔ پیورٹین اور لائڈین فرقوں نے بھی آپس میں طے کر لیا تھا کہ غیر مذاہب کی رواداری کو جائز نہیں رکھیں گے۔ پیورٹین اور لائڈین بھی

مذہب کی اپنے خیالات کے مطابق اصلاح کرنے کی قوت حاصل کرنے کے لئے اور دوسروں سے اپنے اصلاحات بجز قبول کرانے کے لئے لڑتے رہے۔ شاید سے بچنے کی ایک ہی سبیل تھی کہ اپنے اعتقاد کے خلاف دوسرے مذاہب میں شامل ہو جائیں اور یہ ہر ایک سے ممکن نہیں تھا۔

قانون نے اختلاف مذاہب کو پہلی مرتبہ ایکٹ رواداری مذاہب بابت ۱۶۸۹ء کے بننے پر تسلیم کیا جو لوگ اُن اصول و فروع و رسوم مذہبی کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے جنہیں قوم کے کثیر حصے نے قبول کر لیا تھا وہ مجاز تھے کہ اپنے اپنے علیحدہ مذہبی گروہ بنالیں جن کی حفاظت قانون کے ذمہ ہے۔ اب اس کے بعد سے انگلستان کا مروجہ مذہب جس کو قانون نے مقرر کیا ہے اور منحرف (نان کن فرمسٹ) ادیان جن کی رواداری کی جاتی ہے ہم پہلے سمجھے جانے لگے اس طرح سے مذہبی امن کی بنا قائم ہوئی جس سے زائد موجودہ کے لوگ اس قدر مانوس ہو گئے ہیں کہ ہم میں سے اکثر بھول گئے ہیں کہ یہ حالت کیونکر آہستہ آہستہ قائم ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رواداری کو اُس وقت بھی محدود دائرہ ہی میں رکھا گیا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ قانون سے صرف رواداری ملی۔ مساوات ابھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ نان کن فرمسٹ لوگوں کو باوجود ان مراعات کے قانون کے ذریعہ سے اب بھی سرکاری خدمات اور مذہبی معاشوں سے

خارج کیا جاتا تھا۔ تخمیناً ڈیڑھ سو برس گزرنے کے بعد سرکاری خدمتوں کا دروازہ سب مذہبوں کے واسطے کھولا گیا۔

آزادی مطابِع۔ اُن تغیرات کے مقابلہ میں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ایک بہت ضروری اور مفید تبدیلی اتفاق سے انقلاب کے چند ہی سال کے بعد واقع ہوئی وہ مطبعوں کی آزادی تھی نہ صرف ٹیوڈر بادشاہوں بلکہ جمیس اول اور چارلس اول کے عہد میں بھی مطابِع و مطبوعات کے ساتھ حکومت نہایت سختی سے پیش آتی تھی۔ مانگ پارلیمنٹ کے زمانہ میں بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ عموماً شاہی کیسا تھے ہی ایک قانون کے ذریعہ سے نظارت مطبوعات قائم کر گئی اور قانون مذکور کا وقتاً فوقتاً نفاذ ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کی آخری مدت ۱۶۴۹ء میں ختم ہوئی۔

اس زمانہ میں چارلس دوم اور پارلیمنٹ میں اختلاف واقع ہو گیا۔ اس کے متعلق جمیس دوم کی تخت نشینی تک کوئی نیا قانون نہیں بننے پایا۔ ۱۶۵۱ء میں پھر اجازت نامہ کو سات برس کے واسطے تازہ کیا گیا۔ ۱۶۹۳ء میں بھی پارلیمنٹ کی، دوسری مدت کے ختم تک یہی قانون جاری رہا۔ لیکن جب اسکی مدت ۱۶۹۳ء میں ختم ہوئی تو اس کو پھر بھی جاری نہیں کیا گیا اس کے بعد سے سوائے قانون ازالہ حیثیت عرفی کے مطبعوں پر اور کوئی قید عائد نہیں کی گئی تھی۔ اسی قانون تو من تحریری کی اس طرح تاویل کر لی جاتی تھی کہ وہ حکومت کے خلاف ہر ایک قسم کی نکتہ جینی پر حاوی ہو سکے۔ تاہم قانون اجازت نامہ کی آخری مدت کے اختتام سے آزادی مطابِع کو اصلی فائدہ پہنچا۔ اس زمانہ سے مطبع ایک بڑی سیاسی قوت بن گیا۔ ملکہ ایتن کے عہد میں تخمیناً ہر ایک ممتاز ادیب نے سیاسی رسالے لکھے ہیں۔ اخبارات کی

کثرت کی وجہ سے ملک کے خیالات اور واقعات کا اظہار ہونے لگا اور کثرت سے اہل ملک نے ملکی معاملات میں دلچسپی ظاہر کرنی شروع کی۔

قانون سہ سالہ۔ اس وجہ سے کہ بیت العوام ہی سلطنت کی اعلیٰ قوت بن گیا تھا اس بات کا بہت کم اندیشہ تھا کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرے گا۔ اس لئے اب ایسے قانون کے بنانے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی جیسا کہ قانون سیالہ مجریہ ۱۷۰۱ء تھا جس کی رو سے ہر تیسرے سال پارلیمنٹ کا اجلاس کرنا ضروری تھا تاہم بادشاہ کے لئے یہ بات ممکن تھی کہ منعقدہ پارلیمنٹ کو اپنی مرضی سے جس عرصہ دراز تک چاہے اجلاس کرنے دے خواہ اُس کی مدت ختم ہوگئی ہو یا اُس نے قوم کی خواہشوں کی نیابت موقوف کردی ہو۔ لہذا ایک ایسے نئے قانون جاری کرنے کی ضرورت تھی جس کی رو سے نئی نئی پارلیمنٹوں کو معقول مدتوں کے منقضى ہونے پر منعقد کیا جائے قدیم قوانین جن کی بنا پر سالانہ پارلیمنٹوں کا اجلاس ہوا کرتا تھا منسوخ ہو گئے تھے۔ ۱۷۰۱ء کے قانون سہ سالہ کی رو سے قرار پایا کہ ہر تیسرے سال کے ختم پر ہر ایک پارلیمنٹ کی مدت اجلاس کو اُس کے منعقد ہونے کی تاریخ سے تمام اور منقضى سمجھنا چاہئے اور پارلیمنٹوں کا تین سال سے زیادہ تک بغیر منعقد ہوئے رہنا اس قانون میں بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

اصلاح ضابطہ تحقیقات بغاوت خلاف سرکار۔ انگلستان کے

قدیم قانون تعزیرات نے ملزمین کے حق میں چند نقصان عاید کئے تھے۔ عرضی تالاش (الزام تحریری) کی نقل ان کو قبل تحقیقات نہیں دی جاتی تھی۔ صفائی کے گواہوں کو حلف نہیں دیا جاسکتا تھا اور نہ ملزمین کو وکالتہٴ جواب دہی اور پیروی کی اجازت تھی۔ ان نامنصفانہ قواعد سے بغاوت خلاف سرکار کی تحقیقات میں ملزمین پر شدید ظلم ہوتا تھا اس لئے کہ قضاۃ بادشاہ کے ہی زیر اثر ہوا کرتے تھے اور قابل ترین وکلا کو بھی فرقی مستغیث مقرر کر لیتا تھا۔ البتہ ایڈورڈ چہارم کے عہد کے ایک قانون سے بغاوت خلاف سرکار کے ملزم کے حق میں ایک فائدہ پہنچتا تھا وہ یہ کہ اثبات جرم کے لئے دو گواہوں کی شرط تھی پوری سترھویں صدی کے بعد میں بغاوت کی تحقیقات میں انتہا درجہ کی ناانصافی اور بے رحمی برتی گئی ہے۔ ۱۶۹۵ء میں قانون ترمیم تحقیقات بغاوت خلاف سرکار جاری ہو کر قرار پایا کہ ملزم کو قبل تحقیقات ایک نقل عرضی استغاثہ اور نقل اسامئے جوری دی جایا کرے اور وہ مجاز ہے کہ وکالتہٴ مقدمہ کی پیروی کرے اور صفائی کے گواہوں کا اظہار حلفاً لیا جائے اور یہ کہ منسوبہ الزام بغاوت کے ارتکاب کی تاریخ سے تین سال منقضی ہونے کے بعد تحقیقات نہ ہونی چاہئے بجز اس حالت کے کہ جب ملزم نے بادشاہ کو مضمنی طور پر قتل کرنے کی کوشش کی ہو۔

قانون تخت و تاج مجریہ سال ۱۸۰۷ء۔ اس قانون کی اصلی غرض

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تخت و تاج کی جانشینی کے سلسلہ کو ایسے وقت میں قائم کرنا تھا جبکہ اس بات کا نفع غالب ہو گیا تھا کہ ولیم یا آئن کوئی اولاد نہ چھوڑیں گے جو ان کے بعد بادشاہی کی وارث بن سکے۔ اس قانون میں بعض ایسے دفعات بھی ہیں جنہیں خاص دستوری اہمیت حاصل ہے۔ اور اُن کا بیان کرنا ضروری ہے۔

(۱) فرمانِ روا کو مذہبِ مروجہ انگلستان کا پیرو ہونا چاہئے۔ قانون نے اس بات کو طے کر دیا کہ جس کسی کو انگلستان کی بادشاہی ملے اُس کو لازم ہے کہ مذہبِ انگلستان کو اُسی حالت میں جیسا کہ قانون سے مقرر ہوا ہے اختیار کرے۔ اس قانون سے اُن قوانین کے سلسلہ کی تکمیل ہوئی جن کا مقصد انگلستان کے معینہ مذہب کے سوائے دوسرے مذہب والوں کو حکومت میں حصہ لینے سے روکنا تھا۔ یہ قانون بخلاف اس قسم کے دوسرے قوانین محرمیت کے آج تک باقی رکھا گیا ہے۔ اس کے سبب سے کبھی کسی قسم کی سختی نہیں ہونے پائی اس لئے کہ فرماں روا نے وقت ہی مذہبی صدر ہوتا ہے جیسے دوم کی نظیر ثابت کرتی ہے کہ کوئی غیر مذہب والا بادشاہ معینہ ملکی مذہب کی صدارت نہیں کر سکتا۔

اس قانون سے اس بات کی نظیر ملتی ہے کہ قوم کے اُس عقیدہ میں جو موروثی حق جانشینی کی نسبت تھا نواں آگیا تھا۔ قرون سابقہ کے قوانین محرمیت کے مسودات کی

نامنظوریاں بھی اسی اعتقاد کا نتیجہ تھیں۔ لیکن اب ایک
 ڈورسی پارلیمنٹ نے ایسا قانون نافذ کر دیا کہ جس سے وارث
 تخت و تاج اپنے موروثی حق جانشینی سے محروم ہو جاتا اگر
 وہ معینہ ملکی مذہب کا پابند نہ ہوتا۔

(۲) پریوی کونسل کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش

ایک اور فقرہ قانون عطاءے تخت و تاج میں پریوی کونسل کو
 تازہ کرنے کی نسبت ہے۔ اس کی بنا پر قرار دیا گیا کہ سب
 سرکاری کاروبار مثل سابق پریوی کونسل میں ہوا کریں اور
 تمام تحریکات کونسل پر اُن مشیروں کے دستخط ہونے چاہئیں
 جنہوں نے اُن تحریکات کو منظور کیا ہے۔ ہم بیان کر چکے
 ہیں کہ دور یٹوڈر میں پریوی کونسل ہی اہل میں حکومت
 کرتی تھی اور عہد اسٹورٹ میں بتدریج اس کی اُس چھوٹی
 جماعت کے ہاتھ میں قوت آگئی جس پر بادشاہ کو خاص طور پر
 اعتماد تھا۔ انقلاب کے بعد بھی یہی حالت جاری رہی۔
 بادشاہ تو صرف چند سربراہان مشیروں سے مشورہ کرتا تھا
 اور باقی مشیران کونسل کے لئے برائے نام امور سلطنت
 کی انجام دہی چھوڑ دی جاتی تھی۔ اس تغیر سے قدیم دستوری
 طریقہ کے موثدین کو خوف ہوا۔ بادشاہ سے تو کوئی قصور
 سرزد نہیں ہو سکتا تھا یعنی اس پر الزام نہیں لگایا جاسکتا
 تھا صرف اُس کے مشیروں کو ذمہ دار بنایا جاسکتا تھا
 اس لئے اہل ملک کہ اس کے مشیروں سے واقف ہونا

ضرور تھا۔ اگر ایک دفعہ بادشاہ سب کونسل سے مشورہ لینا ترک کر دے اور صرف ایک مختصر سازشی گروہ کے مشورہ پر عمل پیرا ہو تو بد نظمی سے محفوظ رہنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے ؟

یقیناً اسی قسم کے خیالات تھے جن کے باعث سے یہ فقرہ اس قانون میں رکھا گیا لیکن یہ قانونی پیش بندی فطرتی رجحان کو نہیں بدل سکی۔ پریوی کونسل کی رکنیت اکثر ایسے لوگوں کو دیجاتی جن کی خواہش اور قابلیت امور سلطنت کو انجام دینے کی نہ ہوتی۔ پریوی کونسل میں اُس زمانہ میں ارکین کی ایسی کثرت تھی کہ کوئی بات جلد طے نہیں ہونے پاتی تھی اُس میں ہر ایک گروہ کے لوگ ہوتے تھے جن کو فی زمانہ مقابل فریقوں کے سردار (لیڈرز آف دی آپوزیشن) اور وزرا کہتے ہیں لیکن بادشاہ کے حقیقی مشیر بہت ہی تھوٹے تھے اس کے بعد کی صدی میں غیر ذمہ دار حکومت کا خطرہ نظام کابینہ کی ترقی اور استحکام سے روکا گیا۔

(۳) (شاہی) ملازمین اور وظیفہ خواروں کا دارالعوام سے اخراج۔ اس بات کو بھی اس قانون نے طے کر دیا تھا کہ کوئی شخص جو بادشاہ کے ہاں کسی منقبت پذیر عہدہ پر ہوا وہاں سے پنشن پاتا ہو دارالعوام کی رکنیت کے قابل نہیں ہے۔ دارالعوام ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہو گیا تھا۔ اب اس کو کوئی دبا نہیں سکتا تھا لیکن اس میں خرابیوں کا پیدا ہونا ممکن تھا۔ اُس پر ابھی تک کسی باخبر رائے عامہ کی نگرانی قائم

نہیں ہونے پائی تھی۔ اکثر اراکین ایسے حلقہ جات انتخاب کے نائب تھے جن پر کسی مخصوص آدمی یا حکومت کا اثر ہوتا تھا۔ اس کے مباحثے اور اختلاف آرا ابھی تک شایع نہیں ہوتے تھے۔ کثرت والے گروہ کے رہبروں کو انتظامی خدمتیں دینے کا طریقہ ابھی تک دارالعوام میں جاری نہ ہونے سے یہ مجلس مطلق العنان تھی اور وزیر کو ستایا کرتی تھی۔ اس سے وزیر میں اخلاقی خرابی پیدا ہو گئی وہ مجلس میں انتظام قائم رکھنے کی خاطر مجبور تھے کہ اراکین کی طرح طرح کی مدارات کریں۔ دجھوٹی مختلف شکلوں میں ہو سکتی ہے روپیہ کی رشوت یا عہدے دینے سے یا وظیفہ کی صورت میں خصوصاً دوسری قسم کی خرابیوں کو روکنے کی غرض سے یہ فقرہ قانون تحت و تاج میں وضع ہوا ہے لیکن اس فقرہ کا مفہوم اپنے اصلی مقصد سے بہت بڑھ گیا اس نے اُن لوگوں کو بھی دارالعوام سے خارج کر دیا جو بادشاہ کے ہاں نہایت مفید اور ضروری عہدوں پر مامور تھے اس طرح سے دارالعوام کو امد سلطنت کا علم حاصل کرنے کا جو موقع حاصل تھا وہ جاتا رہا چند سال کے بعد اس فقرہ کو منسوخ کرنا پڑا اور اس کے بجائے اس طرح قانون بنانا پڑا کہ صرف وہی لوگ رکینیت دارالعوام کے قابل نہیں سمجھے جائیں گے جو ایسے عہدوں پر مامور ہیں جو سلسلہ کے بعد وضع ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں یہ بھی اضافہ کیا گیا کہ اگر کوئی رکن کسی سرکاری (شاہی)

خدمت کو (بجز اعلیٰ خدمت فوج) قبول کر لے تو اُس کو لازم ہے کہ اپنا دوبارہ انتخاب کرائے یہ قواعد اب بھی نافذ العمل ہیں۔

(۴) جموں کی آزادی۔ قانون نے طے کر دیا کہ جموں کی مدت ملازمت تا حیات یا جب تک وہ نیک رویہ رہیں بحال رہے اور اُن کی تنخواہیں بھی معینہ ہوا کریں۔ ان کی برطانی ہرود بیوت پارلیمنٹ کی مشترکہ تحریک پر ہوا کرے اس طرح سے جموں کو سلاطین اسٹورٹ کی سی تحویف سے محفوظ کیا گیا اور انگریزی عدالتوں کے اخلاق کو حقیقت میں اس قانون نے بلند کر دیا۔

خاتمہ۔ اُن مسلسل عظیم اصلاحات کی وجہ سے جن کا اوپر بیان ہو چکا ہے بادشاہ اور رعایا کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ امرا نے جان سے لڑکر اس کی ابتدا کی اور ہر ایک عہد میں یہ جاری رہی تا اینکه جیمس دوم کا اخراج ہوا۔ اس وقت سے شاہی قوت رعایا کی مرضی کی (جس کا اظہار بذریعہ پارلیمنٹ ہوتا ہے) ماتحت ہو گئی ہے۔ انگلستان میں جیسا کہ کہا جاتا ہے ”ایک تاجدار جمہوری حکومت“ ہو گئی۔ فرماں روا کے خدم و حشم اور القاب باقی رہ گئے اور بظاہر اُس کے اختیارات شاہی بھی جن پر اُس کے اسلاف نہایت شدد سے عمل کرتے تھے بحال رہے وہ اب بھی مذہب اور حکومت کا صدر ہے۔ اس کو اب بھی

منع انصاف اور قومی سپاہ بری و بحری کا سپہ سالار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان اوصاف کے اختیارات صرف اُسی وقت استعمال ہو سکتے ہیں جب کہ بیت العوام اُن کی اجازت دے اور اس کے معتمد علیہ اراکین ان کی نسبت مشورہ دیں۔

ولیم سوم کا ذاتی اثر۔ ولیم کی مستعدی نے اس دور کے ساسی تغیرات کی حقیقی شان کو بخوبی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ بے انتہا قابل و مستعد تھا اور نام کی فرماں روائی سے مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے ایسے وقت میں حکومت کی ہے جب کہ فی الواقع ایک حقیقی فرماں روا کی سخت ضرورت تھی۔ وہ آپ اپنا وزیر خارجہ تھا اور اس قدر لیاقت سے ان وزارتیں فرائض کو ادا کرتا تھا۔ اس کے قبل انگلستان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ وہ آپ اپنا سپہ سالار تھا اور بڑی بڑی فوجوں کو نہایت پامردی اور عزت سے لڑاتا تھا اور اگرچہ فتح اُس کی قسمت میں بہت کم تھی تاہم شاہی قوت کا انحطاط جو انقلاب کے بعد سے شروع ہو گیا تھا صرف اس کے مرنے کے بعد محسوس ہونے لگا۔

باب یازدہم

ایں۔ جارج اول اور جارج دوم

۱۷۰۲ء سے ۱۷۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ مسودہ قانون حقوق اور دوسرے ضروری قوانین جو ولیم سوم کے عہد میں جاری ہوئے اُن سے انگریزی دستوری تاریخ میں اُسی طرح کے ایک دور کی بنا قائم ہوتی ہے جس طرح کہ ایڈورڈ اول کی تصدیق اسلوا سے ایک نیا دور قائم ہوا تھا۔ اس زمانہ میں قوم کے مختلف فرقوں کی طولانی لڑائیوں کا خاتمہ ہوا اور مدت دراز تک امن و امان اور سکون رہا۔ انگریزی دستور میں مسودہ قانون حقوق کی ترسیم کے بعد سے ایک سو چالیس سال تک پھر کوئی ظاہری اور اصلی تغیر نہیں ہوا۔ اور یہ مدت عظیم الشان واقعات سے مملو ہے۔ آخر کار انگلستان ہالینڈ پر سبقت لے گیا اور سب سے اپنی بحری صدارت منوا کر

دنیا کی تجارت کا اصلی پیشوا بن گیا۔ اس نے فرانس سے مالک ہند اور شمالی امریکہ کی صدارت چال کی۔ بالآخر اُس نے حیرت انگیز ایجادات کے سلسلہ سے دنیائے صنعت میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ گذشتہ زمانہ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یقیناً ان سب کمالات کا انگلستان کے اندرونی تاریخ پر اثر پڑا اور ایک نئے دور انقلاب کے لئے راستہ کھل گیا، لیکن ان امور کو یہاں بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔

اس مدت سکون میں بھی بعض دلچسپ دستوری تغیرات ہوئے ہیں۔ ان کو سہل طور پر سمجھنے کے لئے اس مدت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا مناسب ہے۔ ایک مدت تو جارج دوم (۱۶۸۵ء) کی وفات پر یا یوں کہنا بہتر ہوگا کہ بڑے پٹ کی مشہور اور حقیقی وزارت عظمیٰ کے خاتمہ پر اختتام کو پہنچتی ہے آئین۔ جارج اول اور جارج دوم تینوں کی سلطنتیں بذات خود قابل غور ہیں۔

جب آئین ملکہ بنی تو ۱۶۸۹ء کے انقلاب کے نتائج کی حالت کسی قدر اطمینان بخش ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی تک اس بات کا تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ کس سیاسی فرقہ کو سلطنت میں سب سے فائق ہونا چاہئے۔ اگرچہ آئین نسل اسٹورٹ سے تھی لیکن وہ ٹوری تھی اور اوس کا ہائی چرچ والوں کا سا اعتقاد تھا اس کی رعایا میں سب سے مقتدر مارکبرو تھا لیکن اس کو کوئی شخص مشکل سے وِگ یا ٹوری

کھ سکتا تھا۔ مثل ولیم سوم کے وہ آپ کو دونوں فرقوں سے علیحدہ رکھتا اور اُن کا صدر بن کر رہنا چاہتا تھا اور دونوں فرقوں سے وہ اپنے امور سیاست خارجہ کی وسیع تدبیروں کی تعمیل کے لئے مدد لینا چاہتا تھا۔ اولاً اُس نے اپنا رجحان ٹوری فرقہ کی جانب دکھایا اور جب ان کی نافرمانی اور سرکشی اس پر ثابت ہو گئی تو اُس نے این کو ترغیب دی کہ ان کے بجائے وگ فرقہ کو قایم کیا جائے۔ جب این مائبرو اور اس کی بیوی سے تنگ آ گئی تو اُس نے دوبارہ ٹوری فرقہ کو مقتدر بنا دیا۔ لیکن جب خاندان ہانور کا دور دورہ شروع ہوا تو وگ فرقہ غالب ہو گیا اور چالیس سال تک انگلستان میں اس فرقہ نے حکومت کی۔

وگ فرقہ میں اس وقت مختلف طبقے کے لوگ تھے اولاً اس میں چند ایسے امراء عظام اور صاحبان ثروت و املاک شریک ہو گئے تھے جو اکثر ”انقلاب انگیز خاندانوں“ کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ دوسرے اس میں ساہوکاروں اور تاجروں کی جماعت تھی جس کی تعداد اور دولت میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ تیسرے اس میں تمام مملکت کے نان کن فرسٹ لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ٹوری فرقہ میں چند بڑے اور باقی سب چھوٹے مالکان اراضی اور ادنیٰ درجہ کے پادری اور مفلس اہل ملک تھے

جو مذہباً نان کن فرست نہیں تھے۔ اگرچہ وگ فرقہ تعداد میں کم تھا لیکن انگلستان کی نصف سے زیادہ دولت ان کے ہاتھ میں تھی اور علم و فضل اور لیاقت میں کہیں یہ لوگ بڑھے ہوئے تھے۔ اور یہ آزاد خیال طبقہ امرا سے تھے۔ چونکہ جارج اول اور جارج دوم دونوں غیر ملکی تھے اس لئے ان کے عہد میں انگلستان کی حکومت اس فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ جارج سوم کی تخت نشینی سے ان کی قوت متزلزل ہو گئی۔

این کی سلطنت۔ اس عہد کے مخصوص دستوری واقعات میں سے ایک تو انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کا اتحاد ہے جو پارلیمنٹ کے واسطے سے عمل میں آیا اور دوسری وہ شوش ہے جس کی غرض یہ تھی کہ چارلس دوم کے عہد کے ناگوار مذہبی طرز عمل کو از سر نو رائج کیا جائے۔

انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹوں کا متحد ہونا
(۱) اتحاد کی نسبت ناکام کوششیں۔ جیسے اول کو اپنی دونوں ریاستوں کی پارلیمنٹوں کو متحد کرنے کی بڑی تمنا تھی لیکن انگریزی پارلیمنٹ کی بے اعتنائی سے ناکامی ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ کو فتح کرنے کے بعد کراہوں نے بھی دونوں پارلیمنٹوں کو ملا دیا تھا لیکن یہ اتحاد اسکاٹ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر ہوا تھا اور محض فوجی قوت کا کرشمہ تھا دوبارہ بادشاہی قائم ہونے پر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں علیحدہ علیحدہ پارلیمنٹیں مقرر کی گئیں۔ چند ہی روز کے بعد

اہل اسکاٹ لینڈ اُس زمانہ کو یاد کر کے کف افسوس ملنے لگے جبکہ وہ انگریزوں کے مساوی تجارتی حقوق سے مستمع تھے۔ اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ کے ایک قانون کے زیر اثر بادشاہ نے ۱۷۰۶ء میں چند کمشنروں کو مقرر کیا تھا کہ اسکاٹ لینڈ کی جانب سے پارلیمنٹی اتحاد کی تجویز کریں۔ لیکن انگریزوں کی بے توجہی سے کوئی تدبیر چلنے نہ پائی ۱۷۰۶ء کے انقلاب کے بعد ہی ولیم سوم نے بھی پارلیمنٹی اتحاد کی تحریک کی تھی اور اسکاچ پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کر کے اس کو اختیار دیا تھا کہ کمشنروں کو اس غرض کے لئے مقرر کرے لیکن انگریزوں کی ہر خاموشی اس مرتبہ بھی نہیں ٹوٹی۔ اُس کی موت کے قبل ہی سطح کے واقعات پیش آئے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ کامل اتحاد یا کامل افتراق کا ہونا عنقریب لازمی ہے۔ اسکاٹ لینڈ والوں کی ایک جماعت نے ناعاقبت اندیشی سے خاکنائے ڈارین کو جو ہسپانوی مقبوضات کے قلب میں واقع تھا اپنی نوآبادی بنانے کی کوشش کی۔ ہسپانوی سپاہ نے ان نوآباد باشندوں کو دہاں سے نکال دیا۔ انگریزی حکومت نے نوآبادوں کی مدد نہیں کی تو انھوں نے انگریزوں کو اپنی مصیبت پر ہمنی اڑانے کا ملزم ٹھہرایا۔ اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسکاٹ لینڈ پر وہ تمام آفات تو نازل تھیں جو آزادی کے لوازمات میں سے ہیں مگر

وہ آزادی کے اصل فوائد سے محروم تھا۔ وہ ایک ایسے انگریزی بادشاہ کے زیر حکومت تھا جس کے مشیر انگریز تھے اور وہ خود انگریزی پارلیمنٹ کے ماتحت تھا۔ باوجود ان باتوں کے اسکاٹ لینڈ کا انگریزی تجارت اور نو آبادیات میں کوئی حصہ نہیں تھا اور انگریزی بیڑوں اور افواج کی مدد سے وہ کبھی متمتع نہیں ہو سکتا تھا۔

اب ولیم نے دارالامرا سے اتحاد کے بارہ میں سفارش کی جس نے کمشنروں کے تقرر کی نسبت جن کے ذمہ انگلستان کی نیابت تھی ایک مسودہ قانون جاری کیا لیکن عوام نے نہایت غیظ و غضب میں اس مسودہ کو نامنظور کیا۔ اس کے جلوس کے بعد دونوں پارلیمنٹوں نے اس ملکہ کو کمشنروں کے مقرر کرنے کا مجاز کیا اور ۱۷۰۲ء اور ۱۷۰۳ء میں متعدد کانفرنسوں کا سلسلہ قائم رہا آخر بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ فریقین کے کمشنروں سے مصالحت کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ انگریز اپنے تجارتی اجارہ پر اڑے ہوئے تھے اور پریس بٹیرن کو سرکاری خدمت سے خارج کرنا چاہتے تھے۔ اور اہل اسکاٹ لینڈ اپنے مذہب کے لئے بیچپن تھے اور جان توڑ کوشش کر رہے تھے کہ ان کو انگریزی تجارت میں حصہ ملے۔ اس لئے یہ کانفرنسیں کسی نتیجہ خیز فیصلہ پر نہیں پہنچ سکیں۔

(۲) قانون اتحاد بابت ۱۷۰۷ء۔ بالآخر اہل اسکاٹ لینڈ کی

خوفناک طبیعت نے اس صبر آزما مسئلہ کا فیصلہ کر دیا کچھ تو ڈارین کا معاملہ اور طرفداری کچھ جیکو بائٹ کا اثر اور کچھ قومی تفاخر ان سب معاملات سے اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ نے متاثر ہو کر سنہ ۱۷۰۷ء میں قانون طمانیت جاری کیا جس کا منشا یہ تھا کہ آئین کی وفات پر اسکاٹ لینڈ کی بادشاہی انگلستان کے وارث تخت و تاج کو نہ ملے جب تک اس کے مذہب اور تجارت کی حفاظت کی نسبت باقاعدہ ضمانت نہ پیش ہو انگریزی پارلیمنٹ نے بھی بشکل قانون اس کا جواب دیا کہ آئندہ سے اہل اسکاٹ لینڈ کو غیر ملکی خیال کیا جائے گا اور ملک میں اسکاٹ لینڈ سے درآمد (تجارت) روک دی جائے گی۔ بنا براں اہل اسکاٹ لینڈ نے اعتدال اختیار کیا اور ایک نیا کمیشن مسئلہ اتحاد پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ سنہ ۱۷۰۷ء میں صلحنامہ اتحاد طے پا گیا۔ جس کی رو سے قرار پایا کہ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کو ملا کر ایک مملکت بنائی جائے جس کا نام برطانیہ عظمیٰ ہو، ان دونوں کے جھنڈے ایک کر دیئے جائیں دونوں کی پارلیمنٹیں متحد ہو جائیں اور اسکاٹ لینڈ کی نیابت سولہ امرا اور پینتالیس عوام سے ہوا کرے۔ ہر ایک پارلیمنٹ کے واسطے ان امرا کو کل طبقہ امراء اسکاٹ لینڈ انتخاب کرے اور بادشاہ اسکاٹ لینڈ کے لئے اس تعداد سے زیادہ امرا نہ بنائے۔ اسکاٹ لینڈ کے قومی قرضہ کو انگلستان ادا کرے اگر انگلستان میں محصول زمین کے بیس لاکھ پونڈ وصول ہوں تو اسکاٹ لینڈ میں اڑتالیس ہزار پونڈ اس کے واسطے لئے جائیں

اسکاٹ لینڈ کا قومی قانون اور عدالتیں بحال و قائم رہیں اسکاچ اور انگریزی پارلیمنٹوں نے اپنے اپنے ملکوں کے مقررہ مذہبوں کی حفاظت و صیانت کے لئے علیحدہ علیحدہ قوانین بنائے جن کو پارلیمنٹ کی تصدیق شرائط اتحاد میں شامل کر دیا گیا۔ اتحاد کا نفاذ شروع سے ہوا۔ اُس وقت کی انگریزی پارلیمنٹ میں اسکاچ نمائین شریک ہوئے جو برطانیہ عظمیٰ کی پہلی پارلیمنٹ بنی۔

پروٹیسٹنٹ مذہب کو قائم رکھنے کی فکر اور اسٹوٹ سلطنت کے عود کا اندیشہ اصل وجہ تحریک اس صلح اتحاد کی ہوئی ہیں۔ کل اہل اسکاٹ لینڈ نے اس کو پسندیدہ نظموں سے نہیں دیکھا اور نہ دوسری کوئی کامل نیابتی طرز کی پارلیمنٹ ہی اس کو قبول کرتی لیکن جس طرح کی اسکاچ پارلیمنٹ اس وقت تھی وہ کسی طرح سے قوم اسکاچ کی نائب نہیں ہو سکتی تھی اور اگر اسکاٹ لینڈ کی جدائی کا اندیشہ نہ ہوتا تو انگلستان میں بھی صلح اتحاد کو درجہ قبول حاصل نہ ہوتا۔ بہر حال دونوں ملکوں کو فائدہ ہوا انگلستان کو ایک علیحدہ سرحدی حکومت کے دائمی خطرے سے نجات ملی اور اسکاٹ لینڈ کو انگریزی تجارت اور نوآبادیات کے منافع میں پورا حصہ مل گیا۔ بوقت اتحاد یورپ کے ممالک میں وہ سب سے زیادہ مفلس ملک تھا لیکن اس کے

بعد سے متمول ملکوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔
ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ این کے عہد سلطنت
 کا ٹوری فرقہ عود شاہی کے خیالات کے لحاظ سے فرقہ **توالیہ**
 کے مشابہ تھا۔ انقلاب کے زمانہ کی دستوری آزادیوں
 نے ان کو بالکل مطمئن کر دیا تھا لیکن وہ دل سے
 چاہتے تھے کہ نان کن فرسٹ لوگوں کو جن کی امداد کی
 بدولت یہ آزادیاں حاصل ہوئی تھیں نیست و نابود کریں۔
 ٹوری فرقہ اس مدعا کو پیش نظر رکھ کر وقتاً فوقتاً
 ایک مسودہ قانون اتفافیہ مطابقت یا مذہبی یکسانی روکنے
 کی نیت سے پیش کرتا رہتا تھا۔ نان کن فرسٹ مذہب رکھنے
 والے اکثر قانون آزمائش کی تعمیل سے اس طرح گریز کر جاتے
 تھے کہ عشاء ربانی کو مذہب انگلستان کے رسوم کے مطابق
 ادا کرنے کے بعد اپنے کو عہدہ سرکاری کا متصف و مستحق
 ٹھہرا کر پھر لبنی طرز کی عبادت شروع کر دیتے تھے۔
 اس لئے ان کے اس فعل کو مستوجب سزا قرار دینے کی
 تحریک ہوئی۔ مذکورہ مسودہ (قانون) کو دارالعوام نے
 شرف قبول بخشا لیکن دارالامرا نے جہاں کہ وگہ افرقہ
 کی بہت کثرت تھی اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ آخر کار
نشاء میں وگہ لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ ٹوری وزارت
 فرانس سے صلح کر لے گی۔ لہذا انہوں نے جنگ جاری

لہ دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ذیل۔ چارلس اول کے حالات میں اس فرقہ کا ذکر آچکا ہے۔

رکھنے کے متعلق ٹوریوں کی رائے (ووٹ) حاصل کرینکی خاطر نہایت فرومائیکی سے اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور انسدادِ مطلقیتِ اتفاقیہ کے مسودہ قانون کو منظور کر لیا۔ ^{۱۸۳۱ء} میں ٹوری وزارت نے اس سے بھی زیادہ بُرا قانون مسمی بہ قانونِ افتراقِ مذہبی جاری کیا اس کی غرض یہ تھی کہ نان کن فرسٹ لوگوں کو مدرسہ و معلمی کی خدمتوں سے علیحدہ رکھے۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ لوگوں کو قانونِ رواداریِ ملاحب کے منسوخ ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔

خاندان ہانور کی تخت نشینی۔ وگ گروہ کا عروج۔ این کی وفات نے ٹوری لوگوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ نئے شاہی خاندان کو ٹوری فرقہ کی بے التفاتی کا بخوبی علم ہو گیا تھا اور وہ اس بات کو بھی سمجھ گیا تھا کہ وگ گروہ کو اپنی بقا کی خاطر ہمارا ساتھ دینا لازم ہے۔ ولیم سوم بھی اپنی اس حالت کو جانتا تھا لیکن جابج اول اُس کے بہ نسبت انگریزی امور سیاست سے کم واقف تھا وہ انگریزی زبان سے نااہل تھا اور سررابرٹ والپول (وزیرِ اعظم) سے لاطینی میں گفتگو کرتا تھا۔ جابج اول کو جرمنی کے سیاسیات سے خصوصاً اُس ملک کے اور ہانور کے تعلقات سے خاص دلچسپی تھی اور اس کے خلاف ولیم سوم کو بشمولِ انگلستان سب ممالکِ یورپ کے سیاسیات سے عام طور پر ذوق تھا۔ ان وجوہ کے لحاظ سے جابج اول نے انگلستان کی حکومت کی ذمہ داری بخوشی ان لوگوں کے تفویض کر دی جن پر اُس کو کامل وثوق تھا

کہ وہ اس کے حق (تاج و تخت) شاہی کی حفاظت کریں گے۔
انگریزی سیاسیات سے اُس کی بے التفاتی نے دوسری اور
عظیم نتیجے پیدا کئے ایک تو عارضی اور دوسرا دوامی تھا۔
عارضی اثر تو یہ ہوا کہ انگلستان کے سب فرقوں میں وگ
گروہ فائق ہو گیا اور مستقل نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کی طاقت
جو انقلاب کے بعد سے بہت محدود ہو گئی تھی اور بھی
گھٹ گئی۔

وگ فرقہ کی قانون سازی۔ حکومت پر واپس آتے ہی
وگ گروہ نے نان کن فرسٹ لوگوں کو ملکہ آئین کے
زمانہ کے اذیت رساں قوانین سے نجات دی اور قانون
مطابقت اتفاقیہ اور قانون افتراق مذہبی کی تفسیح ہوئی۔
وگ پارٹی کے رہبر قانون آزمائش اور قوانین شخصیات
کو بھی بخوشی منسوخ کر کے نان کن فرسٹ لوگوں کو بھی
بائی چرچ والوں کی طرح سرکاری عہدے پانے کا مستحق
بنا دیتے لیکن ان کے احباب نے شورہ دیا کہ اگر
اس سے زیادہ مذہبی آزادی دی جائیگی تو اس کا اثر
معکوس بہت بُرا ہوگا اور وگ گروہ حکومت سے نکال دیا
جائیکا اور خانمان ہا نور معرض زوال میں آجائے گا۔
اس لئے ان لوگوں نے تفسیح کو نامناسب خیال کیا اور
یہ قوانین صرف کتاب قانون موضوعہ میں باقی رہ گئے لیکن یہ بات
عادت میں داخل ہو گئی ہے کہ ہر سال ایک قانون

معافی جاری ہوتا ہے اور اُن لوگوں کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے جو اس کے زیر اثر مجرم ہو سکتے ہوں۔

قانون ہفت سالہ۔ باج اول کے جلوس کے بعد ہی طرفداران جیمس دوم نے اسکاٹ لینڈ اور شمالی انگلستان میں ایک خطرناک شورش برپا کر دی اور لوگوں کو خاندان اسٹورٹ کے عود کرنے کا اندیشہ ہونے لگا۔ قانون سلسلہ کی باضابطہ پابندی سے اُس وقت کی پارلیمنٹ کو ختم مدت پر برخاست کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ ملک کا غلغلا ترقی پر تھا نہایت نامناسب بات تھی اس لئے ایک قانون جاری کیا گیا جس سے پارلیمنٹ کی مدت اجلاس کو زیادہ سے زیادہ سات سال تک جائز قرار دیا گیا اور اس وقت کی منعقدہ پارلیمنٹ کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے اجلاس کو اس مدت تک قائم رکھ سکتی ہے۔ اس قانون کے آخری حصہ پر ملک نے بہت ملامت کی لیکن اُس زمانہ سے سب کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ اسکا بھی پارلیمنٹ کے جائز اختیارات میں شمول ہو سکتا ہے۔

مسودہ قانون امارت۔ بادشاہ کی کمزوری اور اکثر وگ لوگوں کی امیرانہ حکومت کی امنگ کے اظہار میں ایک اور تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو کبھی قانون نہیں بننے پائی۔

حکماء کے دوران پارلیمنٹ میں وزرا نے ایک مسودہ قانون بادشاہ کے اختیار امراء سازی کو محدود کرنے کی نیت سے

پیش کیا۔ اس مسودہ میں تجویز ہوئی تھی کہ اراکین امرا کی تعداد اُس وقت کے اراکین امرا سے کبھی چھ سے زیادہ نہ ہونے پائے اور بادشاہ کو اسی قدر اختیار ہونا چاہئے کہ وہ اسی حد تک امرا اراکین کی تعداد کو رکھے۔ اسکاٹ لینڈ کے سولہ نیابتی امرا کے بجائے پچیس موروثی امرا کی تجویز تھی۔ اگر یہ مسودہ پاس ہو جاتا تو امارت ایک محدود گروہ کا حق ہو جاتی اور چند بڑے خاندانوں میں بہت بڑی حکومت چلی جاتی اور اس کا آخری نتیجہ بیت الامرا کے لئے بہت تباہ کن ہوتا۔ اکثر اراکین عوام خصوصاً وال پول نے اس مسودہ سے سخت اختلاف کیا جس کے سبب سے وہ کبھی قانون نہ ہو سکا۔

کیبنٹ کا استحکام۔ فرقہ بندی کی حکومت۔ اس دور کے ہر ایک قانونی تغیر سے زیادہ اہم کیبنٹ کا استحکام و ترقی ہے جس کو ۱۶۸۸ء کے انقلاب کا بلا واسطہ نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن اُن مدیرین میں سے جنہوں نے اس انقلاب میں حصہ لیا تھا کسی نے اس نتیجہ کی پیش بینی نہیں کی تھی۔ کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کے غور و فکر سے کیبنٹ کی ایجاد نہیں ہوئی، زمانہ کی ضرورتوں سے اس کو بتدریج نشوونما ہوتا رہا۔ اٹھارھویں صدی کے مورخین کو انگلستان کی دستوری تاریخ میں کیبنٹ کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ قانون نے آج تک

کیبنٹ کے وجود کو تسلیم نہیں کیا ہے تاہم یہی کیبنٹ سلطنت کا محور ہے اس لئے اس کی تاریخ بیان کرنے کے قابل ہے۔

کیبنٹ کی دوہیتیں - انگریزی کیبنٹ کی تعریف اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ وزرا کی ایک چھوٹی کونسل (مجلس) ہے جس سے قانون واقف نہیں ہے لیکن سلطنت کو یہی چلاتی ہے۔ انگریزی تاریخ کے مختلف زمانوں میں ایسی مجلس مختلف طریقوں سے بنی ہے۔ سترھویں صدی میں اس مجلس کو بادشاہ ان اشخاص کی رکنیت سے بنایا کرتا تھا جن پر اس کو کامل اعتماد ہوتا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں یہ ان لوگوں سے بنتی تھی جن پر بیت العوام کے اکثر اراکین کو بھروسہ ہوتا تھا۔ پہلی شکل میں تو کیبنٹ کا بانی بادشاہ اور دوسری شکل میں پارلیمنٹ ہے۔ کیبنٹ کی یہ دوسری شکل انقلاب کے طفیل وجود میں آئی۔ کیبنٹ کی ابتدائی شکل - سترھویں صدی سے کیبنٹ نے اس صورت کو اختیار کر لیا تھا۔ لفظ کیبنٹ لارڈ بیکن کی تحریرات میں پایا جاتا ہے ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیروی کونسل (مستشار شاہی) ممبروں کی کثرت سے کام نہیں کر سکتی تھی اس کے اکثر اراکین کام کی مستعدی علم اور لیاقت سے جن کی ضرورت کسی حکومت میں عملی طور پر کام کرنے کے وقت ہوتی ہے معرا تھے۔

خاندان اسٹورٹ کے وقت سے انگریزی سلاطین کی عادت ہو گئی تھی کہ امور سلطنت میں صرف اعیان دولت یا بعض نہایت لائق و فائق اشخاص یا شاہی مقربین سے مشورہ لیتے تھے۔ جو کچھ اس چھوٹی جماعت میں طے ہو جاتا اسی کو بطور تحریک بڑی پریوی کونسل میں پیش کیا جاتا تھا۔ ابتدائی حالت میں کیبنٹ کا نام مقبول ہونا۔ قانون نے پریوی کونسل کی اندرونی چھوٹی جماعت کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور نہ اس کے اراکین سے عوام الناس ہی واقف تھے اس لئے یہ غیر دستوری سمجھی جاتی تھی۔ اس کی نسبت عام خیال یہ تھا کہ اس کو مخصوص لوگوں نے اپنے منصوبوں کا آلہ بنا لیا ہے تاکہ راست باز آزاد منش مدیرین کی نکتہ چینیوں سے خود محفوظ رہیں۔ اس کی آڑ میں وہ وہ کام کئے جاتے تھے جن کی ذمہ داری کوئی مرد عاقل اپنے سر لینا پسند نہیں کر سکتا۔ اگر کسی بادشاہ کو سچا اور نیک مشورہ لینے کی ضرورت ہو تو وہ ہرگز پریوی کونسل کی ایک سازشی جماعت سے مشورہ نہیں لیگا۔ جملہ اراکین پریوی کونسل بادشاہ کو رائے دینے کے مستحق و مجاز تھے کیونکہ قانون نے پریوی کونسل کو بادشاہ کا جائز مشیر مان لیا تھا اور ہر ایک شخص اراکین پریوی کونسل کو جانتا تھا۔ اگرچہ پریوی کونسل والوں کو رازداری کی سخت تاکید تھی تاہم

اگر بادشاہ بری عادتوں یا افعال پر اصرار کرے تو پارلیمنٹ اس کے اراکین سے ان امور کی نسبت باز پرس کرتی تھی لیکن پارلیمنٹ یا عدالتیں کس طرح ایک ایسی بے نام و نشان جماعت کی گرفت کر سکتی ہیں جیسی کہ بادشاہ کی

مخفی کونسل تھی۔ **یگبنت کونسلوں کی روز افزوں ترقی**۔ ہونے والی بات کسی کے روکے سے نہیں رکتی۔ پیروی کونسل کی عدم قابلیت کے سبب سے اس جماعت سے رجوع کرنا پڑا جو حکومت کرنے کے قابل تھی۔ عود شاہی کے بعد پری کونسل کی ناموزوں کثرت کو کم کرنے اور اس کو زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی گئی اور مختلف محکمہ جات سرکاری کی نگرانی اور فائدہ کی غرض سے اس کی کمیٹیوں میں تقسیم کر دی گئی مثلاً مجلس تجارت و نوآبادیات۔ مجلس امور خارجہ۔ آجکل بھی اس تدبیر پر عمل ہوتا ہے مگر ایسے عام حکمت عملی کے مسائل کو جن کی نسبت متفقہ قوت کی ضرورت ہو اس طرح طے نہیں کیا جاتا ہے۔ ایسے معاملات میں بھی چارلس دوم ابھی تک چند ہی آدمیوں سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ اس کی ابتدائی سلطنت میں کلارنڈن آرمنڈ سوٹھ ہیملٹن اور نکولس کی ایک قسم کی وزارت بن گئی تھی۔ کلارنڈن کے زوال کے بعد چارلس غورو فکر کے معاملہ میں ان پانچ مشیروں سے اکثر صلاح و مشورہ

کرتا تھا جن کو سازشی جماعت نے کیبل کا قبیح نام دیا گیا تھا۔ ان لوگوں کی بدنامی کے سبب سے سر و سیمپل کو پریوی کونسل کی مزید اصلاح کی طرف توجہ ہوئی جس کی تحریک تھی کہ صاحبان ثروت سے تیس اراکین کی ایک نئی کونسل بنائی جائے جس کے نصف ارکان تو سرکاری ملازم اور نصف غیر سرکاری ہوں۔ لیکن اصلاح شدہ پریوی کونسل میں ممبروں کی کثرت اور نا اتفاقی نے اس کو کام کرنے سے بیکار بنا دیا تھا اور وہ بہت جلد ٹوٹ گئی۔ جیمس دوم نے بھی اسی طریقہ کی تقلید کی۔ انقلاب کے بعد ولیم سوم پریوی کونسل کی طرف ملفت نہیں ہوا اور اپنی حکمت اعلیٰ کو چند معتبر مشیروں کی مدد سے طے کر لیا کرتا تھا۔ قانون تخت و تاج کا تاکید فقہہ کہ سلطنتی امور کو مثل سابق پریوی کونسل ہی انجام دیا کرے ”قانون منسوخ العمل“ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اخیر زمانہ کی کابینہ کی شکل۔ اس زمانہ میں بھی کابینہ کا قاعدہ طور پر اسی گروہ کی رکنیت پر مشتمل نہیں ہوتی تھی جن کی بیت العوام میں کثرت ہوتی تھی نیز اس روایت کا اثر کہ بادشاہ اپنے وزراء آپ انتخاب کرتا ہے زائل نہیں ہوا تھا۔ ابھی تک اس بات کی نوبت نہیں آئی تھی کہ بادشاہ ملک کی قوی ترین جماعت سے

وزرا کا انتخاب کیا کرے۔ وزرا اپنی نیک نامی کے لئے اس بات کو کافی سمجھتے تھے کہ دارالعوام کا فرقہ کثیر ان کے خلاف مواخذہ نہ کرنے پائے۔ ابھی تک یہ بات ان کے فرائض میں داخل نہ ہونے پائی تھی کہ کل وزرا کو لازم ہے کہ فرقہ کثیر کا اعتماد حاصل کریں کیونکہ ابھی تک مقبولہ اصول کچھ اور تھا یعنی بادشاہ کا کام حکومت کرنا اور بیت العوام کا فرض بادشاہ کو بری حکومت کرنے سے روکنا خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۶۸۸ء کے انقلاب نے اس اصول کو پلٹ دیا۔ بلکہ اس انقلاب نے ایسی حالت پیدا کر دی کہ انگلستان میں کوئی حکومت یعنی وزارت بیت العوام کے علی اور دائمی اتفاق کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس اتفاق کے حاصل کرنے کے خیال سے بادشاہ کو لازم ہوا کہ وہ اُن مدیرین کو اپنی وزارت کے لئے پسند کرے جن پر اراکین عوام اعتماد رکھتے ہوں یا بالفاظ دیگر وزرا کو فرقہ کثیر کا ہم خیال ہونا ضرور ہے۔

دویم سوم تھوڑے عرصہ تک اس نتیجہ آخری کی سخت مخالفت کرتا رہا۔ اس کی خواہش تھی کہ پوری قوم پر شاہی کرے نہ کہ صرف ایک فرقہ کا صدر بنا رہے۔ اُس نے اپنی اس خواہش کو اس طرح پورا کرنا شروع کیا کہ سب سے زیادہ لائق اشخاص کو تو وہ اپنے وزرا کے لئے منتخب کر لیتا مگر اُن کی رائے

اور خیالات کا کچھ لحاظ نہ کرتا تھا بالآخر اس کو معلوم ہو گیا کہ جو وزارت اس طرح سے بنائی جاتی ہے وہ بذات خود کمزور ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کا برتاؤ بھی اس سے منصفانہ نہیں ہوتا۔

لارڈ سٹرنڈ جیسے دیرینہ تجربہ کار اور تیز فہم مدیر نے بھی اس کو (ولیم کو) سمجھایا کہ اگر بیت العوام کے فرقہ کشیرے بادشاہ اپنے سب وزراء انتخاب کرے گا تو اس کی دشواریاں بہت کم ہو جائیں گی۔ ۱۶۹۳ء اور ۱۶۹۶ء میں اس نے بتدیج وگ فرقہ سے وزارت بنائی۔ لیکن جب وگ لوگوں کی اس بیت پارلیمنٹ میں کثرت باقی نہیں رہی تو بادشاہ کو پھر نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ ٹوری لوگوں کی وزارت اس کی تجاویز سے متفق نہیں ہوتی تھی۔ جب ولیم سوم فوت ہوا تو ماربرو اس کی حکمت عملی کو چلاتا رہا۔ ماربرو نے جو ہمیشہ سے ٹوری تھا پہلے تو کوشش کی کہ اپنے فرقہ کی مدد سے حکومت کرے لیکن جنگ فرانس کے ساتھ جب اس کو انکی بے اعتنائی اور اختلاف کا حال معلوم ہوا تو اس نے وگ لوگوں کو حکومت میں بتدیج بھرتا شروع کر دیا حتیٰ کہ ۱۷۰۸ء میں کل وزارت وگ فرقہ کے ہاتھ میں آگئی۔ مگر دو سال کے بعد انتخاب عام میں ٹوری فرقہ کو کامیابی ہوئی۔ اور وگ فرقہ کی وزارت برہم ہو کر ٹوری فرقہ کی وزارت قائم ہوئی۔

این کی وفات کے بعد قسمت نے پھر پلٹا کھایا یعنی جارج اول کے سب امرا و گ تھے۔

اس طرح کسی کی کوشش اور مشورہ کے بغیر محض تسہیل کار کی ضرورت سے اس بات کا بتدیج رواج ہوا کہ وزارت کے لئے وہی اراکین منتخب ہوں جنکا فرقہ بیت العوام میں سب سے زیادہ قوی ہو۔ جب ایک مرتبہ اس کا رواج ہو گیا تو اس کے تعجب خیز نتائج پیدا ہوئے۔ سابق میں وزرا کی ذات سے صرف اس قدر امید کی جاتی تھی کہ ان کو بادشاہ کی وفاداری لازم ہے اور اب یہ توقع کی جاتی ہے کہ ان کو اپنے فرقہ کا ساتھ دینا چاہئے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ بظاہر تو وہ بادشاہ کے ملازم اور مشیر تھے اور ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ اس زمانہ سے بیت العوام کے فرقہ کثیر کے ملازم و مشیر ہو گئے ہیں۔

چونکہ بادشاہ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے کسی ایک فرقہ کا طرفدار نہیں ہو سکتا تھا لہذا فرقہ بندی کی حکومت اس وقت تک مکمل نہ ہوئی جب تک کہ بادشاہ امور سلطنت میں دخل دینے سے بالکل محروم نہ کر دیا گیا۔ اس حالت پر پہنچنے میں ایک اتفاقی واقعہ سے بھی مدد ملی یعنی جارج اول انگریزی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ اس واسطے

اس نے خیال کیا کہ کابینٹ کے اجلاسوں کی صدارت اُس کے لئے بیفائدہ ہے۔ انگلستان کا یہی پہلا بادشاہ ہے جو ان جلسوں سے غیر حاضر رہتا تھا۔ اس طرح یہ اُس رواج کا بانی ہو گیا جو اب بالکل مستحکم ہو گیا ہے یعنی کابینٹ بادشاہ کے بغیر خود آپس میں صلاح و مشورہ کرتی ہے۔ لیکن جب ایک بار بادشاہ نے کابینٹ میں اجلاس کرنا موقوف کر دیا تو اُس کے واسطے ضرور تھا کہ کسی دوسرے میرمجلس کا انتظام کرے۔ اس مجلس کے لئے لازم تھا کہ اس عہدہ کے لئے اُس وزیر کو منتخب کرے جو اُن سب میں زیادہ معزز ہوتا۔ اس طرح سے مقتدر فرقہ کا رہنا وزیر اعظم ہونے لگا اور عرصہ دراز تک یہ طریقہ انگلستان میں ناپسندیدہ خیال کیا گیا۔ لوگ وزیر اعظم کو بری نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ نہایت حریص آدمی ہے جب ہی تو اُس نے اپنی وفات سے بادشاہ تک رعایا کی رسائی ہونے میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ اُن وزراء نے بھی اس نام سے کراہت ظاہر کی ہے جنہوں نے حقیقت میں وزیر اعظم کی خدمت انجام دی ہے۔ سرکاری تحریرات میں بھی برلن کی کانگریس واقع ۱۸۷۸ء کے قبل اس کا استعمال نہیں ہونے پایا تھا۔

وزیر اعظم۔ انگلستان کے دستور میں فی زمانہ وزیر اعظم

سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر شخص ہوتا ہے۔ قانون نے اُس کے فرائض کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ ملکی رسم نے ان کو معین کیا ہے۔ اصل میں اس کے تین فریضے ہیں۔ تمام عاملانہ حکومت پر عام نگرانی رکھنا، بادشاہ اور کیبنٹ کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ بننا اور اسی طرح پارلیمنٹ اور کیبنٹ میں واسطہ ہونا۔

(۱) عاملانہ حکومت پر وزیر اعظم کی نگرانی۔ وزیر اعظم کے لئے کسی ایک سرکاری محکمہ کا صدر ہونا لازمی نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک وزیر اعظم تو محکمہ خارجہ کا وزیر اور دوسرا چانسلر آف دی کیمیکل (وزیر مال) رہا ہے۔ بعض ایسے وزرا نے آسان فرائض کے عہدے اپنے ہاتھوں میں رکھے ہیں مثلاً فرسٹ لارڈ آف دی ٹریژری (وزیر خزانہ) کی خدمت کو اکثر وزیر اعظم اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ ہر ایک وزیر اعظم کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جس کسی خدمت کو چاہے اپنے لئے اختیار کرے۔ لیکن ہر ایک وزیر اعظم سب محکموں پر عام نگرانی رکھتا ہے۔ اس قسم کی نگرانی کا ہر ایک محکمہ کے تفصیلی انتظام سے تعلق نہیں ہوتا ہے جس کو اُس محکمہ کا صدر خود اپنے لئے تجویز کرتا ہے لیکن جب کبھی کوئی اصولی مسئلہ پیش ہو تو ہر ایک صدر محکمہ کا فرض ہے کہ اُس کی اطلاع، وزیر اعظم کو دے اور اُس کی رائے کا منتظر رہے

خصوصاً اس حالت میں ایسا کرنا لازم ہے جب اخراجات ملک میں کسی تنفیہ کی نسبت تحریک پیش کرنی ہو کیونکہ وزیر اعظم ہی مختلف محکموں کی رہی ضرورتوں اور مدخل قومی میں توازن قائم رکھتا اور بحیثیت حکم محکمہ جات مذکورہ کے جائز و ناجائز مطالبات کا تصفیہ کرتا ہے۔ وزیر اعظم کی ذات سے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ خصوصاً امور خارجہ پر توجہ کرے۔ وزیر خارجہ کا فرض منصبی ہے کہ ہر ایک سرکاری روبکار موصول و مجاریہ کو وزیر اعظم کے ملاحظہ میں لائے۔

(۲) وزیر اعظم کا کیبنٹ اور فرمان روا کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ بننا۔ وزیر اعظم کا دوسرا فرض یہ ہے کہ فرمان روا کو کیبنٹ کی رائے اور خیال سے مطلع کرے اور کیبنٹ کو فرمان روا کی رائے اور مرضی سے آگاہ کرے۔ اس کا کوئی ساتھی اس کام میں مداخلت کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فرمان روا اکثر کسی ایک محکمہ کے صدر سے سرکاری طور پر اطلاع حاصل کرنے کی غرض سے راست معاملت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر بادشاہ کسی عام حکمت عملی کے مسئلہ کی نسبت اس طرح کسی افسر محکمہ سے راست معاملہ کرے تو اس کا فعل غیر دستوری سمجھا جائیگا اور وزیر اعظم اپنے ساتھی وزیر (محکمہ مذکور) کو استعفا پیش کرنے پر مجبور کریگا ورنہ خود

مستغنی ہو جائیگا۔
 (۳) وزیر اعظم کا کیبنٹ اور پارلیمنٹ کے درمیان رسل
 و رسائل کا ذریعہ ہونا۔ عہدہ کے لحاظ سے جو نسبت
 بادشاہ اور وزیر اعظم میں ہے وہی نسبت وزیر اعظم اور
 پارلیمنٹ میں ہے۔ کیبنٹ کی رائے اور خیالات سے پارلیمنٹ
 کو مطلع کرنا وزیر اعظم کا فرض ہے۔ اس کام کو یا تو وہ
 بذات خود انجام دیتا ہے یا اپنے علم و منظوری سے کسی
 دوسرے ذریعہ سے ادا کرتا ہے۔ کسی خاص حکمہ کا صدر صرف
 سرکاری طور پر اُس بیت پارلیمنٹ کو اطلاع دے سکتا
 ہے جس کا وہ خود رکن ہو۔ وزیر اعظم جس بیت پارلیمنٹ
 کا رکن ہوتا ہے عموماً اُسی کا رہنا بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ
 رہبری کی خدمت معزز و اہم ہے لیکن اس کی تعریف
 غلط طور پر کی گئی ہے۔ اس عہدہ کے سبب سے وزیر اعظم
 کو چند مراعات حاصل ہیں جن سے اُس بیت پارلیمنٹ
 میں بوقت ادائی جوابات و بیانات وہ خاص طور پر
 استفادہ کرتا ہے۔

وزیر اعظم کا کیبنٹ کے ہر ایک رکن کے ساتھ
 تعلق۔ وزیر اعظم اور کیبنٹ کے ہر فرد کے تعلق
 کی تعریف کرنی بہت مشکل ہے۔ بادشاہ نے وزیر اعظم
 کو اس کے شریک وزرا کے انتخاب کرنیکا حق دیا ہے۔
 وہ اپنے اختیار تمیزی سے اس فرض کو انجام دے سکتا

ہے لیکن اُس کو اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے فرقہ کے لائق ترین اور با اثر لوگوں کو منتخب کرے۔ اگرچہ اس ضرورت سے اس کا اختیار تمیزی محدود ہوتا ہے لیکن یہ مجبوری حقیقت میں نہایت خفیف ہے۔ جب ایک دفعہ وزیر اعظم اپنے شرکاء کو چن لے تو ہر ایک عام فائدہ اور ضرورت کے مسئلہ کی نسبت اس کو ان ساتھیوں سے مذاکرہ و مشاورہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی فرد کو وزیر اعظم اور باقی اراکین کیبنٹ سے کسی رائے کے متعلق اختلاف ہو تو اُس کو لازم ہے کہ مستغفی ہو جائے یا بہ مجبوری اپنے خیال کو ضبط کر کے دیانت اور وفاداری سے اُس کے اجرا و تعمیل میں دوسروں کا شریک رہے۔ اسی قاعدہ کا اطلاق اُس حالت میں بھی ہوتا ہے کہ جب چند اراکین کو وزیر اعظم اور باقی اراکین کیبنٹ سے اختلاف ہو کیونکہ دستوری عادت کی بنا پر وزیر اعظم کو حق ہے کہ جب تک بیت العوام کے اراکین کی کثرت اس کے ہم خیال رہے یہ ملک پر حکومت کر سکتا ہے۔ ایسے ساتھیوں کو جو اس کے طرز عمل کو ناپسند کرتے ہوں مستغفی ہونے کے بعد اختیار ہے کہ اس کو شکست دینے کے لئے پارلیمنٹ میں بیحد مخالفانہ کوشش کریں۔ اگر یہ لوگ با اثر ہوتے ہیں تو اُن کی ایسی کوشش بار آور ہوتی ہے اور وہ اسکو استعفا

پیش کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں لیکن دستوری عادت کا مقتضا یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ کیبنٹ میں رہیں وفاقدارانہ طور پر اس کی مدد کریں اور بادشاہ اور پارلیمنٹ کو اس کی مخالفت پر آمادہ کرنے سے باز رہیں۔

مشاورات کیبنٹ کیبنٹ کے ارکان ہمیشہ پریوی کونسل (مستشار شاہی) کے ارکان ہوتے ہیں اور اس حیثیت سے ان کو حلف اٹھانا ہوتا ہے کہ وہ امور سلطنت کے میاںوں میں سے کسی بات کا افشا نہ کریں گے۔ اجلاسی کارروائیوں کو بطور یادداشت قلمبند نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ بے تکلفانہ اور بے ضابطہ ہوتی ہیں ان میں اور پارلیمنٹ کی کارروائیوں میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ لمبی چوڑی پہلے سے سوچنی ہوئی تقریر کرنے کا بھی اس میں رواج نہیں ہے اور نہ بصورت اختلاف غلبہ آرا سے تصفیہ کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے ہر ایک رکن حاضر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسرے اراکین کے رجحان طبع کو دریافت کر کے خود کو ان کا ہم خیال بنائے۔ آخری تحریک کو ہر رکن منظور کر لیتا ہے۔ اگر وزیر اعظم مایق اور مستعد شخص ہوا تو اکثر مباحثوں میں اسی کے ہاتھ میدان رہتا ہے۔

نظام کیبنٹ کا عمل۔ اس نظام حکومت کی ایک خاص شان ہے۔ یہ کیبنٹ ہی کا کام ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

کہ وہ ایک مطلق العنان شخصی حکومت کے اوصاف یکجہتی رازداری اور مستعدی کو ایک دوسری بڑی نیابتی مجلس کی نیک گمانی کا کامل ماتحت بنا دیتی ہے اگر بیت العوام غیر متفق اور منافق منفرد شخصوں یا چھوٹی چھوٹی سازش جماعتوں پر مشتمل ہوتا تو کینٹ کے لئے اس کا ماتحت بن کر ملک پر حکومت کرنا ناممکن ہو جاتا لیکن بیت العوام کو ایسا بہت کم موقع پیش آیا ہے۔ عموماً یہ دو فرقوں میں منقسم ہوتا ہے۔ جس کے ہر فرقہ کے افراد قدیم روایات و قومی خیالات و مقاصد و خوش نظمی کی وجہ سے باہم متحد رہتے ہیں۔ ایک معمولی رکن اپنے فرقہ کو ترک نہیں کرے گا جب تک کہ وہ حد درجہ کا بدن نہ ہو جائے اور ایسا ہی کوئی فرقہ اپنے رہنا کا جس کی لیاقت تجربہ اور نیکنامی سے وہ متمتع ہوتا رہا ہو ساتھ نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اس سے کامل بدظنی پیدا نہ ہو جائے۔ انہی اسباب کی بنا پر کینٹ بیت العوام کی ماتحتی میں کام کر سکتی ہے۔ نظام کینٹ خصوصاً نظام فرقہ بندی پر مبنی ہے۔ اس لئے جب کبھی بیت العوام کا فرقہ قلیل کثرت کے سبب سے برسر حکومت ہوتا ہے اور اس کی جانب سے سابقہ طرز عمل پر تکتہ چینی کی جاتی ہے تو کینٹ کو اپنا پہلا طرز تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں فرقہ سلطنت کے اکثر نہایت ضروری اور اہلی

خیالات یا منصوبوں میں متفق نہ ہوں تو اس قسم کا اعتراض کیبنٹ کے لئے جہلک ہوگا۔ اگر یہ فرقے مثل کیتھلک اور پروٹیسٹنٹ یا قوالیر اور سرمنڈوں (رونڈ ہیڈز) کے مانند ایک دوسرے کے مخالف ہوتے تو فرقہ بندی کی حکومت کو دائمی انقلاب سے کبھی نجات نہ ملتی۔ اس لئے نظام کیبنٹ سوائے اُس ملک کے جہاں سیاسی اختلافات اور سیاسی جذبات قابو میں رکھے جاسکتے ہوں کسی دوسرے ملک میں خوبی کے ساتھ کام نہیں دے سکتا۔

نظام کیبنٹ میں وزیر کی ذمہ داری۔ نظام کیبنٹ میں وزیر کی ذمہ داری نے ایک نئی شکل اختیار کی ہے۔ جب تک کہ وزیر کا عزل و نصب بادشاہ کے ہاتھ میں تھا تو وہ صرف مواخذہ کے ذریعہ سے بیت العوام کے کسی وزیر کو اُس کے عہدہ سے علیحدہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح بیت العوام کو اگر وہ کسی وزیر کی حکمت عملی سے ناراض ہوتا تو اُس پر فوجداری الزام لگانے کی تدبیر اختیار کرنی پڑتی اور دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے اُس کو نہایت شرمناک اور خود مختارانہ طریقہ سے قانون خصوصاً قانون بناوت خلاف سرکار کی تعبیر و تاویل کرنی ہوتی تھی۔ لیکن جب سے کہ بیت العوام کے فرقہ کشیر اور کسی ایک وزیر کے مختلف الرائے ہونے کی صورت میں وزیر مذکور کے مستعفی ہونے کا طریقہ نکل آیا

ارکان عوام نے صرف انہی وزرا کے خلاف مواخذہ کیا ہے جو اصل میں قانون کے خلاف عمل کرتے تھے اور جنکو سزا دلانا مقتضائے انصاف سمجھا جاتا تھا۔ کسی معزول وزیر کو اب جان و مال کے خوف کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ نوجوان اراکین عوام نے (بطور مزاح) بادشاہی مشیروں کو تبر اور کندے (یعنی قتل) سے ڈراتا

چھوڑ دیا۔ **بالآخر نظام کابینہ کا غالب آنا۔** نظام کابینہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اپنے ہر ایک شعبہ میں انیسویں صدی کے قبل مکمل نہیں ہونے پایا جابج اول اور جابج دوم کے عہد سلطنت میں زمانہ نے اس کا سرسری نقشہ تیار کر دیا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں سر رابرٹ وال پول کو پہلا وزیر اعظم کہنا نا مناسب نہ ہوگا۔ اس عہدہ کی طویل مدت میں (۱۸۰۱ء سے ۱۸۲۸ء تک) وہ دعویٰ کرتا رہا کہ وہ پارلیمنٹ اور شاہی خلوت میں وزرا کی جانب سے گفتگو کرتا ہے یعنی ان کا وکیل ہے اور وہ اس بات پر بہت زور دیا کرتا تھا کہ اُس کا ہر ایک شریک (وزیر) اُس کی ماتحتی کو مانے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص اس طریقہ کے خلاف آزاد ہونا چاہتا جیسا کہ وزرا اور مستشار شاہی کو اس کے قبل کامل آزادی حاصل تھی تو اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا جاتا تھا۔

نظام کیبنٹ کے خلاف لوگوں کا اجماع۔ اگرچہ وال پول اس خیال سے کہ انگریزوں کو وزیر اعظم کے نام تک سے بچد نفرت تھی اس کے استعمال سے سخت انکار کرتا رہا تاہم اُس کی مسئلہ صدارت نے لوگوں کو اس کے خلاف مشتعل کر دیا۔ دونوں فرقے وگ اور ٹوری بلا وجہ نظام کیبنٹ کو ناپسند نہیں کرتے تھے۔ حب و نسب ثروت اور سلطنت میں موروثی اثر رکھنے کے غرہ و نخوت کے سبب سے وگ فرقہ کے سرداروں کے لئے لازمی تھا کہ ایسی طرز حکومت کی مخالفت پر دل سے آمادہ ہو جائیں کہ جس میں صرف ایک حریص رکن بیت العلوم کی خواہش ان سب کی خواہشوں پر غالب آ جائے۔ قدیم روایات سے متاثر ہو کر کہ بادشاہ مملکت کا حقیقی نہ کہ برائے نام صدر ہے ٹوری فرقہ تو ایسے نظام حکومت کا بالطبع دشمن بن گیا تھا کہ جس میں شاہی اختیار محض برائے نام تھا۔ بریں ہم یہ فرقہ ہانور خاندان کے سلاطین کی قوت گھٹانے پر راضی ہو جاتا اگر اس تدبیر کے ساتھ ان لوگوں کو سرکاری عہدوں سے یک لخت اور ہمیشہ کے لئے خارج نہ کر دیا جاتا۔ اسی وجہ سے ٹوری فرقہ جو خود وزارت کا خواہشمند تھا وگ فرقہ سے مل گیا جس کو وزارت سے نکال دیا گیا تھا۔ لارڈ بانٹک بروک نے فریق مخالف کے دستوری قیاس کو

اپنی مشہور کتاب ”محب وطن بادشاہ“ میں نہایت موثر پیرایہ میں دکھایا ہے۔ جس کی یہ غرض تھی کہ بادشاہ انگریزی شخصی حکومت کے روایات کو پھر قائم کرے، فرقہ مقدر کا کوئی لحاظ نہ ہو اور ایسے اشخاص کو وزیر بنائے جو اُس کی ماتحتی میں رفاہ عام کا کام کرنے کے لئے رضامند ہوں۔

آخر کار فریق مقابل وال پول کو خدمت سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا لیکن اُس نے بالنگ بروک کے اصولی مسائل کو موثر بنانے میں جیسی چاہئے ویسی کوشش نہیں کی۔ متضاد طبع حریص آدمیوں کے مل جانے سے چند سال تک حکومت میں کمال ضعف اور بد نظمی رہی اور بالآخر ضرورتوں اور واقعات نے اپنا فطرتی راستہ اختیار کر لیا اور نظام کابینٹ مستحکم ہو گیا۔

سلطنت کے جلیل القدر عہدوں میں تغیر و تبدل۔
مستشار شاہی کے اختیارات کے زوال سے عہدہ لارڈ پریزیڈنٹ (میر مستشار) کی قدر جاتی رہی۔ اب یہ عہدہ براٹے نام ہے اس کے سپرد کوئی خدمت نہیں اور ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جس کا عوام پر اثر ہوتا ہے اور کابینٹ اُس کی رکنیت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے اگر وہ وزارت کے نازک فرائض قبول کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

اسی دور میں لارڈ ٹریلر (خازن) کا عہدہ بھی منسوخ ہو گیا

ڈیوک آف شروسبری آخری خازن تھا جس کا تقرر ملکہ این نے اپنے بستر مرگ پر کیا تھا۔ اسی سال اکتوبر میں جب اس نے استعفا پیش کیا تو خزانہ دار کی خدمت پر کمشنروں کا تقرر کیا گیا۔ اس وقت سے یہ عہدہ اسی طرح چلا آ رہا ہے اور کمشنروں کے ذمہ کسی قسم کا مالی انتظام نہیں ہے۔ عموماً وزیر اعظم فرسٹ لارڈ آف دی ٹریزری (وزیر خزانہ) کی خدمت اپنے لئے اختیار کرتا ہے اس واسطے کہ یہ معزز اور اعلیٰ عہدہ ہے اور پھر محنت و مشقت بھی نہیں۔ کم درجہ کے (جونیر) امرا خازنین کے ذمہ دوسرے فرائض ہیں مگر یہ لوگ بھی مالیات کا کچھ کام نہیں کرتے۔ محفل (ملکی)، کا اہل مرکز چانسلر آف دی کسپیچیکر ہے۔ یعنی وزیر مال ہے جس کا عہدہ ہنری سوم کے عہد سلطنت میں قائم ہوا لیکن اس وزیر کی اہمیت جارج اول کے عہد سے محسوس ہونے لگی۔ وزیر مال ہمیشہ امرا سے نہیں بلکہ عوام سے مقرر کیا جاتا ہے مگر جب سے کہ خزانہ کا کام کمشنروں کے حوالہ کیا گیا ہے وزیر مال بیت العوام کا رکن ہوتا ہے۔

باب ۱۷

جارج سوم ۱۷۶۰-۱۸۲۰ء

تمہید - جارج سوم کے عہد سلطنت سے وہ وقفہ پورا ہو جاتا ہے جو دو گے فرقہ کی قوت اور اُس تغیر حالات کے درمیان گزرا ہے۔ جس کے بعد برطانیہ میں جمہوری خیالات کا آغاز ہوا۔ اس عہد کی دستوری حکومت میں دو باتیں خاص دلچسپی کی ہیں۔ سلطنت کے پہلے حصہ میں تو بادشاہ کوشش کرتا رہا کہ حکومت پارلیمنٹ کی ترقی کو روکے نئے نظام کیبنٹ میں دست اندازی کرے اور شاہی اقتدار کو دوبارہ حقیقی طور سے قائم کرے۔ سلطنت کا دوسرا حصہ دستوری تاریخ کے لحاظ سے کسی ضروری اور یادگار واقعہ سے خالی ہے بجز اس کے کہ اس عرصہ میں آئر لینڈ کے ساتھ اتحاد ہو گیا۔ تاہم یہ مدت مہتمم بالشان دستوری تغیرات کی تیاری کی تھی۔ امریکہ کی جمہوریت کی بنیاد فرانسیسی انقلاب

کا آغاز فرانس کے ساتھ عظیم معرکہ آرائی میں مصائب کی برسات اور سب سے بڑھ کر انگریزی تجارت اور صنعت کی حیرت انگیز وسعت نے جس کا باعث کلوں کے اختراعات کا عجیب سلسلہ تھا انگریزی قوم اور انگریزی سیاسی حالت میں فرق عظیم پیدا کر دیا۔ اگرچہ انقلابی جوش کو سردست دبا دیا گیا تھا لیکن ہل میں جنگ فرانس کے خاتمہ اور جارج سوم کی وفات تک وہ اندر ہی اندر بڑھتا رہا اور اس کے بعد بڑے زور شور سے اس کا اظہار ہوا۔

جارج سوم کا جلوس اور وگ فرقہ کا زوال — اس نوجوان بادشاہ میں غیر معمولی قابلیت نہیں تھی لیکن یہ بات ضرور تھی کہ وہ بالطبع محنتی، ارادہ کا پکا اور مطلق العنان تھا۔ اس کا باپ فریڈرک زمانہ ولیعہدی ہی میں انتقال کر گیا تھا اس کی ماں ولیعہد بیگم شاہی حقوق کی عظمت کی نسبت اس کے کان بھرتی رہتی اور یوں کہا کرتی تھی کہ ”جارج بادشاہ بن کر دکھائے اس لئے جارج پہلے ہی سے آمادہ ہو گیا تھا کہ اپنے خاندان کے پہلے دو بادشاہوں کی نسبت وہ اپنے کو زیادہ مقتدر بن کر دکھائے۔ وہ ہرگز اس تقسیم قوت پر قانع نہیں تھا جس کے سبب سے حقیقی حکومت تو وگ امرا کے ہاتھ میں چلی گئی تھی اور مجازی بادشاہ کے حصے میں آئی تھی اور نہ مثل جارج اول اور جارج دوم کے وہ وگ فرقہ کا ماتحت تھا۔ جارج سوم پیدا بھی انگلستان

میں ہوا اور یہیں پرورش بھی پائی۔ ایک نئی پارلیمنٹ کے جلسہ افتتاحیہ میں اس نے اپنی پہلی تقریر میں نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ برطانیہ کا نام اسکے لئے بلیہ فخر ہے۔ وہ اپنی رعایا خصوصاً ٹورٹی فرقہ میں ہر دلعزیز تھا۔ اس فرقہ کے اکثر لوگ جیمس دوم کے پُر جوش اور سچے طرفدار نہیں تھے۔ ۱۶۸۵ء کی بغاوت کی ناکامی کے بعد سے حقیقت میں طرفداران جیمس دوم منفق ہو گئے تھے اسلئے ٹورٹی لوگ اپنے حسب و نحوہ اقتدار شاہی کو بڑھانے اٹھ کھڑے ہوئے اور نوجوان بادشاہ کے زیر حکم متفق ہو گئے۔ لوگ کثرت ثروت کی خرابیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ چونکہ جارج اول اور جارج دوم کے عہد میں انکو اپنے اقتدار اور اثر کی جانب سے پورا اطمینان حاصل تھا۔ انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا تھا۔ اسلئے ان میں متعدد چھوٹی چھوٹی جماعتیں بن گئیں اور ہر ایک جماعت بجائے اسکے کہ کسی بڑے مسئلہ سیاسی کی وکالت کرتی کسی ایک بڑے قدیم خاندان کی قائم مقام بن گئی۔ بڑے پٹ نے بیشک انگریزی سیاسی وقار کو بڑھایا تھا اور انگریزی قوم نے اسکی اس درخواست کو قبول بھی کیا۔ یہ اسوقت ایک محکمہ کا وزیر اور حقیقی وزیر اعظم بھی تھا۔ اسنے انگلستان کو اس بلندی تک پہنچایا جس بلندی پر کسار لبرونے اسکو پہنچایا تھا

۱۔ دستور برطانیہ کی رو سے پانچ وزرا کی خاص شان ہے۔ وزیر داخلہ وزیر خارجہ وزیر جنگ وزیر نوآبادیات اور وزیر ہند۔ سکرٹری آف اسٹیٹ یا پرنسپل سکرٹری سے انہیں کبھی ایک سے مراد ہوتی ہے ۱۶۹۵ء کے پہلے اس طرح کے صرف دو وزیر ہوتے تھے لیکن اُس سال اور ۱۷۰۲ء کے درمیان اس قسم کی مزید تین وزارتوں کا تقرر ہو کر اب سے آخر میں وزیر ہند کا عہدہ قائم ہوا لہذا دی سکرٹری آف اسٹیٹ کا ترجمہ وزیر محکمہ اور کہیں وزیر سلطنت ترجمہ کیا گیا ہے ۱۲

لیکن جارج سوم کو صاحبانِ فراست سے بالطبع نفرت تھی اور اُس نے ٹھان لیا تھا کہ ملک میں کسی آزاد رائے والے (آزادمنش) کو برسرِ حکومت نہیں رہنے دیگا۔ اُس نے سب سے پہلے اسی طرح پٹ پر ہاتھ صاف کیا کہ پارلیمنٹ کے جملہ اقتحاجیہ کی تقریر کو اُس نے اس وزیرِ محکمہ کے مشورہ کے بغیر تیار کیا یہ ایک خلاف دستور بات تھی۔ اور اس کے بعد اس نے دوسرے وزراء کے مدد سے فائدہ اٹھایا جن کے دلوں میں پٹ کی طرف سے بغض و کینہ پیدا ہو گیا تھا۔ پٹ نے ہسپانیہ سے برسرِ پیکار ہونے کی تحریک اس وجہ سے کی کہ وہ فرانس کے ساتھ اتحاد اور انگلستان سے جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ پٹ کے شرکا نے اس دلیرانہ تدبیر کے اختیار کرنے میں پس و پیش کیا، بادشاہ نے ان کی مدد کی اور پٹ کو بمجبوری مستعفی ہونا پڑا۔ بادشاہ نے پٹ کے لئے ولیفہ مقرر کیا اور اُس کی زوجہ کو بیرنس (Baroness) کا مرتبہ بخشا۔ لیکن اس ظاہری عنایت سے لوگوں کی نظروں میں پٹ اور بھی سبک ہو گیا۔ تب لارڈ ہیوٹ وزیرِ محکمہ اور اصلی وزیرِ اعظم بنایا گیا۔ بادشاہ کی تائید کی وجہ سے اُس نے اپنے مقدور بھر اپنے شرکا کو تنگ کیا جو اپنی بے بسی کو محسوس کرتے مگر اس کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ڈیوک آف نیو کاسل جو وزیرِ خزانہ اور مشہور انقلاب انگیز خاندانوں کی

یادگار تھا پٹ کے وظیفہ پاتے ہی استعفا دینے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد لارڈ بیوٹ وزیر اعظم ہوا اور ساتھ ہی اُس نے صلح کے متعلق فرانس سے گفتگو شروع کر دی۔ جس کسی نے صلح کو نا منظور کرتے کی جسارت کی اس کو شاہی نامہ کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ اس جرم کی پاداش میں نہ صرف مستشار شاہی اور آئیرلینڈ وغیرہ کے لارڈ لفٹیننٹ (نواب) علحدہ کئے گئے بلکہ ادنیٰ درجہ کے سرکاری ملازم بھی برطرف ہوئے۔

شاہی رفقا۔ بادشاہ کی غیر دستوری حکمت عملی چلانے کی لیاقت اور ضروری استقلال لارڈ بیوٹ میں نہ تھا اس لئے اس کو بہت جلد خدمت سے علحدہ کر دیا گیا لیکن بادشاہ کی اب بھی نیت تھی کہ خود مالک و مختار بنا رہے۔ جب اس کا فشا ایک سے پورا نہیں ہوتا تو وہ دوسرے مدیر سے رجوع ہوتا اور مدد لیتا تھا مگر اُس کے ماتحتین اس درجہ مطیع نہیں تھے جس قدر کہ اس کو ضرورت تھی۔ جب کبھی اس کے وزرا اپنی رائے سے کوئی کام کرنا چاہتے تو بادشاہ کی سازشوں سے ان کے معاملات میں الجھن پڑ جاتی اور بالآخر ناکام ہوتے تھے۔ جس درجہ وہ ان وزرا کو بے اعتماد سمجھتا اسی قدر ایسے دوسرے مدیرین بھروسہ کرتا جو پارلیمنٹ میں کسی طرح ذمہ دار نہ ہوتے تھے ظاہر ہے کہ ایسے لوگ پارلیمنٹ میں وزارت کی مجوزہ حکمت عملی

کی تائید میں نہیں بلکہ بادشاہ کی پسندیدہ حکمت عملی کے واسطے رائے دیا کرتے تھے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ یہ لوگ پارلیمنٹ کے دوسرے اراکین کو بھی پہلے سے آگاہ کر دیتے کہ وزارت سے پیش ہونے والی تدبیروں کو بادشاہ پسند نہیں کرتا ہے۔ وزرا کے خلاف اظہار رائے کے لئے پہلے سے دوسرے اراکین کو ابھارا جاتا اور وعدہ وعید سے اراکین مقابلہ کو تقویت دیتی تھی۔ یہ لوگ ”شاہی رفقا“ کے لقب سے مشہور تھے۔

نظام کینٹ پر حملہ۔ اُس زمانہ میں بادشاہ کی غرض وزرا کی حکومت پر اُس موثر اختیار کو دوبارہ حاصل کرنی تھی جو انقلاب کے پہلے کے سلاطین کو میسر تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وزرا کو خود انتخاب کرے اور طرز عمل کی نسبت اُن کو خود ہی ہدایت کرے اور جب وہ اُسکی خواہشوں کی تکمیل کرنی موقوف کریں تو خدمت سے ان کو برطرف کر دیا کرے۔ اس طرح سے بادشاہ اور نئے نظام کینٹ میں جسکا بیان پہلے باب میں ہوا ہے لڑائی شروع ہو گئی۔ اس طرز حکومت میں بیت العوام کا فرقہ کثیر حقیقت میں ان وزرا کو منتخب کرتا ہے اور اس فرقہ کی کثرت نہیں رہتی تو یہ لوگ اپنے عہدوں سے ہٹا دئے جاتے ہیں۔ یہ نیا طریقہ انگلستان کی سیاسی حالت کے کچھ ایسا موافق آیا تھا کہ چند ہی روز میں (حکومت میں)

اس کی جڑیں مضبوط ہو گئیں۔ جارج سوم اس کو منسوخ ہکر اس اور نہ اس کی ترقی اُس سے رک سکی۔ البتہ اس نے اس کی سیدھی سادی اور اصلی طرز عمل میں ریشہ دوانیوں اور اکثر ناجائز ذریعوں سے روڑے اٹکائے۔ اور یہ دشواریاں بھی بیت العوام پر اثر ڈالکر پیدا کی جاتی تھیں۔ بذات خود تو بادشاہ سلامت اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ کی طرز حکومت پر حملہ کر نیکی لے بھی بادشاہ کو پارلیمنٹ کی طرز کے اسلحہ استعمال کرنے پڑتے۔

بیت العوام اور شاہی اثر۔ چونکہ نظام کینٹ بیت العوام کی صدارت پر مبنی ہے بادشاہ کا یہ توقع کرنا کہ اول الذکر مجلس کے بچاؤ کے لئے اراکین عوام متفق ہو جائیں گے بیجا نہ تھا اس لئے اُس نے بجائے متفقہ مخالفت مول لینے کے بیت العوام میں اپنی تائید پر اراکین کی کثرت کو مہیا کر لیا۔ اس کے تین وجوہ تھے۔

(۱) نظام کینٹ کا جدید ہونا۔ ابھی تک لوگ کینٹ کے نظام سے مانوس نہیں ہوئے تھے اور نہ اُس کی ضرورت کو کسی نے تسلیم کیا تھا۔ ملک کی عدالتیں، روایات اور جذبات کینٹ کی طرف بے توجہی کرتے اور بادشاہ کو عاملانہ حکومت کا صدر ٹھہراتے تھے ڈپٹیوں نے بالنگ بروک کے اہولی مسئلہ کو جو کتاب ”عرب وطن بادشاہ“ میں مرقوم ہے قبول کر لیا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ بادشاہ لائق اشخاص کو

بلا لحاظ فرقہ بندی ملازم کرے۔ وگ لوگوں کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے کس حد تک تغیر کو موثر بنا دیا ہے۔

(۲) عامہ خلافت کی بے التفاتی۔ بجز لندن اور دوسرے چند بڑے شہروں کے تمام اہل ملک کو بادشاہ اور وگ لوگوں کے اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگرچہ وگ فرقہ کے جمہوری خیالات تھے لیکن وہ برسر حکومت امرا کی جماعت تھی اس واسطے ادنیٰ درجہ کے طبقات رعایا پر ان کو اختیار نہ تھا۔ پٹ نے بھی اپنے ناز میں جمہور پر حکومت کی ہے لیکن پٹ کسی طرح وگ فرقہ کا رہنا نہیں تھا۔

(۳) پارلیمنٹ کی رشوت ستانی۔ چونکہ شاہ جارج کے منصوبوں سے بظاہر کسی طبقہ ملک کی جانب سے مخالفت نہ ہوئی لہذا وہ اراکین عوام کو ترغیب و تحریص اور تخویف دے کر ان سے اپنے اکثر کام نکالا کرتا تھا۔ رشوت کی تدبیر کوئی نئی بات نہ تھی۔ سلاطین اور وزرا برابر ”عود شاہی“ کے بعد سے اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔ اُس صدی میں جو جارج سوم کی تخت نشینی کے قبل گزری ہے بیت العوام نے قوم کا جوابدہ ہونے کے بغیر معاملات سلطنت پر اختیار حاصل کر لیا تھا۔ اُس کے مباحث اور اختلاف آرا مخفی رکھے جاتے تھے۔ اس کے

اکثر اراکین ایسے شہروں کی جانب سے نیابت کرتے جن کو برائے نام حق انتخاب حاصل ہوتا۔ چونکہ بیت مذکور پر رائے عامہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اس لئے اس کو رشوت کے ذریعہ سے (اپنے) قابو میں رکھا جاتا تھا۔ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد سے اس خیال کو کہ بیت العوام کو رشوت کے ذریعہ سے مطیع کرنا چاہئے اور بھی تقویت ہوئی۔ اس بات میں وائل پول بلاوجہ بدنام ہوا کہ اُس نے رشوت ستانی کو تکمیل کو پہنچایا۔ جارج سوم کچھ دال پول سے کم نہ تھا۔ اُس نے رشوت دینے میں اس قدر روپیہ صرف کیا کہ باوجود اس کی سخت کفایت شعاری اور پارلیمنٹ کے رقوم کثیرہ منظور کرنے کے جو عہدہ دارن حکومت کی ماہواروں پر صرف ہوتی تھیں اُس کو بہت قرض لینا پڑتا تھا۔ وہ دونوں تدبیروں یعنی تحویف اور رشوت سے کام لیتا تھا۔ ہر ایک ضروری اختلاف رائے کو وہ اپنا ذاتی معاملہ سمجھتا اور اراکین کو اپنی خواہشوں سے واقف کرا دیتا تھا۔ اس کے بعد بھی اگر اس کی خواہشوں سے اختلاف کیا جاتا تو رائے دیتے وقت اختلاف کرنیوالوں کی فہرستوں کی جانچ پڑتال کی جاتی اور اپنے موافقین پر نزول عنایات اور مخالفین کو سزائیں دی جاتی تھیں۔ ۱۸۶۵ء میں جنرل کان دے (General Conway) اور دوسرے عہدہ داران فوجی بادشاہ کے خلاف مرضی بعض امور پر رائے

دینے کی وجہ سے اپنی خدمتوں سے برطرف کئے گئے۔
 (۴) پارلیمنٹ کی نیابت کی حالت - نیابت پارلیمنٹ بھی
 اپنی اسباب و وجوہ کی بنا پر جن کا اس کے قبل ذکر اکثر
 ہو چکا ہے نہایت خراب حالت میں تھی - اضلاع اور
 شہروں کے نائبین کی تعداد میں ابتدا سے غیر مناسبت
 چلی آ رہی تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ سلاطین ٹیوڈر اور اسٹوٹ
 نے اپنے زیر اثر لانے کے لئے کثرت سے ایسے شہروں کو حق
 نیابت عطا کیا جن کو بسبب قلت آبادی و عدم اہمیت
 حق مذکور نہیں دیا جاسکتا تھا اس لئے ان کا نام شہر ہائے
 غیر آباد پڑ گیا اور بہت سے قدیم شہروں کے ویران ہو جانے
 سے جہاں سے نمائندے پہلے آیا کرتے تھے بادشاہ کے
 اختیار میں کثرت سے پارلیمنٹ کے اراکین کی خالی جگہیں
 آگئیں اور اس سے زیادہ جگہیں حقیقت میں غیر سرکاری
 لوگوں کی خانگی ملک بن گئیں - بعض مقتدر خاندان تو چھ
 اور آٹھ بلکہ دس تک نائب بھیجا کرتے تھے - اس طرح
 سے بیت العوام کے ایک ثلث ارکان کو مخصوص لوگ
 یا بادشاہ مقرر کرتا تھا - از بسکہ بیت العوام ملک میں سب
 سے زیادہ مقتدر و معزز تھا اس لئے اُس کی رکینت
 کے لئے لوگ جان دیتے تھے اور اسی سبب سے اہل
 دولت کی کوشش ہوتی کہ ان کو ساکنان شہر اپنی نیابت

کے لئے انتخاب کریں۔ اس لئے دولت مند لوگوں سے شہریوں کو بہت روپیہ ملتا تھا۔ اول الذکر اشخاص کو سیاسیات سے کچھ مطلب نہ تھا اُن کی نظر صرف معاوضہ پر رہتی تھی۔ جب یہ لوگ بطور نائبین شہر بیت العوام میں آتے تو درباری گروہ کے ساتھ رائے دیتے تھے۔ اس لئے کہ درباری گروہ وضع دار اور ذی وجاہت خیال کیا جاتا تھا۔ ایسے چند شہروں کے نائبین کے سواے جن کی بلدیات کا بھی تقرر بادشاہ کی جانب سے ہوتا تھا۔ کثیر تعداد ایسے شہروں کی بھی تھی جو ابھی تک آزاد تھے لیکن ان میں انتخاب کرنے والے تعداد میں کم اور راشی تھے۔ یہ لوگ اپنی رایوں کو معمولی طور پر بیچا کرتے تھے۔ اگر رشوت پہونچانے کی سبیل ہو جاتی تو سرکاری امیدواروں کی کامیابی میں شک نہ ہوتا۔ ان حالات کے سبب سے بیت العوام میں حکومت اپنا انتظام کرنے میں کامیاب ہوتی تھی۔ جان وکس کی طویل اذیتوں کی وجہ سے جو اس کو پہونچائی گئیں ظاہر ہوتا ہے کہ بیت العوام بادشاہ کی ہر ایک قسم کی مدد کرنے کو تیار رہتا تھا۔

جان وکس کا مقدمہ۔ جان وکس ہوشیار مستقل مزاج اور انتہا پسند وگ تھا۔ وہ آئی بسری (نام مقام) کا نائب اور ایک اخبار رسمی نار تھ برٹن کا مالک تھا جس میں وہ لارڈ پیٹ

۱۰ (Nomination borough) کی نسبت برٹن کی نوٹ مندرجہ ضمیمہ میں

تصریح کردی گئی ہے "

پر لعن و طعن کیا کرتا تھا اس اخبار کی اشاعت نشان ۴۵ میں لارڈ بیوٹ کے مستعفی ہونے کے بعد بادشاہ کی تقریر پر جس میں کہ بادشاہ نے فرائض کے ساتھ صلح ہو جانے پر پندیدگی ظاہر کی تھی حملہ کیا گیا تھا۔ وہ توہین آمیز تحریر کے الزام میں موقوف کر لیا گیا مگر یہ ناجائز تھا اس لئے کہ کن پارلیمنٹ کو بغاوت خلاف سرکار یا کسی سنگین جرم یا نقص امن کے الزام کے سوائے کسی دوسرے الزام میں نہیں گرفتار کیا جاسکتا تھا۔ علاوہ بریں اس کی گرفتاری عام حکمنامہ گرفتاری کی بنا پر عمل میں آئی تھی یعنی ایسا حکمنامہ جس میں کسی خاص شخص کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا لیکن اخبار مذکور کے لکھنے والوں، طبع کرنے والوں اور اشاعت دینے والوں کو گرفتار کرنے کا حکم تھا۔ اس قسم کے حکمنامہ کے ذریعہ سے اکثر ناکردہ گناہ بھی گرفتار ہو سکتے تھے۔ ۱۷۶۵ء میں کنگس بیچ کی عدالت نے اس قسم کے حکمناموں کو ناجائز ٹھہرایا۔ ۱۷۶۶ء میں اس کے ججوں کے خلاف بیت العوام نے اظہار نفرت کی تحریک کو دگ فرقہ کی وزارت کے زیر اثر جو اس وقت اس پر مامور ہو گیا تھا منظور کیا۔

۱۷۶۳ء میں بیت العوام نے فیصلہ عدالتی تک کا انتظام نہ کیا بلکہ اس نے اشاعت نشان ۴۵ اخبار نارٹھ برٹن کی نسبت باغیانہ توہین تحریری کی رائے دی اور اخبار مذکور کو جلاد کے ہاتھوں جلوا دینے کا حکم دے دیا۔ اور

ولکس کو بیت العوام سے خارج کر دیا۔ لیکن جب اہل لندن کو یہ معلوم ہوا کہ ولکس کے ساتھ بہت سختی ہو رہی ہے تو وہ اس کے طرفدار بن گئے تاہم ولکس کو حکومت اور بیت العوام کے غیظ و غضب کے مقابل میں اس قدر جرات نہ ہو سکی کہ عدالتی تحقیقات کے نتیجہ کا انتظار کرتا وہ انگلستان سے بھاگ گیا اور توہین تحریری کے الزام کی تحقیقات نہ کرانیکے جرم میں اس کے لئے اخراج کی سزا تجویز ہوئی۔ چند سال کے بعد وہ انگلستان واپس ہوا اور ٹل سیکس کی جانب سے پارلیمنٹ میں بطور نائب روانہ کیا گیا۔ اس دفعہ بھی لارڈ وی متھ وزیر سلطنت کے خلاف توہین تحریری کی اشاعت کی پاداش میں بیت العوام سے اس کو خارج کر دیا گیا۔ جب ضلع ٹل سیکس نے اس کو دوبارہ انتخاب کیا تو اراکین عوام نے اس کو رکنیت کے لئے نا اہل قرار دیکر اس کے حریف کرنل لٹیل کو منتخب کر لیا۔ یہ اُن کا فعل غیر دستوری تھا اس لئے کہ کسی بیت پارلیمنٹ کو اپنا رکن آپ انتخاب کرنیکا حق حاصل نہیں ہے۔

پارلیمنٹ کے مباحث کی اشاعت - باوجود خود مختارانہ طبیعت کے بیت العوام کو ایک جدید تغیر ماننا پڑا جس سے پارلیمنٹ کے اعمال پر رائے عامہ کا زیادہ اثر ہونے لگا۔ یہ تغیر مباحثوں کی اشاعت سے عمل پذیر ہوا۔ اس کے قبل بیت العوام کے مباحث حتی المقدور مخفی رکھے جاتے تھے اور اس کا

ایسا کرنا حق بجانب تھا۔ کوئی رکن اپنی ذات کو اپنے دلی خیالات کے اخفا کے بغیر محفوظ و مصئون نہیں خیال کر سکتا تھا۔ بہت احتیاط سے اخفاے راز کرنے کے بعد بھی خوشامدی اور غلامی پسند اراکین اُن لوگوں پر جو زیادہ آزادی سے بحث کیا کرتے تھے مخبری کر کے شاہی عتاب نازل کراتے تھے۔ اس واسطے اراکین عوام کی بادشاہ سے مستقل درخواست تھی کہ اگر پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی خبریں اراکین کی تصدیق و منظوری کے بغیر بادشاہ تک پہنچیں تو وہ اُن پر توجہ نہ کیا کرے۔ اگر کوئی شخص اس قاعدہ کے خلاف پارلیمنٹ کی خبریں پہنچاتا تو اُس کو اراکین عوام کے خاص اختیار کی خلاف ورزی کا مجرم تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن مطابح کی ایجاد کے بعد سے نیز اُن تغیرات کی وجہ سے جن سے بیت العوام کی قوت میں اور بھی ترقی ہوئی بادشاہ اور اس کے وزراء سے زیادہ دوسروں کو پارلیمنٹ کے مباحث کا علم حاصل کرنے کا اشتیاق ہوا۔ لانگ پارلیمنٹ کے رہنماؤں نے اس اشتیاق سے فائدہ اٹھا چاہا۔ ۱۶۴۱ء میں پارلیمنٹ نے اپنی کارروائیوں کی اشاعت کی اجازت تو دے دی مگر یہ شرط لگائی کہ اشاعت بلا اجازت خلاف ورزی قانون تصور ہوگی۔ اس طرح سے انقلاب کے بعد سے پارلیمنٹ کی اور عوام کی خواہشوں میں مسلسل اختلاف ہوتا رہا۔ اگرچہ اخبارات میں مباحثوں

کی خبریں پہنچتی تھیں لیکن (رپورٹر) کیفیت نويس کو نقصان و ضرر برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اور اُن کو ایسی دشواریاں پیش آتی تھیں جن سے وہ مباحثہ کے وقت خبروں کو مکمل و مفصل طور پر نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ مختصر نویسوں کو مباحثوں میں شریک ہونے کی اجازت نہ تھی پھر کیونکر ممکن تھا کہ تقریروں کو بے کم و کاست ٹھیک طور پر قلم بند کیا جاتا۔ خبر نویس جن باتوں کو پارلیمنٹ کی تقریروں میں سنتے اُن کو اپنے حافظ کی مدد سے اور اپنے فرقے کے خیالات سے رنگ کر پارلیمنٹ کی خبروں کے نام سے اخبارات کو دیدیا کرتے تھے اس لئے ایسی خبریں اکثر غیر صحیح اور غیر مکمل ہوا کرتی تھیں۔ ان خرابیوں کی وجہ سے ارکان پارلیمنٹ کو خبروں کی طبع کے خلاف اصرار تھا۔

لیکن ائمہ میں وکس نے بعض اخبارات کو اکسایا اور ترغیب دی کہ بیت العوام کی تقریروں کو اسماء مقررین کے ساتھ شایع کیا کریں جس پر بیت مذکورہ نے اُن اہل مطایع کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ مطیع والوں نے اس حکم کی توہین کی اور اپنے آپ کو حوالہ نہیں کیا بنا براں بیت مذکورہ نے بادشاہ سے درخواست کر کے ان کی گرفتاری کا فرمان جاری کرایا۔ مگر جب پٹر اور وہیبل شخص مندرجہ فرمان گرفتار ہوئے تو وکس لندن کے شریک میرلڈ (ایلڈر میں آن وی سٹی) کی حیثیت سے اور خود میرلڈ (لارڈ میئر)

فران مذکور کو جس میں کسی جرم قانونی کی تخصیص نہیں تھی جائز تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا اور ان دونوں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ مگر یہ دونوں بیت العوام کے ارکان تھے اس لئے بیت العوام نے ان کو اپنے نشستوں پر بذات خود حاضر ہونیکا حکم دیا۔ جب یہ لوگ پارلیمنٹ میں پہنچے تو اُن کو اسی مقام پر گرفتار کر کے ٹاور (محبس) میں بھیج دیا۔ مگر ان کی تائید میں اراکین مقابل اور شہر لندن نے اس قدر جوش و خروش ظاہر کیا کہ بیت العوام نے اس معاملہ کو اسی حد تک پہنچا کر چھوڑ دینا مناسب سمجھا۔ صحیح تقریروں کے چھاپنے کی نسبت اس زمانہ سے پھر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا گیا لیکن خبر نویوں کو اجنبی لوگوں کے طور پر مباحثوں میں مداخلت کرنے کی اجازت تو تھی مگر کوئی رکن تحریک کرتا تو وہ جلسہ سے اٹھا دیے جاتے تھے۔ اس بیت پارلیمنٹ میں تقریر کو بطور یادداشت لکھنا ممنوع تھا اس واسطے اس کی خبریں یقیناً غیر مکمل ہوتی تھیں۔

جب تک کہ ۱۸۳۲ء میں پارلیمنٹ کی قدیم عمارت نہ جلی ایک علیحدہ گیلری (برآمدہ نما طویل کمرہ) خبر نویوں کے لئے نہیں بنے پایا۔ اگرچہ اہل مطابح کے جھگڑے سے صرف بیت العوام کو تعلق تھا لیکن بیت الامرا کی نسبت بھی اطلاع وہی کی آزادی اسی وقت قائم ہو گئی لیکن بیت العوام میں تحریک سے اختلاف کرنے والوں کے ناموں کی

فہرستیں ۱۸۳۶ء کے قبل اور بیت الاما میں اسی قسم کی فہرستیں ۱۸۵۷ء کے قبل باقاعدہ شائع ہونے کا انتظام نہیں تھا۔ اگر دستوری ترقی اور اہمیت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پارلیمنٹ کے مباحثوں کی خبر رسانی کی آزادی کم قابل قدر نہیں ہے البتہ حق نیابت کی اصلاح کو اس پر ترجیح ہے۔ پارلیمنٹ کے مباحثوں کی اشاعت اور تحریکات سے اختلاف کرنے والوں کے ناموں کے چھپ جانے سے اخبارخوانوں کو سیاسی مباحثوں میں شرکت کا موقع ملتا ہے اس کے پہلے سیاسیات کی نسبت لوگوں کے معلومات اس قدر وسیع نہ تھے اور نہ متقدمین کو ان سے اس قدر دلچسپی تھی۔ اُس وقت سے گویا بیت العوام کی قوت کا زوال اور مطابع کی قوت کا عروج شروع ہو گیا۔ جب پارلیمنٹ کے مفصل حالات چھپنے لگے تو لوگوں میں اخبار بینی کا بچہ شوق پیدا ہو گیا۔ اور جب اخبارات کو نکتہ چینی کے لئے زیادہ مواد ملنے لگا تو ان کو تنقید کا بھی زیادہ موقع ملنے لگا۔

فاس کا قانون توہین تحریری بابت ۱۸۹۲ء۔

پارلیمنٹ کی خبروں کی آزادی اشاعت مروج ہونے کے کئی سال بعد پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کیا جس سے اخباروں میں سیاسی امور پر بحث کرنے کی آزادی اور قوت میں مزید ترقی ہو گئی۔ احتساب مطابع کی سرگرمی کم ہونے کے بعد سے نامہ نگاروں کے لئے کوئی امر مانع آزادی

نہ تھا۔ بجز اس کے کہ وہ قانون توہین تحریری کی پابندی کریں۔ لیکن توہین تحریری میں بہت کچھ گنجائش تھی۔ جس بات کو بیت الوام کے ارکان مقابل واجبی اعتراض بتا تھے فرقہ برسر حکومت اُس کو باغیانہ توہین آمیز تحریر خیال کرتا تھا۔ سیاسی مضامین نگاروں کی آزادی اور حریت زیادہ تر اُن مقتدر اشخاص کے میلان طبع پر منحصر ہوتی تھی جن کے تفویض منسوبہ الفاظ توہین آمیز کا فیصلہ کرنا ہوتا تھا عدالت نے توہین تحریری کے استغاثوں میں بارہا طے کیا کہ جوری کو صرف اس بات کا تصفیہ کرنا لازم ہے کہ ملزم نے منسوبہ توہین تحریری کی اشاعت کی یا نہیں۔ اس سے زیادہ اُس کو کوئی اور فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اشاعت توہین آمیز تحریر ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا جج کے ذمہ ہے اور چونکہ جج کا خیال پہلے ہی سے بادشاہ کی طرفداری میں ہوتا تھا اس قاعدہ سے سیاسی مضامین نگاروں کو سخت نقصان پہنچتا تھا۔ آئین مشہور سرکاری دکیل نے اس کی دھجیاں اڑائیں۔ جس کے بعد فاکس کے قانون توہین تحریری نے اس کو منسوخ کر دیا۔ قانون مذکور کی بنا پر قرار پایا ہے کہ اس واقعہ تنقیحی کا فیصلہ کرنا کہ تحریر منسوبہ توہین آمیز ہے کہ نہیں جوری کا کام ہے نہ کہ جج کا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی مباحثہ کے لئے اب کوئی قید باقی نہ رہی اور سیاسی مضمون نگار اب بالکل آزاد ہو گئے۔ جائز اعتراض

کے عذر کی اُس کو ضرورت نہیں وہ نہایت بے احتیاطی سے حکومت وقت کو برا بھلا کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اُس کی اشتعال انگیز تحریروں سے امن کی حد تک نہ پہنچتی ہو۔

امریکہ کے ساتھ جنگ - بادشاہ کی طرف سے حکومت پر قابو پانے کی کوشش میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ بادشاہ کو جس قسم کے وزیر اعظم کی ضرورت تھی وہ لارڈ نارٹھ کی ذات سے پوری ہوئی۔ لارڈ نارٹھ قابل اور متدین اور نہایت نیک نفس آدمی تھا مگر اُس میں اخلاقی جرات نہیں تھی۔ بادشاہ اور وزراء سابقہ نے انگلستان کو شمالی امریکہ کی نوآبادیوں سے لڑوا دیا تھا اور جنگ کا سبب یہ ہوا کہ اہل امریکہ پر ان کی رضامندی کے بغیر محصول لگا دیا تھا۔ بادشاہ صلح کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں تھا بلکہ چاہتا تھا کہ نوآبادیوں کو فوجی غلبہ سے زیر کرے اور لارڈ نارٹھ باوجود اس رائے سے متفق نہ ہونے کے اس کے انصرام کے لئے بادشاہ کے ہاتھ میں کٹ پتلی بن گیا تھا۔ فرانسیسیوں نے نوآبادیوں کی مدد کی اور انگریزوں کو شکست کھانی پڑی۔ جنگ جاری رکھنے سے قوم خستہ و خراب ہو گئی تھی اور اراکین مقابل نے دوہری قوت سے حملہ کرنا شروع کر دیا جس کے سبب سے لارڈ نارٹھ کو اپنی خدمت سے ہٹنا پڑا۔ اس طرح بادشاہ کا باغی نوآبادیوں کے ساتھ صلح کرنے سے انکار کرنا اس کے لئے ایک تازہ

محبت کا باعث ہوا اور اُس کو اپنے قدیم دشمن وِگٹ
فرقہ کا دست نگر بننا پڑا۔

وزیرِ اسے بادشاہ کی مخالفت کا ازسرنو آغاز۔ لارڈ نارتھ کی
کنارہ کشی پر لارڈ راکنگھم نے وِگٹ وزارت کو ترتیب دیا
لیکن اس کے بعد وہ ایک سال بھی زندہ نہیں رہنے پایا
کہ فوت ہو گیا اور اس کی بنا کردہ کیبنٹ اس طرح
ٹوٹ گئی کہ اُس میں کے اکثر ارادہ کے پکے اور اصول کے
پابند وِگٹ وزیرِ اپنے رہبر چارلس فاکس کی ہدایت کے
بموجب اس سے دست بردار ہو گئے۔ لارڈ شیلبورن نے جس کی
قابلیت اور سیاست دانی مسئلہ تھی۔ ایک نئی وزارت ترتیب
دی لیکن وہ غیر جانبدار تھا اس واسطے اُس پر دونوں میں
سے کسی ایک فرقہ کو بھی اعتماد نہ تھا۔ اگر وِگٹ لوگ عقلمند ہوئے
اور صبر سے کام لیتے تو اُن کے لئے بھلائی کا زمانہ آتا اور پھر
اُن کی صدارت قائم ہو جاتی۔ لیکن اُن کے رہنما فاکس نے
بے صبری کر کے لارڈ نارتھ کے ساتھ ایک متفقہ وزارت بنالی
لطف یہ کہ اسی لارڈ نارتھ کو چند روز قبل یہی حضرات شدومہ
سے برا بھلا لکھا کرتے تھے۔ لارڈ شیلبورن کے ساتھیوں نے اُسکو
مستعفی ہونے پر مجبور کیا اور خود اس مشہور ”وزارت متفقہ“ میں
شریک ہو گئے لیکن قوم ان کی بے احتیاطی اور حرص کے
سبب سے ان سے متنفر ہو گئی۔ اس وزارت نے ہند کی نسبت
ایک مسودہ قانون بیت العوام میں پیش کیا جس سے بادشاہ

سخت رنج و تعب ہوا اس لئے کہ مسودہ مذکور میں ”شاہی حق“ کی نسبت بعض مقامات پر تلے کئے گئے تھے۔ جب بادشاہ اس مسودہ (قانون) کو بیت العوام میں نہ روک سکا تو اس نے بیت الامرا میں اس کو شکست دینے کی ٹھان لی۔ اور ارل ٹیمپل کو اختیار دیا کہ ارکان امرا سے بیان کرے کہ جو کوئی مسودہ قانون ہند کی تائید میں رائے دے گا بادشاہ کا دشمن سمجھا جائے گا۔ بنا براں ارکان امرا نے مسودہ کو نامنظور کیا مگر جب بادشاہ کا کام نکل گیا تو اُس نے فاکس اور نارٹھ دونوں کو برطرف کر دیا۔

بیت العوام سے بادشاہ کی مخالفت۔ فاکس اور نارٹھ کے زیر اثر بیت العوام میں مقدر اراکین کی کثرت تھی۔ ان دونوں کو اپنے اثر کی بنا پر یقین ہو گیا تھا کہ بادشاہ جس کئی کو وزیر اعظم بنائے گا ہم اُس کو علیحدہ کرا دیں گے لیکن بادشاہ نے اس مرتبہ نہایت عقلمندی کی کہ اُس نے وکیم پیٹ بڑے لارڈ چیمبرلین کے دوسرے فرزند کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا جس کی عمر اُس وقت چوبیس سال کی تھی۔ پٹ چند مہینوں تک منتظر رہا کہ مناسب موقع پا کر پارلیمنٹ کو برخاست کر دے۔ لیکن اس مدت میں وہ بیت العوام

کے فرقہ کثیر کے خلاف مرضی حکومت کرتا رہا۔
 اُن دنوں بھی یہ طریقہ غیر دستوری خیال کیا جاتا تھا
 اور زمانہ مابعد میں صرف ایک مرتبہ اس کی تقلید
 کی گئی ہے۔ لیکن ارکان مقابلہ نے سخت غلطی کی
 کہ حریف پر ظاہر کر دیا کہ ملک سے وادخواہی کرنا
 نتیجہ ان کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے ملک کی مرضی
 دریافت کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ درخواست کر دی گئی
 اور پٹ کے حسب خواہش ۱۸۶۸ء کے عام انتخاب
 نے ایسے اراکین بیت العوام میں بھیجے جو اُس کے
 ہم خیال تھے۔ وگ فرقہ ۱۸۶۸ء کے انقلاب سے
 برسر حکومت تھا لیکن اس انتخاب نے اس کو ہمیشہ
 کے لئے ختم کر دیا۔ اور بجز عرصہ قلیل کے چھیالیس
 سال تک وگ لوگ خدمت سے محروم رہے۔
 ان کو دوبارہ قوت اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ
 انگلستان کی سیاسی و معاشرتی حالت بالکل بدل گئی
 سلطنت کے اخیر زمانہ میں بادشاہ کا اثر۔ بادشاہ
 نے وگ لوگوں کو شکست تو دی لیکن یہ شکست
 اُس شخص کی بدولت نصیب ہوئی جو نارتھ اور
 بیوٹ سے بالکل مختلف تھا۔ پٹ تحکم کا مستعمل نہیں
 ہو سکتا تھا اور بادشاہ بھی ایسے وزیر پر حکومت
 چلانے کی جرات نہیں کرتا تھا جس نے اس کو

بچایا ہو۔ اس طرح وہ پٹ کے منصوبوں میں دست اندازی کرنے سے باز رہتا تھا۔ مگر ایک موقع پر پٹ کے اصرار کرنے اور سمجھانے کا اُس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ انگلستان اور آئرستان میں اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے پٹ نے امید افزا خیال ظاہر کیا تھا کہ کیتھلک کو پارلیمنٹ میں داخل کر لیا جائے گا۔ لیکن جب اس نے اپنا وعدہ ایفا کرنا چاہا تو اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کیتھلک کی آزادی کو سننا تک نہیں چاہتا۔ اس لئے پٹ نے استعفا تو پیش کر دیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی خدمت پر واپس آ گیا اور مبادا بادشاہ کے عقل و حواس پر بڑا اثر پڑے اُس نے اس مضمون پر دوبارہ زور نہیں دیا۔ پٹ کی وفات کے بعد ۱۸۰۱ء میں بادشاہ نے گرین ول کی وزارت سے اس بات کا وعدہ لینے کی کوشش کی کہ پارلیمنٹ میں کیتھلک کی شرکت کی کبھی تحریک نہ ہونے پائے گی۔ جب ان وزرا نے وعدہ کرنے میں عذر کیا تو انہیں اپنی خدمات سے معزول کر دیا گیا۔ لیکن بادشاہ جنون کی وجہ سے اپنی عمر کے آخر حصہ میں امور سیاست میں مسلسل شریک ہونے سے باز رہا۔ پارلیمنٹ کی اصلاح کی نسبت ملک کی خواہش کا

بڑھتا جانا۔ دگ فرق بادشاہ کے ہاتھ سے شکست پا کر اس بات سے بخوبی واقف ہو گیا تھا کہ ملک کی نیابت پارلیمنٹ میں کافی طور پر نہیں ہوتی ہے۔ چیتیم اور وگلس دونوں نے نیابت پارلیمنٹ کی اصلاح کی خواہش کی تھی۔ چھوٹے پٹ نے حد پر آتے ہی ایک مسودہ قانون اصلاح پیش کیا تھا۔ اُس کی تجویز تھی کہ چھوٹے شہروں سے بہتر اراکین چن کر اضلاع اور بڑے شہروں کی نیابت کے لئے تقسیم کر دیے جائیں۔ بہر حال وہ اس بات پر بھی راضی تھا کہ پاکٹ بروز کے مالکوں کو جن کی منسوخی منظور تھی معاوضہ دلایا جائے۔ ایسی معتدل اصلاح کی علانیہ مخالفت کی بادشاہ میں ہمت نہیں تھی لیکن اس نے پٹ کو پست ہمت کرنا چاہا۔ پٹ کے پیرو اس کے مخالف تھے اور اس لئے انہوں نے مسودہ کو نامنظور کیا۔ اس کے بعد بھی پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق کبھی کبھی تحریکات ہوتی رہیں لیکن مخالفین اصلاح انقلاب فرانس کی زیادتیوں کے اثر سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے ان تحریکوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

مذہبی آزادی میں ترقی۔ مذہبی تعصب کی شدت جیسی کہ تیرھویں صدی میں تھی ویسی اٹھارھویں صدی میں باقی نہیں رہی تھی۔ لوگوں کو کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ۔ چرچ میں (مذہبی رسم پرست) اور نان کن فرسٹ کے پُرانے مذہبی مناظروں میں لطف نہیں آتا تھا۔ خاندان ہانور کے عہد سے تو نان کن فرسٹ بالکل مذہبی آزادی کے ساتھ بسر کر رہے تھے

اور کیتھلک کے خلاف اذیت رساں قوانین آخری مرتبہ جارج اول کی حکومت میں بنے تھے تاہم عوام میں ابھی اس قدر تعصب باقی رہ گیا تھا کہ ان قوانین کو منسوخ کرنا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ سر جارج سیواٹیل کے قانون مجریہ ۱۷۷۱ء کی رو سے روٹن کیتھلک کو جائداد غیر منقولہ رکھنے کی اجازت دی گئی اور کیتھلک پادری کی سزا جس دوام بپاداش ادائی رسم مذہبی منسوخ ہوئی۔ کیتھلک کو اس طرح آزادی مل جانے سے ان کا فرقہ مقابل برہم ہو کر ہنگامے برپا کرنے لگا چنانچہ ۱۷۷۱ء کی مشہور شورشیں جو گارڈن کی سرکردگی میں ظہور میں آئیں اسی قانون کا نتیجہ تھیں۔ بہر حال مذہبی رواداری کی ترقی جاری رہی یہاں تک کہ ۱۷۹۳ء میں کیتھلک اور ڈسٹنس کی عبادت تعلیم اور حصول ملک پر سے ہر ایک قسم کی قید اٹھالی گئی۔ مگر انقلاب فرانس کے معکوس اثر نے اس سے زیادہ ترقی نہیں کرنے دی۔

برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کا پارلیمنٹی اتحاد۔ برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کے پارلیمنٹی اتحاد کو ۱۷۰۷ء میں عملی جامہ پہنایا گیا۔ ۱۷۰۷ء میں آئرستانی پارلیمنٹ کی محض ماتحتانہ حالت رہی۔ ایک آئرستانی قانون کی رو سے جو بزمانہ ہنری ہفتم سرائیڈ ورڈ پائی ٹنگلز لارڈ ڈیوڈ کے عہد حکومت میں نافذ ہوا تھا آئرستانی پارلیمنٹ کو سوائے مسودات (قانون) مالیہ

کسی دوسرے قسم کے قانون بنانے اور نافذ کرنے کی اجازت نہ تھی جب تک کہ قانون مذکور کی نسبت پہلے سے انگریزی مستشار شاہی سے منظوری حاصل نہ کر لی جائے۔

جارج اول کے عہد کے ایک انگریزی قانون میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کو آئرستان کے لئے قوانین وضع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہنری گران آئرستانی رضا کاروں کی مدد سے اور امریکہ کی نو آبادیوں کی بھیب جنگ کے موقع کو غنیمت جان کر ان قوانین کی تیخ کا طالب ہوا۔ بنا براں ۱۷۸۲ء میں رانگلہم کے عہد حکومت میں ان کی تیخ عمل میں آئی اور اس طرح حکومت انگلستان نے آئرستانی پارلیمنٹ کے کامل اختیارات کو تسلیم کر لیا مگر آئرستان کو اب بھی قومی آزادی حاصل نہیں ہوئی اس کا پہلا سبب یہ تھا کہ اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب اور کنیت پارلیمنٹ کا حق صرف پروٹیسٹنٹ مذہب والوں تک محدود تھا اور دوسرا سبب یہ تھا کہ آئرستانی بیت العوام کی کثیر تعداد اراکین کا انتخاب باد شاہ یا با اثر خاندانوں کا اختیاری تھا جو عموماً پروٹیسٹنٹ ہوا کرتے تھے۔ تیسرا یہ کہ عاقلانہ حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار لارڈ کفٹنٹ (نائب شاہ) اور اوس کے معتمد خاص کے اختیارات کا مبداء آئرستانی پارلیمنٹ نہیں بلکہ باد شاد یعنی اپنے اپنے زمانہ کی انگریزی وزارت تھی۔ اس واسطے آئرستانی امور سیاسی پر انگلستان کا

بہت اثر ہو گیا تھا اور مدتوں جاری رہا۔
چند سال تک تو دونوں ملکوں کے تعلقات میں کوئی
تغیر نہیں ہونے پایا۔ آئرستانی پارلیمنٹ کی حکمت عملی
کیتھلک کے حق میں بہ نسبت پہلے کے زیادہ فیاضانہ
اور حریت پسند ہو گئی اور اس نے اُن قوانین کو منسوخ
کیا جنکے سبب سے کیتھلک کی آزادی عبادت، تعلیم اور
جائداد غیر منقولہ کے حق حصول میں خلل اندازی کی جاتی تھی۔
اگرچہ اس پارلیمنٹ نے ان کو حق انتخاب تو دیا لیکن اب
بھی یہ لوگ منتخب ہونیکے حق سے محروم رکھے گئے۔ تاہم
کیتھلک کی حالت نہایت غیر اطمینان بخش تھی۔ ملک کا اکثر
حصہ انہی لوگوں سے آباد تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہی پرانی
آئرستانی قوم تھی جس کو انگریز اور اسکاتچ نو آبادان آئرستان
سے مختلف سمجھنا چاہئے۔ تاہم متواتر ضبطیوں کے ذریعہ سے
ان کو بالکل اراضی سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ہر عہدہ و اقتدار نیز
پارلیمنٹ کے ہر ایک بیت اور شخصیات بلدی کی رکنیت سے
ان کو خارج رکھا جاتا تھا۔ حکومت کے معینہ مذہب کے اخراجات
کے لئے ان کو سالانہ دسواں حصہ اپنی آمدنی کا بطور محصول
دینا پڑتا تھا حالانکہ یہ لوگ اس کو الحاد سمجھتے تھے۔ چند برس
پہلے تک ان کو کسی پیشہ و حرفہ کی اجازت نہیں تھی اور
نہ اُن کی ملک و املاک کی حفاظت کی جاتی تھی۔ ان باتوں کا
لازمی نتیجہ تھا کہ آئرستانی کیتھلک انگلستان اور پروٹیسٹنٹ

کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے۔ اگر پروٹیسٹنٹ کے تفوق کو اٹھا دیا جاتا اور کیتھولک کو اُن کے حسب مقدور حکومت میں شریک کر لیا جاتا تو اس بات کا یقین تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ کیساتھ آئرستانی پارلیمنٹ اتفاق و اتحاد سے کام کو نبھال سکتی۔ اس پر بھی جدید خیالات حریت و بے تعصبی کے اثر سے پروٹیسٹنٹوں کا تفوق فطرتی طور پر گھٹ رہا تھا۔ اکثر پروٹیسٹنٹ گراٹن کی اتباع میں خود ہی اس تفوق کو گھٹا رہے تھے۔ جس طرح کہ اُس وقت کے لایق اور نیک نفس اُمریرِ مدبرین کا خیال تھا پٹ نے بھی کیتھولک کی حالت درست کرنی چاہی اور اب وہ وقت آگیا تھا کہ آئرستان کی پارلیمنٹ بادشاہ اور پروٹیسٹنٹ حکومتِ امرا کی ماتحت نہیں رہ سکتی تھی۔ اچھا تو دونوں ملکوں میں اتحاد قائم رکھنے کا اب کونسا ذریعہ باقی رہ گیا تھا؟

انقلابِ فرانس کے سبب آئرستانی سیاسیات کی بہت نازک حالت ہو گئی تھی اہل ملک فرانسیسی خیالاتِ حریت کے ولادادہ ہو گئے تھے۔ آئرستان کے نان کن فرسٹ اور کیتھولک آپس میں متفق ہو کر اپنے ملک کی جمہوری حکومت جمہوری اصول پر قائم کرنا اور برطانیہ عظمیٰ سے آزاد ہونا چاہتے تھے۔ ۱۷۹۸ء کی شورش نے اس تحریک کا خاتمہ کر دیا اس طرح کہ اکثر نان کن فرسٹ لوگوں نے فرانس سے امداد قبول کرنے پر اس تحریک سے دست بردار ہونے کو ترجیح

دی۔ ۱۶۹۸ء کی بغاوت کی بھی وہی حالت ہوئی جو کہ ۱۶۴۱ء اور ۱۶۸۸ء کی شورشوں کا حشر ہوا تھا۔ دراصل آئرستانی کیتھولک کی یہ بغاوت اپنے پروٹیسٹنٹ فاتحین کے خلاف تھی۔ اس کے فرو ہوتے ہی پٹ نے پروٹیسٹنٹ کے تفوق کو زائل کرنے اور آئرستان کو وضع قوانین کی آزادی دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ آئرستان کی پارلیمنٹ کو رشوت (مابہ الاحتضاظ) کے ذریعہ سے ترغیب دی گئی کہ ایک قانون جاری کر کے اپنی ہستی کو معدوم کر دے۔

بموجب شرائط اتحاد طے پایا کہ آئرستان انگریزی بیت العوام میں سوار کان اور بیت الامرا میں چار مذہبی اور اٹھائیس ملکی امرا بھیجا کرے۔ کل امرا کا طبقہ ان ملکی امرا کو انتخاب کرے اور پارلیمنٹ میں یہ اپنے حین حیات نیابت کریں۔ حکومت کا مقرر کردہ مذہب آئرستان میں بحال رکھا گیا۔ انگلستان اور آئرستان کے اصول قانون ایک ہی ہونے سے آئرستان کے قانون کے جواز کے لئے احتیاطی قانون بنانیکی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ دونوں سلطنتوں کو باہمی تجارت کے لئے کامل آزادی حاصل ہو گئی۔ پٹ چاہتا تھا کہ کیتھولک برطانوی پارلیمنٹ کی رکیزیت کے قابل ہو جائیں تاکہ جمہور آئرستان کے دلوں میں اس اتحاد سے نفرت پیدا ہو لیکن اس مقصد میں جارج سوم کی ضد سے اس کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اسکے

انیس سال بعد کیتھلک کو آزادی نصیب ہوئی اور وہ بھی بہت کشت و خون کے بعد جبکہ آئرستانی کیتھلک فرقہ کی مخالفت انگلستان سے اُسی پرانی حالت پر پہنچ گئی تھی۔

جمہوری خیالات کا استحکام۔ ان تغیرات سے جو وضع قانون کا نتیجہ ہو سکتے تھے زیادہ اہم قومی اور سیاسی اثرات تھے جو جارج سوم کی سلطنت کے زمانہ میں محسوس ہونے لگے اس وقت سے زمانہ حال کے جمہوری خیالات کا آغاز ہوتا ہے۔ ان خیالات کا کسی ایک مخصوص قوم پر اثر نہیں ہوا بلکہ یورپ کی کل قوموں کی گویا یہ مشترکہ ملک تھی۔ اگرچہ عام اسباب کی بناء پر جن کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں ان خیالات کو ترقی ہوتی گئی لیکن بعض مخصوص وجوہ بھی ان خیالات کے باعث ہوئے۔ (۱) اٹھارہویں صدی کے مشہور فرانسیسی مصنفین کی تحریرات کا اثر (۲) ریاستہائے متحدہ امریکہ کی جمہوری حکومت کا قائم ہونا (۳) انقلاب فرانس واقع ہونا (۴) انگلستان کی صنعت و حرفت کا حیرت انگیز انقلاب۔ اگر کوئی شخص انیسویں صدی کی انگریزی دستوری تایخ کو بخوبی سمجھنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے ضرور ہے کہ ان اسباب کی نسبت بھی مجملًا علم حاصل کرے لہذا ذیل میں مختصر طور پر اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اٹھارہویں صدی کے مشہور فرانسیسی مصنفین کا اثر۔ اٹھارہویں صدی کے فرانسیسی مصنفین اول اول سیاسی اور قومی

مسائل کی بحث میں انگلستان کے بہت معترف تھے اس لئے کہ انگریزی ادارات کی نسبت علم حاصل کرنیکا اقوام یورپ میں جدید شوق پیدا ہوا تھا۔ ۱۷۹۹ء کے انقلاب تک اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک بیرون ملک انگریزی ادارات سے لوگوں کو کسی قسم کی دلچسپی نہیں پیدا ہونے پائی تھی بلکہ غیر قویں اس سے واقف تک نہ تھیں۔ انقلاب مذکور کے چند ہی سال بعد انگلستان کی تیز رفتار ترقی نے دینا کو خواب غفلت سے چونکا دیا اور لوگ ان (اداروں) کی طرف توجہ کرنے لگے۔ ولیم سوم اور این کی لڑائیوں نے فرانس کو کمزور کر کے انگلستان کو دول یورپ میں سب سے اعلیٰ بنا دیا۔ دوسری قوموں خصوصاً فرانسیسیوں کے افلاس کے مقابلہ میں انگریزوں کی مرفاحالی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس تقابل نے فرانسیسیوں پر جو انگریزوں کے ناکام رقیب اور بہت قریب کے پڑوسی تھے گہرا اثر کیا۔ فرانسیسیوں کے لئے انگریزی قوم کے حالات کی تحقیق کرنیکا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ اس کے بعد اُن کو معلوم ہو گیا کہ انگریزوں کو سیاسیات، مذہب اور صنعت و حرفت میں اُس درجہ آزادی حاصل ہے جس کی ہوا تک فرانسیسیوں کو نہیں لگی اس لئے اہل فرانس کے لئے لازمی تھا کہ ان اسباب کی بنا پر مبالغہ آمیز نتیجہ مستنبط

کریں کہ انگلستان کی عظمت کا اصلی سبب اُس کی حریت ہے۔

انگریزی ادارات کے مطالعہ سے فرانس میں آتش شوق حریت مشتعل ہو گئی۔ لیکن فرانسیسی اہل قلم حریت مانگنے میں انگریزوں سے کہیں آگے نکل گئے۔ فرانسیسیوں میں بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ جوش ہے۔ فرانسیسی بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں سیاسی تجربہ کی کمی اور ملک کی بد انتظامی سے وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں کہ ملکی خرابیوں کا علاج صرف ایک حریت نہیں ہو سکتی۔ فرانسیسی ماہرین علم معیشت نے مسائل اقتصادی کو اس قیاس پر گھڑنا شروع کر دیا کہ اگر فطرت کو اس کی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو پیداوار کی بے انتہا کثرت اور دولت نہایت عمدگی کے ساتھ (انسانوں میں) تقسیم ہوگی۔ یہ ساری خرابیاں تجارت اور صنعت میں قانون بنا کر مداخلت کرنے سے پیدا ہو گئی ہیں۔ رُسو نے جس کا مولد بے نیوا تھا اور جس نے فرانس کو اپنا وطن بنا لیا تھا یہاں تک لکھ دیا ہے کہ انسانی افلاس کا اصلی سبب تہذیب ہے۔ جس زمانہ میں کہ انسان وحیانیہ حالت میں تھا وہ نیک طینت عقلمند اور خوش حال ہوتا تھا۔ موجودہ زمانہ کی تہذیب و تمدن کے ساتھ

موجودہ حکومتیں بھی اُس کے نزدیک قابلِ نفرین تھیں۔ اُس کے خیال میں عام انتخاب کے دوران کے سواے ہر وقت انگریز بھی آزاد نہ تھے۔ اُس نے دنیا کو سکھانا چاہا کہ محکوم کی رضامندی پر حکومت بنانا چاہئے اور اس بات پر غور نہیں کیا کہ تاریخی اسباب کی بنا پر مختلف قسم کی حکومتوں کو مختلف وقتوں اور ملکوں میں قابلِ ترجیح خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کے نزدیک کسی قسم کی حکومت اچھی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اُن ”فطرتی حقوق“ کے مناسب و موافق ہو جو بقول روسو ہر انسان کی سرشت میں پائے جاتے ہیں۔

۲۔ ریاستہائے متحدہ کی بنیاد۔ غیر ملکوں کے واقعات سے انگلستان کے طریقہٴ سیاستِ بہت ہی کم اثر پڑا ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں تقریباً تمام یورپ میں مطلق العنان شخصی حکومتیں قائم تھیں لیکن انگلستان اور اس کی ہمسایہ سلطنتوں میں سمندر حائل ہونے کی وجہ سے اُس زمانہ کے آزاد ادارات کو انگریزی حکومت نے برقرار رکھا۔ ہالینڈ اور سویٹزرلینڈ کی جمہوری سلطنتیں اس قدر چھوٹی تھیں کہ مشکل سے انگریزی سیاسی خیالات پر اُن کا اثر پڑ سکتا تھا۔ علاوہ بریں ان میں امرا حکمران تھے۔

لیکن ریاستہائے متحدہ کے قیام سے آبائی ملک کے سیاسی امور پر گہرا اثر پڑا اس واسطے کہ اہل امریکہ انگریزوں کے خویش و اقارب تھے جن کو علیحدہ ہو کر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور ابھی تک اُن کے پاس انگریزی قانون اور دستور باقی تھے اور اُن کی جمہوری حکومت سے جس میں شاہی امارت اور مذہب کا سرکاری طور پر تعین نہیں ہوا تھا اہل برطانیہ کے دماغوں میں ایسے خیالات تازہ ہو گئے جو کرا مویل کی جمہوری حکومت کے خاتمہ کے بعد اُن کے دلوں میں پنہاں تھے۔ اس طرز حکومت کا اثر انگلستان پر بہت زیادہ ہوا اس لئے کہ یہی خیالات بالآخر اُن مخصوص مذہبی خیالات کی فرع تھے جن کو اکثر انگریز نا پسند کرتے تھے۔ چونکہ بانیانِ اتحادِ امریکہ نے جدید فرانسیسی ادب خصوصاً روسو کے تحریرات کا مطالعہ کیا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ملکی دستور کی بنا اُن فرضی اصول کو قرار دی جن کا ہر ایک ملک و ملت پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اہل انگلستان نے آزادی کو ہمیشہ اپنا حق موروثی تصور کر کے اُس کا مطالبہ کیا ہے جس کی حفاظت ملکی رواج مشورات شاہی اور قانون موضوعہ جیسے اسلحہ سے کی گئی ہے۔ مگر اہل امریکہ کے خیال میں حریت انسان کا حق فطرتی ہے یعنی اُس کی ہستی کے ساتھ اس حق کی بنا قائم ہوتی ہے اس لئے یہ حق نا قابل انتقال ہے

لہذا ایک شخص کی حریت کو دوسرا زایل نہیں کر سکتا۔

۳۔ انقلاب فرانس۔ انقلاب فرانس اصل میں فرانسو اور دوسرے فلسفیوں کے اُن اصول کے عمل میں لانے کی کوشش تھی جس کی انہوں نے تعلیم و تلقین کی تھی۔ ریاستہائے متحدہ کے قیام نے اس کی رفتار کو اور بھی تیز کر دیا۔ پہلے تو انگریزوں نے اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا اور اُن کا خیال تھا کہ اس کے ذریعہ سے فرانس میں دستوری حکومت کی بنا قائم ہو گی لیکن دوران انقلاب میں بعید از عقل مسائل کی اشاعت اور شدید و مظالم کی کثرت سے اکثر انگریزوں کو اسے مخالفت و منافرت ہو گئی اور ان کے نزدیک فرانسیسی جمہوری حکومت کوئی چہاردہم سے زیادہ جابر اور ظالم ثابت ہوئی اور خود پٹ جس کی سچی خواہش تھی کہ فرانسیسی معاملات میں دست اندازی نہ کرے فرانس سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس جنگ میں انگلستان اور فرانس کے درمیان تئیس برس تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس کے سبب سے انگلستان کو سخت مصائب جھیلنے پڑے۔ مصیبتوں کا نتیجہ عام بھیمنی ہوئی اور بھیمنی کے بڑے نتائج کو روکنے کے لئے جبر استعمال کرنا پڑا۔ دوسری خرابی یہ ہوئی کہ عرصہ دراز تک آشوب فرانس کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ رہنے سے انگلستان میں آزادی کے متعلق کوئی مفید قانون نہیں بننے پایا۔ حکومت اندنوں اس قدر خائف ہو گئی تھی کہ مسئلہ اصلاح کو خواہ

کتنے ہی معقول وجوہ پر کیوں نہ طلب کیا جاتا حکومت کی دشمنی اور بیکلنی پر محمول کیا جاتا تھا۔ تاہم انقلاب فرانس کا آخری اثر انگلستان کے جمہوری خیالات کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ انگریزوں کے ایک بڑے پڑوسی ملک میں جمہوریت کی فتح مندی نے اُن کی جمہوریت کی ترقی میں مدد دی۔

انیسویں صدی میں انگریزی انتہا پسند فرانس اور ریاستہائے متحدہ سے جوش و ولولہ کا سبق حاصل کرتے تھے۔

۴۔ صنعت و حرفت میں انقلاب۔ اٹھارھویں

صدی کے درمیانی حصہ میں صنعت و حرفت میں

انقلاب شروع ہوا۔ اس کے قبل اہل انگلستان کا

خاص مشغلہ زراعت تھا۔ ملک میں ضرورت سے

زیادہ غلہ کی پیداوار ہوتی تھی اس واسطے اس کی

بڑی مقدار ممالک غیر کو جاتی تھی۔ مصنوعی اشیا

دست کاری سے تیار ہوتی تھیں جن کو کارگیر اکثر اپنے

گھروں میں تیار کرتے تھے۔ دست کاری زیادہ تر دیہات

میں رائج تھی۔ ان کا مالک خود مزدوروں کے ساتھ شریک رہ کر

کام کرتا تھا۔ دستکاری کے ساتھ ساتھ اس کا مالک ایک آدمہ

کھیت کی کاشت بھی کرتا تھا۔ کلوں کا بہت کم استعمال ہوتا تھا۔

بڑے بڑے کارخانوں کا اُس وقت نام و نشان تک نہ تھا۔ شہر بھی

بہت ہی کم اور چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ صرف بڑے

بندرگاہوں کے سواے جیسا کہ لندن اور برٹل تھے۔

دوسرے مقامات پر اُس درجہ کے بڑے تجارت اور ساہوکار نہیں نظر آتے تھے جس درجہ کے کہ مالکان اراضی مالدار ہوتے تھے۔ ابھی تک زمین ہی مایہ دولت و وجاہت سمجھی جاتی تھی اور اس وقت بھی مالکان اراضی ہی کا فرقہ سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر تھا۔

اٹھارھویں صدی کے درمیانی حصہ اور اُس کے بعد سے حالات میں تغیر پیدا ہونے لگا۔ ہر ایک ضروری اور مفید صنعت میں جیسے جیسے زمانہ کو ترقی ہوتی گئی ویسے ہی کلوں کا استعمال ہونے لگا۔ کلوں کی ترقی سے کارخانوں کی ابتدا ہوئی اور ان کے سبب سے چھوٹے پیمانے کے بجائے وسیع پیمانہ پر مصنوعات تیار ہونے لگے۔

مالک (کارخانہ) پہلے کی بہ نسبت زیادہ کاریگر نوکر رکھ سکتا تھا اور بجائے اس کے کہ خود دستکاری میں مصروف رہتا اپنا زیادہ وقت کارخانہ کے اہتمام اور کام کی نگرانی میں صرف کرنے لگا۔ صنعت میں اس قدر جلد تغیر اس لئے ہوا کہ لوگ بھاپ کا زیادہ استعمال کرنے لگے جو قوت محرک کا کام دیتی ہے۔ دھانی قوت کے استعمال سے وہی ملک دوسرے سب ملکوں پر فوقیت لیجاتا ہے جس میں جلانے کے لئے ایندھن کثرت سے ہو۔ اس طرح صنعت و دستکاری میں انجلیستان کا درجہ دنیا کے سب ملکوں سے بڑھ گیا اور یہاں کے صنایع اور

تجار دولت مند ی میں مالکانِ اراضی سے سبقت لے گئے۔
طبقہ متوسطین کو ایسی قومی اور سیاسی وجاہت حاصل
ہوئی جو اُن کو پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

صنعت و دستکاری، کان کنی اور چہارانی کی ترقی
کے سبب سے شہر اور دیہات کی آبادی کی نسبت میں
بھی فرق پیدا ہونے لگا۔ اگرچہ اضلاع کی آبادی میں بھی
اضافہ ہوا لیکن جس سرعت سے شہروں کی آبادی میں
ترقی ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ تھی
کہ صنعتی اغراض سے مالکِ صنعت کو مزدوروں کی
جماعتوں کے قریب رہنا پڑتا تھا اس طرح اکثر مقامات
میں اور خصوصاً شمالی انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے پست
حصہ میں بڑے بڑے شہر بن گئے۔ اس تغیر نے یادگار زمانہ
اثرات پیدا کئے ہیں۔ بڑے شہروں کے رہنے والوں کا
بہ نسبت اضلاع والوں کے سیاسی تغیرات کی طرف ہمیشہ
زیادہ میلان ہوتا ہے اور وہ زیادہ طباع اور نکتہ چین
ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں پر رسم و رواج کا بھی کم اثر ہوتا
ہے اور جلد گھبرا جاتے اور برہم ہو جاتے ہیں۔ انگلستان
میں یہ فرق زیادہ نمایاں نظر آتا تھا اس لئے کہ اکثر
شہر بالکل نو آباد تھے۔ ان شہروں میں نہ تو قدیم ادارات
اور روایات تھے اور نہ ایسی کوئی جماعت تھی جو صدیوں
تک ساکنینِ بلاد کی رہنما رہی ہو۔ اس واسطے ایسے

شہر جمہوری خیالات کا مرکز بن گئے۔

بعض ایسے شہرجن کی عظمت صنعتی انقلاب کے سبب سے پیدا ہو گئی تھی قدیم زمانہ میں پارلیمنٹی بلاو تھے اور وہ بیت الوام میں اراکین بھیجا کرتے تھے۔ چونکہ ان میں کے اکثر شہر اُس زمانہ کے لحاظ سے جب قدیم طرز کا حق نیابت بلاو کے لئے قائم ہوا تھا معمولی قریے تھے اس لئے اُس زمانہ میں اُن شہروں سے بلحاظ آبادی و وسعت گویا پارلیمنٹ میں نمائندے نہیں بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ لیڈز اور شیپسٹر جو قدیم سے ممتاز چلے آتے تھے ناہین (نمائندے) نہیں بھیج سکتے تھے۔ اس طرح سے ملک کے ایک بڑے تجارتی اور صنعتی حصہ کی پارلیمنٹ میں بہت کم نیابت ہوتی تھی حالانکہ یہ لوگ عقل و ہنرمندی اور مستعدی میں اُن چند خاندانوں سے بہت بڑھے ہوئے تھے جو پاکٹ بروز کے مالک تھے اور جنہیں بلاوجہ نیابت کا زیادہ حق حاصل تھا۔ اس لئے اصول انتخاب میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اصلاح پارلیمنٹ کو صنعتی انقلاب کا پہلا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔

اس انقلاب کا دوسرا نتیجہ اصلاح بلدیہ ہے اس لئے کہ اُن نوآباد اور ترقی یافتہ شہروں میں مقامی حکومت کا کوئی معقول طریقہ نہیں تھا۔ اُس وقت کی عظیم الشان بندرگاہوں اور صنعتی شہروں کی ضرورتوں کے لئے حصہ ضلع اور پیرش اور موضع کے قدیم زمانہ کے ادارات نہایت

ناموزوں تھے۔ ان شہروں میں کثرت سے مفلس آدمی اس درجہ عسرت میں بسر کرتے تھے کہ ان کے لئے نہایت معمولی شہری طرز کی زندگی کی ضروریات کا نہیا کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ سڑکوں کی ہر دو جانب پیدل چلنے والوں کے لئے راستے کا اور مکانات کی بدرووں کا کوئی معقول انتظام نہ تھا اور نہ پولیس ہی کافی مقدار میں تھی کہ جرائم کا انہاد کر سکتی اور نہ عوام کی تفریح و تفرج کے واسطے باغات اور محصور سبزہ زار تھے۔ شہروں کے وہ محلے اور حصے جہاں مزدور اور کارگیر رہا کرتے تھے نہایت کثیف حالت میں تھے اور بیماری اور تکلیف کا گھر بنے ہوئے تھے۔ ابتدا میں تو ہر ایک شہر نے اپنی انتظامی حالت درست کرنے کے لئے منفرداً کوشش کی اور پارلیمنٹ سے اپنے لئے مخصوص قانون کو جاری کرانا چاہا لیکن جون جون زمانہ ترقی کرتا گیا اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ پورے ملک کے لئے باقاعدہ طور پر حکومتِ بدی کا انتظام ہونا چاہئے +

باب سیزدہم

جارج چہارم - ولیم چہارم اور وکٹوریہ

۱۸۲۰ء سے ۱۹۰۱ء تک

تمہید:- اُس مدت میں جو جارج سوم کی وفات سے شروع ہو کر ہمارے زمانہ تک پہنچتی ہے اس کثرت اور وسعت سے دستوری تغیرات عمل میں آئے ہیں کہ انگلستان کی تاریخ میں اُن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ قانونی تغیرات اور جدت کے لحاظ سے اُس دور کا نارمن فتح کی مدت یا اصلاح مذہب کے زمانہ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اُس زمانہ کے تمام تغیرات اور جدتوں کے معائنہ سے پایا جاتا ہے کہ اُن سب کی منزل مقصود ایک ہی ہے یعنی یہ سب نشانِ قدم ہیں جن پر چلنے سے سالک آستانہٴ جمہوریت تک پہنچ سکتا ہے۔ جب تک کہ انگریز حریت اور ملک گیری کے لئے فرانسیسیوں سے نبرد آزما

کرتے رہے جمہوریت قائم کرنے والی قوتیں دہی رہیں اور جب فتح و اثر لوٹنے اُس جنگ کا خاتمہ کر دیا تو اُن قوتوں کو اُبھرنے کا موقع ملا اور اُس زمانہ سے اب تک یہ قوتیں ملک کے دستور پر اپنا عمل کر رہی ہیں۔

پیرانی مذہبی خصوصیتوں کے مٹ جانے سے اب لوگ جس قسمی بات میں اپنا فائدہ دیکھتے اُس کو اختیار کرنے کے لئے آزاد ہو گئے تھے۔ اضلاع اور دیہات کی آبادی کا ایک بڑا حصہ صنعتی انقلاب کی بدولت شہروں میں آباد ہو گیا تھا ظاہر ہے کہ دیہاتی لوگ رسم و روایات کے زیادہ پابند ہوتے ہیں اور ساکنین شہر کو عام طور پر اپنی حالت کی دستی کا خیال لگا رہتا ہے جس انقلاب کے سبب سے پیشہ ور اور مزدور بڑی بڑی تعداد میں ایک مقام پر دولت دینے اشیاء تجارتی، کی پیداوار کے لئے بس گئے تھے اُسی انقلاب کے باعث اُن میں یک جہتی اور خوش نظمی پیدا ہو گئی اور اب یہ شرحِ اجرت بڑھتا اور سیاسی حالت میں تغیر پیدا کرنے کے لئے باہمی امداد کرنے لگے۔ پڑھنے اور لکھنے کی عام اشاعت اور اخباروں کی غیر معمولی کثرت اور سیاسی فرقوں کی تنظیم میں قابلیت کے اظہار نے جمہور میں سیاسیات کا غیر معمولی شوق پیدا کر دیا۔ دوسرے ملکوں کے جمہوری خیالات کی ترقی نے بھی انگلستان پر اپنا اثر ڈالا۔

اس دور کی تمام قانون سازی کو صرف ایک باب میں مفصل بیان کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اس کی نسبت سرسری اور مجمل طور پر لکھنا مناسب ہے۔ مخصوص دستوری تاثیرات کو حسب ذیل فصلوں میں منقسم کیا جاتا ہے :-

۱۔ ترقی مساوات مذہبی۔

۲۔ اصلاح پارلیمنٹ۔

۳۔ حکومت کیبنٹ کا فریہ استحکام اور محکمہ جاست عاظمہ میں تبدیلیاں۔

۴۔ مقامی نظم و نسق کی اصلاح۔

۱۔ ترقی مساوات مذہبی۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ

جنگ فرانس کے شروع ہی زمانے میں کیتھولک اور نان کن فرمٹ کی عبادت اور ان کے بچوں کی تعلیم اور ان کے حصول ملک پر سے سب قسم کے قیود اٹھا دئے گئے تھے۔

اُس کے شروع زمانہ سے جارج سوم کی وفات تک مذہبی مساوات کی ترقی رُکی رہی۔ تاہم چند رعایتیں ضرور ملیں۔

۱۸۱۷ء میں آئرش کیتھولک کو اجازت ملی کہ اگر کوئی کیتھولک دونوں پارلیمنٹوں کے متحد ہونے کے قبل آئرستان میں دیوانی

یا فوجی خدمت پر مامور ہو سکتا تھا تو انگلستان میں بھی

اُس کو دیوانی یا فوج کے علاقہ میں خدمت مل سکتی ہے۔

فوجی اور بحری عہدہ داروں کا قانون حلف بابت ۱۸۱۷ء

کی جڑ سے کیتھلک اور نان کن فرسٹ کو فوج اور بحریہ میں ہر ایک قسم کا عہدہ ملنے لگا۔ لیکن قوانین آزمائش (مذہبی) و شخصیات جنگی رو سے سرکاری مذہب انگلستان کے مطابق رسم عشاء ربانی ادا کرنا لازم تھا (اور جو سرکاری اور بلدی ملازمت کے لئے شرط اہلیت سمجھا جاتا تھا) ابھی تک منسوخ نہیں ہونے پائے تھے لیکن جن لوگوں کو یہ مجبوری ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت ہوتی ان کو قانون معافی جاری کر کے ان کے اثر سے بچایا جاتا تھا۔ بادشاہ کی صدارت مذہبی کا حلف لینے کی ضرورت ابھی تک باقی تھی اس واسطے کیتھلک نہ تو سرکاری خدمتوں پر مامور ہوتے اور نہ بلدیات کی رکنیت کو انجام دے سکتے تھے۔ اور اولیا کی پرستش نہ کرنے اور مسئلہ استیصال کے خلاف اقرار کرنے کی ضرورت سے ابھی تک کیتھلک پارلیمنٹ کے ہر ایک بیت کی رکنیت کے قابل نہیں تھے۔ کیتھلک کو پارلیمنٹ میں منتخب نائبین روانہ کرنے کا حق آئرستان میں حاصل ہو چکا تھا لیکن انگلستان میں یہ لوگ اس حق سے محروم تھے مختصر یہ کہ کیتھلک اور نان کن فرسٹ کو قانون کی باریکیوں اور خصوصیات کی وجہ سے بہت کڑی مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔ ان مصائب کو اس موقع پر بیان کیا جائیگا جبکہ ہم ان خرابیوں کے رفع کرنے کی تدبیروں کا ذکر کریں گے۔

۱۸۲۸ء میں آزمائشِ عشاۓ ربانی کا اٹھا دیا جانا۔ قوانینِ آزمائش اور شخصیات کی تنبیخ کی نسبت بارہا مشورہ دیا گیا اور اُس کے متعلق آخری تحریک پیش ہو کر چالیس سال گزر چکے تھے۔ جارج چہارم کے عہد سلطنت میں وگت لوگوں کی قوت اُس ضعف اور در ماندگی کے بعد جو فاکس کی جلد بازی اور انقلابِ فرانس سے پیدا ہو گئی تھی۔ عود کرنے لگی تھی۔ اُن کے رہنما لارڈ جان رسل نے مذہبی مساوات کی لڑائی کو ۱۸۲۸ء میں تازہ کیا اور تحریک کی کہ قوانینِ آزمائش و شخصیات پر غور کرنے کے لئے ایک مجلس قائم کی جائے۔ باوجود ویلنگٹن کی حکومت کی جانب سے خفیف مخالفت کے یہ تحریک بغلبہ آرا منظور ہو گئی۔ اس کے بعد ہی رسل نے ایک مسودہ قانونِ عشاۓ ربانی کی تنبیخ کے متعلق پیش کیا۔ انگلستان میں سرکاری خدمت پر کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ عشاۓ ربانی کو حسبِ رواجِ مذہبِ سرکاری (پروٹیسٹنٹ) نہ بیعت مسودہ مذکور کی دوسری قرات بھی بیتِ العوام میں بلا مخا منظور ہو گئی۔ مسٹر پیل جو بعد کو سِر رابرٹ پیل ہوا ٹوری فرقہ کا بیتِ العوام میں رہبر تھا اور دل سے مذہبی آزادی کا حامی تھا اُس نے اُن فرقوں کو جو لارڈ جان رسل کے مسودہ کے سخت مخالف تھے سمجھا کر راضی کر لیا کہ وہ ہر ایک نو مامور عہدہ دار سے اس بات کا اقرار لیں کہ وہ قانون کا

مقرر کردہ (پروٹیسٹنٹ) مذہب کو اپنی حکومت، اختیار اور اثر سے جو اس سرکاری خدمت کی وجہ سے اس کو حاصل ہوتے ہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچائیگا۔ اس اقرار میں ”عیسائی مذہب کو سچا سمجھکر اقرار کرتا ہوں“ کے الفاظ اضافہ کئے جانے سے یہودی اس قانون سے مستفید نہ ہو سکے۔ لیکن نان کن فرسٹ لوگوں کو بلدیات اور سرکاری ملازمت میں شریک ہونے کی کامل آزادی مل گئی۔

قانون رفع عدم قابلیت کیتھلک مجریہ ۱۸۲۹ء - ہم ذکر کر چکے ہیں کہ انگلستان اور آئرستان کے اتحاد کے بعد پٹ کا ارادہ کیتھلک لوگوں کو کامل سیاسی آزادی عطا کرنے کا ہو گیا تھا لیکن اُس کو بادشاہ کے اصرار کے مقابلہ میں زک اٹھانی پڑی۔ رومن کیتھلک کے دلوں سے پٹ کے امید افزا وعدے کبھی محو نہیں ہوئے تھے۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے کیتھلک تو کم ہونے کے سبب سے بھی مساوات مانگتے بھی تو کیا اثر ہو سکتا تھا البتہ آئرستان کیتھلک کی کثرت سے انگریزوں کو غدر کا اندیشہ ہونے لگا۔ ڈسٹریل اوکانیل آئرستان کے ایک بیرسٹر نے کیتھلک لوگوں کی ایک انجمن قائم کی جس کے اکثر اراکین آئرستان کے کیتھلک تھے۔ ملک میں جا بجا کیتھلک کے جلسے منعقد ہوئے تھے اور کیتھلک مقررین نے اشتعال انگیز تقریریں کرنی شروع کر دیں۔ اس کیتھلک انجمن کی قوت پہلے پہل اُس وقت محسوس ہوئی جب

۱۸۲۹ء میں ضلعِ کلیر کی نیابت پارلیمنٹ کے لئے انتخاب ہوا ہے۔ مشرولینی فٹز جیرالڈ نے جو پرڈیسٹنٹ تھا اور جس کی ذات سے اُس کے ہموطن خوش تھے ڈیوک آف ولینگٹن کی حکومت میں مجلسِ تجارت کی صدارت قبول کر لی تھی اس لئے اُس کی بیت العوام کی رکنیت ختم ہو گئی تھی اور اسکو اپنے آپ کو دوبارہ منتخب کرانے کی ضرورت تھی۔ اوکانیل نے اُس کے مقابل میں اپنے کو منتخب کرانا چاہا۔ اس کو اس بات کا پہلے سے علم تھا کہ اگر اس کا انتخاب بھی ہو جاتا تو وہ پارلیمنٹ میں نہ بیٹھ سکتا۔ لیکن اپنے کو مد مقابل بنانے سے اس کو یقین کامل تھا کہ انتخاب کا نتیجہ کیتھلک کی قوت کو ثابت کرے گا اور پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہونے کے بعد اگر اس کو لینے سے انکار کیا گیا تو یہ امر اُس کے مقصد و تحریک (حریت کیتھلک) میں مدد و معین ہو گا۔ اس کے حریف کے مقابل میں اس کا انتخاب بے انتہا کثرت آرا کے ساتھ کیا گیا۔ اس انتخاب کے جوش سے ڈیوک آف ولینگٹن اور اُس کی کیبنٹ کی آنکھیں کھل گئیں اور ان سے مقابلہ کرنے کی دشواری محسوس ہونے لگی اور بغاوت کرنے پر تمام اہل آئرستان آمادہ ہو گئے۔ لیکن شورش کو فرو کرنے کے لئے برطانیہ عظمیٰ کی پوری متفقہ قوت کی ضرورت تھی مگر برطانیہ عظمیٰ کے مختلف فرسے اس مسئلہ مقاومت پر متفق نہ تھے۔ بالآخر ڈیوک آف ولینگٹن اور سر رابرٹ پیل کے لئے دو صورتوں کے

سوائے تیسری شکل کار برآری کی موجود نہ تھی یا تو اُن کو خانہ جنگی کے لئے تیار ہونا پڑتا یا کیتھلک کی خواہش کی تکمیل کرنی پڑتی۔ انہوں نے صورتِ ثانیہ کو اختیار کرنے کا فیصلہ تو کر لیا لیکن دوسروں کو ترغیب دینی بہت مشکل تھی چنانچہ شاہ جارج چہارم لفظ رعایت کو کیتھلک کے حق میں سننا تک نہیں چاہتا تھا اور ایسا ہی اکثر ساقفہ اس تجویز کے سخت مخالف تھے اور بہت سے امراء دنیوی اور حسبِ بیانِ پیل اکثر عوام انگلستان کے مخالفین رعایت کے ہم خیال ہو گئے تھے مگر وگ فرقہ کہ وزارت کے ساتھ ہو جانے سے موافقین رعایت کی بیت العوام میں کثرت ہو گئی۔ بیت الامراء نے بھی اس کثرت اور ولنکن کے ذاتی اثر کے سبب سے زیادہ مخالفت نہیں کی۔ بادشاہ بھی اپنے انکار پر ان اثرات کے مقابل میں زیادہ زور نہ دے سکا علاوہ بریں اس مسودہ کی نسبت انگلستان کے کل جمہور کی رضامندی بذریعہ برخاست پارلیمنٹ و انتخابِ نو حاصل نہیں کی گئی تھی لہذا اُن کی خواہشوں کی نیابت نہ ہونے سے مسودہ مذکور کی مخالفت اس حد تک ختم ہو گئی اور یہ مسودہ جس کی خاص غرض کیتھلک کی دلجوئی تھی منظور ہو کر قانون بن گیا۔ جس کی رو سے برطانیہ عظمیٰ کے فرقہ کیتھلک کو حق انتخاب حاصل ہوا اور برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کے کیتھلک پارلیمنٹ میں شریک

کر لئے گئے اور یہ لوگ بجز مذہبی عدالتوں اور تین جلیل القدر عہدوں کے ہر ایک قسم کی سرکاری اور بلدی خدمت پانے کے مستحق قرار دئے گئے۔ جن بڑے عہدوں سے کیتھولک خارج سمجھے جاتے ہیں وہ لارڈ نفٹنٹ آف آیر لینڈ اور انگلستان و آئرستان کے لارڈ چانسلر (سیر مجلس نصفت) کی خدمت میں ہیں۔ سرگرم پروٹیسٹنٹوں کے وسوسے کم کرنے کی غرض سے نہ کہ سیاسی ضرورت کی بنا پر اس قانون میں بعض فقرے جیڑوٹ اور دوسرے چھوٹے مذہبی فرقوں کے خلاف داخل کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اس قانون سے رومن کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ کو ایک ہی درجہ کی سیاسی آزادی مل گئی لیکن جبر و تشدد کے خوف سے مجبور ہو کر قانون مذکور کو بعد از وقت جاری کرنا پڑا اگر یہی ایک قرن پیشتر نافذ ہو گیا ہوتا تو زیادہ مفید نتائج پیدا ہوتے۔ اس لئے اہل آئرستان کی نیچینی کم کرنے کے بجائے اس نے ان کے مطالبات میں اور بھی اضافہ کر دیا اور اہل آئرستان کو اس سے سبق سیکھنے کا موقع ملا کہ حکومت وقت سے کسی امر کی اصلاح کرائی ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کے خلاف انجینیں یا اتحاد قائم کریں۔

کیے کر (Quaker) مورے وین (Moravian) اور سیرٹسٹ (Separatists) فرقوں کا پارلیمنٹ میں شریک کر لیا جاتا۔ ان مذہبی فرقوں کو کسی خاص

قانون کی بنا پر پارلیمنٹ کی شرکت سے نہیں محروم کیا گیا تھا بلکہ ان کے اخراج کا باعث پارلیمنٹی طرز عمل تھا۔ ہر ایک رکن کو پارلیمنٹ میں بیٹھنے کے قبل بادشاہ کی وفاداری کا حلف کرنا ضرور تھا اور یہ جماعتیں اپنے عقائد کی بنا پر حلف کو عام طور پر مکروہ و ناجائز خیال کرتی تھیں بہر حال ۱۸۳۳ء کے قبل ان کے ساتھ کوئی قانونی رعایت نہیں برتی گئی لیکن اسی سنہ میں پہلی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے ایک کوئیک مشرپیز کو اجازت دی کہ اس مستمرہ حلف کے بجائے وہ ایک سادہ اقرار صالح کرے اسی سنہ کے ایک قانون اور ۱۸۳۳ء کے ایک دوسرے قانون کی رو سے جملہ نان کن فرسٹ لوگ جنہیں مثل کوئیکرون کے حلف لینے سے مذہبی احتیاط مانع ہو اجازت ہو گئی کہ اقرار صالح کر کے پارلیمنٹ کی نشست اور دوسری خدمتوں کے واسطے جن کے لئے حلف لینا ضروری ہے اہل بن سکتے ہیں۔ اس کے بہت عرصہ کے بعد یعنی ۱۸۸۸ء میں ہر ایک شخص کو بلا لحاظ مذہب اور بلا لحاظ وجوہ اجازت دے دی گئی کہ اگر اُس کو حلف سے بدعتیگی ہو تو بوقت ضرورت وہ اقرار صالح کر سکتا ہے۔ شرکت یہود بہ پارلیمنٹ۔ جن مذہبی آزمائشوں کے ذریعہ سے کیتھولک اور نان کن فرسٹ کو اقتدار اور مرتبہ سے روکا گیا تھا اُن کا ضمنی اثر یہودیوں پر بھی پڑا تھا اور وہ بھی ملازمت سرکاری سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی منسوخی

کے بعد بھی یہودی جاہ و مرتبہ پانے کے اہل نہ بن سکے اس واسطے کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لئے انجیل و تورات کو ہاتھ میں لیکر وفاداری کی قسم کھانی پڑتی تھی اور سرکاری ملازمت اور بلدی خدمت کے لئے ایک اقرار کرنا پڑتا تھا جس میں الفاظ ”مضبوط مذہب حقہ مسیحی“ جو عشاۓ ربانی کی آنائش کے بجائے اضافہ کئے گئے تھے بچنے پڑتے تھے ۱۸۳۲ء میں سٹرگرامٹ نے یہودیوں کی عدم قابلیت رفع کرنے کے لئے پہلا مسودہ قانون پیش کیا لیکن اس کی دوسری قرأت نامنظور ہوئی اور شومی طالع سے اس کے بعد کے مسودات کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس پر بھی ۱۸۴۷ء میں حکومت بلدی میں یہودیوں کو شریک کرنے کا ایک قانون جاری ہو ہی گیا ۱۸۴۸ء میں بیرن دی رائس چائیلڈ بیت العوام کی رکنیت کے لئے شہر لندن سے منتخب ہوا لیکن اس کو شرکت کی اجازت نہیں ملی اس واسطے کہ وہ مقررہ طرز پر حلف اٹھانے پر مجبور تھا۔ قانون آزادی یہود مجریہ ۱۸۵۹ء نے یہودیوں کو شرکت پارلیمنٹ کی اجازت دی اور ۱۸۶۷ء میں الفاظ ”مضبوط مذہب حقہ مسیحی“ ہر ایک قسم کے اقرار اور حلف ناموں سے حذف کئے گئے۔

نان کن فرسٹ کا مخصوص تعلیم گاہوں میں شریک کیا جانا۔ کیتھلک اور نان کن فرسٹ کو انگریزی مخصوص تعلیم گاہوں کے پورے فوائد سے بہرہ اندوز ہونے کا

موقع مل جانا قانونی مساوات قائم کرنے کی تدبیروں میں سے ایک آخری علاج تھا۔ ۱۸۱۱ء سے جامعہ اکسفورڈ میں کسی طالب علم کو جب تک کہ وہ پروٹیسٹنٹ مذہب کے انتالیس اصول پر دستخط نہ کرے شریک نہیں کیا جاتا تھا۔ ۱۸۱۲ء سے جامعہ کیمریج میں بھی صرف اُن طلباء سے جن کو ڈگری یعنی ٹیلیسا لینا ہوتا (نہ کہ ابتدائی جماعت کے طالب علموں سے) اس قسم کے دستخط کرائے جاتے تھے کیمریج اور اکسفورڈ ہر دو جامعات میں وظائف تعلیمی و امتیازی، عہدے اور اعزازات صرف سرکاری (مقررہ) مذہب رکھنے والوں کو دئے جاتے تھے۔ پہلے قانون اصلاح کے منظور ہونے کے دو سال بعد ہی اس حالت کو بدلنے کے لئے اول مرتبہ کوشش کی گئی لیکن ۱۸۵۵ء کے قبل کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔ اس سنہ میں اکسفورڈ اور کیمریج دونوں نے نان کن فرسٹ کو علی ڈگریاں لینے کی اجازت دے دی۔ قانون آزمائشات جامعہ مجریہ ۱۸۷۱ء کی رو سے ہر دو تعلیم گاہوں میں ان لوگوں کو بجز چند خدمتوں کے دوسرے سب عہدے ملنے لگے۔

جبری کلیسائی محصول کی منسوخی بابت ۱۸۶۸ء اس زمانہ سے جبکہ انگلستان میں ایک مذہب تھا یہ رواج ہو گیا تھا کہ پیرش کے گرجے کی تعمیر و ترمیم کے واسطے ساکنین پیرش سے محصول لیا جاتا تھا۔ اس محصول کی منظوری پیرش

کی مذہبی انتظامی مجلس سے صادر ہوتی تھی اور گرجے کے مہتمم اُس کو وصول کیا کرتے تھے۔ نان کن فرسٹ کا کلیسائی محصول ادا کرنے میں عذر کرنا بجا تھا اس لئے کہ وہ پیرش کے گرجے سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے اور دوسرے یہ کہ اُن کو اپنی عبادت گاہوں کے اخراجات برداشت کرنے ہوتے تھے۔ ناراضی مخالفت کی حد کو پہنچ گئی تھی۔ کئی وزارتوں نے مصالحت کرانے کی برسوں بیفائدہ کوشش کی بالآخر مسٹر کلاڈسٹن کی کیبنٹ نے ۱۶۹۱ء میں جبری کلیسائی محصول کی منسوخی کا قانون جاری کیا لیکن اس میں اس امر کا انتظام بھی کر دیا گیا کہ رضا و رغبت سے ادا کرنے والوں سے کلیسائی محصول لیا جائے۔

آئرستان کے مذہب (پروٹیسٹنٹ) کے سرکاری انتظامات اور اوقاف کی موقوفی۔ ۱۶۹۹ء۔ اگرچہ آئرستان کے مذہب پروٹیسٹنٹ کو سرکاری انتظامات کے ذریعہ سے برقرار رکھنے کی قانون اتحاد کی رو سے طمانیت دی گئی تھی لیکن اس کا وجود ہمیشہ خطرناک تھا۔ آئرستان میں کیتھولک گرجوں کے اوقاف کو پروٹیسٹنٹ گرجوں پر اہل آئرستان کی رضامندی سے نہیں بلکہ وہاں کے نوآباد انگیزیوں کی خواہش پر منتقل کیا گیا تھا۔ اکثر اہل آئرستان سرگرم کیتھولک تھے اور پروٹیسٹنٹ مذہب نے ان کو اپنے دین میں لانے کی مستقل کوشش بھی نہیں کی تھی۔ علاوہ بریں

خود پریوٹیسٹنٹ کی قلیل جماعت مذہب کی حمایت کے لئے آپس میں متفق نہیں تھی اس واسطے کہ ان نو آبادوں میں کے اکثر آدمی اسکاچ لوگوں کی نسل سے تھے جو اپنے آبائی پریسبیٹیرین عقائد پر قائم تھے اس طرح سے سرکار کے مقرر کئے ہوئے مذہب سے معدودے چند اہل ملک کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ اگرچہ اس بات کا اظہار کیا جاتا تھا کہ سرکاری مذہب تمام ملک میں قائم ہو گیا ہے اور اسی بنا پر اکثر قدیم مذہبی اوقاف اس کو مل گئے تھے لیکن اُس کے پادریوں اور محافل کی مقدار اُس کے کار مفوضہ سے بہت زیادہ تھی۔ اٹھارہویں صدی میں اس میں کثرت سے خرابیاں پھیل گئی تھیں جس سے اس کی ظاہری شان بہت بگڑ گئی تھی۔ انیسویں صدی میں اس میں اصلاح کی گئی لیکن اس کے بعد بھی خرابیوں کا پورے طور سے انسداد نہیں ہونے پایا اور کیتھولک کو اُسی طرح اُس سے نفرت تھی اور پریسبیٹیرین اس کو ویسا ہی ناپسند کرتے تھے۔ جس وقت سے کیتھولک کی مجبوریوں کو اٹھا دیا گیا تھا آئرستان کے پریوٹیسٹنٹ مذہب کے سرکاری انتظامات کی موقوفی کا لوگوں کو یقین ہو گیا تھا۔ جب سے کہ قانون اصلاح بابت ۱۸۶۹ء جاری ہوا لبرل فرقہ بر سر حکومت ہو گیا تھا۔ مسٹر کلائونٹن نے آئرستان کے کیتھولکوں کے ساتھ مصالحت آمیز حکمت عملی اختیار کی

تھی اس لئے انہوں نے ۱۹۱۹ء میں ایک قانون کو نافذ کر کے آئرستان کے مذہب کے سرکاری انتظام اور اوقاف کو موقوف کر دیا۔ انگلستان کی دستوری تاریخ میں یہ قانون اُس زمانے کی بڑی یادگار ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا ایک اور بات بھی اس میں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُس نے امراءِ دینی کی تعداد میں چار ارکان کی کمی کی ہے۔

کیتھولک اور نان کن فرمسٹ کا عقد نکاح اور تجہیز و تکفین۔ انگلستان کا قانون غیر موضوعہ اس وقت بنا تھا جبکہ کل ملک کا ایک مذہب تھا اس لئے اس قانون میں مذہب مروجہ سے اختلاف رکھنے والوں کے عقد نکاح اور کفن و دفن کے رسوم کی نسبت قواعد نہیں بننے پائے تھے اور نہ ولادت و وفات و عقد نکاح کے واقعات کو سرکاری طور پر اندراج کرنے کی نسبت احکام نافذ تھے۔ ہر ایک پیریش کے گرجے میں بپتسمہ، عروسی اور دفن اموات کی نسبت ایک رجسٹر ہوتا تھا جب تک کہ قوم اور مذہب کا ایک ہی دائرہ عمل رہا لوگوں کو اس طرز عمل سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ لیکن جب مذہب میں تفریق ہونے لگی تو اس حالت میں کیتھولک اور نان کن فرمسٹ لوگ بہت متروک اور پریشان ہوئے۔ اولاد کی صحت نسب کے لئے ان کو بھی مثل دوسروں کے قانونی شہادت کا انتظام کرنا ہوتا تھا لیکن یہ انتظام اُسی صورت میں ممکن تھا کہ اگر وہ

اپنے بچوں کی پٹسمہ کی رسم پیرش کے گرجے میں ادا کرتے بعض نان کن فرسٹ اور تام کیٹھلک لوگوں کو اس کی تعمیل میں سخت عذر تھا۔ شادی بیاہ کے لحاظ سے نان کن فرسٹ لوگوں کی حالت اخیر زمانہ میں بہت قابل رحم ہو گئی تھی۔ لارڈ ہارڈووک کا قانون ازدواج بابت ۱۸۵۲ء کے پاس ہونے کے قبل تک عقد نکاح کا پیرش کے گرجے میں ہونا لازمی نہیں تھا۔ اس قانون ازدواج کی رو سے سوائے یہود اور کوئیکر لوگوں کے سب فرقوں کے لئے ضروری تھا کہ اُن کی عروسی کی رسم پیرش کے گرجا میں ادا ہو۔ اس طرح سے سرکاری مذہب کے پادری اپنے خلاف مرضی مجبور کئے گئے تھے کہ اُن لوگوں کا نکاح بھی پڑھائیں جن کے عقیدے میں مقررہ مذہب انگلستان کے طرز کی عقد خوانی نا جائز ہے۔ چونکہ پیرش کے جملہ قبرستانوں کی زمینیں بوجہ حرمت و تقدس، پیرش کے متولی پادری کے نام وقف ہوتی تھیں، اس لئے کسی میت کو مذہب سرکاری کی نماز جنازہ کے بغیر دفن نہیں کیا جاتا تھا۔

لارڈ جان رسل کی بدولت اس سلسلہ کی پہلی اور دوسری شکایتوں کا ۱۸۳۳ء میں انسداد ہوا جس نے ایک قانون جاری کر کے عات ولادت اور ازدواج کے واقعات کے اندراج کے لئے افسران قانونی کو حکم دیا۔ اس طرح پیر لوگوں کو اپنی اولاد کے صحیح النسب ہونے کی جائز شہادت

پیرش کے گرجا میں بچوں کا بپتسمہ کرانے کے بغیر ہدست ہونے لگی۔ اس نے ایک اور قانون نافذ کیا جس کے سبب سے لوگوں کو اجازت مل گئی کہ جس طریقہ پر اور جس کسی مقام پر چاہیں عقد نکاح کر سکتے ہیں لیکن عودسی کے دافع کے لئے اندراج قانونی کا ہونا لازمی قرار دیا گیا اور اگر کسی گرجا میں کسی کی عقد خوانی ہو تو گرجا کے پادری کا فرض ہے کہ ناظم (محکمہ ازدواج و عمت و نکاح) کے یہاں اندراج مذکور روانہ کر دے۔

اس کے کئی سال بعد تک نان کن فرسٹ کی شکایت دفن اموات کی نسبت رفع نہیں ہوئی جن مقامات میں نان کن فرسٹ کی کثرت تھی وہاں انہوں نے اپنے قبرستان علیحدہ بنائے تھے اور اپنے طریقہ پر میتوں کو دفن کر سکتے تھے لیکن ہر ایک مقام پر ان لوگوں کی کافی تعداد نہیں ہو سکتی تھی کہ بطور خود قبرستان کا انتظام کر سکتے لہذا انہوں نے انگلستان میں بھی آئرستان کے مثل نان کن فرسٹ کی میتوں کو پیرش کے قبرستانوں میں دفن کرتے وقت اپنے پادریوں کو ساتھ رکھنے اور ان کے ذریعہ سے دفن کرنے کا مطالبہ کیا۔ بالآخر ۱۸۸۱ء میں ان کو یہ رعایت قوانین دفن کی ترمیم کے بعد نصیب ہوئی۔ اس مزمہ قانون کے زیر اثر منتظم میت کی مرضی کے موافق اس کا دفن عمل میں آ سکتا ہے۔ اگر منتظم میت چاہے تو میت کو بلا کسی مذہبی رسم کے

یا کسی عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کے طریقہ پر جس کو وہ پسند کرے دفن کر سکتا ہے۔

اودخال شہادت بہ عدالت۔ قانون غیر موضوعہ کی رو سے صرف اسی شخص کا بیان قابل اودخال سمجھا جاتا تھا جو قطعاً لیا جائے اور حلف بھی وہی صحیح ہو سکتا تھا جو مروجہ طریقہ پر ادا کیا جائے۔ اس قاعدہ کا نتیجہ یہ تھا کہ ایسے لوگ

جو مروجہ طریقہ کے مطابق حلف اٹھانے پر راضی نہیں ہوتے تھے یا جو حلف سے قطعاً بچنا چاہتے تھے قانون کی امداد سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ ایک عرصہ سے کوئیکر مورے ویس اور سپریشٹ کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ لارڈز میں

کے قانون مجریہ ۱۸۳۷ء نے عام اجازت دے دی کہ ہر ایک شخص اپنے ایمان کے مطابق حلف اٹھا سکتا ہے۔ ۱۸۶۷ء سے فوجداری کارروائیوں میں ہر ایک شخص کو اگر وہ مذہبی عقیدہ کی بنا پر حلف کو نا جائز سمجھتا ہو

اجازت ہو گئی تھی کہ حلف کے بجائے اقرار صالح کرے۔ ۱۸۸۵ء کے قانون نے جس کا ابھی ابھی اوپر حوالہ دیا گیا ہے عام طور پر ایسے گواہ کو جس کے نزدیک حلف کی پابندی لازم نہیں اجازت دی ہے کہ اقرار صالح کرے۔

۲۔ اصلاح پارلیمنٹ۔ ہم نے جن خرابیوں اور بدعنوانیوں کا پارلیمنٹ کی نیابت کی نسبت ذکر کیا ہے جاچ چہارم کی وفات تک ان میں اور ترقی ہوتی گئی۔ ان نقایض اور

بے ضابطگیوں کی دو قسمیں تھیں (۱)، تقسیم نائبین اور (۲)، حق رائے کی شرائط اہلیت۔

(۱) **تقسیم نائبین** - ایڈورڈ اول کے عہد سلطنت سے ہر ایک ضلع اور ہر ایک پارلیمنٹی شہر سے پارلیمنٹ کو دو نائب روانہ ہوتے تھے اور اس قاعدہ کے مستثنیات بہت کم تھے مگر جب ملک ویلز کے ضلعوں اور شہروں کو پارلیمنٹ کی نیابت کا حق دیا گیا تو کم رقبہ اور آبادی کے سبب سے ان کی نیابت محدود ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک مقام کو ایک ایک نائب انتخاب کرنے کی اجازت ہوئی۔ شہر لندن کو اُس کی آبادی اور عظمت کے سبب سے صدیوں سے چار نائب روانہ کرنے کا خاص حق حاصل تھا۔ اس طرح کی ایک دو مستثنیٰ حالتوں سے اس کلیہ (قاعدہ) میں کوئی اصلی تغیر نہیں ہو سکتا تھا مگر اس کے سبب سے اضلاع کی نیابت ان کے رقبہ اور آبادی کی عدم مساوات کی وجہ سے ناموزوں تھی۔ اور اسی طرح شہروں کی نیابت میں بھی ربط و مناسبت نہ تھی اور ان دونوں سے زیادہ تو اضلاع اور شہروں کو بلا لحاظ رقبہ و آبادی صرف ایک ایک نمائندہ روانہ کرنے کا حق دیا جانا نہایت غیر موزوں و مہمل تھا۔ بادشاہ کے طرز عمل اور مداخلت کے سبب سے شہروں کی نیابت کی اصلاح ہونے کے بجائے اور خرابی بڑھ گئی۔ یہ سچ ہے کہ ایڈورڈ اول کے زمانہ میں بعض ادنیٰ درجہ کے شہروں

سے حق نیابت لے لیا گیا تھا لیکن ان محروم شدہ شہروں کی تعداد سے زیادہ دوسرے ادنیٰ درجہ کے شہروں کو نیابت کے حقوق عطا کئے گئے تھے۔ ہنری ہشتم کے جلوس سے چارلس دوم کی وفات تک شہروں کے ایک سو اسی نائبین کا بیت العوام میں اضافہ ہوا تھا۔ ان نئے شہروں میں سے بعض با وقت اور مفید مقامات اور باقی معمولی قریبے تھے جن کو اس واسطے حق انتخاب عطا کیا گیا تھا کہ زمین کو پارلیمنٹ میں روانہ کر کے بادشاہ کے اثر کو بڑھائیں۔ اس مدت میں حق نیابت رکھنے والے پرانے شہر زمانہ کے تغیر سے یا تو ترقی کر گئے تھے یا مٹ گئے تھے۔ ان میں سے بعض تو بڑے شہروں کی حیثیت پر پہنچ گئے تھے اور بعض بالکل نیست و نابود تو نہیں ہوئے مگر ان کی دولت اور آبادی ترقی کر کے دوسرے مقامات کو منتقل ہو گئی جس کے سبب سے ان کی پہلی شان و شوکت باقی نہیں رہی تھی۔ باقی شہر تو اپنی مخصوص صنعت و حرفت کھو کر قعر گمنامی میں پڑے تھے۔ یا ان کا نصف سے زیادہ حصہ سمندر کے پتھروں سے بہہ گیا تھا اور بعض شہر بالکل کھنڈر ہو گئے تھے۔ اسی اثنا میں بہت سے قریبے ترقی کر کے شہر بن گئے تھے۔ صنعتی انقلاب کے آغاز سے بنایت گنجان آبادی کے شہر اکثر ایسے غیر آباد ساحل کے حصوں اور دور دراز وادیوں میں بس گئے تھے

کہ جہان کی زمینوں کو کسی زمانہ میں چرواہے اور شکاری اپنی ضرورتوں کے لئے پٹہ پر لے لیا کرتے تھے۔ ان ہی تغیرات کے سبب سے شہروں کی نیابت پارلیمنٹ میں حقیقی طور پر نہیں ہوتی تھی۔

اسکاچستان اور آئرستان کے نمائندوں کی تقسیم بھی انہی اسباب سے متاثر ہوئی تھی جن سے انگلستان کے نمائین کی تقسیم ناموزوں اور بیقاعدہ ہو گئی تھی۔

(۲) حق رائے کے شرائط اہلیت۔ حق رائے کے شرائط اہلیت بھی ایک زمانہ سے بلا نظر ثانی چلے آ رہے تھے اس واسطے نو جوانوں یا جدید خیال والوں کے لئے ناموزوں ہو گئے تھے۔

اہل ضلع کا حق رائے۔ اضلاع میں ہر ایک زمیندار کو جس کی تحصیل (مالگزاری) چالیس شلنگ سالانہ ہوتی پارلیمنٹی انتخاب کے وقت رائے دینے کا حق ہوتا تھا۔ روپیہ کی قیمت گھٹ جانے سے یہ شرط بہت ہی ادنیٰ ہو گئی تھی اور ہر ایک زمیندار اس شرط میں آ سکتا تھا۔ لیکن اٹھارویں صدی میں بڑے بڑے علاقوں کے وجود سے اکثر زمیندار مفقود ہو گئے اور جو باقی رہ گئے وہ اضلاع کی آبادی کا نہایت ہی قلیل حصہ تھے۔ اس کے برعکس عوام کی وہ جماعتیں جو دیہات میں رہتی تھیں اپنی کثرت تعداد اور خوش حالی کے سبب سے با وقت و صاحب اثر ہو گئی تھیں لیکن

انتخابات میں شریک نہیں ہوتی تھیں اور ان کے سوائے دیہات میں عوام کی ایسی جماعتیں بھی تھیں جنکو نقلداری (کاپی ہولڈ) Copy hold کی بنا پر زمینیں عطا ہوئی تھیں۔ عطیہ نقل داری اور جماعت نقل داران کا اب بھی رواج ہے۔ گو نقل دار اپنی زمین کا تقریباً مالک ہے لیکن جاگیر دار (معطی) کی چند خدمتیں بجا لانا اور اُس کو کچھ رقوم ادا کرنا اس کا فرض ہے۔ اس قسم کا کام اور نذرانہ زمیندار سے نہیں وصول کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ایسے مزارعین کی بھی جماعتیں تھیں جن کے پٹے کی مدت بہت طویل یا سالانہ ہوتی تھی اور انگلستان کی زمین کے دس میں سے نو حصوں پر یہ لوگ کاشت کرتے تھے اور ان سب کے بعد مزدوروں کا طبقہ تھا جو اجرت پر کام کرتا تھا۔

شہروں کا حق رائے۔ شہروں کے حق رائے کے شرائط اہلیت مختلف قسم کے تھے۔ چونکہ ان شرائط کو کسی عام قانون موضوعہ کے ذریعہ سے نہیں طے کیا گیا تھا ہر ایک شہر کے شرائط اہلیت اس کی تاریخی اور شاہی سند کے حالات پر مبنی ہوتے تھے بعض شہروں میں تو ہر ایک صاحب خانہ کو ایک رائے حاصل تھی اور دوسروں میں بلدیہ کے رکن کے سوائے کسی اور کو رائے دینے کا حق نہ تھا۔ بلدیہ بذات خود ایک مختصر (اور تنگ خیال) جماعت ہوتی تھی جو اپنے ارکان آپ انتخاب کرتی تھی اور بعض میں کچھ اور درمیانی طریقے مردج

تھے ٹیوڈر سلاطین کی تخت نشینی سے شہروں کے حق رائے میں ایسی ترمیم ہوئی کہ یہ اور بھی محدود ہو گیا تھا اور ایڈورڈ سوم کے عہد سے زیادہ جابج سوم کی سلطنت میں اس حق میں بخل کیا گیا۔ اس قسم کے جملہ نقایض شہروں کی آئے دن کی حیرت انگیز ترقی کے سبب سے لوگوں کی نظروں میں زیادہ کھٹکنے لگے تھے۔

نیابت کی بیقاعدگی اور ناموزونی کے نتائج۔ ہم نے جن بیقاعدگیوں کے عملی نتائج بیان کئے ہیں وہ اصل میں دو قسم کے تھے۔ پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ مالکان زمین یعنی صاحبان جائداد غیر منقولہ کو رائے دینے کا وسیع اختیار حاصل ہو گیا۔ مالکان اراضی نے اس اختیار کو اسامیوں پر اپنا اثر ڈال کر حاصل نہیں کیا کیونکہ اُس زمانہ میں کسی اسامی کو خواہ اُس کی اراضی کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو رائے دینے کا حق نہیں تھا بلکہ یہ اختیار اُن کو اُس اقتدار کی وجہ سے ملا تھا جو بڑے مالکان اراضی کو شہروں کی نیابت پر حاصل تھا چنانچہ ڈیوک آف رٹ لینڈ چھ، لارڈ لینڈیل نو اور ڈیوک آف نارفک کم سے کم گیارہ نمائندے پارلیمنٹ میں بھیج سکتے تھے۔ دوسرا نتیجہ یہ تھا کہ ملک کی نیابت کا معتد بہ حصہ بادشاہ یعنی کیبنٹ کے اختیار میں تھا۔ اس دوسرے دباؤ کی حالت نے ملک پر اس قدر اپنا رنگ جمایا تھا کہ جب پہلا مسودہ اصلاح منظور ہو کر قانون بن گیا تو اکثر اہل الرائے کو اندیشہ

ہونے لگا تھا کہ نہ تو بیت العوام کو کوئی وزارت اپنے قابو میں رکھ سکے گی اور نہ اُس میں کثرت موثرہ ہی قائم رہ سکے گی۔ مراد یہ کہ بیت العوام میں اُس قسم کے ارکان کی کثرت نہ ہوگی جو کیبنٹ کے اغراض کی تائید کریں۔

اصلاح پارلیمنٹ کے اسباب۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ نیابت کا یہ عجیب و غریب طریقہ زمانہ امن میں کب تک جاری رہتا۔ اس کے نتائج ابھی اس درجہ افسوسناک نہیں تھے جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا۔ جب کبھی جوش بڑھ جاتا تو عوام امن سے عموماً ایسی تدبیریں نکال لیا کرتے تھے کہ اسی بڑی بھلی پارلیمنٹ سے اپنی خواہشیں منوا لیا کرتے تھے۔ معمولی اوقات میں تو کار فرمایان پارلیمنٹ کی دور اندیشی اور اعتدال پسندی نے ان کو دوسروں کے حق میں ظالم و جابر نہیں بننے دیا۔ لیکن جارج سوم کے عہد میں آنے والے انقلاب کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ صنعتی انقلاب کے سبب سے ملک کی آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا مگر اُس کی کثیر مقدار نیابت سے محروم تھی۔ طویل جنگ، فصل غلہ کی خرابی اور غیر موزوں قانون امداد مفلسین کی وجہ سے ان باشندوں کی بڑی مصیبت اور پریشانی میں گذرتی تھی اس لئے یہ لوگ برہم اور بے قابو ہو گئے تھے۔ دوسرے ملکوں میں جو جمہوری اوارات کا رواج اور جمہوری خیالات کی اشاعت ہوئی تو انگلستان کی رائے عامہ پر بھی اُس کا اثر پڑا۔ انگریزی پارلیمنٹ کے نظام میں انقلاب

پیدا کرنے کے لئے ہر ایک قسم کا مادہ تیار تھا۔
قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء - جارج چہارم کی وفات سے
 نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی ضرورت ۱۸۳۲ء میں درپیش ہوئی
 اور اسی سال کا انقلاب فرانس جدید تغیر کی تحریک کا سبب
 ہوا جس کی بنا پر ملک نے زیادہ جدت و حریت پسند
 اراکین نئے بیت العوام میں بھیجے۔ اُس وقت کی قدامت پسند
 حکومت وزرا کو مستغنی ہونا پڑا جس کے سبب سے ارل گری
 اور اصلاح پارلیمنٹ کے موید برسرِ حکومت ہو گئے۔ اُن
 لوگوں نے ۱۸۳۲ء کے موسم بہار میں ایک مسودہ قانون
 اصلاح پیش کیا جس کی دوسری قرات بھی بیت العوام میں
 منظور ہو گئی لیکن جب تیسری قرات کے لئے بیت العوام
 کی کمیٹی کے سپرد کیا گیا تو کمیٹی مذکورہ نے اُس کو نامنظور
 کیا۔ اس لئے پارلیمنٹ کو ملک کی خواہش دریافت کرنے
 کے لئے درخواست ہونا پڑا اور انتخابات کا نتیجہ مصلحین کے
 مفید مطلب برآمد ہوا۔ اب ایک اور نیا مسودہ اصلاح
 پیش ہو کر بیت العوام میں منظور ہو گیا مگر بیت الامرا نے
 اس کو رد کر دیا۔ اس سے سلطنت کے اکثر حصوں میں
 بد امنی اور بے چینی پھیل گئی۔ اس کے بعد کے اجلاس میں
 ایک تیسرا مسودہ اصلاح اراکینِ امرا پر اثر ڈال کر منظور
 کرایا گیا اور جن امرا سے جن ارکان نے مخالفت کی
 تھی اُن کو مصلحتاً اپنے اختلاف کو واپس لینا پڑا۔

قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء کے انتظامی مطالب ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح نے ایسے چھپن شہروں سے جن میں سے ہر ایک کی مردم شماری دو ہزار سے کم تھی بالکل حقوق انتخاب لے لئے۔ اور ایسے تیس شہروں سے جن کی ہر ایک شہر کی آبادی چار ہزار نفوس سے کم تھی ایک ایک نائب کم کر دیا اور میل کم رے جس اور وئی متھ کو ملا کر دو نائب دئے اس سے قبل یہ دونوں شہر چار نائب مشترکاً بھیجا کرتے تھے۔ اس طرح سے ایک سو تینتالیس نمائندے قابل تقسیم بیچ گئے جنکی ذیل کے طریقہ پر تقسیم ہوئی۔ بائیس نئے حق نیابت رکھنے والے شہروں میں سے ہر ایک کو خواہ وہ کوئی بڑا شہر ہو یا چھوٹا اور لندن کو دو نمائندے دئے گئے اور اکیس شہر جو ان سے کم رتبہ کے تھے ان میں سے ہر ایک کو ایک نمائندہ ملا۔ اضلاع کے نمائندوں میں سینٹھ کا اضافہ کیا گیا اور باقی میں سے اسکاچستان کو آٹھ اور آئرستان کو پانچ نمائندے دئے گئے۔ اضلاع میں حق رائے سے نقل دار اور پٹہ دار اور ایسے پٹہ لینے والے جن کے پٹہ کی مدت پٹہ دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے اور جو بچاس پونڈ اور اُس سے زیادہ رقم مالگزاری ادا کرتے ہوں بہرہ اندوز ہوئے۔ شہروں میں اُن سب صاحبان خانہ کو جو دس پونڈ یا اُس سے زیادہ کرایہ ادا کرتے ہوں حق رکے دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مختلف مقامی حقوق رائے زنی کی تین شیخ عطر میں آڑی۔ اسکاچستان اور آئرستان کے واسطے علیحدہ قوانین

اصلاح جاری کئے گئے۔

نتائج قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء۔

(۱) وزراء کے کینٹ اور مالکان جائیداد غیر منقولہ کے اثرات میں کمی۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح نے رائن ہروز (کم آباد اور دیران بلاد) کی نیابت موقوف کر کے بڑے شہروں کو حق نیابت بخشا اور سب شہروں میں مستکر کے حق رائے کو قائم کر کے پارلیمنٹ سے وزراء کے اثر کو زائل کیا اور نائبین بلاد کے داخل ہونے سے مالکان اراضی کے اثرات جاتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ ضلع کی نیابت میں اضافہ ہونے اور مزارعین قولدار کو جو ایک حد تک اپنے زمینداروں کے زیر اثر تھے حق رائے مل جانے سے مالکان زمین کا ضرور فائدہ ہوا لیکن نقصان کے مقابل فائدہ بہت کم تھا اس لئے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اُن پینتیس سال تک جو قانون اصلاح کے بعد گزرے ہیں زمام حکومت اُن متوسط الحال لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جنکی تعداد میں انقلاب صنعتی کے سبب سے بے انتہا اضافہ ہوا تھا۔

(۲) بیت العوام اور بیت الامرا کے مابین اختلاف آرا۔

چونکہ طبقہ متوسطین بیت العوام میں مقتدر ہو گیا تھا۔ اور مالکان ارضی کا بیت الامرا میں حسب حال اقتدار بحال رہا اُن دونوں بیوت میں عام حکمت عملی کے مسائل پر آپس میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا اور اکثر بیت الامرا کو ہی مخالفت سے دست بردار ہونا پڑتا

تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے سروں میں ہوائے جمہوریت بھری ہوئی تھی ارکانِ موروٹی کے بیت بہ نسبت ارکانِ منتخبہ کے بیت کے زیادہ کمزور ہونا لازم تھا۔ امرا اکثر ڈیوک آف ونگٹن کے سمجھانے پر لڑائی کی نوبت نہیں آنے دیتے اور بیتِ العوام کی خواہشوں کو مان لیتے تھے۔ ڈیوک مذکور پر بخوبی ثابت ہو چکا تھا کہ قوت کا مرکز اب بدل گیا ہے اور پہلے مقام پر نہیں رہا ہے اسلئے وہ مصلحتاً صلیح دونوں بیوت میں کرا دیتا تھا۔ اس کے تابعین اسکی جرأت اور وفا شکاری کی یہاں تک قدر کرتے تھے کہ اس کے بچنے پر ناگوار سی ناگوار تدبیر اور قانون کے قبول کرنے میں ان کو انکار نہیں ہوتا تھا۔

(۳) اصلاح شدہ پارلیمنٹ کا اعتدال۔ اگرچہ اہل نظر ۱۸۳۲ء کے قانونِ اصلاح سے خائف تھے لیکن (خوشی کا مقام ہے کہ) اس کے سبب سے کوئی زبردست انقلاب نہیں ہونے پایا۔ اس قانون میں ایک کمی رکھٹی تھی وہ یہ کہ اس نے مزدوروں کی جماعت کو حق نیابت سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچایا۔ اُن شہروں میں کہ جہاں پہلے ہر ایک صاحب خانہ یعنی مستر کو رائے دینے کا حق تھا اس قانون نے اکثر مزدوروں کو رائے دینے سے محروم کر دیا۔ جن نئے لوگوں کو اس قانون کے زیر اثر رائے دینے یعنی نمائندوں کے انتخاب کرنے کا حق ملا تھا وہ اکثر خوشحال تھے۔ اور گویا حالات

کی درستی اور تبدیل تو چاہتے تھے مگر اُنکا ہرگز منشا نہیں تھا کہ ملک میں بد امنی اور عدم حکومت کا تسلط ہو۔ اس حکمت علی کو اُن کے نمائندوں نے بھی پارلیمنٹ میں قائم رکھا جس کے سبب سے سرگرم مصلحین کو اصلاح شدہ مگر قدامت پسند بیت العوام سے بہت مایوسی ہوئی اس پر بھی اُس نے سب سے عظیم اور حیرت انگیز کام یہ کیا کہ تجارت کو بالکل آزادی دیدی۔

قانون اصلاح مجریہ ۱۸۶۷ء کے اسباب۔ ۱۸۳۲ء کے

قانون اصلاح جاری ہونے کے بعد سے چند سال تک لوگ پارلیمنٹی اصلاح کے مضمون کو بھول گئے تھے لیکن وہ اسباب جن کی بنا پر یہ قانون بنا تھا اُس کے بعد بھی موجود تھے، صنعتی انقلاب اب بھی ترقی پر تھا۔ ممالک متحدہ کی کل ریلوں کا سلسلہ اور اُن کے متعلق جس قدر منصوبے باندھے گئے ان سب کی ابتدا ۱۸۳۲ء سے ہوتی ہے۔ آزادی تجارت قائم ہو جانے سے ۱۸۶۷ء سے ۱۸۶۹ء تک زراعت کی آمدنی یا تحصیل مالگزاری بہت گھٹی رہی اسکے خلاف تجارت اور دوسری صنعتوں کی طرف لوگوں کو غیر معمولی تحریک ہوئی۔ ملک کے زرعی حصوں کی آبادی کا بڑھنا بالکل متوقف ہو گیا اور شہروں کی مردم شماری روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ملک کے وسیع قطعات کان کنی اور صنعت کاری کے قریئے بن گئے۔ اس طرح سے قوم کے اُس حصہ کا اقتدار جس کا ذریعہ معاش زمین تھی گھٹنا شروع ہوا

اور قوم کے اُس حصہ کا اقتدار و اثر جس کی وجہ معاش تجارت اور صناعی تھی بڑھنے لگا تھا۔

اسی زمانہ میں کاریگروں کو بھی سیاسی اختیارات پانے کی امنگ پیدا ہوئی۔ قوم میں ابتدائی تعلیم کا مذاق ہر طرف پھیل گیا تھا اور عوام کا معیار آسائش و آرام زیادہ بڑھ گیا تھا اور جمہوری خیالات کی ہر مقام پر ترقی ہو رہی تھی جنکی وجہ سے اقلیم یورپ میں تو ایک عام انقلاب ہوتے ہوئے رہ گیا مگر انگلستان میں ان خیالات کا اثر طالبان منشور کی ولولہ خیز تحریک کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بانیان تحریک اس منشور کے ذریعہ سے چند باتوں کو حاصل کرنا چاہتے تھے جن کو اس منشور قومی کے چھ عنوانوں میں بیان کیا گیا تھا اور اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ہر ایک شخص کو رائے دینے کا مجاز سمجھا جائے۔ حق نیابت رکھنے والے حصص ملک کی مساوات۔ قرعہ اندازی سے رائے کا دیا جانا پارلیمنٹ کا سالانہ انعقاد پارلیمنٹ کی رکنیت کے واسطے ملکیت کی شرط کا اٹھا دیا جانا۔ ارکان پارلیمنٹ کے لئے تنخواہ کا مقرر ہونا۔ گرانہ اشیاء مایحتاج اور افلاس کے سبب سے لوگوں پر طالبان منشور کے خیالات اثر جارہے تھے لیکن جب خوشحالی کا زمانہ آیا تو یہ تحریک خود ہی مفقود ہو گئی۔ تاہم جمہوری جذبات

کا نشوونما اس وجہ سے جاری رہا کہ طالبان منشور کے نقدان سے لوگوں کو شورش و بغاوت سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ قانون اصلاح بابت ۱۸۲۷ء نے صدیوں کی قدیم عادت و روایت کا قلع قمع کر دیا تھا جس کے سبب سے قوم ہمارے بیقاعدہ نیابتی طریقہ کو بدلنا نہیں چاہتی تھی۔ مقتنین و مدبرین کا خیال تھا کہ اصلاح پارلیمنٹ کی نسبت ایک نیا قانون بنا کر ملک کا اعتماد و ہمدردی حاصل کریں کیونکہ ۱۸۳۲ء کے قانون جاری ہونے سے ایک قرن پہلے وک لوگوں کو شاذ و نادر اقتدار نصیب ہوا لیکن اس قانون کے نفاذ کے ایک قرن بعد وک فرقہ کا کوئی فرد مشکل سے غیر مقتدر رہا ہوگا۔ اس قسم کی ترغیب و تحریک کی بنا پر لارڈ جان رسل نے ایک اور مرتبہ پارلیمنٹی اصلاح کے متعلق ایک تحریک پیش کی لیکن ایک عرصہ تک ان مباحثوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رکن پارلیمنٹ کے لئے صاحب جائداد ہونے کی شرط جس پر ایک مدت سے عمل نہیں ہوتا تھا بالآخر ۱۸۵۹ء میں اذ روئے قانون اٹھا دی گئی۔

قانون نیابت عوام بابت ۱۸۶۷ء۔ اس سلسلہ کا یہ دوسرا قانون ہے جس کے بننے کا سبب جدت (و حریت) پسند اور قدامت پسند فرقوں کا عوام کی تائید حاصل کرنے کے لئے باہمی مقابلہ ہے۔ اس کے اجرا کا سہرا مسٹر ڈسراہیلی کے سر ہے جو اندون لارڈ ڈربی کی کینٹ کے رکن تھے

اس قانون کی رو سے بعض چھوٹے شہروں کا حق رائے قطعاً ضبط کر لیا گیا اور بعض کے حق رائے میں تخفیف کی گئی۔ گیارہ نئے شہروں کو حق نیابت دیا گیا اور بعض بڑے بلاد اور شہروں کو بحساب فی شہر ایک نائب مزید عطا ہوا۔ انگلستان کے اضلاع کے نائبین میں پچیس کا اضافہ ہوا اور جامعہ لندن کو ایک اور نمائندہ مل گیا۔ اسی قانون سے اس بات کا بھی انتظام کر دیا گیا کہ اضلاع اور شہروں میں جہاں سے فی مقام تین نائبوں کا انتخاب ہوتا تھا ہر ایک رائے دینے والے پر لازم کیا گیا کہ بجائے تین کے دو کے واسطے رائے دیا کرے۔ رائے دینے کے حق کے شرائط اہلیت میں بھی اس قانون نے عظیم تغیرات پیدا کئے۔ اضلاع میں تو رائے دینے کے حق کو اُن قابضین اراضی تک وسعت دی گئی جو بارہ پونڈ مالگزاری ادا کریں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کسانوں کی پوری جماعت جو پٹ پر کاشت کرتی تھی رائے دینے کی مستحق ہو گئی۔ شہروں میں تو ہر ایک مستکر اور منر لگزیں کو خواہ اُس کی کچھ بھی حیثیت ہو حق رائے مل گیا بشرطیکہ وہ کم سے کم دس پونڈ سالانہ اپنے مکان یا کمروں کا کرایہ ادا کرتا ہو۔ اسی طرح شہروں کے لائق اور ہوشیار کاریگروں کی ایک کثیر مقدار بھی اس سے بہرہ اندوز ہوئی۔ لیکن طبقہ متوسطین کا وہ سیاسی اقتدار جو اُن کو پہلے قانون صلاح

سے ملا تھا اس قانون کے سبب سے زائل ہو گیا۔ علیحدہ قوانین بن جانے سے اسکاچستان اور آئرستان کے شہروں کو ۱۸۶۷ء میں حق رائے منکر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انگلستان سے پانچ اور آئرستان سے دو ناٹیوں کی تخفیف ہوئی اور اسکاٹ لینڈ کے ناٹیوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

جن اسباب کا نتیجہ ۱۸۶۷ء کا قانون (اصلاح) تھا انہی کی بدولت اس کے چند سال بعد اس سے زیادہ عظیم اور وسیع تغیرات ظہور پذیر ہوئے۔ جبکہ شہروں کو حق رائے منکر دیا گیا تو اضلاع کو محروم نہیں رکھا جاسکتا تھا اور جبکہ تقسیم ناٹیوں میں جن کی تعداد قدیم سے یکساں چلی آرہی تھی دو مرتبہ ترمیم ہوئی تو مصالحن کے لئے تعداد نفوس اور ان کی نیابت میں مناسبت پیدا کرنے کا راستہ نکل آیا۔ اگر کسی دو مقاموں کی آبادی مساوی ہو تو ان کے ناٹیوں کی تعداد میں بھی مساوات ہونی چاہئے۔

قانون نیابت عوام مجریہ ۱۸۸۵ء۔ اس قانون کا تینوں ریاستوں کے حق رائے پر اثر ہوا ہے۔ اس کے سبب سے اضلاع کو بھی منکر اور منزل گزریں کے حقوق رائے عطا ہوئے ہیں۔ اس طرح سے انگلستان اور اسکاچستان کے سب مزدور پیشہ مزارعین اور آئرستان کے چھوٹے درجہ کے کسانوں کو رائے دینے کا حق مل گیا۔ اگرچہ اس قانون کے دوسرے مطالب ایسے مفید و ضروری نہیں تھے تاہم

حق رائے مشترکہ اور حق رائے منزل گزین اضلاع کو دیا جانا بذات خود

ایک انقلاب تھا۔
قانون جدید تقسیم نائبین بابت ۱۸۸۵ء۔ انگلستان اسکاتلستان اور آئرستان کی تینوں ریاستیں اس قانون کے زیر اثر ہیں۔ اسکے اجرا سے ایسے شہروں سے جنکی منفرداً آبادی پندرہ ہزار نفوس سے کم ہو حق نیابت لے لیا گیا اور ان شہروں سے جنکی منفرداً آبادی پچاس ہزار نفوس سے کم ہو فی شہر ایک نائب کم کر دیا گیا اور شہر لنڈن سے دو نمائندوں کی تخفیف ہوئی لیکن ہر ایک شہر کے دو نمائندے جن کی آبادی پچاس ہزار سے کم اور ایک لاکھ پینسٹھ ہزار سے زیادہ نہیں تھی بحال رہی اور رٹ لینڈ سے جو انگلیزی اضلاع میں سب سے چھوٹا ضلع ہے ایک نمائندے کی کمی ہوئی۔ ان خالی شدہ جائدادوں کی ایک نئے طریقہ پر تقسیم عمل میں آئی یعنی جن اصول پر ازمندہ وسطی میں مقامات کو حق نیابت عطا ہوتا تھا ان کے خلاف سب مقامات کو اس قانون کی رو سے بلا لحاظ تعداد نفوس و رقبہ مساوی نیابت ملی۔ اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے آبادی اور نیابت میں تناسب قائم کر کے اس کے اصول کو مرغوب بنایا گیا۔ ریاست ہائے متحدہ کی لنڈن اور اُن شہروں کے سوائے جن کے منفرداً دو ارکان بحال رکھے گئے ہیں ایسے حصوں میں تقسیم ہوئی ہے جنکی آبادی تقریباً مساوی ہے اور ہر ایک حصہ پارلیمنٹ

میں ایک رکن بھیجتا ہے۔ چنانچہ لوڑ پول کے شہر کی جو ناآیین کے انتخاب کرنے کا پہلے صرف ایک مقام تھا اور جو ۱۸۶۷ء سے تین اراکین بھیجتا تھا اس قانون کی رو سے نو ایسے حصوں میں تقسیم کی گئی ہے کہ جہاں سے فی حصہ منفرداً ایک رکن انتخاب ہونے لگا۔ اسی طرح سے ڈیل سیکس کے تعلقہ کی سات حصوں میں تقسیم ہوئی۔

لیکن اس قانون میں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں قدیم طرز کی تقسیم کے اصول کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس واسطے اس تقسیم (اراکین) کی بنیاد جو اس قانون کے ذریعہ سے عمل میں آئی ہے بالکل تعداد نفوس پر نہیں قائم کی گئی ہے۔ اسکاچستان کو بھی مزید بارہ ارکان مل گئے اس طرح سے اسکاچستان کے ناٹیوں کی تعداد بہتر ہو گئی اور بیت العوام کے جملہ اراکین کی تعداد چھ سو ستر تک پہنچ گئی۔ اسکاچستان ویلز اور آئرستان بہ نسبت اپنی مردم شماری کے اب انگلستان سے زیادہ ارکان پارلیمنٹ میں بھیجتے ہیں۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کے جامعون کی نیابت کو بھی اس قانون نے نہیں بدلا ہے۔

نیابت عوام کے قانون بابت ۱۸۸۴ء اور تقسیم جدید کے قانون بابت ۱۸۸۵ء کے ذریعہ سے انگریزی دستور میں ایسے مفید اور ضروری تغیرات عمل میں آئے ہیں کہ قوانین موضوعہ کی تاریخ میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اور نہ کسی شخص کو ان قوانین کے ضروری اور مفید نتیجوں سے کبھی انکار و شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان نتیجوں کی نسبت اس وقت پیشین گوئی کرنا ناممکن ہے۔

انتخابات کے وقت رشوت ستانی میں کمی۔ قوانین اصلاح کی بدولت حلقہ جات انتخاب میں اضافہ ہونے سے انتخاب کرنے والوں کی رشوت ستانی میں ایک نئی دشواری پیدا ہو گئی رائے دینے والوں کی اب فراوانی ہو گئی تھی اس لئے رائے کی خریداری میں پہلی سی آسانی نہیں رہی تھی۔ قوم کا سیاسی مذاق زیادہ سلیم ہو گیا تھا اور انتخاب کرنے والوں کی کثیر مقدار ایسی تھی کہ اپنے فرقہ کا لحاظ کرتی تھی اور اُس کا ساتھ چھوڑنے کے لئے فرقہ مقابل سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتی تھی اس اصلاح کا سبب ایک حد تک اخبارات کی کثرت اشاعت تھی اور اس سے بڑی ایک اور وجہ یہ تھی کہ کامیاب امیدواروں کے مقابل میں ناکام لوگوں کی عرضیوں کی تحقیقات کا طریقہ جاری ہو گیا تھا۔ اٹھارھویں صدی کے نصف سے زیادہ زمانہ تک بیت العوام کے پورے ارکان کی مجلس میں انتخاب کی نسبت شکایات کی تحقیقات ہوتی تھی لیکن مجلس مذکور واقعات دریافت کرنے کی زحمت گوارا کئے بغیر اُس فریق کے حق میں فیصلہ کر دیتی تھی جس کے خیالات فرقہ کثیر کے ساتھ متفق ہوتے تھے۔ جارج گرین ول نے شائع میں

ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے انتخاب کی نسبت شکایتی
عضیوں کی تحقیقات ایک ایسی مجلس کے تفویض کردی گئی
جس کے ارکان تیرہ ہوتے تھے۔ ان ارکان کو اُن چالیس
ارکان میں سے انتخاب کیا جاتا تھا جن کے نام اس سے
قبل قرعہ اندازی کے ذریعہ سے منتخب ہو چکے تھے۔

ان تیرہ ارکان کی مجلس میں فریقین مقدمہ ایک ایک رکن
اپنے حقوق کی نگہداشت کے لئے اضافہ کرتے تھے۔ اس
مجلس سے جو اس طرح مرتب ہوتی تھی پورے بیت العوام کی
مجلس کی بہ نسبت زیادہ انصاف اور ذمہ داری کی امید ہوتی
تھی لیکن یہ بھی جنبہ داری کے عیب سے بری نہیں تھی۔

اس لئے ۱۸۶۵ء میں انتخاب کی نسبت شکایتوں کی تحقیقات
اعلیٰ عدالتوں (کے ججوں) کے تفویض کی گئی۔ انتخاب کی
خرابیوں کی اصلاح کے لئے قانون بتدیج سخت کرنا پڑا۔

۱۸۸۳ء کے قانون کی رو سے جو اس بارے میں سب
قوانین سے اخیر میں جاری ہوا ہے انتخاب میں پرانی طرز
کی رشوت ستانی بہت دشوار اور خطرناک ہو گئی ہے۔
بہر حال مخفی اور بالواسطہ ذریعوں سے انتخاب کرنے والوں کے
خیالات کو متاثر کرنا ممکن ہے لیکن رشوت وغیرہ کے مذہوم
طریقہ کا بالکل انسداد ہو گیا ہے۔

انتخابات پر اثرنا جائز۔ قانون قرعہ اندازی بابت ۱۸۶۲ء
مدتوں اس بات کی شکایت رہی کہ جب تک پارلیمنٹی انتخابات

میں علانیہ رائے لی جائیگی اکثر انتخاب کرنے والے ناجائز اثرات سے متاثر کئے جائیں گے۔ کہا جاتا تھا کہ اسامی اپنے مالک زمین اور کاریگر اپنے آقا کا خوف اور ہر ایک حاجتمند اپنے حاجت روا کا لحاظ کرے گا۔ انہی خیالات اور بیرون ملک کی جمہوریت کے سبب سے طالبان منشور کو رائے زنی کے ایک مخفی طریقہ کی ضرورت پڑی اور انہوں نے منشور کا پانچ شرائط میں سے ایک شرط اس مضمون کی رکھی۔ لیکن جدت پسند اور قدامت پسند فرقوں کے اکثر لائق آدمی اس طرز کی رائے دینے کے خلاف تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ گو مخفی طریقہ سے رائے دینے میں رائے دینے والے کو اثر نا حائز سے نجات تو ملتی ہے لیکن عوام کی مرضی سے بھی وہ اپنے کو چھپائے رکھتا ہے یعنی عوام کی مدح و ذم کا اُس پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ مخفی طریقہ سے رائے دینے میں انتخاب کرنے والے کو پوری آزادی تو حاصل ہے لیکن وہ اپنے فرقہ کی کامیابی کے لئے نومرداری کو بھول جاتا ہے۔ لیکن عوام کو مخفی طریقہ سے رائے دینے کی جانب اس قدر رغبت تھی کہ ان دلیلوں کا اُن کے دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ بالآخر ۱۸۳۲ء میں مخفی طریقہ سے رائے دینے کا قانون جاری ہو گیا۔ اگرچہ یہ قانون عارضی تھا لیکن اُس زمانہ سے برابر تجدید ہوتی رہی ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کی مذموم عادتیں۔ پارلیمنٹ کے ارکان

کی رشوت، وظیفہ اور خدمتیں قبول کرنے کی بُری عادتیں حقیقت میں اٹھارھویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی موقوف ہو چکی تھیں۔ ہر دوپٹ اور برگ جیسے بند حوصلہ مدبرین کی ذات حمیدہ صفات نے اس مسرت خیز نتیجہ کے لئے نظائریں قائم کر دیں۔ اس کے سوائے دوسرے سبب مباحثوں کی اشاعت تھی۔ اب ہر ایک آدمی کو اس بات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ارکان اُن اصول کے کمانٹک پابند رہتے ہیں جن کا وہ اپنے انتخاب کرنے والوں پر اظہار کیا کرتے ہیں۔ ایک تیسرا سبب سیاسیات سے عوام کی دلچسپی تھی جس کی وجہ سے اُن کی بصیرت بڑھتی گئی نیز قانون کے وضع ہونے سے بھی ایک حد تک ان خرابیوں کا انسداد ہوا ہے۔

سلطنت سے مشابہہ بلا عمل خدمتوں کی تعداد میں بھی بتدریج کمی کی گئی۔ ولیم چارم کے جلوس کے وقت بادشاہ کے جملہ موروثی محال قوم کے حق میں بحال ہو گئے اور اُن کے معاوضہ میں شاہی جیب خرچ کے لئے مناسب رقم مقرر کی گئی جس میں ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کے زمانہ سے مزید تخفیف ہو گئی اور عہدہ داران سلطنت و ملازمان شاہی کے وظائف کی رقم میں بھی کمی ہوئی اس طرح سے جارج سوم کے بعد سے کسی دوسرے بادشاہ کو اُس کی سی حکمت عملی اختیار کرنے کی جرأت اس

سبب سے نہ ہو سکی کہ اُس کے یہاں پارلیمنٹ کے ارکان کو متاثر کرنیکا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا۔ قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء کے بعد سے جس کے باعث غیر آباد یا ویران شہروں کی نیابت کی موقوفی عمل میں آئی ہر ایک رکن پارلیمنٹ اپنی خیریت قوم کی سرپرستی میں سمجھتا اور اُس کی نظر عنایت کو اپنے قیام رکنیت کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہی قانون ان ارکان کو بادشاہ اور وزرا کے ناجائز دباؤ سے بچاتا ہے۔

بیت العوام اور رائے عامہ۔ نیابت پارلیمنٹ اور تقسیم نائبین کی نسبت قانون بن جانے سے بیت العوام کی قوت میں اضافہ تو ہوا مگر دوسرے تغیرات نے رائے عامہ کو اس مجلس کے ارکان پر مقتدر کر دیا۔ پارلیمنٹ کے مباحثوں کی مکمل اور صحیح کیفیتوں کی اشاعت سے پڑھے لکھے لوگوں کو سیاسیات ملک سے واقف ہونے کا موقع ملنے لگا اور پارلیمنٹ کی ہر ایک کارروائی اور تحریر کے شائع ہونے سے اخبار نگاروں کے لئے سیاسی بحث کے لئے کثیر مواد ہمدست ہونے لگا۔ ۱۸۵۵ء میں اخبار کے کاغذ ہونے کی اور ۱۸۵۶ء میں محصول کاغذ کی تنسیخ سے اخبارات کی کثرت اور ارزانی ہو گئی۔ مشہور مدیرین ایسی فصیح و بلیغ تقریریں

Borough کی نوٹ مندرجہ ضمیمہ میں Rottenborough کی تصریح کر دی گئی

اب عام جلسوں میں کرتے ہیں جو بیت العوام میں ہوا کرتی ہیں۔ سیاسی مسائل کی نسبت مباحثے اور اُن کا تصفیہ ایک حد تک بیت العوام کے باہر ہی ہوتا ہے اور ارکان پارلیمنٹ کی شہرت اور عظمت جو پہلے خاص علم اور خاص قابلیت کی وجہ سے تھی وہ اب دن بدن کم ہو رہی ہے۔

فروق کی تنظیم۔ ہر ایک آزاد ملک میں کم و بیش سیاسی فرقے ہوتے ہیں۔ انگریزی پارلیمنٹ میں بھی چارلس اول کے زمانہ سے مشہور و مستند فرقے ہوتے چلے آئے ہیں۔ مگر یہ فرقہ بندی پارلیمنٹ کے دائرہ تک ہی محدود تھی اور بیرون پارلیمنٹ فرقہ بنانے کی اٹھارھویں صدی کے وسط سے پہلے بہت کم کوشش کی گئی تھی۔ یہ فخر تو انیسویں صدی ہی کو حاصل ہے اور جب سے کہ لوگوں کو کثرت سے حق رائے دیا گیا تو لوگ عمریں صرف کر کے سیاسی فرقوں کی تنظیم کو بطور ہنر کے کسب کرنے لگے۔ فی زمانہ ہر ایک فرقہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ رائے کی نسبت کمال درجہ کی کفایت شعاری برقی جائے ہر ایک حلقہ نیابت میں احتیاط کے ساتھ دریافت کر لیا جاتا ہے کہ انتخاب کرنے والوں میں سے کون کون آدمی کس کس فرقہ کی مدد کریگا۔ ہر ایک فرقہ کے سرداروں کو دانشمندی اور تدبیر سے ایسی حکمت عملی اختیار کرنی پڑنی ہے جو عموماً اُن کے فرقہ کے لئے مفید ہو۔

سرداران فرقہ اور منتظمین مقامی میں مراسلت کا مستقل سلسلہ قائم رہتا ہے۔ امیدواروں کے انتخاب کرنے میں فرقہ کے مفاد و اغراض کا حد درجہ لحاظ کیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ ان کے لئے رائے دی جائے ان سے ہر ایک ضروری و مفید مسئلہ کے متعلق حتمی وعدہ لے لیا جاتا ہے اسی وجہ سے منتخب ہونے کے بعد ان نائبین کو اپنے طور پر کسی بات کو انجام دینے کی بہت کم آزادی رہتی ہے۔ روز بروز ان لوگوں کی حالت ایسے معمولی و کلا کی سی ہو رہی ہے جنکے ذمے منظم فرقوں کی خواہشوں کا اظہار کر دینا ہو۔

مخصوص سیاسی مقاصد کے واسطے فرقہ کا تنظیم پانا۔

جس انتظام کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔ اسکا تعلق ہر ایک فرقہ کے عام مقاصد سے ہوتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں دوسرے قسم کے انتظامات اور ترکیبیں بھی عمل میں لائی جاتی ہیں تاکہ کوئی خاص نتیجہ حاصل ہو سکے اور حصول مقصد کے بعد ان کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے انتظام کی مثالوں میں سے ایک انجمن کیتھولک کی مثال ہے جو کیتھولک فرقہ کی عدم قابلیت کو منسوخ کرانے کی غرض سے بنائی گئی تھی۔ علاوہ اس کے پارلیمنٹ کی اصلاح کے واسطے چند سیاسی اتحادوں اور غلہ کے قانون کے خلاف اتحاد کا قائم ہونا اور اسی قسم کی چند حالیہ متحدہ جماعتیں ہو سکتی ہیں۔ اس قسم کی انجمنیں انیسویں صدی کے سیاسی معاملات میں

مختلف طریقوں سے اثرات پیدا کرا کے یادگار زمانہ ہو گئی ہیں۔
 کبھی تو انہوں نے ملک کی رائے عامہ کو اپنے موافق بنا لیا
 اور کبھی عام شورش پیدا کر دی اور جب کبھی اپنے
 مطالبات کو ناکام ہوتے دیکھا تو حکومت کو زبردست
 بغاوت کی دھکی دی۔

۳۔ کابینہ کی حکومت میں مزید استحکام اور محکمہ جات
 عاملانہ میں تغیرات۔ قوانین اصلاح کے سلسلہ نے پارلیمنٹ
 کی حکومت کو بہت کچھ ترقی دی ہے۔ ۱۸۳۲ء سے بیت العوام
 نے حکمت عملی کے عام اصول کو اور اس سے زیادہ
 حکومت کے تفصیلی ابواب کو تدریج اپنے عنان اختیار
 میں لے لیا ہے۔ اس کو اس بات کے تصفیہ کا کامل
 اختیار ہے کہ کون کون شخص حکومت کریگا۔ اگرچہ وزراء
 کے انتخاب میں فرمان روا کا اختیار تیزی کوئی اثر
 نہیں رکھتا لیکن وہ ہمیشہ اُسی فرقہ کے رہبر کو وزیر اعظم
 کی خدمت پر مقرر کرتا ہے جس کی بیت العوام میں
 کثرت ہوتی ہے وزارت کا دار و مدار اسی کثرت پر
 ہے اور جب یہ وزراء کی تائید کرنا موقوف کر دیتی ہے
 تو ان کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ ۱۸۶۹ء سے وزراء
 (بیت العوام کی) بے اعتمادی کی باضابطہ تحریک منظور
 ہونے کا انتظار نہیں کرتے ہیں چنانچہ چار مرتبہ انہوں
 نے صرف اس بنا پر استعفا دیدیا کہ عام انتخاب کا

نتیجہ ان کے خلاف برآمد ہوا تھا بلکہ ان کو نئے بیت العوام کا منعقد ہونا بھی گوارا نہیں ہوا اور وہ فوراً مستعفی ہو گئے۔ چونکہ بیت العوام کے کامیاب فرقہ کی کثرت کیبنٹ کی معاون ہوتی ہے کیبنٹ اندون پہلے کی بہ نسبت زیادہ مطلق العنان ہو گئی ہے۔ اس کی قوت بھی ضرور بیت العوام کی قوت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بیت العوام جیسی بڑی جماعت کے فرقہ کثیر کی تائید ضرور غیر مستقل ہوگی۔ جب پہلا قانون اصلاح جاری ہوا تو بادشاہ کے زیر اثر حق نیابت رکھنے والے شہروں کی موقوفی کے سبب سے لوگوں کو اندیشہ تھا کہ مبادا کیبنٹ اپنے منصوبوں میں بیت العوام سے کثرت آرا نہ حاصل کرے جس کے سبب سے پارلیمنٹ کی حکومت کی بنیاد متزلزل ہو جائیگی۔ (خوشی کا مقام ہے کہ) یہ اندیشہ حقیقت کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔ پرانی طرز کے شاہی اثر کے بجائے اس سخت طریقہ سے کام لیا جاتا ہے جس کو تنظیم فرقہ کہتے ہیں اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

امرا کے ایسے چند خاندان جو ۱۸۳۲ء سے پہلے بیت العوام کے ارکان کو مقرر کرتے تھے اور اپنے ذاتی خیالات سے زیادہ متاثر ہوتے تھے اس سبب سے ان کا وزارت کی مدد کرنا یقینی نہیں تھا لیکن اب ان کا کام ماہرین

فرق سے لیا جاتا ہے جو اپنے احساسات کو سیاسیات میں دخل نہیں دینے دیتے اور جن کا خاص مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اپنے فرقہ کے ارکان کی پارلیمنٹ میں مستقل کثرت ہو جائے۔ پہلے زمانہ میں شہروں کی جانب سے ایسے نائب بھی پارلیمنٹ میں شریک رہتے تھے جن کو ان شہروں پر کامل اختیار ہوتا تھا اس لئے ان کو آزادی سے کام کرنے میں اپنی نیابت کے تلف ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برخلاف اندوں پارلیمنٹ کا کوئی رکن اپنے فرقہ کے خواہشوں کی بجا آوری کے بغیر محفوظ و مصون نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اس زمانہ کی پارلیمنٹوں کا اٹھارھویں صدی کی پارلیمنٹوں کے ساتھ مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں ایسے آدمیوں کی کثرت ہے جنکی حیثیت اور شان بیت العوام کی کیفیت کے سبب سے بلند ہو گئی ہے اس لئے اپنے اپنے فرقہ کے انجیل مقاصد میں یہ لوگ ہر وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور اس کی تائید کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے کہ سبدا ان کا یہ اکتسابی امتیاز جاتا رہے۔

کیبنٹ اور وضع قوانین۔ اگر کسی کو کیبنٹ کی دونگی دیکھنی ہو تو اس کے لئے قانون سازی کے مسئلہ پر غور کرنے سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانہ کی کیبنٹ قانون بنانے میں بالکل بیت العوام کی

ماتحت رہتی ہے اور جب اُس (مجلس) کی تائید سے قانون بنجاتا ہے تو یہ بالکل خود مختار ہو جاتی ہے۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح جاری ہونے سے قبل کوئی کیبنٹ کبھی اس بنا پر مستعفی نہیں ہوئی کہ کسی قانون کے وضع کرنے کی نسبت اس کی تحریک نا منظور ہوئی۔ مگر فی زمانہ اگر کیبنٹ کی کوئی اہم تحریک نا کام رہے تو کیبنٹ کے لئے لازم ہے کہ وہ مستعفی ہو جائے یا ملک سے استدعا کرے۔ ایسی صورت میں پارلیمنٹ برخاست ہو کر نیا عام انتخاب عمل میں آتا ہے جس کے ذریعہ سے قوم کی مرضی دریافت کی جاتی ہے۔ اگر قوم کی خواہش تحریک مذکورہ کی تائید میں ہوتی ہے تو تقریباً انہی نائبین کا انتخاب ہوتا ہے جو اس سے پہلے پارلیمنٹ میں تھے اور کیبنٹ کے ارکان بھی وہی وزیرا ہوتے ہیں جو پہلے تھے بصورت ثانیہ قوم دوسرے نائبین کا انتخاب کرتی ہے اس پر بھی نئی تحریکات قانونی پیش کرنے پر کیبنٹ کو عملاً پورا اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ دستور سلطنت کے الفاظ کے لحاظ سے تو ہر ایک رکن کو خواہ وہ دونوں میں سے کسی ایک مجلس سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو یہ حق ہے کہ کسی مسودہ قانون کو جسے وہ مناسب سمجھتا ہو پیش کرے لیکن حکومت وقت (کیبنٹ)، کی جانب سے اس کثرت سے مسودات قوانین پیش ہوتے ہیں کہ بیت العوام

کا تمام وقت ان پر بحث و غور کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تک وزارت کے ذریعہ سے نہ پیش ہو کسی غیر سرکاری رکن کا پیش کردہ مسودہ قانون سنبھل نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس کی نسبت نہ تو بحث کرنے کا ہی موقع ملتا ہے اور نہ جاری کرانیکا، مجموعی طور پر بہر حال یہی طریقہ نہایت مناسب ہے۔ اس واسطے کہ ہمارے قانون موضوعہ کی ضمانت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس میں ایسے قانون کے اضافہ سے جو بلا غور و فکر اور جلدی میں بنا ہو سخت غلطی ہوگی۔ مسودہ قانون کے لئے اُن لوگوں کی منظوری اور تائید لینے میں جن کے تفویض حکومتی امور ہوتے ہیں یہ فائدہ ہے کہ قانون بنانے میں ایک حد تک جہالت اور غفلت سے حفاظت ہو سکتی ہے۔

کیبنٹ کا اندرونی و باہمی اتفاق و اتحاد۔ انہی اسباب کی بدولت جن سے کہ کیبنٹ اور بیت العوام کے اتفاق میں استحکام ہوا ہے کیبنٹ کے ارکان اور اُس کا سر و ار ایک دوسرے کے ساتھ نہایت اتحاد اور یگانگت سے پیش آتے ہیں۔ اب اس سبب سے کہ بادشاہ کو وزرا کے عزل و نصب سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے ناکمل ہے کہ ”رفقائے شاہی“ کے مانند کوئی فرقہ کسی کیبنٹ میں پیدا ہو جو اپنے سردار کی

تائید کرنے کا تو اظہار کرتا ہو لیکن اصل میں اُسکی مخالفت پر آمادہ ہو۔ اب ملک میں سیاسی فرقوں کی ایسی کثرت ہے اور وہ اس قدر تربیت یافتہ اور شایستہ ہو گئے ہیں کہ اُن سے کیبنٹ میں تمرد اور بغاوت پیدا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا خواہ اُس کے ارکان کیسے ہی خاندانی اور متکبر یا کیسے ہی مستقل مزاج اور ثابت قدم کیوں نہ ہوں۔ اگر ارکان مذکور سے اس قسم کا تمرد اور سخت پندی ظاہر ہو تو وہ موقوف کر دئے جاتے ہیں جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اُن کو قومی معاملات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہونا پڑتا ہے۔ ایسا ہی وزیر عظم کے مطلق العنان ہو جانے کے خلاف بھی ایک رکاوٹ ہے۔ اس کو اس بات کا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ اگر اُس کا کوئی شریک اُس سے ناراض ہو کر مستعفی ہو جائے تو اُس کو اس کی قابلیت اور مستعدی کے فوائد سے محروم ہونا پڑے گا۔ ایک حد تک یہ رکاوٹ ضرور موثر ہوتی ہے۔ ایسے ناراض شریک کی مخالفت کی وجہ سے وزیر عظم کو کیبنٹ کونسل میں اپنے منصوبوں کو تربیم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بیرون کیبنٹ اس کے کل وزرا کو ہر ایک معاملہ میں وزیر عظم کی موافقت کرنی ہوتی ہے۔ نظام کیبنٹ کے آسانی سے چلنے کا خاص سبب اُسکی یک جہتی اور اتحاد ہے۔ یقیناً یہی وجہ ہے کہ بعض وقت کیبنٹ کے ارکان

بہ ظاہر مسائل پیش شدہ پر نہایت شوق اور وثوق سے اُن کی تائید میں بحث تو کرتے ہیں لیکن باطن میں ان تجاویز کو ضرور بے سود اور افیت رساں خیال کرتے ہیں۔

محکمہ جات عاملانہ۔ اس دور میں عاملانہ حکومت کے کاموں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ نئے محکمہ جات نئے فرائض کی تعمیل کے لئے بنائے گئے اور پرانے محکموں کو اس لئے از سر نو تہذیب دی گئی کہ اُن میں زیادہ مستعدی اور خوش اسلوبی سے کام ہو سکے۔

وزرائے سلطنت۔ انگلستان اور اسکاچستان کے متحد ہونے کے زمانہ تک صرف دو وزیر سلطنت تھے اور اس اتحاد سے شروع ہو کر ۱۷۰۷ء کی بغاوت کے رفع ہوئے تک ایک تیسرا وزیر سلطنت بھی اسکاچستان کے کاروبار کی انجام دہی کے لئے رہا ہے۔ نو آبادیوں کے متعلق ایک تیسرا وزیر سلطنت اُس وقت مقرر ہوا جب کہ انگریزی سلطنت جنگ ہفت سالہ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۶۳ء) کے سبب سے زیادہ وسیع ہوئی لیکن یہ خدمت ۱۷۸۲ء میں اکثر امریکہ کے برطانوی مقبوضات نکل جانے کے بعد موقوف ہو گئی اور باقی دو وزیروں میں فرائض کی نئی تقسیم کر دی گئی اس طرح سے کہ ایک کے سپرد دفتر داخلہ مع انتظام آئرستان و نوآبادیات اور دوسرے کے تفویض دفتر خارجہ کر دئے گئے۔ اُس عظیم جنگ کے زمانہ میں جو فرائض

کے ساتھ جاری تھی ایک زائد وزیر کا نو آبادیوں کے متعلق
تقرر عمل میں آیا اسی کو کچھ فوجی انتظام بھی سپرد ہوا۔ جنگ
کریسا کے شروع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ صرف فوجی
معاملات کے انصرام میں وزیر کو اپنا پورا وقت صرف
کرنے کی ضرورت ہے اس واسطے نئی آبادیوں کے انتظام
پر ایک چوتھا وزیر مقرر ہوا اور ۱۸۵۷ء میں ایک پانچواں
وزیر ہندوستان کے لئے قرار پایا جبکہ ہند کی حکومت
ایسٹ انڈیا کمپنی سے نکل کر ملکہ وکٹوریہ کے ماتحت کی گئی
اس طرح سے اب کل پانچ وزراء سلطنت ہیں۔ وزیر
داخلہ۔ وزیر خارجہ، وزیر جنگ، وزیر نوآبادیات اور وزیر
ہند۔ ان میں کا ہر ایک وزیر دوسرے کے کام کو انجام
دینے کا قانوناً مجاز ہے۔ اور یہ بھی ہمیشہ کا معمول ہے
کہ یہ سب کابینٹ کے ارکان ہوتے ہیں۔

وزیر داخلہ کے فرائض متعدد اور مختلف ہیں۔ وہ
سب عرائض اور مراسلت جن کا تعلق بادشاہ کی ذات
سے ہوتا ہے اور ان کے جوابات جو بادشاہ کی جانب
سے ادا کئے جاتے ہیں اسی وزیر کے توسط سے گذرتے
ہیں۔ تمام مملکت میں اس قائم رکھنا اور داد رسی کا انتظام
کرنے اس کے فرائض میں داخل ہے۔ محاسب اور دارالحکومت
کی کوتوالی اسی کے عنان اختیار میں ہے اور اسی کے
مشورہ سے بادشاہ اپنے حق معافی و ترحم پر عمل کرتا ہے۔

اگرچہ ان معاملات میں تو انگلستان اور آئرستان دونوں ریاستوں کے واسطے وہ برائے نام ذمہ دار ہے لیکن اصل میں آئرستان کے امور کے متعلق وہاں کا صدر معتمد (چیف سکریٹری) ذمہ دار ہے۔ گو یہ بظاہر وہاں کے لارڈ لفٹیننٹ کا ماتحت ہوتا ہے لیکن چند سال سے اس کی حیثیت ایک خود مختار وزیر کی سی ہو گئی ہے۔ وزیر خارجہ کا کام ہے کہ ریاست متحدہ کے ساتھ دنیا کی دوسری آزاد سلطنتوں کے تعلقات پر نگرانی رکھے سفیروں اور ایلیچوں کے تقررات کی نسبت بادشاہ کو مشورہ دے، غیر ملک کے ساتھ خط و کتابت کرے اور ریاست غیر میں برطانوی رعایا کے جسمانی و مالی نقصانات کی تلافی کے لئے چارہ کار اختیار کرے۔ وزیر جنگ کو اس زمانہ میں ان سب امور پر جن کا تعلق افواج شاہی سے ہو پورا اختیار حاصل ہے۔ ملک آبائی اور نوآبادیات کے تعلق سے جن امور کا وجود ہوا ہے وہ وزیر نوآبادیات کے تفویض ہیں۔ نوآبادیات کے گورنروں (ہالیوں) کے تقرر اور ان کی بازطلبی کے موقع پر نیز کسی نوآبادی کی پارلیمنٹ کے بھیجے ہوئے مسودہ قانون کی نامظوری کے وقت کیونکہ بادشاہ باجلاس کیبنٹ اسکا مجاز ہے اور ایسی ہر ایک مرسلت کی نسبت جو کسی خود اختیاری حکومت رکھنے والی نوآبادی اور ریاست متحدہ کے درمیان واقع ہو بادشاہ اس وزیر سے مشورہ کرتا ہے۔ وزیر ہند

کی عام نگرانی میں سلطنت ہند کے جملہ امور انصاف پاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ گو ہندوستان میں وائسرائے کو باجلاس کونسل ایک مطلق العنان فرمان روا کے مساوی اختیارات حاصل ہیں لیکن وائسرائے کا عزل و نصب کیبنٹ کا اختیاری ہے اور جس کا ایک رکن وزیر ہند ہے۔

وزیر بحریہ۔۔۔ قدیم زمانہ میں شاہی بیڑے کا انتظام صدر امیر البحر کے سپرد تھا لیکن اس خدمت کو شاہیہ میں ایک مجلس کے تفویض کیا گیا اور اس کے بعد صرف ایک مرتبہ تھوڑی مدت کے واسطے صدر امیر البحر کی خدمت دوبارہ قائم ہوئی۔ اس عہدہ کے فرائض ایک مجلس بحریہ کو منتقل کئے گئے اور بحریہ کے انتظام کی اس میں اور دوسرے مجالس میں تقسیم کی گئی تھی۔ صرف ۱۸۳۷ء میں مجلس بحریہ کو کل شاہی جہازوں اور ان کے افسروں اور طاعوں کا انتظام تفویض ہوا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کا صدر لینے وزیر بحریہ حقیقت میں خود مختار ہے اور دوسرے اراکین کی حیثیت مشیروں سے زیادہ نہیں ہے۔ وزیر بحریہ کو بیڑے اور بحری فوج سے وہی نسبت ہے جو وزیر جنگ کو فوج سے ہے۔

میر مجلس تجارت۔ عرصہ دراز تک مجلس تجارت پریوی کونسل کی ایک کمیٹی رہی ہے۔ ۱۸۶۷ء میں اس کے موجودہ نام کی بنیاد پڑی اور ۱۸۶۷ء میں اس کی موجودہ ترتیب و تنظیم

عمل میں آئی۔ اس مجلس کے فرائض متعدد اور اہم ہیں۔ یہ محکمہ ایسے اعداد فراہم کر کے شائع کرتا ہے جن سے امید ہوتی ہے کہ تجارت اور فلاحیت کو نفع پہنچے۔ یہی اوزان اور پیمانہ جات کے معیار کی بھی نگہداشت کرتا ہے۔ زیادہ تر اسی محکمہ کو اختیار ہے کہ قانون اختراعات و صنائع اور قانون دیوالہ کی لوگوں سے تعمیل کرائے۔ ریلوے اور ٹرام وے کی کمپنیوں اور ان کمپنیوں پر جو آب رسانی، گیس کی روشنی، برقی روشنی کا کام کرتی ہیں اور سب تجارتی جہازوں پر اس محکمہ کی نگرانی رہتی ہے۔ بندروں اور بحری مناروں کا بھی انتظام اس کے سپرد ہے۔ اس محکمہ میں بھی میرمجلس کے اختیارات کل مجلس کے اختیارات سمجھے جاتے ہیں۔ وہی ہر ایک کام کو کرتا ہے مجلس کچھ بھی نہیں کرتی۔

میرمجلس حکومت مقامی۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ انگلستان میں مقامی حکومتوں کو ان کے اہم اور ضروری فرائض کی بجا آوری کے لئے صدر حکومت کی نگرانی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ ۱۸۳۲ء کے قبل اس قسم کی نگرانی اور ہدایت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ قانون ترمیم امداد مفلسین کے ذریعہ سے جو اُسی سال جاری ہوا امداد مفلسین کے انتظام پر نگرانی رکھنے کے لئے کمشنر مقرر کئے گئے اور ۱۸۳۴ء میں ان کمشنروں کو موقوف کر کے مجلس قانون

امداد مفلسین قائم ہوئی۔ ۱۸۴۸ء میں مجلس حفظان صحت اس غرض سے قائم کی گئی کہ مقامی حکام امراض کی روک تھام کے لئے مناسب انتظام کیا کریں مگر ۱۸۵۸ء میں یہ مجلس ٹوٹ گئی اور اس کے فرائض وزیر داخلہ اور پیروی کونسل میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن جب مقامی حکومتوں کی تعداد اور اختیارات اور مستعدی میں ترقی ہوئی تو لازم ہوا کہ ان کے انتظام کے واسطے ایک نئے محکمہ کی بنا ڈالی جائے۔ اس لئے ۱۸۶۱ء کے ایک قانون کی رو سے طے پایا کہ مجلس قانون امداد مفلسین اور وزیر داخلہ اور پیروی کونسل کے فرائض جنکا تعلق حفظان صحت سے تھا ایک نئی مجلس حکومت مقامی کے تفویض کئے جائیں۔ محکمہ جات سرکاری میں مجلس حکومت مقامی کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ لیکن مجلس کو وجود معطل سمجھنا چاہئے اس کے اصل اختیار کو اس کا میر مجلس استعمال کرتا ہے جو بحیثیت عہدہ کینٹ کا رکن ہوتا ہے۔

میر مجلس تعلیمات۔ پہلے پہل صرف ۱۸۳۴ء میں حکومت کی جانب سے ابتدائی تعلیم کو رقی امداد دی گئی اور جب ۱۸۳۹ء میں امداد میں اضافہ ہوا تو پیروی کونسل کی ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ امداد کی رقم کے صحیح مصرف کو جانچے۔ ۱۸۵۶ء کے ایک قانون کے ذریعہ سے کونسل مذکورہ کے ایک نائب میر مجلس کو اس کمیٹی کا

صدر بنایا گیا۔ ۱۸۷۰ء کے قانون تعلیم ابتدائی اور اس کے بعد کے قوانین کی وجہ سے اس محکمہ کے کام میں بہت کثرت ہو گئی تھی اس واسطے ابتدائی تعلیم کو صدر حکومت کے تفویض کیا گیا اور رقی امداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اب حکومت کو بھی موقع مل گیا کہ وہ ثانوی تعلیم اور صنعت و حرفت اور جامعہ کی تعلیم کی طرف زیادہ متوجہ ہو اس لئے اس محکمہ کو از سر نو تنظیم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۸۹۹ء کے ایک قانون کی رو سے بیروی کونسل کی کمیٹی کے بجائے تعلیمات کا ایک محکمہ قائم کیا گیا اور کونسل کے نائب میر مجلس کے عوض اس میں ایک میر مجلس بنایا گیا پہلے نائب میر مجلس کی طرح اس کو بھی محکمہ کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ اور اس کے لئے کینٹ کی رکنیت لازم نہیں ہے۔ بلکہ وہ حسب ضرورت رکن بنایا جاسکتا ہے۔

دوسرے محکمہ جات عاملانہ۔ ایک دوسرا محکمہ جو موجودہ زمانہ میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے وہ سرشٹ ڈاک ہے۔ اس کا اعلیٰ افسر صدر ناظم ڈاک ہے جس کو اصل میں ڈاک کے کار و بار کا صدر منتظم سمجھنا چاہئے۔ محکمہ تعمیرات اولاً ۱۸۵۰ء میں قائم ہوا۔ اس کے ذمہ شاہی محلوں اور بتان سراؤں اور ایسے سرکاری عمارتوں کی نگہداشت ہے کہ جن پر دوسرے محکموں کی نگرانی نہ ہوتی ہو۔ محکمہ کے

کل اختیارات کا مالک پہلا کمشنر تعمیرات سمجھا جاتا ہے۔ ۱۸۸۹ء کے ایک قانون کے ذریعہ سے فلاحیت کا محکمہ قائم ہوا جس کے اختیارات انواع و اقسام کے ہیں جو اُس نے مختلف محکموں اور مجلسوں سے حاصل کئے ہیں۔ اس کا کام ہے کہ مویشی میں امراض کو نہ پھیلنے دے اور اطلاع عام کی غرض سے زرعی اعداد شائع کرے۔ اس محکمہ کے بھی اختیارات اور فرائض اسی کے صدر کو حاصل ہیں۔

کیبنٹ پر محکمہ جات کی تعداد میں اضافہ ہونے کا اثر۔ محکموں کی کثرت ہونے سے کیبنٹ کو بھی پیچ کرنا پڑا۔ یہ صحیح ہے کہ ہر ایک محکمہ کا صدر اس مجلس کی رکنیت کا ادعا نہیں کر سکتا۔ وہی پانچ وزرائے سلطنت جن کا ذکر ہو چکا اور وزیر بحریہ ہمیشہ اس کے رکن ہوتے ہیں۔ محکمہ خزانہ کا مجازی سردار یعنی وزیر خزانہ جو عموماً وزیر اعظم ہوتا ہے اور اُس کا حقیقی سردار یعنی وزیر مال بطور لزوم کیبنٹ کے وزرا ہیں۔ اسی طرح ناظم عدالت نصفیت اور میر مجلس بیرونی کونسل ارکان کیبنٹ ہیں لیکن دوسرے محکموں کے صدر جن کے نام اوپر آچکے ہیں بعض وقت وزرائے کیبنٹ ہوتے اور بعض وقت نہیں ہوتے ہیں۔ تاہم حکومت کا میلان ہے کہ جس قدر ہو سکے محکموں کے صدر افسروں کو کیبنٹ میں شریک کرے۔ اس واسطے آجکل کی کیبنٹیں بتدریج بڑھتی جا رہی ہیں اور ظن غالب ہے کہ وہ وقت

غقیب ہے کہ ایک دوسری زیادہ محدود اندرونی، کیبنٹ بنائی جائے جو صرف وزیر اعظم اور اس کے اُن شرکاء پر مشتمل ہو جن کو وہ مفید سمجھتا ہو۔

۴۔ اصلاح حکومت مقامی۔ سلاطین یوڈر کے زمانہ سے انگلستان کی حکومت مقامی کی ایک سی حالت چلی آ رہی تھی لیکن جارج سوم کی وفات کے بعد اس کی اصلاح کی طرف قوم کو توجہ ہوئی۔ اس انتظام کو (۱) پیرش (۲) شخیصہ والے شہر اور (۳) ضلع کی حکومتیں چلایا کرتی تھیں۔

پیرش۔ شہروں اور گھاؤں کے لئے پیرش ہی مقامی خود اختیاری حکومت کا ابتدائی رقبہ تھا۔ پیرش کی حکومت ایک مجلس پر مشتمل تھی جس کے ارکان ایسے کرایہ داران اکٹھے ہوتے تھے جو اغراض پیرش کے واسطے محصول ادا کرتے تھے اور گرجا کے لباس خانہ میں بغرض مشورہ جمع ہونے سے مجلس مذکور ویسٹری کہلاتی تھی۔ اس ویسٹری (مشورت خانہ) کا صدر نشین پیرش کا مہتمم ہوتا تھا۔ منتظین گرجا، ناظران مفلسین اور شاہ راہوں کے پیائش کرنے والے اس کے مخصوص عہدہ داروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ پیرش کی حکومت کے مخصوص فرائض میں مفلسین کی امداد اور سڑکوں کی ترمیم و تعمیر شمار کی جاتی تھی اُس زمانہ میں اور اب بھی پیرشوں کی وسعت آبادی دولت اور ہوشیار و رفاه عام سے دلچسپی رکھنے والے کرایہ داران

امکنہ کی تعداد میں اختلاف تھا اور ہے۔ اکثر پیرشونکی حکومت مقامی غفلت شعار اور عہدہ دار نا قابل کار تھے۔

پلاؤ شخصی۔ تقریباً ہر قدیم زمانہ کے ہر شہر میں شخصیت قائم ہو چکی تھی۔ ہر ایک شہر کا مخصوص دستور تھا جو مشورات شاہی اور رواج مقامی پر مبنی تھا۔ ان دستورات کے تفصیلی ابواب میں بچہ اختلافات تھے لیکن عام طور پر ان میں تنگ خیالی اور علیحدگی کی روح پھونکی گئی تھی اور انہی امور میں ان میں مشابہت تھی۔ چنانچہ عام قاعدہ ہو گیا تھا کہ ہر ایک شہر کے ایک بلدیہ کی حکومت مختصر کردہ کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی یا ایسی مجلس کے قبضہ میں چلی جاتی تھی جس کو اپنے ارکان آپ انتخاب کرنے کا حق تھا۔ اس قسم کی مجلسیں عموماً ناکارہ اور کاہل ہوتی تھیں۔

ان کے اکثر ارکان راشی تھے اور قوم کا روپیہ اپنے ذاتی اغراض میں اڑایا کرتے تھے۔ جب کبھی ان لوگوں کے سروں میں رفاه عام کا خیال بھی سماتا تو یہ بیچارے عدم اختیارات کے سبب سے مجبور ہو جاتے تھے۔ ان کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ جب شہروں کے رقبہ اور آبادی میں اضافہ ہو تو یہ ان کی وسعت وغیرہ میں مناسب حال ترستی دے سکتے۔ علاوہ بریں اکثر نئے شہر جو صنعتی انقلاب کی بدولت آباد ہو گئے تھے ابھی تک شخصیت سے محروم تھے اور ان کا نظم و نسق اُسی پرانی طرز کا تھا جس طرح کی پرگنہ اور

پیش اور تعلقہ کی تنظیم تھی۔ انہی وجوہ کی بنا پر اگر کسی شہر کو کسی سرکاری عمارت یا بل وغیرہ تعمیر کرانے کی ضرورت ہوتی تو اس کو اپنے خاص اختیارات کے واسطے پارلیمنٹ سے مخصوص قانون جاری کرانا ہوتا تھا۔

اضلاع۔ ہر ایک ضلع کی مقامی حکومت ایک مجلس کے سپرد تھی جس کے ارکان اعزازی نظامے فوجداری ہوتے تھے اور جنکو ضلع کے لارڈ لفٹننٹ (نائب شاہ) کی سفارش پر بادشاہ مقرر کرتا تھا۔ اور حکومت مقامی کی رکنیت کے لئے ان لوگوں کی شرائط ملکی کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ سوائے عدالتی اختیارات کے جو ابھی تک باقی رہ گئے ہیں ان کو مختلف قسم کے انتظامی اختیارات بھی حاصل تھے جن کا دیا جانا ان کے لئے ایک حد تک مفید و اہم تھا۔ اکثر معاملات میں یہ لوگ پیش کے حکام کی نگرانی کرتے تھے۔ ان کی دیانت اور کفایت شعاری کی نسبت کسی کو بدگمانی نہ تھی۔ مگر انتظامی امور میں یہ لوگ اس قدر مستعد نہ تھے۔ اس واسطے ان کے انتظامی اختیارات سے لوگوں میں بے اطمینانی نہیں پھیلنے پاتی تھی اور پیشوں اور شخصیت یافتہ شہروں کی اصلاح ہونے کے مدتوں بعد تک ان اختیارات پر کوئی تکتہ چینی نہیں ہونے پائی۔

اگر ہم مقامی حکومت کے دوبارہ ترتیب پانے کو کسی عالیشان عمارت سے تعبیر کریں تو قوانین ذیل سے

اُس کی مخصوص منزلوں کی شناخت ہو سکتی ہے۔ مرمہ قانون امداد مفلسین مجریہ ۱۸۳۲ء، قانون شخصیات بلدی بابت ۱۸۳۵ء، قوانین صحت عامہ جن کا سلسلہ ۱۸۳۵ء سے شروع ہو کر ۱۸۶۵ء پر ختم ہوتا ہے، قانون ٹریس ضلع بابت ۱۸۶۵ء اور قوانین حکومت مقامی بابت ۱۸۶۵ء و ۱۸۹۲ء۔

مرمہ قانون مفلسین مجریہ ۱۸۳۲ء۔ اپریل گری کے وزارت نے قانون مفلسین کی خرابیوں کی تفتیش کے لئے ایک کمیشن قائم کیا اور جس قدر شعبہ کیا جاتا تھا اس سے کہیں زیادہ خرابیاں نکلیں۔ مفلسین کی امداد کا انتظام پچھ ایسے برے اصول اور اسراف سے کیا جاتا اور قوم کا رچہ اس طرح سے غبن ہوتا تھا کہ ملک کو اس بات کی سخت تشویش تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سب مزدور پیشہ لوگ اس امداد کے عادی ہو جائیں اور مالگزاری کی تمام آمدنی اسی شعبہ میں صرف ہو جائے کمشنروں کی کیفیت پیش کرنے پر مرمہ قانون مفلسین بابت ۱۸۳۲ء کی بنیاد قائم ہوئی جس کے سبب سے منفرد پیرش سے امداد کا انتظام لے لیا گیا اور متعدد پیرشوں کے متحدہ حلقوں پر منتقل ہوا اس قانون کے زیر اثر پندرہ یا بیس پیرشوں کو اکٹھا کر کے ایک حلقہ بنایا گیا ہے اور ہر ایک حلقہ سے چند اشخاص منتخب ہو کر محکمہ اولیٰ مفلسین میں اُس حلقہ کی نیابت کرتے ہیں۔ اس طرح سے مفلسین کی امداد کا کام کار فرماؤں کے کم ہو جانے

سے بالکل سادہ اور آسان ہو گیا ہے اور امداد کا انتظام اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اچھے اطوار و اخلاق کے لوگوں کے سپرد ہونے سے اس کی خرابیاں رفع ہو گئی ہیں۔ لیکن پیرش کی پہلی سی عظمت اور وجاہت جبکہ وہ حکومت خود اختیاری کا پہلا زینہ سمجھا جاتا تھا باقی نہیں رہی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مرمرہ قانون مفلسین کے سبب سے حکومت کے مقامی پر حکومت مرکزی کی نگرانی کا قاعدہ نکل آیا ہے۔ اس قانون کے نافذ ہونے سے پہلے حالت یہ تھی کہ جب تک مقامی حکومتوں سے علانیہ کسی قانون کی خلاف ورزی نہ ہو ان کی کارروائیوں میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جاتی تھی۔ پیرش کے حکام پر صرف ضلع کے اغوازی نظامے فوجداری کی نگرانی ہوتی تھی اور وہ بھی سختی سے نہیں کی جاتی تھی اور یہ نگرانی بھی سب جگہ ایک طرز کی نہ تھی مگر ضلع کی حکومتیں اور شخصیات بلدی تو کسی نگرانی کے ماتحت ہی نہ تھے۔ اگر مقامی حکومتوں کے ارکان جاہل ہوں تو ان کی جہالت رفع کرنے کی اور اگر وہ سکاہل ہوں تو ان کو مستعد بنانے کی جانب ملک کو کچھ بھی توجہ نہ تھی۔ اسی طرح اگر وہ راشی اور خائن ہوں تو تھوڑی چالاکی سے وہ آپ کو بدنامی اور سزا باری سے بچا سکتے تھے۔ ان حالات کے لحاظ سے مقامی حکومتیں ملک رانی کے قابل نہ تھیں۔ لیکن ۱۸۳۲ء سے جبکہ ان پر حکومت مرکزی کی نگرانی قائم ہوئی

اور جب سے کہ نگرانی محکمہ حکومت مقامی کے تفویض ہوئی ہے ارکان حکومت مقامی کے علم و فراست اور یک جہتی کے معیار میں اضافہ ہوا ہے۔ اس طریقہ کی مقبولیت کے لئے اس کے نتائج شاہد ہیں۔ اس بات کا ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ یہ طریقہ قدیم انگریزی خود اختیاری حکومت کے طرز سے بالکل مختلف ہے۔

قانون شخصیات بلدی مجریہ ۱۸۳۵ء۔ جب تک پرانی طرز کے شخصیات بلدی کی زور شور سے بیت العوام میں نیابت ہوتی رہی انہوں نے اپنے انتظامات میں اصلاح نہیں ہونے دی لیکن جب ان کی سیاسی قوت قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء کے سبب سے زائل ہو گئی تو اب ان کو تغیر سے بچنے کے لئے کوئی موقع نہ رہا۔ ۱۸۳۵ء میں لارڈ میل بورن کی حکومت نے لنڈن کے سوائے دوسرے بڑے اور چھوٹے شخصیت یافتہ شہروں کے قدیم دستورات کو منسوخ کر کے ان کے بجائے ان سب شہروں کو ایک ہی قسم کا دستور دیئے جانے نسبت بیت العوام میں ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ بالآخر جب اس کی منظوری بیت الامرا سے صادر ہونے پر یہ قانون بن گیا تو اس کی رو سے طے پایا کہ بلدیہ کے ارکان کا انتخاب ایسے سب باشندے کیا کریں جو اس قانون کے نفاذ کے تین سال پہلے سے امداد مفلسین کا محصول ادا کرتے ہوں۔ یہ کہ ارکان بلدیہ کی جانب سے مقررہ تعداد سے زیادہ آئڈر میں (شرکاء امیر بلدیہ) کا انتخاب نہ ہوا کرے۔ یہ کہ ارکان بلدیہ اور

شرکاء امیر بلد ملکر اپنے میئر (Mayor) - میر بلد کا انتخاب کریں میر بلد ایک سال اور شرکاء میر بلد چھ مہینے اور ارکان بلد یہ تین سال کے لئے مقرر کئے جائیں - بلد یہ ان تینوں گروہ پر شامل ہوا کرے اور ان کی جملہ کارروائی علانیہ کی جائے اور ان کے حسابات کی سرکاری خزانہ سے جانچ ہوا کرے۔ اس قانون کے زیر اثر ان مجلسوں کے مخصوص فرائض میں شہروں کی روشنی اور حفاظت کا انتظام تھا لیکن اکثر قوانین مابعد خصوصاً صحت عامہ کے قوانین اور ان قوانین سے جن کا تعلق مزدوروں اور کاریگروں کے امکان سکونت سے ہے ان مجلسوں پر جدید اور زیادہ اہم فرائض عائد کئے گئے ہیں -

اکثر چھوٹے شہروں کو اس قانون کے اثر سے مستثنیٰ کر کے ان کے قدیم طرز کے دستورات برسوں بحال رکھے گئے تھے لیکن ۱۸۸۳ء کے ایک قانون کے ذریعہ سے ان شہروں کی تہذیب عمل میں آئی اور ان کے باشندوں کو آزادی مل گئی کہ بادشاہ باجلاس کونسل کو عرضی دیکر اپنے شہروں کی حکومت کی نسبت نئے طرز کی سند حاصل کریں اور بعض چھوٹے شہروں میں جن کو صحیح معنوں میں قرعے یا گاوٹوں کہنا چاہئے ان کے قرب و جوار کی مقامی حکومتوں کی طرز کی حکومت جاری ہو گئی ہے - صرف شہر لندن کی بلد یہ پرانی طرز پر باقی رہ گئی ہے -

لندن کا صرف ایک حصہ اس قدیم طرز کے تشخصیہ کے

زیر حکومت ہے۔ اُس کی باقی آبادی کے لئے ۱۸۵۵ء میں ایک مخصوص حکمران مجلس بنائی گئی اور اسی سال کے ایک قانون کے ذریعہ سے لنڈن کے بیرونجات کی ترقی و آرائش کے واسطے تعمیراتِ اراالحکومت کے نام سے ایک محکمہ قائم ہوا۔ اس محکمہ کے ارکان کو ضلع لنڈن کے مختلف پیشوں کی انتظامی مجلسیں انتخاب کرتیں جن کے ارکان کو امداد مفلسین کی بابت محصول ادا کرنے والے ساکنین لنڈن انتخاب کرتے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں محکمہ تعمیرات منسوخ ہو کر مجلس ضلع لنڈن کا قیام ہوا جس کے اراکین کا راست انتخاب ہوتا ہے اور جنکے اختیارات پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ لنڈن کی کوتوالی اب بھی حکومت (مرکزی) کے ماتحت ہے۔

اسکاچستان اور آئرستان کے شخصیہ والے شہروں کی بھی اسی طرح ناگفتہ بہ حالت تھی۔ اسکاچستان کے شخصیات کی اصلاح ۱۸۳۲ء اور آئرستان کے بلدیات کی درستی ۱۸۳۹ء میں قانون بنکر عمل میں آئی۔ جن اصول پر انگریزی شخصیات کی اصلاح مبنی تھی وہی اصول ان دونوں ملکوں کی اصلاح میں پیش نظر تھے۔

قوانین صحت عامہ بابت ۱۸۴۸ء و ۱۸۷۵ء۔ پرانی طرز کی مقامی حکومت میں صحت عامہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس قسم کا انتظام سب سے پہلے انیسویں صدی میں قوانین صحت عامہ کے ذریعہ سے قائم ہوا۔ ان قوانین کے زیر اثر شخصیہ والے

شہروں کا انتظام صفائی اُن کے بلدیات اور پیرش کے دیہاتی حلقوں کا اُن کے مجالس اولیا کے سپرد کیا گیا ہے۔ بعض آباد مقامات کی صفائی جو کسی شخص سے والے شہر میں واقع نہ ہوں مقامی انتخابی مجلسوں کے تفویض ہوئی ہے۔ جلد مجالس صفائی کو اختیارات حاصل ہیں کہ آب رسانی اور بدروں کی تعمیر کا انتظام اور امور باعث تکلیف عام کا انسداد اور شفاخانوں اور قبرستانوں کے قیام کا بندوبست کریں۔ بلدیات والے شہروں اور حکومت مقامی والے ضلعوں کی مجالس صفائی کے اختیارات میں اب اضافہ ہو جانے سے وہ سڑکوں پر مال تجارت راہ رٹوں اور سواریوں کے حمل و نقل کے متعلق قواعد و ضوابط بناتی ہیں اور شارع عام کی صفائی اور اُن کے ترمیم کی مجاز ہو گئی ہیں۔ مختصر یہ کہ شہروں کی آرائش و درستی کی نسبت وہ ہر قسم کا انتظام کر سکتی ہیں۔ ان اختیارات پر جو ان قوانین سے ملے ہیں شہروں میں تو بوقت ضرورت نہایت شد و مدت سے عمل ہوتا ہے۔ بلدیات کے تمام شعبوں میں سب سے زیادہ مصارف اور سب سے زیادہ وسیع کام صیفہ صفائی کا ہے۔

قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۸۸ء - جمہوری خیالات کی اشاعت اور اکثر انگریزی ادارات کی بالآخر جمہوری طریقہ پر از سر نو ترتیب پانے سے ملک میں حکومت ضلع کو انتخابی طریقہ پر چلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور طریقہ انتخاب

قانون حکومت مقامی بابت ۱۸۸۸ء کے ذریعہ سے جاری ہوا۔ اس کی رو سے تمام انگلستان کی حکومتی ضلعوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں بعض ان میں کے مستقل و مکمل ضلع ہیں اور بعض ان ضلعوں کے حصے ہیں جو پہلے سے اغراض نظم و نسق کے واسطے بنے تھے مثلاً پارک ٹائمر کے حکومتی حلقے (رائڈنگز - Ridings) - ہر ایک حکومتی ضلع میں ایک مجلس شخصیت والے شہر کی مجلس کے مانند مقرر کی گئی۔ ارکان مجلس کی ایک مقررہ تعداد کو ضلع کے محصول ادا کرنے والے باشندے انتخاب کرتے ہیں اور یہ ارکان شرکاء میربلد کو منتخب کرتے اور یہ شرکائے میربلد اور ارکان مجلس ملکر ایک صدرنشین کا انتخاب کرتے ہیں۔ صدرنشین ایک سال شرکاء میربلد پر جمع ہونے اور ارکان مجلس تین سال کے واسطے اپنی خدمتوں کو انجام دیتے ہیں اور مجلس ضلع انہی تین جماعتوں سے بنتی ہے۔ کوٹوالی کی نگرانی اور منشی عرقیات کی بیج کے اجازت ناموں کی اجرائی کے سوائے اعزازی نظامے فوجداری کے جملہ فرائض مجلس ضلع کو منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے ذمہ بعض ایسے فرائض بھی ہیں جن کو ادنیٰ درجہ کی مقامی حکومتیں انجام دیتی تھیں اور بعض ادنیٰ فرائض جن کو مرکزی حکومت انجام دیا کرتی تھی۔ مجلس ضلع سے مفقش اسباب ہلا

کا انتخاب اور تقرر ہوتا ہے۔ مگر اس قانون کے پہلے اس عہدہ دار کو ضلع کے زمیندار لوگ انتخاب کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر کسی مقام پر ذکر آچکا ہے اس قانون کے ضمن میں لندن کے اس حصہ کے نظم و نسق کے لئے جو حدود شہر سے خارج تصور ہوتا ہے ایک مجلس ضلع مقرر ہوئی ہے اور اس کے نہایت وسیع اختیارات ہیں۔

ہر شہر کو جس میں شخصیت تھی اور جس کی آبادی پچاس ہزار نفوس سے زیادہ تھی حکومتی ضلع سے خارج ہو کر ضلع کے اختیارات ملے ہیں جس کے سبب سے اس کی شان بڑھ گئی اور اس کا لقب کوئٹی بورو (County borough) ہو گیا۔ اس قسم کے شہروں میں بلدیہ کے بجائے مجلس ضلع قائم ہوئی ہے۔

قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۹۷ء۔ اس قانون کی غرض یہ تھی کہ حکومت مقامی کو جمہوری طرز پر ڈھالا جائے۔ ہر دیہاتی پیرش میں اس قانون کے ذریعہ سے وہاں کی مجلس حکومت (ویسٹری - Vestry) موقوف کی گئی اور پیرش کے ایسے باشندوں کی مجلس مقرر کی گئی جن کو رکن کے انتخاب کرنے کا حق حاصل ہو یا اولیائے مفلسین اور ارکان مجلس ضلع کے انتخاب کا استحقاق رکھتے ہوں۔ اگر کسی پیرش کی تین سو سے زیادہ مردم شماری ہو تو پیرش کے باشندوں کی

۱۔ پیرش کی نوٹ مندرجہ ضمیمہ میں ویسٹری کی تشریح کردی گئی ہے ۱۲ س۔ ۷۔ ۱۔

مجلس کو اختیار ہے کہ اُس پیرش کے نظم و نسق کے واسطے ایک مجلس کا انتخاب کرے۔ پہلے اس مجلس کا صدر نشین گرجا کا منتظم پادری ہوتا تھا مگر اب اس کا انتخاب ہوتا ہے اور گرجا کے مہتمموں کے فرائض، مذہبی امور کی انجام دہی کے سوائے کچھ اور نہیں ہیں۔ اس طرح سے علاقہ ادویانی کے حکومتی اغراض کے واسطے پیرش کو پادری یا کلیسا کے علاقہ سے اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس کے ساتھ ہی پیرش کی حکومت کے اختیارات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ پہلے تو اعزازی نظامے فوجداری کی جانب سے ناظرانِ مفلسین کا تقرر ہوتا تھا لیکن اس قانون کے نفاذ کے بعد سے ان کو مجلس پیرش مقرر کرتی ہے۔ چونکہ شہروں اور بناد کے حالات اضلاع و تعلقات سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے مرکزی حکومت نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس قانون کے اثر کو اول الذکر مقامات تک وسعت دی جائے۔

خاتمہ۔ اس باب کے مطالعہ سے تم پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ جابج سوم کی وفات کے بعد۔ سے اکثر انگریزی ادارت سیاسی کی از سر نو جمہوری اصول پر ترتیب ہوئی ہے اور بعض قدیم ادارے جو باقی رہ گئے ہیں اور جن پر جمہوریت کا اطلاق نہیں ہو سکتا ان کا پہلا سا اثر و اقتدار نہیں رہنے پایا۔ اس پر بھی ایسے انقلاب کے نتائج کا جس کا بہت

دور تک اثر پہنچ چکا ہو اس زمانہ میں صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ ہر ایک زمانہ کے عظیم سیاسی تغیرات کو اس زمانہ کے لوگ یا اس سے قریب میں آنے والے بخوبی نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ بلوہ اور شورش اور ایک قدیم اور مشہور قوم کے روایات کو درہم و برہم کرنے کے بغیر یہ تغیرات تکمیل کو پہنچ گئے۔ اس لحاظ سے انگلستان کو نہایت خوش نصیب سمجھنا چاہئے اور اس بات میں وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ باوجود بیرونی حملوں اور خانہ جنگیوں اور مذہبی ظلم و جور کے انگریزی سیاسی زندگی کا رشتہ برطانیہ کی جرمن فتح کے بعد سے کبھی ٹوٹا نہیں۔ انگریزی ادارات کی تاریخ کا سلسلہ چودہ سو برس سے برابر چلا آ رہا ہے۔ ان اداروں کے سبب سے انگریزی قوم کو وہ امن و آسائش نصیب ہوئی ہے جس کی نظیر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن یہ گمان کر لینا کہ اچھے اداروں ہی کی بدولت کسی قوم کو سیاسی سرفہ الحالی نصیب ہو سکتی ہے عین خطا ہے۔ ادارات کی نبات خود کچھ حقیقت نہیں ہے۔ ان سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ان کے صحیح استعمال سے واقف اور قوم میں عقل و انصاف اور حلم کی روح پھونک سکتے ہوں۔ گزشتہ زمانہ میں انگریزوں کی قوم میں ان خوبیوں کا قحط نہیں تھا۔ اگر وہ

ان خوبیوں کو برقرار رکھیں تو امید ہے کہ ان کا مستقبل اس
سے بھی زیادہ روشن اور شاندار ہوگا اور وہ زیادہ
خوش و خرم رہیں گے۔

تَمَمٌ

تشریحات

- انابپٹسٹ Anabaptist زرونگلی ساکن زورخ مصلح
- سویٹزرلینڈ کے زیر صدارت ۱۵۲۳ء میں اس عیسائی فرقہ کا وجود ہوا۔ اس فرقہ کے عقاید مذہبی جن کی وہ اشاعت کرتے تھے حسب ذیل ہیں۔
- (۱) چونکہ شیر خوار بچوں کی تقسیم کی نسبت انجیل میں حکم نہیں ہے لہذا کم سن بچہ کا تقسیم موثر نہیں ہو سکتا۔
- (۲) ابتدا میں کلیسا یا دین مسیحی ولیوں سے بنا تھا یعنی اُن بچے مسیحوں سے جنہوں نے دین مسیحی کا اقرار کیا اس اظہار مذہب کے بعد ان کو تقسیم دیا گیا نہ کہ قبل اظہار۔
- (۳) سلطنت اور کلیسا میں کسی قسم کا اتحاد نہیں ہونا چاہئے اور نہ مذہبی معاملات میں حکومت کی دست اندازی جائز ہو سکتی ہے۔ ہر ایک ملک نے اس فرقہ پر سخت ظلم کیا جس کے باعث اس کا شیرازہ بکھر کر دو حصے ہو گئے۔ ایک فریق تو تصوف کا قائل ہوا اور دوسرا شدید متعصب بن گیا۔ جرمنی کی جنگ مزارعین واقع ۱۵۲۵ء میں متعصب فرقہ نے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ صوبہ ویٹ فالہ میں ان لوگوں نے بمقام منسٹر ۱۵۲۵ء میں جمع ہو کر ایک حکومت قائم کی جس کا نام کننگڈم آف زئی ان (سلطنت الہی) رکھا اور آپس میں اصول کو

سادہ حصوں میں تقسیم کیا یعنی اشتراک مالی (کمونیٹی آف گڈز) کے مسئلہ کو جاری کیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ لوگ عیش پسندی اور حرام کاری میں دلیر تھے ان کی یہ حالت اس وقت تک جاری رہی جب اس شہر کو ۱۵۳۵ء میں رومن کیتھولک کے ایک اسقف نے فتح کیا۔ ابتدائی اناپٹسٹ فرقہ کے لوگ پتسمہ کے لئے اس شخص پر جس کو پتسمہ دیا جاتا تھا پانی چھڑکنا اور اس کو اُس پانی میں غوطہ دینا فرض سمجھتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں انہی کی اولاد کے عقیدہ میں پتسمہ لینے والے شخص کو صرف پانی میں غوطہ دیدینا ہی کافی ہے۔

رسم تدین - انایٹنگ (Anointing) یورپ میں دین مسیحی کے قبل سے رسم تاج پوشی مروج تھی۔ عیسائیت کے بعد سے اس رسم میں چند مذہبی فرائض کا اضافہ کیا گیا مثلاً رسم بنی ڈکشن (اسقف کا بادشاہ یا کسی دوسرے کو خیر و برکت کا عطا کرنا)

اور رسم تدین (انایٹنگ) بمعنی تیل ملنا۔ اس کا ماخذ تورات کو قرار دیا جاتا ہے جس میں پیغمبروں اور اسقفوں اور بادشاہوں کی رسم تدین کا ذکر ہے اور اس رسم کو مرور زمانہ کے ساتھ فریضہ مذہبی کا جزو اعظم خیال کیا جانے لگا۔ ازمنہ وسطی میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ مدہوں ہونے کے سبب سے بادشاہ میں مذہبی اور دنیوی امور انجام دینے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ رسوم مذہب اور طریقت کے سرانجام دینے کا مثل پادریوں کے اہل ہو جاتا ہے اس لئے وہ مذہبی امور کے بجا لانے

میں پادریوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا اور اس کو مذہبی معاش بھی دی جاتی تھی فرانس وغیرہ میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے لیکن انگلستان میں اس عقیدہ کو زیادہ ترقی نہیں ہونے پائی۔ جو چکنائی یا تیل کہ رسم تاجپوشی کے وقت چڑھایا جاتا ہے اُس کو خدا کی طرف منسوب کر کے مقدس بنایا جاتا ہے اور اس کے لئے مخصوص نام رکھے گئے ہیں۔ بادشاہ کے سر پر پہلے اس تیل کو صدر استقف لگاتا ہے اور اس کے بعد جسم کے دوسرے مقامات جیسا ہاتھ اور کہنیوں وغیرہ پر تیل چھوایا جاتا ہے۔ اہل مغرب کا خیال ہے کہ تیل یا چربی ملنے کے سبب سے انسان مدہون میں اُس کی روح جس کے نام سے یہ روغن منسوب کیا جاتا ہے اپنا اثر کرتی ہے اس لئے بادشاہ کو مدہون کرنے سے اس کا منصب اور مقدس بن جاتا ہے۔ وہ مسموح یعنی مسیح ہوتا ہے اور اس میں برگزیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

برو (Borough) مشتق از لفظ انگلو سیکسن burg and burh

بمعنی قلعہ۔ گرہی و شہر کا اطلاق ابتدا میں قلعہ گرہی اور قلعہ مع قصر پر ہوتا تھا بعد ازاں اس سے مراد ایسا چھوٹا شہر یا جانے لگا جس میں فصیل و برج اور چھوٹا سا قلعہ ہو زمانہ وسطی میں یہ لفظ مختلف معنوں پر استعمال ہوا ہے چنانچہ ۱۳۹۳ء میں بڑی عمارت کو بھی برو کہتے تھے اور ۱۴۲۵ء میں اس کے صحیح مفہوم کی نسبت تحقیق نہیں ہو سکتی۔ بہر حال برو سے مراد قریہ اور گاؤں نہیں بلکہ چھوٹا شہر ہے جو بلکہ سے کم رتبہ کا

ہو۔ برو کی دو قسمیں ہیں ایک میونپل برو (

Municipal borough) یعنی ایسا شہر جس کو بادشاہ

یا پارلیمنٹ کی طرف سے حکومت بلدی عطا ہو اور دوسرا پارلیمنٹری

(Parliamentary borough) یعنی ایسا شہر جو

پارلیمنٹ میں نمائندے روانہ کرتا ہو۔ شہر بلدی اور شہر پارلیمنٹری

کے حدود ارضی عموماً یکساں نہیں ہوتے پارلیمنٹری شہر کا رقبہ آبادی

کے لحاظ سے مقرر ہوتا ہے اور بلدی شہر کی وسعت دیگر امور پر

منحصر ہوتی ہے۔

قانون اصلاح بابت ۱۸۳۶ء سے پہلے شہروں کی نیابت کے

متعلق کسی عام قانون کے نہ بننے سے ان کی نیابت کی عجیب و غریب

یکنیت تھی۔ ہر ایک شہر کی نیابت کی خاص تاریخ ہے بعض

شہروں کو ان کے اسناد کے شرائط کے مطابق حق نیابت حاصل

تھا اور بعض رسم قدیمہ کی بنا پر اپنے نائب پارلیمنٹ میں روانہ

کرتے تھے۔ ان شہروں کے ساکنین کے رائے دینے یعنی نائب

کو انتخاب کرنے کا حق مختلف شرائط اہلیت پر مبنی تھا۔ بعض

شہروں میں جن کو اسناد شاہی کے ذریعہ سے ضلع کا رتبہ بخشا

گیا تھا ضلع کے شرائط اہلیت رائج تھے۔ اس طرح کے کونہی

کارپوریٹ (County corporate) یعنی ضلع کے

اختیارات رکھنے والے شہر علاوہ لندن کے اس وقت سترہ

ہیں۔ مثل ضلع کے ساکنین کے ان کے باشندوں کی شرط اہلیت

پالیس شلنگک تحصیل زمینداری مقرر تھی۔ بعض شہروں میں

نائب کے انتخاب کرنے کا حق برگیج عطیات Burgage tenure پر منحصر تھا۔ ولیم اول نے فتح کے بعد انگلستان کے بعض قدیم اور ویران شہروں کی زمینات اپنے تابعین وغیرہ کو عطا کی تھیں۔ اس عطا میں اور عطیات زرعی یا زمینداری میں زیادہ فرق نہ تھا مگر لوگ قرون وسطیٰ میں اس کی اس لئے قدر کرتے تھے کہ معطی لہ زمین کو بذریعہ وصیت ہیہ کر سکتا تھا زراعتی زمینوں کی حالت اس کے برعکس تھی۔ اس کا معطی لہ اپنی زمین کی نسبت اُس زمانہ میں کسی قسم کی وصیت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری شرط اہلیت کرایہ کے مکانوں کی سکونت تھی۔ تیسری شرط اہلیت اسکاٹ (Scot - کسی محصول یا رقم) کا ادا کرنا اور لاٹ (lot - خدمت) کا بجا لانا مثلاً شہر کے بلدیہ میں رکن کی حیثیت سے ملک کی خدمت کرنا یعنی میر بلدیہ شریک میر بلد یا محافظ شہر بنکر ملک کی خدمت کرنا۔ امداد منغلین کے محصول کی ادائیگی سے موجودہ زمانہ میں اسکاٹ کی ادائیگی سمجھی جاتی ہے۔ ایک عجیب و غریب رسم الخط کی غلطی کی بنا پر ایسے لوگوں کو بھی حق راے (نائب کے انتخاب میں ووٹ دینے کا حق) مل گیا تھا جو پاٹ والرز (Potwallers) کہلاتے تھے۔ پرانی طرز میں W کو B کی طرح لکھا کرتے تھے۔ لوگوں نے B کے بجائے W پڑھ لیا۔ اصل میں صحیح لفظ پاٹ بائلرز (Pot boilers) بمعنی ہانڈی پکانے والا یعنی بالکل مفلس جس کے یہاں رہنے کے لئے صرف ایک کمرہ ہو

اور وہ اپنے آتشدان سے نہ صرف آگ تاپے بلکہ اپنا کھانا بھی پکا۔ اس حالت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کا انگریزی دستور جمہوری بن گیا تھا کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو بھی اس شکل میں حق رائے مل گیا تھا۔ ایک تیسری قسم شہروں کی ایسی تھی جن میں اس شہر کے ”آزاد اناں“ یعنی شخصیات بلدی کے ارکان ہی رائے دینے کے مجاز تھے اور ان شہروں کے شخصیات کا مشورات شاہی کی بنا پر وجود ہوا تھا۔ اکثر شہر اس نوعیت کے تھے۔ رکنیت شخصیت مختلف طریقوں سے حاصل کی جاتی تھی۔ بعض لوگ تو پیدائشی آزاد ہوتے تھے یعنی ان کی رکنیت شخصیت موروثی تھی اور بعضوں کو شادی بیاہ کے ذریعہ سے اس کی رکنیت مل جاتی تھی اور بعض کسی تاجر یا صنعت گر کے اصلی یا برائے نام شاگرد بن کر اس کو حاصل کرتے تھے اور بعض مقامات پر تو آزادی شہر یعنی رکنیت شخصیت پیچی جاتی یا مفت عطا ہوتی تھی لندن کے بلدیہ کی رکنیت کے لئے کسی تجارتی بینے لیوری کمپنی (جس کی صراحت اسٹیشنری کمپنی کے ضمن میں اسی ضمیمہ تشریحات میں کردی گئی ہے) کی رکنیت لازم کر دی گئی تھی۔ سب سے اخیر اور چوتھی قسم کے شہروں کا لقب کلوز بوروز (Close boroughs) تھا۔ مشورات شاہی کے ذریعہ سے صرف شہر کے حکمران گروہ کو حق رائے (ناٹب انتخاب کرنے کا حق) دیا جاتا تھا اکثر یہ گروہ شرکاء میلہ کی ایک مختصر جماعت پر مشتمل ہوتا تھا اور یہی لوگ اپنے جانشینوں کا

انتخاب کرتے تھے۔ ان منشوروں کو زیادہ تر ٹیوٹرز اور اسٹورٹ بادشاہوں نے عطا کیا تھا اور جن کی غرض تھی کہ اُس وقت کی پارلیمنٹ کو اپنے دست نگردوں اور ہوا خواہوں سے بھر دیں تاکہ اُس کے ارکان انکی مطلق العنانی میں کسی طرح سے مزاحم نہ ہوں اس پر بھی یہ بادشاہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہو سکے اس لئے کہ اس قسم کے شہر بتدیج بڑے بڑے زمین کے مالکوں اور جاگیرداروں کے اثر میں آکر پاکٹ بروز (Pocket boroughs) - جیب پُرکن شہر) ہو گئے یعنی پارلیمنٹ کے رکن کو انتخاب کرنے کا اختیار اس قسم کے شہر کے بلدیہ سے نکل کر کسی ایک جاگیردار یا چند با اثر مالکان اراضی کے ہاتھ آگیا اور یہ با اثر شخص یا جماعت اپنی رائے کو پیچ کر اپنے جیب بھرنے لگی۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد بھی ایسے چند جیب پُرکن شہر باقی رہ گئے ہیں۔

چونکہ اس قسم کے شہروں کا وجود بادشاہ کے منشور کی بنا پر ہوتا تھا اس لئے زمانہ وسطی میں ان کو نامی نیشن بروز (Nomination boroughs) - بادشاہ کے نامزد یا بنا کردہ شہر) کہتے تھے اور بادشاہ اس زمانہ میں مجاز تھا کہ اس قسم کے نئے نئے شہر قائم کرے یعنی جس شہر میں چاہے مخصوص شرائط کے ساتھ سند کے ذریعہ سے بلدیہ قائم کر دے۔ اسی طرح جن شہروں کی آبادی کم ہو گئی تھی یا بعض وجوہ سے وہ ویران ہو گئے تھے ان کا حق رائے ۱۸۳۲ء کے قانون

اصلاح کے پہلے باقی رہ گیا تھا۔ اس قسم کے شہر راتن بروز
(Rotten boroughs - شہر غیر آباد یا ویران) کہلاتے
تھے۔ قانون مذکورہ اور ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح سے بہت
کچھ اس قسم کی نیابت کی خرابیوں کا انسداد ہو گیا ہے۔

”طالبان منشور“ (چارٹسٹ Chartists) سیاسی مصلحین
کا ایک فرقہ جس نے ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۸ء تک اصولی اصلاحات
کی نیت جن کا خاص مقصد مزدور پیشہ اور اہل حرفہ کی تمدنی
معاشرتی اور صنعتی حالت کی بہبودی اور ترقی تھا ایک تجویز
پیش کی تھی۔ ان تحریکات کو ایک دستاویز میں قلمبند کیا
گیا تھا جس کا نام نیشنل یا پیپلس چارٹر رکھا گیا تھا فریسیں
پلیس نے جو اس فرقہ کا سرغنہ تھا اس کا مسودہ چارٹر
یا قانون پارلیمنٹ کی شکل میں تیار کیا تھا جو ۸ مئی ۱۸۳۹ء
کو شائع ہوا اور اصلاحات کی اسکیم چھ عنوانوں میں ترتیب
دی گئی تھی جن کا اصل کتاب میں ذکر ہے۔

کارونر (Coroner) کردن (Crown - بمعنی تاج)
سے مشتق ہے۔ چونکہ انگلستان کے بادشاہ کے لئے لفظ ”تاج“ مجازاً
استعمال ہوتا ہے اس لئے پلیز آف دی کراؤن Pleas of the
crown لفظی معنی تاج کے مقدمات سے مراد مقدمات
یا نالشات فوجداری ہوتی ہے۔ حالیہ اقوام یورپ کے مختلف
نظامات قانونی کا ماخذ قانون روما (Roman Law) سمجھا جاتا
ہے۔ رومیوں کے اصول قانون کے مطابق ارتکاب جرم سے

حکومت کے حق کو جو اپنے افراد کی ہر ایک معاملہ میں نیابت کرتی ہے صدمہ یا گزند پہنچتا ہے مثلاً الف نے ب کے مال کا سرقہ کیا تو گویا الف نے - حکومت (State) کے خلاف جرم کیا، کیونکہ حکومت ب کے نائب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ب کو حق حاصل ہے کہ وہ تمام دنیا کے مقابل اپنے مال پر قابض و متصرف رہے یعنی اس سے شتمع ہو ب کے اس حق کو الف کے سرقہ سے نقصان پہنچتا ہے یعنی وہ اپنے مال کے شتمع سے محروم ہو جاتا ہے۔ حکومت (State) جو ب کی نائب ہے (اور یہ بھی خیال اس کے پیش نظر ہے کہ اگر ب کو الف سے مال وصول کر لینے دیا جائے تو دونوں میں لڑائی بھڑائی ہو کر ملک میں بد امنی پھیلے گی اور قانون یعنی منظم حکومت کی صدارت مٹ جائیگی) ب کے عوض الف کے مقابل مدعی بن جاتی ہے اور عدالت میں استغاثہ سرقہ اپنے نام سے پیش کرتی ہے۔ ب کی حیثیت ایک گواہ کی ہو جاتی ہے اور اگرچہ ب مال مسروقہ پانے کا مستحق ہے لیکن دعوے سے دست بردار نہیں ہو سکتا بہر حال اس موقع پر قانونی نکات سے بحث کرنی منظور نہیں مطلب یہ کہ انگلستان نے بھی قانون رومہ کی تقلید میں اپنے ہاں کا تعزیری قانون اکثر رومیوں کے اصول پر بنایا اور چونکہ ملک میں شخصی حکومت تھی اس لئے حکومت کے بجائے ”تاج“ جو مجازاً بادشاہ کے لئے بولا جاتا ہے فوجداری مقدموں میں مدعی یعنی مستغیث

بنتا ہے۔ اسی طرح فوجداری مقدمے بھی پلیز آف دی کروئن یعنی تاج کے مقدمے کہلانے لگے۔ قدیم زمانہ میں فوجداری مقدمات کی تحقیقات کارونر سے تفویض تھی اور وہ کسٹوس پلیسی ٹوریم کارونر کے محافظ

Custos placitorum Coronae

مقدمات تاج (کہلاتا تھا۔ اسی بنا پر اس عہدہ دار کا نام کارونر (Coroner) پڑ گیا جس کے ذمہ ان میتوں کی تفتیش دی گئی جو قتل ضرر شدید بلوہ و فساد یا زہر وغیرہ کے ذریعہ سے ہلاک ہوئے ہوں یعنی جن کی موت کا باعث تھنا الہی نہ ہو۔

ابتدا میں کارونر مفتش اسباب ہلاکت، ایک معمولی عہدہ دار سمجھا جاتا تھا لیکن اب اس کا عہدہ معزز ہو گیا ہے اور وہ اپنی عدالت کا ناظم ہے۔ انگلستان اور ویلز کے عموماً ہر ایک ضلع اور ہر ایک ایسے شہر میں جس کی حکومت (اختیارات) ضلع کے حکومت کے مساوی ہے اور بعض دوسرے شہروں میں جہاں کوارٹریشن یعنی سہ ماہی فوجداری عدالتیں قائم ہیں کارونر کی عدالت ہوتی ہے۔ اس عدالت کی مخصوص جوری ہوتی ہے جو Coroner's Jury کہلاتی ہے۔ کارونر کے اختیارات نہایت وسیع ہوتے ہیں چنانچہ وہ مثل ایک اعلیٰ ناظم عدالت کے فراہمی شہادت کے لئے نہایت سخت احکام جاری کر سکتا اور گواہوں وغیرہ کو بجز طلب کر سکتا ہے۔ عدل حکمی کرنے والوں کو تحقیر عدالت کی سزا

دے سکتا ہے۔ میٹ کا عمل جراحی کے ذریعہ سے امتحان کرا سکتا ہے۔ حکومت کی جانب سے جن لوگوں کے سر اڑائے جاتے ہیں یا جو محبس میں مرتے ہیں ان کے اسباب موت کی تفتیش بھی کار و نر کرتا ہے۔ برآمد شدہ دینے اور ایسی مچھلیوں کی جو راج مچھل (Royal fish) کہلاتی ہیں دینے ویل مچھلیوں وغیرہ کی تحقیقات اور ان کی ملکیت کا تصفیہ کار و نر ہی کرتا ہے۔

کارپوریشن۔ لاطینی کارپس بہ معنی جسم و بدن۔ (Corporation) اس کے سمجھنے کے لئے شخص کے قانونی مفہوم سے بھی واقف ہونے کی ضرورت ہے۔ قانون میں ”شخص“ کی دو قسمیں ہیں شخص حقیقی اور شخص غیر حقیقی یا قانونی۔

شخص حقیقی کا اطلاق اس انسان پر ہوتا ہے جس کو قانون حصول حقوق اور ادائے فرائض کے قابل تصور کرے خواہ ایسا انسان پیدا ہو چکا ہو یا نہ پیدا ہو یعنی ماں کے رحم میں ہو اور شخص غیر حقیقی وہ ہے جسے قانون نے ایک قانونی شان عطا کی ہو اور وہ ”ایک ردائے شخص اوڑھے ہوئے ہو“ اور مثل شخص حقیقی کے اس کو حقوق اور فرائض کے قابل سمجھا جائے۔ اشخاص غیر حقیقی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔ ایک مجمع اشخاص جیسے کوئی سلطنت یا جامعہ آکسفورڈ یا الہ آباد یا اور کوئی سند یافتہ جماعت یعنی تجارتی کمپنی یا بلدیہ یعنی مجلس صفائی۔

(۲) مجمع اشیا - مثلاً وہ رقوم جو کسی امین کو تفویض کرینکے بغیر امور مذہبی کے لئے وقف کر دی گئی ہوں اور ترکہ غیر صحتی قبل از اہتمام یا کسی دیوالیہ کی جائداد - قسم اول کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ حکومت یعنی فرماں روا کی جانب سے کسی عام یا خاص قانون کے ذریعہ سے اس کی قانونی شان یعنی اس کے حقوق اور فرائض قائم کئے جائیں۔ مثل قانون کمپنی ہائے ہند صدرہ ۱۸۸۲ء کی رو سے ہندوستان میں ہر سات آدمیوں کا مجمع جس پر شرائط مندرجہ قانون مذکور کا اطلاق ہو جماعت سند یافتہ ہو سکتا ہے برعکس اس کے الہ آباد یونیورسٹی کا قیام ایک خاص قانون یعنی ایکٹ مجریہ ۱۸۵۷ء کی بنا پر ہوا ہے۔ قسم دوم میں لفظ شخص قانونی کا استعمال جو کیا گیا ہے وہ محض مجازی ہے۔

تمام مجامع کی ایک خاصیت ہے کہ تبدیل اجزا سے اس میں کوئی تغیر نہیں واقع ہو سکتا مثلاً کسی کمپنی یا بلدیہ کے ارکان کے بدل جانے سے اس مجمع پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اسی طرح سے کارپوریشن سول (Sole) ہے کہ اس کا منصب تو قائم رہتا ہے لیکن صاحب منصب تبدیل ہوتا رہتا جیسا کہ بادشاہ یا لارڈ میئر یا کلیسا کا اسقف وغیرہ انگلستان میں جہاں کارپوریشنز سے شہروں کی حکومتی کمٹیوں سے مراد لی جائے وہاں انکو خود اختیاری حکومتیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ پندرھویں صدی تک کارپوریشن کا صحیح قانونی

مفہوم قائم ہو گیا ہے اور اس کے بعد سے ان کارپوریشن کے معنی کسی شہر کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کے ہوتے ہیں۔ چارلس دوم کے عہد سلطنت تک تو حکومت خود اختیاری کی عطا میں ہی اس حق کا شمول بھی تصور ہونے لگا کہ وہ اپنے نائبین پارلیمنٹ کو روانہ کرے۔ لہذا ان کارپوریشن کے لئے عطاۓ شخصیہ اور کارپوریشن یا کارپوریشن اگرگیٹ کے واسطے شخصیت یا شخصیت اجتماعی اور کارپوریشن سول کے لئے شخصیت انفرادی الفاظ تجویز کئے جاتے ہیں۔

سنخ و سفید پھولونکی لڑائیاں۔ (Wars of the Roses)

دارآف دی روزس۔ یہ لڑائیاں خاندان یارک اور خاندان لینکسٹر کے باہم (۱۴۵۵ء سے ۱۴۸۵ء تک چار بادشاہوں کے عہد میں) جاری رہیں۔ سفید گلاب خاندان یارک اور سنخ گلاب خاندان لینکسٹر کی نشانیاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک خاندان کے طرفداروں اور اُس کی فوج کو ان نشانوں کو بطور تمغہ استعمال کرنا لازم تھا۔

ضلع (County)۔ ایسا حصہ ملک انگلستان جو غیر معین

تعداد تعلقات سے بنا ہو۔ اس کا ماخذ کومنز (comes) یعنی قوم فرانک کا کونٹ (Count) ہے جس کو سیکسن لوگ ارل یا ایلڈرین (نواب) کہتے تھے اور جو اپنے ماتحت شایر (ضلع) پر حکومت کرتا تھا۔

(ضلع کے اختیارات رکھنے والا شہر۔ County borough)

قانون حکومت مقامی بابت ۱۸۸۸ء کے تیسرے جدول میں ایسے کسٹھ بلاد کے نام بتلائے گئے ہیں جو بذات خود پہلے سے کوئٹی (ضلع) تھے (ذیل کی نوٹ میں کوئٹی کارپوریٹ کو دیکھو) یا جن کی مردم شماری بحساب فی کوئٹی برو پچاس ہزار سے کم نہ ہو۔ قانون محلہ کے دفعہ ۳۱ کی رو سے ان شہروں کو انتظامی اضلاع (ایڈمنسٹریشنل کوئٹیز) بنایا گیا ہے۔

(ضلع کے اختیارات رکھنے والا شہر۔ County corporate)

کوئٹی کارپوریٹ اس شہر یا بلد کو بچتے ہیں جس میں کم و بیش ملک کا کچھ حصہ ملحق ہو اور جس کو شاہان انگلستان نے بمراحم خسروانہ خاص طور پر کوئٹی (ضلع) کے اختیارات عطا کئے ہوں اور جو کسی اور ضلع میں شامل نہ رہا ہو بلکہ اس کی حکومت اسی کے شیرف اور حکام شہر کے تفویض رہی ہو اس طرح سے کہ اس نام کے ضلع کے حکام کو اس شہر کی حکومت میں کبھی دست اندازی کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اس قبیل کے بلاد لندن یارک نارچ وغیرہ ہیں۔ جارج سوم ۳۸ء سنہ جلوس کے ایک قانون کے دفعہ ۵۲ کی رو سے اور اس کے بعد اکثر قوانین موضوعہ نے بھی طے کر دیا ہے کہ ہر ایک قسم کا بنائے دعویٰ اور جرایم جو ایسے شہر میں واقع ہوں ان کی سماعت اور تحقیقات کسی دوسرے متصل کے مستقل ضلع میں ہو سکتی ہے۔

کوئٹی پیلاٹائن (خود مختار ضلع۔ ضلع دارائے امتیازات سلطانی)

County Palatine - اس نام سے چیٹر ڈربم اور

لینکسٹر کے اضلاع منسوب ہیں۔ قدیم زمانہ میں ان اضلاع کے مالکوں نے اپنے ارل آف چیٹر صدر اُسقف ڈرہم اور ڈیوک آف لینکسٹر کو اس قسم کے اعلیٰ اختیارات حاصل تھے جس قسم کے بادشاہ اپنے محل (Palatio, a palace) میں استعمال کرتا تھا۔

بغاوت خلاف سرکار اور سنگین جرایم کے مرتکبین اور قاتلوں کو تک یہ امر معافی دے سکتے تھے۔ ہر ایک حکمنامہ عدالتی خواہ اس کا تعلق دیوانی مقدمہ سے ہوتا یا فوجداری سے انہی کے نام سے جاری ہوتا تھا۔ انگریزی قانون کے خلاف مرتکب جرم ہونا گویا بادشاہ کے خلاف جرم کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ان اضلاع میں فوجداری مقدمات میں بجائے بادشاہ یا تاج کے ان امر کے نام سے فوجداری نالشیں عدالتوں میں دائر ہوتی تھیں اور جراثم ان کے اسم کے خلاف نہ کہ بادشاہ کے اسم کے خلاف سرزد ہوتے تھے۔ لیکن اکثر امور میں ان اضلاع کا اب انگلستان میں شمول ہو گیا ہے۔ قانون عدالت العالیہ مجریہ ۱۸۷۳ء فقرہ ۱۶ کی رو سے ان کے کل عدالتی اختیارات سلب ہو کر اول الذکر عدالت کو منتقل ہو گئے ہیں لیکن لینکسٹر اور ڈرہم کی ایکویٹی (یعنی نصف) کی عدالتوں کے اختیارات میں اس قانون نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا۔

کورٹ آف اسائز - (Court of Assize) - اسائز کا ماخذ

لاطینی لفظ Assideo ہے جس کے معنی ملکر بیٹھنے کے ہوتے ہیں اس لئے جوڈیشیل ایسبلی یعنی مجلس قضاة جو بحکم شاہی اجلاس

کرے اس کو بھی اسائیز کہنے لگے۔ اُس عدالت کو بھی اسائیز کہتے تھے جو کسی جوری کو برائے انفصال مقدمہ طلب کرے بہر حال کورٹ آف اسائیز کے مساوی ہند میں کوئی عدالت نہیں ہے البتہ ایک دو باتوں میں ہند کی عدالت سیشن کسی قدر مشابہ ہے۔ ہندوستان کی عدالت سیشن اور انگلستان کی کورٹ آف اسائیز میں بلحاظ اختیارات سماعت و نوعیت فصل خصوصیات جزئی اختلافات ہیں۔ لیکن دورہ کے لحاظ سے دونوں میں مشابہت ہے۔ ہند کی عدالت سیشن مخصوص سنگین ابتدائی فوجداری مقدمات کی جو ماتحت عدالتوں سے سپرد ہوتے ہیں ابتدائی تحقیقات اور دوسرے فوجداری مقدمات مرافعہ کی سماعت کرتی ہے۔ مجسٹریٹ تنہا کام کرتا ہے لیکن انگلستان کی کورٹ آف اسائیز شاہی کمیشن (حکم) کی بنا پر سال میں متعدد مرتبہ اجلاس کرتی ہے۔ اس عدالت کے کمشنر قدیم زمانہ کے دورہ کرنے والے قضاة کے جانشین ہیں۔ ہر ایک اجلاس دو یا دو سے زیادہ کمشنروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان عدالتوں کو چار مختلف قسم کے اختیارات ہیں (۱) بغاوت خلاف سرکار قتل عمد اور کل سنگین جرایم کی تجویز کا اختیار۔

(۲) ہر ایک مجبوس ملزم کی تحقیقات کا اختیار خواہ وہ کسی قسم کے الزام میں مانوڑ ہوا ہو۔

(۳) مقام واردات یعنی مقام ارتکاب جرم سے بارہ اشخاص کو بطور جوری طلب کرنے کا اختیار اور اُن سب دیوانی مقدمات کی

سماعت اور فیصلہ کا اختیار جو عدالت عالیہ کے کسی ایک صیغہ میں دایر ہوئے ہوں اور جن میں عدالت نے تشریحات قائم کی ہوں۔ (۴) اپنے ماتحت ضلع یا اضلاع دورہ میں امن قائم رکھنے کا اختیار جس کے باعث اُس ضلع کے کل جیسٹس آف دی پیس (اعزازی نظائے فوجداری) پابند ہیں کہ ان کمشنروں کے دورہ کے زمانہ میں ان کے اجلاسوں میں موجود رہیں مگر بجز ایسی صورت کے کہ کسی معقول اور جائز وجہ سے اس شرکت سے معذور ہوں۔ اگر بلا وجہ موجب غیر حاضر ہوں تو کمشنران مذکور ان پر جرمانہ کرنے کے مجاز ہیں۔ ہر ایک ضلع کے شریف کا بھی فرض ہے کہ عدالت مذکورہ میں اصالتاً یا وکالتاً حاضر رہے۔

علاقہ صرف خاص۔ (Demesne Land - ڈیمین لینڈ)۔ شاہی ذاتی علاقہ۔ اس قسم کی اراضی کو بادشاہ شریف کو بالمقطعہ یا پٹہ پر دیتا یا خود اس کی کاشت کرواتا تھا اور اُس زمانہ کے موافق مالکداری یا فوجی خدمت اس کے معاوضہ میں لی جاتی تھی۔

ڈسپنسنگ پور Dispensing Power ”اختیار استثناء“

زمانہ سلف میں انگلستان کے بادشاہوں کا دعویٰ تھا کہ وہ جس ملزم کو چاہیں قانون تعزیری کے اثر سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔ کیتھلک لوگوں کو جو از روئے قانون محروم کئے گئے تھے سرکاری عہدوں اور پارلیمنٹ کی رکنیت پر لانے کے لئے جیس دوم نے اس اختیار پر عمل کیا ہے۔ انقلاب سلطنت کے بعد ”اختیار استثناء“ منسوخ ہوا۔

ڈیو آئن رائٹ - Divine Right - نیابت الہی - ازمنہ وسطی اور اس کے قبل یورپ میں یہ خیال لوگوں کے دلوں میں جم گیا تھا کہ چونکہ بادشاہ کو اس کا شاہی منصب خدا کی جانب سے نہ کہ اس کی قوم یا رعایا کی طرف سے ملتا ہے اس لئے بادشاہ اپنے افعال کا ذمہ دار اور جواب دہ صرف خدا کے نزدیک ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر اگر رعایا کسی ملکی معاملہ میں بادشاہ کی مخالفت کرتی تو اس کو معصیت خیال کیا جاتا تھا۔ اس مسئلہ کا لب لباب پیسف او بی ڈینس (Passive Obedience - اطاعت تامہ) تھی یعنی رعایا کو اگر بادشاہ کے ہر ایک فعل سے اتفاق نہ ہو تو اُس کی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ عہد اسٹوارٹ میں اکثر وہ انگریز جن کا مقررہ مذہب پروٹیسٹنٹ تھا اس عقیدہ کی عوام میں تلقین کرتے تھے۔

”فہرست موافقین و مخالفین تحریک“ ڈیوژن لیٹ (Division List)

اہم معاملات کا فیصلہ دونوں بیوت پارلیمنٹ میں بذریعہ ڈیوژن یعنی ”رتقیم“ ہوتا ہے۔ جو ارکان کسی تحریک کی تائید میں رائے (ووٹ) دینا چاہتے ہوں وہ سیدھے ہاتھ کی طرف (لابی) پیش دالان میں چلے جاتے ہیں انکو Contents یعنی مطمئن کہتے ہیں اور جو لوگ تحریک کے مخالف رہتے ہیں بائیں ہاتھ کے دالان میں چلے جاتے ہیں ان کو Non contents یعنی غیر مطمئن کہتے ہیں۔ اور جو لوگ تحریک مذکورہ کی نسبت رائے دینا نہیں چاہتے وہ پارلیمنٹ یا اس کمیٹی کے اجلاس کے باہر

چلے جاتے ہیں اس کے بعد صدر نشین مجلس دو ارکان کو رایوں کے شمار کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے جن کو ٹیلر کہتے ہیں۔

ارل - Earl ایٹھلریڈ کے زمانہ میں ایلڈرین کے

بجائے ڈیفنس زبان کا لفظ (Jarl) جارل استعمال

ہونے لگا اور ایلڈرین کے علاقہ کو ارلڈم کہنے لگے۔ علاوہ

عدالتی اور انتظامی فرائض کے ارل کے ذمہ فوجی خدمت بھی

تفویض کی گئی مثلاً ارل آف چیسٹر کے ذمہ انگلستان اور ویس

کے درمیانی سرحدی حصہ کی حفاظت و نگرانی دی گئی تھی۔

شیرف کا انتخاب اور تقرر بھی ارل کرتا تھا۔ عدالتی، مالی

اور فوجی اختیارات کے لحاظ سے وہ اپنے صوبہ یا ضلع کا سب

سے اعلیٰ افسر تھا۔

ایسٹر - Easter انگلوسیکسن زبان میں ایسٹر روشنی

اور موسم بہار کی دیہی کا نام تھا جس کی خوشی میں ماہ اپریل

میں عید منائی جاتی تھی اس لفظ کا ماخذ ایسٹ جو لاطینی اور

Aurora اور یونانی اوسوسا Ausosa اور سنسکرت

اساس بمعنی روشنی و نور ہے۔ عیسائیوں کا سالانہ مذہبی تہوار

ہے جو حضرت مسیح کے حشرینے مصلوب ہو کر دفن ہونے کے

بعد حسب عقیدہ عیسائیان اُن کا دوبارہ زندہ ہونا اور انجیم

انسانی کیساتھ آسمان پر چلے جانے کی تقریب میں خوشی منائی جاتی

ہے۔ یہ عید بروز یکشنبہ جو گڈ فرائڈے (جمعہ مبارک) کے دوسرے

روز آتا ہے واقع ہوتی ہے۔ ماہ کی ۲۱ یا اس کے بعد کی تاریخوں

میں جب چاند بدر کامل ہوتا ہے تو اس کے بعد کے پہلے اتوار کو کونسل نائیس کے حکم کے مطابق یوم حشر مسیح معین ہوتا ہے۔ اگر اتوار کے روز بدر ہو جائے تو ایسٹر کو اس کے ایک ہفتہ کے بعد منایا جاتا ہے۔

گورنر۔ صوبہ دار۔ ایلڈرین (Ealdarman) سیکن انگریزوں کے بادشاہوں کے سب سے زیادہ ذی مرتبت وابستہ دولت کو ایلڈرین کہتے تھے۔ ایلڈرین کے معنی بڑے آدمی اور صاحب حکومت کے ہیں۔ اس کے ماتحت ایک یا متعدد اضلاع ہوتے تھے اور اس کو عدالتی اور انتظامی دونوں قسم کے اختیارات ہوتے تھے۔ اسکا علاقہ ایک ریاست کے مشابہ ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے صوبہ میں وائسرائے (Viceroy) قائم مقام یا نائب شاہ (یعنی صوبہ دار) متصور ہوتا تھا۔ اس کو بادشاہ برائے نام منتخب کرتا تھا اس کا منصب زیادہ تر موروثی ہوتا تھا۔ رومی سینیٹر اور ایلڈرین مترادف الفاظ ہیں۔ از روئے استحقاق اس کو چالیس ہائیڈ اراضی دی جاتی تھی۔

آشوبِ فرانس (فرینچ رین آف ٹیرر - French Reign of

Terror سے فرانسیسی انقلابِ سلطنت کے اس

دور سے مراد ہے جبکہ تمام ملک میں خونریزی اور ہل چل پھیلی ہوئی تھی لوگوں کی جائیدادیں بلا وجہ ضبط کر لی جاتی تھیں اور عنانِ حکومت مخالفینِ سلطنت کے ہاتھ میں تھی گویا کہ ملک

حقیقی خوف کے زیرِ نگیں آگیا تھا اور لوگوں کے خوف و بیم جان کا سبب وہ تدابیر اور قوانین تھے جن کو اس سلطنت کے عارضی حکام نے جاری کئے تھے۔ ”آشوبِ فرانس“ کی ابتدا ۱۷۹۳ء کے موسمِ بہار سے ہوئی اور اس کا خاتمہ رابِ سپیر کے زوالِ قوت سے ۲۷ جولائی ۱۷۹۳ء کو عملی طور پر ہوا۔

The Gospel—New Testament

انجیل

Gospels—Mathew, Mark, Luke and John

انجیل کا وہ حصہ جو یوحنا لوقا مرقس اور متی کے نام سے مشہور ہے۔
گراُنڈ جُوری - Grand Jury گراُنڈ جُوری۔ انگلستان میں فوجداری تحقیقات عموماً دو قسم کی جوریوں کی معیت سے کی جاتی ہے۔ ایک الزام لگانے والی جُوری اور دوسری تحقیقات کرنے والی جُوری ہوتی ہے پہلی قسم کی جُوری کو جُوری کلاں اور دوسری قسم کو جُوری خورد کہتے ہیں۔ گراُنڈ جُوری تیئیس آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اس زمانہ کی یادگار ہے جبکہ ہر ایک ضلع میں چند اشخاص کو حلف دیا جاتا تھا کہ وہ اس ضلع کے مجسّمین کو چالان، کرین زمانہ سلف میں یہ اصول تھا کہ یہ جُوری اپنے علم کی بنا پر لوگوں کو ملزم بناتی تھی لیکن اس زمانہ میں بھی یہی شکل اختیار کی گئی ہے انڈائنٹ منٹ (الزام تحریری) میں اب بھی یہی مرقوم ہوتا ہے کہ ”اہل جُوری حلفاً بیان کرتے ہیں کہ الف نے بر بنائے کینہٗ ماقبل ب کو ہلاک اور عمداً قتل کیا“ ہنری ہشتم کے عہد کے طریقہ سے موجودہ طریقہ میں کیتھ

تغیر ہو گیا ہے۔ اصل میں کوئی ایک شخص جس کو یقین ہوتا ہے کہ الف سے کوئی جرم سرزد ہوا ہے وہ گرانڈ جوری کے ہاں بل آف انڈاٹ منٹ (عرضی استغاثہ) پیش کرتا ہے جس میں مرقوم ہوتا ہے کہ الف نے ب کو بہ نیت قتل عمد ہلاک کیا۔ گرانڈ جوری صرف استغاثہ کی شہادت سماعت کرتی ہے اگر اس کے نزدیک الف کو مجرم خیال کرنے کے معقول وجوہ ہوں تو صفائی کی شہادت لئے بغیر وہ عرضی پر الفاٹا "نالش صحیحہ" درج کرتی ہے اور الف کو جوری خورد کی باضابطہ تحقیقات کے لئے عدالت مجاز میں سپرد کر دیا جاتا ہے اگر الف کو مجرم باور کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو گرانڈ جوری عرضی مذکورہ پر "نالش غیر صحیحہ" لکھتی ہے۔ پرانی اصطلاح اسکے واسطے Ignoramus

(ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے) تھی اس لئے اس قسم کی عرضی ناقابل توجہ کھلاتی ہے اور الف رہا ہو جاتا ہے۔ اس رہائی کی بنا پر الف کو ہمیشہ کے لئے نجات نہیں ملتی۔ اگر صحیح مواد اور قوی شہادت اس کے بعد بھی فراہم ہو تو الف کے خلاف دوبارہ اسی الزام کی بنا پر استغاثہ پیش ہو سکتا ہے اس واسطے کہ الف کو عدالت کے ذریعہ سے باقاعدہ طور پر تحقیقات ہو کر بریت حاصل نہیں ہوئی۔ صرف بریت ایسی خاصیت ہے کہ اس کی بنا پر دوبارہ اسی الزام میں کسی ملزم بری شدہ پر وہی الزام نہیں قائم ہو سکتا۔ رہائی کے بعد ملزم پر وہی الزام قائم ہو سکتا ہے۔ اسی مضمون کو ایک مقولہ

قانونی کے شکل میں بیان کیا جاتا ہے کہ بری شدہ ملزم ایک مخصوص الزام منسوب سے ہمیشہ کے لئے بری ہے۔ بریت اور رہائی کا امتیاز ہند کے ضابطہ فوجداری میں بھی رکھا گیا ہے اگرچہ فوجداری تحقیقات کے لئے ہند میں دیسیوں کے واسطے کسی قسم کی جوری کا طریقہ نہیں رکھا گیا ہے البتہ یورپین ملزمین کے لئے جوری مقرر ہوتی ہے لیکن سنگین جرائم جن کی ابتدائی تحقیقات عدالت سشن اور ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) میں ہوتی ہے مقدمہ سے غیر متعلق دو اشخاص کو بطور جوری مقرر کیا جاتا ہے اور یہ ایسسر (مددگاران جج) کہلاتے ہیں۔ اس کے سوائے انگلستان اور ہند کے ضابطہ میں ایک اور فرق ہے۔ دیوانی اور فوجداری ہر دو قسم کی نالشوں کی سماعت و تحقیقات وہاں بذریعہ جوری خورد ہوتی ہے مگر یہاں دیوانی مقدمات کی سماعت میں جوری خورد کی شرکت تو درکنار ایسسر (Assessors) تک موجود نہیں رہتے۔

ہنڈریڈ حصہ ضلع یعنی تعلقہ (Hundred) کونٹی

یا شایر (ضلع) کے حصہ کو ابتدا میں غالباً اس وجہ سے ہنڈریڈ کہتے ہوں گے کہ اس قطعہ زمین کے دس دسویں حصے ہوتے تھے یعنی ستو ستو حصوں کا ایک قطعہ اراضی بنتا تھا اور ہر ایک حصہ میں ایک ایسا خاندان آباد تھا جس میں دس نفوس ہوتے تھے۔ دوسری یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس قسم کے قطعہ زمین سے بادشاہ کو ستو سپاہی ہمدست ہوتے ہونگے۔

ابتدا میں اس کی حکومت ہائی کانٹبل (بارگاہ شاہی کے فوج کا افسر اعلیٰ) یا بلیف (عامل یا نائب) کے تفویض ہوتی تھی۔ سابق میں ہر ایک ہنڈریڈ میں عدالتی اغراض کے انصرام کے لئے ایک مقامی عدالت ہوتی تھی۔ اب ہنڈریڈ کورٹ کا عمل باقی نہیں رہا۔

اعلیٰ

Impeachment

(مواخذہ)

عہدہ داروں کے جرائم بغاوت خلاف سرکار و خیانت مجرمانہ یا اسی قبیل کی بدعنوانیوں کی ایک خاص نہج پر انگلستان میں تحقیقات ہوتی تھی جو قانون کی رو سے ابھی تک باقی رہ گئی ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا۔ اس قسم کی اخیر تحقیقات دارن ہیٹنگز گورنر جنرل ہند کی ہوئی تھی۔ سر دست عمل یہ ہے کہ اس قسم کے ملزمین کی عدالت میں یا بذریعہ کمیشن باقاعدہ تحقیقات ہوتی ہے۔ ”د مواخذہ“ کے لئے بیت الامرا عدالت اور بیت العوام فریق متغیث بنتے ہیں۔ تائید الزام اور صفائی کی شہادت کو سماعت کرنے کے بعد بیت الامرا کے ارکان کی کثرت رائے ملزم کی مجریت یا بریت کا تصفیہ کرتی ہے۔

نائٹ سرویس یا ٹینیور بائی نائٹ سرویس

knight service or tenure by Knight Service (عطیہ)

خدمت فوجی)۔ بادشاہ اپنے تابعین کو بحیثیت مبارز لڑائی میں کام آنے کی غرض سے زمین عطا کرتا تھا اس قسم کی عطا کے لئے بھی معطلی کو حسب ذیل خدمت کا انجام دینا اور رسوم

جاگیری ادا کرنا ہوتا تھا۔

(۱) فوجی خدمت کا بجا لانا۔

(۲) ادائی رقوم امدادی۔

(۳) ادائی نذرانہ و پیشکش۔

(۴) معطلی لہ کا سلسلہ نسل ختم ہونے پر عطا کا بادشاہ کو مسترد

یا بازگشت ہوتا۔

لیولیزرز۔ (Levellers) - کرامویل کی بنا کردہ جمہوری حکومت (کامن ویلتھ - رفاه عام) کے زمانے کا ایک پولیٹیکل فرقہ جس کا غرض جان لیبرن تھا۔ یہ لوگ اپنے زمانہ کے سوشلیسٹ (اشتراکی) تھے منصب و امارت کی مخالفت کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کل قوم میں دولت اور جائیداد کی مساوات ہو۔ ان امور کے حاصل کرنے کے لئے کرامویل کے خلاف ان لوگوں نے بغاوت کی اور ان کی آسانی سے سرکوبی کر دی گئی۔

لولارڈز (Lowllards) - یہ ایک مذہبی فرقہ تھا جو جان کلف کی سرکردگی میں پندرھویں صدی کے شروع میں انگلستان میں قائم ہو گیا تھا۔ اس کا اصلی مقصد اُن بے اصل اور لغو باتوں پر سے پردہ اٹھانا تھا جن کو مذہبی جامہ پہنایا گیا تھا لیکن مذہبی اصلاحات کے پیرایہ میں اُس کے معتقدین نے انقلاب سلطنت کے خیالات بھی پھیلانے شروع کر دیے۔ اس لئے خصوصاً انقلاب کے خیالات کو روکنے کی غرض سے اسٹاپچیوٹ ڈی ہیری ٹیکو کم برنڈو یفنے اہل زندہ اور انقلاب پسندوں کے جلانے کا قانون تفاق پایا۔

لولارڈ لوگوں نے سرجان اولڈ کاسل کی ماتحتی میں ہنری پنجم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اس پر ان کے دشمنوں نے اور بھی رنگ بڑھا کر بیان کرنا شروع کیا کہ فرقہ لولارڈ کو بادشاہ اور ہر سہ طبقات سلطنت اور دین مسیحی کا مٹانا منظور ہے اور چاہتا ہے کہ سرجان اولڈ کاسل کو جمہوری حکومت (کامن ویلتھ) یعنی ”رفاہ عام“ کا میر مجلس بنائے۔

مینر - Manor جاگیر۔ پرگنہ، لاطینی لفظ مینسیو (Mansio)

سے مشتق ہے۔ مینسیو کے اصلی معنی قیام کرنے ٹھہرنے اور جاری رہنے کے ہیں لیکن مجازی معنی مقام سکونت کے ہوتے ہیں۔ ابتداً جس طرح پیرش اپنے پادری کا مقام سکونت یعنی مستقر تھا اسی طرح مینر بھی اپنے امیر کا سکونتی مقام یعنی مستقر ہو گیا تھا۔ فتح نارمن کے بعد سے مینر سے مراد جائداد زمینی لئے جانے لگی اور وہ بتدریج قانونی اصطلاح بن گیا۔ جس کا مفہوم عدالت جاگیر ہے۔ اگر ایڈورڈ اول کے زمانہ کے مینر کو بطور نمونہ دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ مینر میں چند قسم کی زمینیں اور اس کا اٹھان نظم و نسق تھا چنانچہ بعض قطعات اُس کے امیر یعنی جاگیردار کے لئے مخصوص اور اس کی ملک مطلق سمجھے جاتے تھے جو ڈیمین (Demesne) یعنی سیر کھلاتے تھے بعض اراضی کو وہ وہاں کے آزاد مزارعین کو عطا کرتا تھا جو زمیندار ہوتے تھے اور زمین کے کچھ حصے غیر آزاد کسانوں کو ملتے جو ویلین (Villien) - غلامان زرعی کہلاتے تھے ان عطایا کے معاوضہ میں زمیندار تو اپنے امیر کی باعزت خدمتوں مثلاً خدمت فوجی

وغیرہ کو انجام دیتا یا زر مالگزاری یا جنس اس کو ادا کرتا تھا۔
بعضوں کا فرض ہوتا تھا کہ اپنے امیر کے ذمہ جو بادشاہ کی خدمت
فوجی ہو اس کو انجام دیں۔ بعض اپنے امیر کی کاشت
میں اس کی مدد کرتے اور یہ لوگ آزاد کسان free Soagers

اشتق از Soo (بمعنی ہل) کہلاتے تھے غلامان زرعی سے بتزل کام
لیا جاتا تھا اور سیر کی ان سے کاشت کرائی جاتی تھی۔ اس علاقہ (جاگیر)
کی کل رعایا پر امیر کو دیوانی اور فوجداری اختیارات عدالت حاصل ہوتے تھے
اور ہر ایک سینئر میں ایک کورٹ بیرن (عدالت نواب یعنی عدالت
جاگیر) ہوتی تھی۔ انگلستان کے موضعے (Townships) بتدریج
گیارہویں صدی سے سینئر بنتے گئے اور ان کا نظم و نسق سینئر کی
طرز حکومت کے جیسا ہوتا گیا لیکن چودھویں صدی اور ٹیوڈر
بادشاہوں کے دور میں جبکہ نظام جاگیری کا خاتمہ ہوا اور حکومت
مقامی کی بنیاد پڑی موضع نے پھر اپنی پہلی شکل اختیار کر لی اور
شل پیرش کے وہ حکومت مقامی کا پہلا زینہ بن گیا۔

قانون حربی (مارشل لا - Martial law) (۱) ابتدا میں

اس سے مراد وہ قانون لیا جاتا تھا جس کا نفاذ ارل مارشل کی
عدالت کے ذریعہ سے انگلستان کی افواج پر ہوتا تھا خواہ یہ فوجیں
اندرون ملک مقیم ہوں کہ بیرون ملک ان معنوں میں تو اب
بھی یہ قانون باقی رہ گیا ہے لیکن اس کو قانون فوجی
(Military law) کہتے ہیں جس کا مقصد فوج کی تادیب و تربیت ہے اور
اس کے قواعد کا قانون فوج مصدرۃ اللہ سے تعلق ہے۔

(۲) قانون حربی کا دوسرا مفہوم قانون غیر موضوعہ کی رو سے وہ حق شاہی ہے جس کی بنا پر حملہ، بغاوت یا شورش یا کسی اور قسم کے فساد کے زمانہ میں بادشاہ کو اختیار ہے کہ جبر کو جبر سے دفع کرے اور باغیوں کے ساتھ اس طرح سلوک ہو کہ گویا وہ غیر ملکوں میں بیرونی کی حیثیت سے ملک پر حملہ کر رہے ہیں۔ رنج شورش کے بعد معمولی عدالتوں میں عام قانون کے زیر اثر فریقین کی دادخواہی ہوتی ہے (اس کی نظم و ضبط کا مقدمہ ہے) اور کل افسروں پر جنہوں نے ضرورت سے زیادہ جبر استعمال کیا ہے دیوانی حیثیت سے (دیکھو رائٹ بنام فٹزجیرلڈ^۲ State Trials صفحہ ۷۱۵) اور فوجداری لحاظ سے (دیکھو ملکہ معظمہ بنام آیر بابت ۱۸۶۷ء) نالاش ہو سکتی ہے۔ (۳) اس کا صحیح مفہوم کسی ملک کے پورے رقبہ یا اس کے کسی حصہ میں معمولی قانون کا معطل اور فوجی عدالتوں کی عارضی حکومت کا قائم ہونا ہے۔ اس حالت کو باستثنائے برطانیہ اقلیم یورپ میں ”حالت محاصرہ“ (State of Seige) کہتے ہیں۔ زمانہ جنگ میں اختیار شاہی کی بنا پر اس طرح کے قانون حربی کا نفاذ ہو سکتا ہے جیسا کہ غلطی میں دریائے آرینج اور ٹرانسوال کے نوآبادیوں میں کیا گیا تھا۔ لیکن اس کو صرف زمانہ جنگ میں جاری کر سکتے ہیں۔ یہ اختیار صرف ضرورت پر منحصر ہے اور جب ضرورت باقی نہیں رہتی تو اختیار بھی معدوم ہو جاتا ہے۔ ”حالت جنگ“ امر واقعی ہے جس کا ثبوت کرنا ضرور ہے۔ کسی اعلان کے ذریعہ سے

قانون حربی کا اظہار کرنا لازم نہیں۔ ایسے وقت میں بھی اس قانون پر عمل ہو سکتا جب سیول یعنی قانونی عدالتیں اپنا اجلاس کر رہی ہوں۔ قانون حربی کے اختتام پر حکومت کی جانب سے قانون معافی جاری ہوتا ہے جیسا کہ ۱۹۰۲ء میں کیپ ٹاؤن میں ہوا اور امن قائم ہونے کے بعد ان سنزوں کی جو اس قانون کے زیر اثر دی جاتی ہیں شاہی کمیشن کے ذریعہ سے باصلاح قانون نگرانی ہوتی ہے یعنی انکو دوبارہ جانچا جاتا ہے۔

مائیکل مس Michaelmas (۱) مائیکل مس۔ انجیل

میں میکائیل لاطینی اور یونانی اور عبرانی میں بھی میکائیل استعمال ہوا ہے اس کے نفی معنی یہ ہیں کہ ”کون خدا کے مثل ہے؟“ انجیل میں ایک ملک مقرب کا ذکر ہے جس کے چند فرائض تھے (۱) بنی اسرائیل کی حفاظت (Dan X 13, 21)

شیطان سے لڑ کر حضرت موسیٰ کو چھڑانا (Jude 9)

(۳) شیطان اور اُس کی فوجوں سے عالم بالا میں جنگ کرنا (Rev. XII 7-9) مائیکل مس = مائیکل + ماس = میکائیل + عشاء ربانی۔ ملک مقرب یعنی میکائیل کا تہوار جو ۲۹ ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ انگلستان کی چار بڑے عیدوں میں کی ایک عید ہے۔

مورے وینز (Morovians) آسٹریا ہنگری کے ملک

میں ایک مقام موریویا کے نام سے قرون وسطیٰ میں آباد تھا وہاں کے باشندے موریوین کہلاتے تھے اور یہ پروٹیسٹنٹ مذہب کا ایک ذیلی فرقہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں زیادہ تر یہ لوگ

جرمنی، انگلستان اور مالک متحدہ امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہب انگلستان اور اس فرقہ کے عقائد میں جزئی اختلافات ہیں۔

مارٹین - (Mortmain) کسی مذہبی محکمہ یا جماعت یا کسی شخصیت یا مجلس کو کوئی اراضی بطور جاگیر یا دائمی بیٹے کی شکل میں عطا کی جاتی تھی اس عطا کو مارٹین (بدست میت) کہنے کا سبب یہ تھا کہ ایسی ملک یا اراضی ناقابل انتقال ہو جاتی تھی یعنی اس کا بیع و شری اور رہن و ہبہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ معطلی کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد معطلی کو مسترد ہو سکتی تھی گویا کہ اراضی مذکورہ دست میت میں بند ہو جاتی تھی جس ٹھہری کا کھولنا ناممکن تھا۔ اس قسم کی اراضی فوجی خدمت سے معاف تھی اور سلطنت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے ایڈورڈ اول کے عہد سلطنت کے مشہور قانون ”بدست میت“ کے اجرا سے اس قسم کی عطا کا انسداد ہوا۔

”حقوق فطرتی“ (Natural rights) - حق فطرتی سے

اخلاقی حق مراد ہے یعنی ایسا حق جو بظاہر کسی مذہب یا منظم حکومت کے موضوع قانون کا نتیجہ نہ ہو بلکہ ہر ایک مذہب اور پابند قانون حکومت میں سکونت رکھنے کے سبب سے ہر ایک شخص اس کا اخلاقاً حقدار بن جاتا ہے مثلاً حق نیک نامی یا حق حفاظت ذاتی جس کے متعلق کسی گورنمنٹ نے کوئی قانون نہیں بنایا ہے اور نہ یہ اکتسابی حقوق ہیں جیسا بعض حقوق معاہدہ یا

انتقال کی بنا پر حاصل اور نرایل ہوتے ہیں بلکہ مہذب سلطنتوں میں فطرتی حق گویا انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے انگریزی میں اس حق کو *Innate right* خلقی حق بھی کہتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے حقوق وحشی اور غیر منظم قوموں میں نہیں ہوتے۔

پیرش *Parish* ابتدا میں پیرش اس علاقہ کو کہتے تھے جو کسی پادری کے زیر نگرانی ہوتا تھا اور جس میں کم سے کم دو تین قصبے ہوتے تھے۔ ساکنین علاقہ اپنے مال کا دسواں حصہ مذہبی محصول کے طور پر پادری کو ادا کرتے تھے اور وہ اس روپیہ کو عوام کی روحانی اور اخلاقی حالت کی درستی میں صرف کرتا تھا۔ اس کے بعد جب انگلستان میں امداد مفلسین و محتاجین کی نسبت انتظام ہوا تو اسی کلیسائی پیرش کو ملکی اغراض کے لحاظ سے رسول پیرش سے منسوب کیا گیا اور ساکنین پیرش سے امداد مفلسین اور دوسرے قسم کے رسول محصولات لئے جانے لگے اور پھر جب مقامی حکومتوں اور بلدیات کے قیام کی نوبت آئی تو رسول پیرش کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک دیہاتی پیرش اور دوسری شہری پیرش۔ ابتدا میں پیرش مقامی حکومت کا سب سے چھوٹا قصبہ یعنی زمین اول تصور ہوتا تھا جو اب بھی ہے۔ پیرش کا انتظام ایک مجلس کے سپرد ہوتا ہے جس کے ارکان ساکنین پیرش منتخب کرتے ہیں۔ ارکان کے انتخاب میں اثاثہ کو بھی رائے دینے کا حق حاصل ہے۔

(Portreeve-portgerefa)

پورٹ ریف -

پورٹ ریف (پورٹ جیریف) - تجارتی فرقوں اور شہروں کے

اعلیٰ حکام کا نام تھا مثلاً لندن اور بات کے پریسیائیڈنگ
مجسٹریٹ یعنی انتظامی مجلس کے صدر نشین کو پورٹ ریف
کہتے تھے۔

پیوریتین (Puritans) - مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہب سے
اختلاف کرنے والوں کا ایک فرقہ تھا جو ملکہ ایلیزابت
اور سلاطین اسٹورٹ کے دور میں ہنگامے برپا کرتا رہا۔
یہ لوگ کلیسا کی حکومت کا بشپ (اسقف) وغیرہ کو صدمہ
بنانا پسند نہیں کرتے تھے اسی طرح ان کو اکثر رسوم مذہبی پر
اعتراض تھا اور وہ چاہتے تھے کہ مذہب میں زیادہ تر
خلوص اور سادگی ہو۔ یہ لوگ کرامویل کے طرفدار تھے
اور ان کو آئی کنگ کلاسٹ یعنی بت شکن کا لقب ملا تھا اس
لئے کہ یہ مذہبی مجسموں اور تصویروں وغیرہ کو توڑا کرتے تھے۔
”کویکزرز“ Quakers کو یک کے لفظی معنی لرزنا ہیں۔

ایک نصرانی فرقہ ہے جس کی باج فاکس ساکن ضلع لیسٹر
واقع انگلستان نے ۱۶۵۰ء عیسوی میں بنا ڈالی۔ اس کے
ارکان ایک دوسرے کو ”فرینڈز“ (احباب) کہتے ہیں۔
ابتدا میں ان کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا اور یہ کویکزرز کھلاتے
تھے۔ فاکس کی عادت تھی کہ اپنے وعظ میں توبہ کے مسئلہ پر بہت
زور دیتا تھا۔ اور اس کے سامعین معاد کے حالات سکر
عذاب و سزا کے خوف سے لرزتے اور کاپنتے تھے اس بنا
پر ان لوگوں کا نام کویکزرز (لرزنیاوالے) پڑ گیا۔ بعض وقت

مرد اور عورت کا پتہ کا پتہ گر جاتے تھے اور گرنے کے بعد بھی ان کی یہ حالت جاری رہتی تھی گویا کہ اُن کا گلا گھونٹا جا رہا ہے اور وہ ہلاکت سے بچنے کے لئے کشمکش کر رہے ہیں۔ ان کے خاص مذہبی عقائد یہ ہیں ظاہری رسوم اور اسقف وغیرہ کی حکومت کیسا سے انکار۔ سادگی لباس و تقریر اور خصوصاً جنگ و جدال سے مخالفت اور صلح کل۔

رونڈ ہیڈز (سرمنڈے - Round heads) اس فرقہ کو کہتے تھے جو چارلس اول اور اُس کی پارلیمنٹ کی مشہور خانہ جنگی کے زمانہ میں پارلیمنٹ کا طرفدار تھا۔ یہ لوگ اپنے سروں پر بہت چھوٹے بال رکھتے تھے گویا کہ سرمنڈاتے تھے اور ان کے خلاف قوالر تھے جو بادشاہ کے طرفدار تھے اور لمبے لمبے گیسو رکھتے تھے جو ان کے شانوں پر لٹکتے تھے۔

سپیشٹ (Separatist) سے مراد وہ لوگ ہیں جو مروجہ عام عقیدہ میں تفرقہ اندازی کریں۔ یہ نام ان عیسائیوں کو دیا گیا جو مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہب سے اختلاف کر کے جدا ہو گئے تھے یعنی ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ اس نام سے پکارے جاتے تھے۔ یہ بھی پروٹیسٹنٹ کا ایک ذیلی فرقہ ہے۔ ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ میں ابتداً رومن کیتھولک کا بھی شمار ہوتا تھا لیکن یہ تینوں الفاظ یعنی سپیشٹ۔ ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ ان پروٹیسٹنٹ لوگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جن کو مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہب انگلستان کے بعض عقائد و اصول اور رسوم سے اختلاف و انکار ہو اور جنہوں نے اس بنا پر مقررہ مذہب سے آپ کو علیحدہ کر لیا ہو۔

سرف اور ویلین (Serfs and Villains) - مزارعین غیر آزاد)۔ سرف اس غلام کو کہتے تھے جس کا تعلق اراضی سے ہوتا تھا گویا کہ وہ اسکا جزد ملحق سمجھا جاتا تھا اور جب کبھی اراضی مذکورہ بہ شکل بیج یا ہبہ منتقل ہوتی تو سرف بھی اس کے ساتھ بطور ملحقات مشتری یا موہوبہ کو اسی اراضی کی خدمت کاشت انجام دینے کے لئے منتقل کیا جاتا تھا۔ لیکن جب انگلستان میں طبقہ حلوک اور ادنیٰ درجہ کے مزارعین کی تمدنی حالت کو بتدیج ترقی ہوتی گئی تو سرف اور ویلین مترادف الفاظ ہو گئے۔ ویلین کا تعلق بھی اراضی سے تھا اور دونوں غلامان زرعی خیال کئے جاتے تھے۔

شائر (Shire) جو سیکسن لفظ سائرین (Scyran) سے نکلا ہے اور جس کے معنی تقسیم کرنا ہیں وہ حصہ ملک ہے جس کو کونٹی (ضلع) کہتے ہیں۔

سوکج ٹینیور (Socage Tenure) - عطیات زرعی) اس قسم کی جاگیر یا زمینداری کہ جس کے معاوضہ میں جاگیردار یا زمیندار کو اپنے معطی کی معینہ اور مقررہ خدمت بجا لانی ہوتی تھی مثلاً ایک مقررہ رقم بطور مالگزاری یا حق مالکانہ ادا کرنا ہوتا تھا یا اس امیر معطی کی اراضی پر سال میں کچھ معینہ دنوں کے لئے ہل جوتنا۔ بہر حال اس قسم کی عطا کے ساتھ فوجی خدمت کی شرط نہیں لگائی جاتی تھی اس لئے فوجی عطا یا فوجی زمینداری (میلٹری ٹینیور) کے مقابل میں سول یا غیر فوجی عطا یا زمینداری (سوکج ٹینیور از ساک Soo بہ معنی ہل کا طریقہ قائم کیا گیا۔

اسٹیشنرز کمپنی (Stationers Company) - اسٹیشنری بیچنے والے کو اسٹیشنر کہتے ہیں۔ لفظ اسٹیشنری ان سب اشیاء پر حاوی ہے جنکا تعلق لکھنے سے ہوتا ہے مثلاً دوات قلم سیاہی کاغذ پنسل وغیرہ۔ فی زمانہ اسٹیشنری سے مراد سوائے لکھنے کے سامان اور اوزار کے لکھنے کی میز اور سرکاری اور تجارتی دفاتر کے کل سامان نوشت و خواند سے مراد لی جاتی ہے۔ ابتدا میں اسٹیشنرز کتب فروشوں کو کہتے تھے جو بازاروں میں اور کلیساؤں اور عمارتوں کے نزدیک اپنے مال کے بیچنے کے لئے اسٹیشن یا اسٹانڈز رکھا کرتے تھے۔ لفظ اسٹیشن کا ماخذ لاطینی اسٹاشیو بمعنی استادن ہے۔

قرون وسطیٰ میں جبکہ چھاپہ کی ایجاد ہوئی تو اس کے ساتھ ہی کتب فروشی کا جدید طریقہ بھی نکل آیا۔ اُس زمانہ کے اہل مطالع ہی کتابوں کے مدیر اور فروخت کرنے والے ہوتے تھے لیکن وہ اپنی ذات سے اپنی مطبوعہ کتب کا ہر ایک نسخہ نہیں بیچ سکتے تھے اس لئے انہوں نے ہر ایک تعلیمی مقام پر اس غرض کی تکمیل کے لئے کارندے مقرر کر رکھے تھے۔

پچھاپنے کی ایجاد سے پہلے مخصوص لوگ کتابوں کے قلمی نسخے تیار کرتے تھے یہی لوگ دراصل کتب فروش تھے۔ قدیم زمانہ کی خوش نویسی اور کتب فروشی کی تاریخ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے چنانچہ انجیل سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ ارسطو کی تحریرات میں بھی ان کا ذکر ہے۔ شہنشاہ جیمینین کے زمانہ میں ایک قانون کی رو سے طے پایا تھا کہ تحریر کے لئے جو سامان استعمال ہوتا ہے

اس کا مالک اُس صاف نویس کو سمجھا جائے جو اس کو لکھتا ہے (دیکھو آئین جسٹینین - کتاب ۲ فقرہ ۱۵ سطر ۳۳) موجودہ زمانہ کے حق تصنیف (کاپی رائٹ) کی اصل غالباً یہی قانون ہے۔

یورپ کے مذہبی مناقشوں اور ہنری ہشتم و ایڈورڈ ششم کے زمانہ کے انگلستان کے ریفرمیشن (اصلاح مذہب یا عہد اصلاح) کے سبب سے لوگوں میں کتب بینی کا شوق اور کتابوں کی مانگ پیدا ہوئی مگر انگلستان میں ٹیوڈر اور اسٹورٹ سلاطین نہ صرف آزادی

مطالع کے خلاف تھے بلکہ طباعت کو بھی مٹانا چاہتے تھے پہلے پہل ٹامس برٹ لیٹ کو ۱۵۲۹ء میں ہنری ہشتم کی سرکار سے طباعت کی سند عطا ہوئی جس کے سبب سے وہ شاہی طبع کنندہ قرار پا گیا اور صرف وہی کتابیں چھپ سکتی تھیں جن کی اجازت ہوتی تھی۔ ان دنوں ایسی کتابوں کا خریدنا یا لکھنا جن کے لئے چھاپنے کی اجازت نہ لی جائے جرم تھا۔ ۱۵۵۷ء میں اسٹیشنرز کمپنی (جماعت کتب فروش) کو سند عطا ہوئی اور نہایت وسیع اختیارات دئے گئے تاکہ مضر کتابیں شائع نہ ہو سکیں اس کے بعد کی سلطنتوں میں عدالت اسٹار چیمبر نے مطابع کے احتساب کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ برائیں ہم مناظرہ کی کتابوں کی اس قدر مانگ تھی کہ بیرون ملک میں طبع ہو کر کثرت سے ایسی کتابیں چوری سے انگلستان میں پہنچتی تھیں۔

اسٹیشنروں (کتب فروشوں) نے پہلے پہل سلاطین میں اپنی ایک انجمن قائم کی اور ان کی وہ کمپنی جس کو لی وری (ایک قسم کا گلڈ یعنی انجمن) کہتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۱۵۵۷ء کے

پہلے نہیں بنے پائی۔ اس کمپنی کے دفتر کا نام جو لنڈن میں واقع ہے اسٹیشنرز ہال ہے۔ تین سو برس تک اس کمپنی کے ذمہ انگلستان کے طبع کتب کی نگرانی اور اہتمام تھا۔ اس کے دفتر یعنی اسٹیشنرز ہال میں ایک رجسٹر حق تصنیف کے اندراج کی غرض سے رکھا رہتا ہے۔ اگرچہ ۱۸۳۲ء کے قانون حق تصنیف کی رو سے ہر ایک مصنف کو اپنی تصنیف کو درج رجسٹر کرانا لازم نہیں ہے لیکن اگر کسی پر نالش دائر کرنی ہو تو مدعی کو نقل اندراج اس دفتر سے حاصل کرنی ہوتی ہے۔

اسٹاچیوٹ آف پرووائزرز — Statute of Provisors

(قانون فراہمی و عطاءے معاش مذہبی) مجریہ ۱۳۷۱ء مطابق ۲۵ سنہ جلوس ایڈورڈ سوم کے فقرہ ۳ کی غرض پوپ کے اختیار فراہمی و عطاءے معاش مذہبی کا روکنا تھی۔ پوپ انگلستان کے پادریوں کو ایسے مذہبی معاش اور خدمات پر جیسے ریکٹری (تولیت) اور ویکریج تھے مقرر کرتا تھا جس کے باعث انگلستان کے پادری بادشاہ وقت سے مطلق العنان ہو جاتے تھے۔ یہ قانون اور اس کے ترمیمات وغیرہ اسی نام سے مشہور ہوئیں۔ ان قوانین پر عمل نہیں ہوتا تھا لہٰذا لیکن اصلاح مذہب (Reformation) کے بعد ہنری ہشتم کے عہد سلطنت میں ان قوانین کو بکار آمد بنایا گیا۔

اسٹاچیوٹ کوایا امپٹوریز ٹرارم Statute Qia Emptores Terrarum

(قانون متعلق انتقال اراضی) — ازمنہ وسطیٰ میں لاطینی، نارمن فرانسیسی زبانوں میں منشورات شاہی

اور قوانین تحریر ہوتے تھے اور ان الفاظ سے جن سے کسی قانون کی عبارت شروع ہوتی وہ قانون موسوم ہو جاتا تھا چنانچہ قانون مندرجہ عنوان کا نام بھی چند لاطینی الفاظ پر مشتمل ہے جنکے لفظی معنی ”چونکہ مشرین اراضی“ ہیں۔ یہ قانون ۱۸۰۱ء جلوس ایڈورڈ اول نے ۱۲۷۱ء میں ماتحت یا ادنیٰ درجہ کے جاگیرداروں کی نسبت جاری ہوا اس قانون کی رو سے ہر ایک آزاد زمیندار یا مالکزار کو اس کی مقبوضہ اراضی کی بیع کی اجازت تو دی گئی لیکن شرط یہ لگائی گئی کہ مشتری اپنے منتقل الیہ اُسی معطیٰ اول کا نہ کہ بائع کا ماتحت سمجھا جائیگا اور اسکو اراضی کے معاوضہ میں وہی خدمات بجا لانی ہوں گے جو بائع بجا لاتا اور ادا کرتا تھا۔

الف - اختیار تعطیل (قانون کو معطل کرنے کا اختیار سپینڈنگ پاور (Suspending Power) - ”اختیار تعطیل“ یہ وہ شاہی اختیار تھا جس کی رو سے بادشاہ کسی ایک قانون کے اثر کو ایک وقت معینہ کے واسطے معطل کر دیتا تھا۔ ”قانون حقوق“ کے ذریعہ سے شاہی اختیارات استثناء تعطیل کی تنسیخ عمل میں آئی تھیں۔

Thegn تھین کے اصلی معنی خدمت گزار اور ملازم کے ہیں تھین آزاد اور زمیندار ہوتا تھا اس لحاظ سے اسکو فوجی خدمت انجام دینی ہوتی تھی۔ یہ لوگ سلاطین اور امرا کے فوجی صحاب اور مخصوص خانگی ملازم ہوتے تھے مثلاً تاریخ میں ان کے نام اس طرح سے بیان کئے گئے ہیں ”بادشاہ کے گھوڑے کا تھین“ یہ خدمت ابھی تک انگلستان میں بہ تغیر نام ”ماسٹر آف دی ہارس“

(داروغہ اصطبل شاہی) باقی رہ گئی ہے۔ اس طرح سے بادشاہ کے خاصہ چنے والے کو (ڈش بیر) ڈسک تھیں کہتے تھے۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے بنائے ہوئے منصبدار اُن کے مشابہ ہو سکتے ہیں لہذا اس کتاب میں تھیں کے لئے کہیں تو ندیمان جنگ آزما اور کہیں منصبدار استعمال کیا گیا ہے

انگلستان کے نظام جاگیر اور قانون اراضی (جائداد غیر منقولہ) کا برطانیہ کی تاریخ و ستوری سے ایک خاص تعلق ہے لہذا اس سے واقف ہونا ضرور ہے۔

نظام جاگیر کے زمانہ کا مقولہ ہے کہ زمین کا مالک بجز بادشاہ کے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ ولیم اول کے دور میں ملک کی کل زمین کا مالک بادشاہ سمجھا جاتا تھا اب بھی اصولاً اسی قاعدہ پر عمل ہوتا ہے۔

بادشاہ بحیثیت مالک زمین اپنے وابستگان دولت اور امراء عظام کو زمین (جاگیر) عطا کرتا تھا اور ان کے معاوضہ میں معطی لہم کا فرض تھا کہ بادشاہ کی بعض خدمتوں (مثلاً فراہمی سپاہ اور انتظام ملک وغیرہ) کو انجام دیں۔ جن لوگوں کو بادشاہ سے راست تعلق ہوتا تھا یعنی وہ اُس کے بلا واسطہ آسامی ہوتے تھے وہ ٹیننٹ ان چیف (اعلیٰ جاگیردار) کہلاتے تھے۔

اسی طرح ہر ایک بڑا جاگیردار اور امیر اغراض فوجی اور دوسرے خدمتوں کے معاوضہ میں اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں کو اپنی جاگیر

سے ایک معتد بہ حصہ زمین کا عطا کرتا تھا اور یہ لوگ ان امیروں کے معطی لہم یا اسامی کہلاتے تھے۔ ایسا ہی اس دوسرے طبقہ کے زمیندار اپنے ماتحتین کو زمین دیتے جو ان کے ذیلی یا ماتحت معطی لہم (اسامی) کہلاتے تھے۔ اس قسم کے اسامیوں کے قبضہ میں زمین کسی مدت معینہ کے لئے جیسا کہ موجودہ پٹہ کا طریقہ ہے نہیں رہتی تھی بلکہ پٹہ کی زمین میں انکی حقیقت اور ملک پیدا ہو جاتی جس کے سبب سے معطی لہ (کسان) کی وفات کے بعد زمین عطا اس کے وارث پر منتقل ہوتی تھی۔

وارث وہ شخص ہے جو کسی کسان (اسامی) کے فوت ہونے پر اُس کی زمین عطا کو اگر وہ بذریعہ وصیت کسی اور کو نہ دی گئی ہو تو پاسکے۔

جس شخص کو وصیت کے ذریعہ سے زمین ملتی ہے وہ موصی کا وارث نہیں بلکہ وصی ہے۔ اس لئے ذیل کے مقولہ قانونی کی بنا ہوئی۔

”صرف خدا ہی کی جانب سے وارث مقرر ہوتا ہے۔ انسان کسی کو وارث نہیں بنا سکتا“ عموماً فرزند اکبر کسان کا وارث ہوتا ہے۔ اگر لڑکا نہ ہو تو کسان متوفی کی لڑکیاں باپ بھائی بہنیں یا قرابت بعیدہ سے کوئی اور شخص بموجب قانون وراثت (انگلستان) زمین متوفی کا وارث ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص (زمین کا) اُس وقت تک وارث نہیں ہو سکتا جب تک زمین مذکورہ کی نسبت اس کا حق ثابت نہ ہو جائے اس لئے اس مقولہ کا وہ کہ انسان عالم حیات

میں کسی کو اپنا وارث نہیں بنا سکتا، یہی مفہوم ہے۔
 عطایا کی چند قسمیں تھیں جو اب بھی موجود ہیں۔
 (الف) بلحاظ شان معطلی لہ۔

(۱) فری ہولڈ (Free hold) - زمین آزاد یعنی زمینداری
 یا جاگیر اور ملک مطلق)

(۲) لیس ہولڈ (Lease hold) - زمین پٹہ - پٹہ

(۳) کاپی ہولڈ (Copy hold) - زمین جس کا وثیقہ نقل روڈاد
 عدالت ہو - نقل داری)

(ب) بلحاظ مدت عطا -

(۱) ایٹھ ان فی سیمپل یا فی سیمپل (Estate in fee simple)
 or fee simple جاگیر دائمی - ملک مطلق)

(۲) ایٹھ ان فی ٹیل یا فی ٹیل (Estate in fee tail)
 or fee tail جاگیر یا ملک مشروط یا منقطع)

(۳) ایٹھ فار لائف یا لائف ایٹھ (Estate for life)
 or life estate جاگیر یا ملک عین حیات)

چونکہ نظام جاگیری کے زمانہ میں اور اس سے پہلے انگریزوں کے
 بلحاظ حریت مختلف مدایج تھے بعض ان میں کے آزاد تھے اور بعض
 غیر آزاد۔ جس کے سبب سے معطلی بہم اور کسانوں کی بھی دو قسمیں
 تھیں آزاد اور غیر آزاد۔ چنانچہ غیر آزاد مزارعین کی بھی چند قسمیں
 تھیں مثلاً سرف (Serfs) اور ولین (Villains) کا تاریخ
 میں پتہ ملتا ہے۔ سرف بہ نسبت ولین کے زیادہ ادنیٰ درجہ کا غلام

زرعی تھا۔ بتدیج ان کے مباح مساوی ہو کر یہ دونوں لفظ مترادف ہو گئے۔ ان غیر آزاد کسانوں کو غلام زرعی سے موسوم کیا جاتا تھا اور یہ گویا زمین کے ساتھ جکڑ دئے جاتے تھے اس لئے یہ زمین کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتے گویا کہ یہ زمین عطا کے لحاظ سے شمار ہوتے تھے۔

فری ہولڈر Free holder - معطی لہ زمین آزاد) یعنی جاگیردار یا زمیندار کی خدمت معین تھی مثلاً ہفتہ میں مقررہ دن امیر معطی کی سیر پر کاشت کرنا یا زمین عطا کے رقبہ کے شمار سے مقررہ تعداد میں سپاہی معطی کے لشکر میں روانہ کرنا۔ اس کے خلاف غیر آزاد معطی لہم یا کسانوں کی خدمتیں غیر معینہ ہوتی تھیں ہفتہ واری کام کے لئے دنوں کا اور نوعیت کار کا تعین نہ ہوتا تھا۔ معطی جس قسم کا کام چاہتا اور ہفتہ میں جتنے دن ان سے کام لینا اس کو منظور ہوتا لے سکتا تھا۔

انتقال زمین کے طریقہ سے بھی آزاد اور غیر آزاد کسان میں امتیاز ہوتا تھا۔ پہلی شکل میں عطا اور سند کے ذریعہ سے اور دوسری صورت میں راضی نامہ (Surrender) - حوالگی زمین

بہ معطی) اور قبولیت (Admittance) معطی کا دوسرے معطی لہ محولہ کسان سابق کا قبول کرنا) کی معرفت زمین منتقل ہوتی تھی۔ امیر یا جاگیردار اپنی موجودگی اور گواہوں کی حضوری میں ان کو زمین پر قبضہ دیتا اور رسم و رواج مقامی کی بنا پر ان کے حقوق زمین عطا میں پیدا ہو جاتے تھے۔ اکثر یہ غیر آزاد کسان

سیر جاگیر کی معاوضہ عطا مفت کاشت کرتے تھے اور ان کی خدمتیں جیسا فقرہ بالا میں بیان کی گئی ہیں غیر معین ہوتی تھیں اس لئے انکی عطایا یعنی زمینیں بتدل متصور ہوتی تھیں۔

ابتدا میں زمین کے دعاوی میں غیر آزاد کسان کو اپنے اثبات حق کے واسطے شہادت تحریری کا پیش کرنا نامکن تھا وہ صرف شہادت منقولی داخل کر سکتا تھا یعنی ایسے اشخاص کو پیش کرتا تھا جنہوں نے اس کو زمین پر قابض ہوتے اور امیر کو اسے قبول کرتے ہوئے دیکھا ہو یا جن کو یہ امور یاد ہوں۔ مگر جب سے جاگیری عدالتوں کا وجود ہوا اور اُن میں تحفظ امثلہ (دفتر) کا طریقہ نکل آیا اس وقت سے جاگیردار اور اُس کے غیر آزاد مزارعین کے معاملات زمین کو ضبط تحریر میں لانے کی شکل نکل آئی اور ان کسانوں کی حالت زیادہ محفوظ اور اطمینان بخش ہو گئی۔ اب جاگیردار کے لئے کسان کے مقابلہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا اس قدر آسان نہیں رہا بلکہ اپنے معاہدہ تحریری اور تکمیل شدہ سے وہ انحراف ہی نہیں کر سکتا تھا اور وہ شخص جو اُس کے پہلے رسم جاگیر کی بنا پر معطل رہا یا کسان بنایا جاتا تھا اب وثیقہ عدالتی کا ”نقل وار“ ہو گیا یعنی اس کے انعام کا ماخذ رسم جاگیر نہیں بلکہ نقل وثیقہ عدالت (جاگیر) ہو گیا اور اُس کے انعام کا لقب زمین نقل یعنی نقل واری قرار پا گیا اور اب اُس کو ہر ایک کے خلاف حتیٰ کہ اس کا امیر معطل ہی کیوں نہ ہو عدالت جاگیر میں مالش کرنے کا حق پیدا ہو گیا۔

عطا کی مدت معین ہوتی تو معطلہ (کھان) کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ وہ معطلہ کی زمین پر بطور عامل یا ملازم مقرر کیا گیا ہے اس لئے ایسی عطا میں اس کو کسی قسم کا حق دائمی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس شکل کو ہند میں پٹہ اور انگلستان حالیہ میں لیس (Lease) کہتے ہیں۔ انگلستان میں پٹہ کا شمار جائداد منقولہ میں ہوتا ہے اس لئے کہ پٹہ دار کو حق مقابضت مدت معینہ کے لئے حاصل ہوتا ہے اس کے بالعکس زمینداری اور نقل داری کے دعوے میں مدعی کو زمین بطور ایک شے (Res) جس سے Real نکلا ہے) ملتی ہے اس واسطے اس قسم کی زمین کو جائداد غیر منقولہ کہتے ہیں۔

اسٹیٹ ان فی سیمپل یا فی سیمپل (Estate in fee simple)

(or fee simple) وہ عطاۓ ارضی ہے جو اسامی کی وفات پر اُس کے وارث پر بحال ہوتی ہے۔ اس لئے یہ عطا دائمی ہے اور فی زمانہ یہ ملک مطلق ہو گئی ہے کتب قانونی اور پارلیمنٹ کے ایکٹوں میں ٹیننٹ ان فی سیمپل (Tenant in fee simple) کے لئے لفظ مالک استعمال ہوتا ہے۔ لہذا مالک اور ٹیننٹ ان فی سیمپل اب مرادف لفظ ہو گئے ہیں۔ فی (Fee) سے مراد ایسی زمین یا جاگیر ہے جو وارث کو پہنچ سکتی ہو۔ لفظ فی کا تعلق فیوڈل سے ہے فیوڈل سسٹم (نظام جاگیری) وہ طریقہ عطایائے ارضی ہے جس کے زیر اثر ایک ٹیننٹ ان فی سیمپل (مالک زمین) دوسرے مالک سے زمین پاتا ہے اور اس دوسرے

ملک سے تیسرا حاصل کرتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ بادشاہ تک پہنچتا ہے۔
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عطا کے ضمن میں اور دو اصطلاحوں
کی تشریح کر دی جائے۔

ٹو ان فیاف (To infeoff) جاگیر عطا کرنا۔ فیفمنٹ عطا
فی (جاگیر) سب ان فیوڈیشن (Sub infuedation) = فی سہیل
(ملک مطلق - جاگیر دائمی) کا کسی دوسرے کو عطا کرنا کہ وہ اپنے
ماتحت رہے یعنی وابستہ بنجائے۔

اسٹیٹ ان فی ٹیل یا بالاختصار فی ٹیل (Estate in fee tail)

or fee tail وہ عطیہ ارضی ہے جو صرف معطی لہ
(اسامی) کی اولاد پر بحال ہوتی ہے برخلاف اس کے جاگیر دائمی
یا ملک مطلق ایسی عطا ہے جو جاگیردار کے چھوٹے بھائی پر بھی
بحال ہو سکتی ہے۔ اس عطایا ملک کی بنا ایسے الفاظ پر ہوتی ہے
جیسا کہ ”عطیہ زمین بہ الف و ورثائے صلبی“ یا مشروط بہ الف، یک
فرانسیسی زبان میں tail کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ اس لئے
معطی لہ بہ سبب اس کا اختیار عطا قطع ہو جانے کے ابتدا میں اس
قسم کی عطا کو کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا تھا۔ وہ صرف
اپنی زندگی میں اس سے متمتع ہوتا اور اس کے مرنے کے بعد عطایا
تو اس کی اولاد صلبی کو ملتی یا اصل معطی کو مسترد ہوتی تھی اسلئے
اس کا نام عطاے مشروط یا منقطع پڑ گیا۔

(سم) اسٹیٹ فار لائف (Estate for life) (جاہداد یا ملک
مین حیات - اگر جاگیر دائمی یعنی ملک مطلق یا عطاے مشروط اس

قسم کی ہوتی جو کسی غیر معین وقت کے لئے دیجاتی جیسا کسی معطل کی زندگی کے واسطے زمین دی جاتی تو وہ اسامی آزاد اسامی متصور ہوتا تھا اور اُسکی عطا یا ملک فری ہولڈ (زمین آزاد یا ملک مطلق) کہلاتی تھی۔

تمثیلات

اگر الف (جاگیر دار اعلیٰ) نے اپنی زمین سے کچھ حصہ ب۔ ج اور د اور دوسروں کو اور انکے ورثا کو عطا کیا ہو کہ وہ الف کے اسامی و معطلی لہم بنکر اُسکی خدمات معینہ بجا لائیں مثلاً تعداد مقررہ میں فوج جمایا کریں یا معطلی کی زمین کے کسی مقررہ حصہ پر ہل جوتیں۔ اس شکل عطا میں ب۔ ج اور د فری ہولڈزر (معطلی لہم یعنی مزارعین زمین آزاد یا بالفاظ دیگر زمیندار و جاگیر دار) قرار پاتے تھے۔ جو جوں زمانہ گزرتا گیا ب۔ ج اور د کی خدمتوں کی ادائیگی روپیہ میں مبدل ہو گئی اور انہوں نے عطا کے معاوضہ میں مالگزاری یا زر لگان ادا کرنا شروع کر دیا۔ لیکن انکے ورثا اور جانشین اسی طرح سے فری ہولڈزر (زمیندار و جاگیر دار) کہلاتے رہے۔

اسی بڑے جاگیر دار نے ۸۔ ۹۔ ز اور ان کے ورثا کو اسی زمین کے دوسرے حصے عطا کئے ہوئے۔ یہ معطلی لہم اہل دیہہ (ولائی - Villani) تھے اور اس عطا کے معاوضہ میں ان کو معطلی کی ایسی خدمتیں انجام دینی ہوتی تھیں جو غیر معین تھیں۔ اسی عدم تعین کے لحاظ سے ان کو بتذل اور غلامانہ خیال کیا جاتا تھا مثلاً معطلی لہ (کسان و اسامی) مجبور کیا جاتا تھا ہفتہ میں دو روز جس کسی کام کے کرنیکے لئے الف حکم دے کیا کر۔ یہ عطاءے ارضی عطا و حقیقت دیہاتی کہلاتی تھی۔ ویلجر (Villager) دیہاتی کو بچتے ہیں۔ چونکہ ولین (Villain) اور سرف (Serfs) کی خدمتیں جیسا کہ ابتداء مضمون میں بیان کیا گیا ہے بتذل و غیرہ قبیح سمجھی جاتی تھیں عطاءے دیہاتی کا اطلاق (زمین یا حقیقت) غیر آزاد کے لئے ہونے لگا اور ولین و سرف غلام زرعی تصور ہونے

گئے۔ اس قسم کے کسان بالکل امیر معطی کے زیرِ اقتدار ہوتے تھے اور جاگیر دار ہی کی عدالت میں ان کے نزاعات ارضی کا تصفیہ ہوتا تھا۔ ان کی زمینات کی حقیقت کا عدالت جاگیر کے رجسٹر میں جیسا کہ اس کے قبل صراحت کر دی گئی ہے اندراج ہوتا تھا اور ان کے دستاویزات حقیقت ان اندراجات کے نقول ہوتے تھے اس لئے ان کی عطائیں زمین کاپی ہولڈر (Copy hold زمین نقل) اور یہ کاپی ہولڈر (Copy holder) - نقل دار) کہلاتے تھے۔

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ یہ معطی لہم بھی بتدریج آزاد ہو گئے اور زمیندار و نقل دار دونوں کے لئے خدمت کے بجائے زرِ نکان ادا کرنے کا طریقہ رائج ہو گیا صرف پرانی اصطلاحات قائم رہ گئی ہیں اور زمینداری و نقل داری میں صرف جزئی اختلافات باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً ہر ایک علاقہ و جاگیر کی نقل داری میں وہاں کے رسم و رواج مقامی کے لحاظ سے جائداد منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس زمینداری عام قانون ملک کے تابع ہے۔

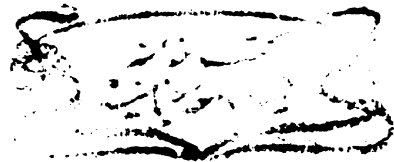
اسی طرح سے اس امیر نے یا اس کے ورثانے اپنی زمین کے دوسرے حصے مدت معینہ کے واسطے ح - ط اور ی کو عطا کئے ہوں گے۔ مثلاً ان کو ہفتہ وار یا کسان بنایا گیا ہو گا یا ساہا سال کے لئے یہ حصے دئے گئے ہوں گے اس شکل میں ح - ط اور ی کی حیثیت جاگیر دار معطی کے عمال (ملازمین) کی ہوگی اگرچہ مدت معینہ ایک ہزار سال یا اس سے زیادہ کیوں نہ ہو اس قسم کی زمین میں معطی لہ کی حقیقت یا جائداد جیسا کہ ابتدائے مضمون میں دکھلایا گیا ہے صرف منقولہ ہوتی ہے اور وہ پٹہ دار کہلاتا ہے۔

مختلف عطیات و حقیقت ارضی کو بنظر سہولت ذیل کے شجرہ میں مرتب کیا گیا ہے۔

Estates in land

(عقبات ارضی (یا جائداد غیر منقولہ)

Free hold	(Lease hold)	(Copy hold)
(جاگیر - زمینداری ملک مطلق)	(زمین پٹہ (پٹہ)	(زمین نقل - نقل داری)
Military (فوجی)	Socage (زرعی)	(1) Customary fee simple (رسمی عطایا ملک دوام)
(1) Fee simple (عطایا ملک دوام)	(1) Fee simple (زرعی عطایا ملک دوام)	(2) Customary fee tail (رسمی عطایا ملک مشروط و منقطع)
(2) Fee tail (عطایا ملک مشروط و منقطع)	(2) Fee tail (زرعی عطایا ملک مشروط و منقطع)	(3) Customary life or other estate of uncertain duration (رسمی عطائے (جائداد) حین حیات یا زرعی عطائے میعاد غیر متیقنہ)
(3) Life or other estate of uncertain duration (عطائے (حق) حین حیات یا عطائے میعاد غیر متیقنہ)	(3) Life or other definite estate of uncertain duration (زرعی عطا (جائداد) حین حیات یا زرعی عطائے میعاد غیر متیقنہ)	(4) Terms of years of copy hold land (پٹہ نقل داری)



Act (or bill) of attainder

مخصوص قانون تعزیری

attaindre

ایٹنڈر قدیم فرانسیسی زبان کا لغت ہے جو اسطرح

لکھا جاتا تھا اور انگریزی مصدر to attain اسی سے مشتق ہے جسکے معنی الزام ثابت کرنے اور مارنے یعنی سزا دینے کے ہیں۔ قانون غیر موضوعہ کے زیر اثر قدیم زمانہ میں جس کسی مجرم کے لئے انگلستان میں سزائے موت تجویز ہوتی اسکو ایٹنڈر یعنی مخصوص قسم کی سزا دی جاتی تھی یعنی سزائے موت کے سوائے اور دوسرا ہیں جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اور مجرم مذکور ایٹنڈ (attaint)۔

مخصوص سزایاب) کہلاتا تھا۔ اس قسم کے مجرمین کے علاوہ دوسروں کو بھی جن کا باقی رہنا ملک کے حق میں مضر معلوم ہوتا یا جو لوگ پناہ قانون سے خارج سمجھے جاتے تھے مخصوص قانون تعزیری کے زیر اثر سزا دی جاتی تھی اور ایسا سزا یافتہ قانون شہادت مجریہ سلسلہ کے پہلے مقبول الشہادۃ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مجرم پر قانون مذکور بننے کا اثر دو طرح سے پڑتا تھا :-

(۱) ضبطی اور (۲) حجب و حرمان۔ پہلے اثر کی بنا پر مجرم کی کل جائداد ضبط کر لی جاتی تھی اور دوسرے اثر کے لحاظ سے مجرم نے اپنے مورث کی وراثت اور نہ مجرم کا وارث اس کی نسیات پاسکنا تھا

یعنی یہ خاص سزا مجرم کے آبا و اجداد اور اُسکی اولاد کو اس کی میراث سے محروم و محجوب بنا دیتی تھی۔
مخصوص قانون تعزیری کے مشابہ ایک دوسرا
مخصوص قانون سزا و جرمانہ ہے اور جو بل آف پینلٹیز

(Bill of pains and penalties)

پینلٹیز

کہلاتا ہے۔ لیکن یہ دوسرا قانون اسقدر سخت نہیں ہے
یعنی اس کے زیر اثر مجرم کو موت کی سزا نہیں بھگتنی
ٹرنٹی۔ سب سے آخر اس قسم کا قانون ۱۷۹۰ء اور ۱۸۰۲ء
میں بنا تھا جبکہ اسقف آٹربری اور ملکہ کیارولین زوجہ
جارج چارم کو اس قسم کی سزائیں دی گئی تھیں۔

مخصوص قانون تعزیری اور مخصوص قانون
سزا و جرمانہ انگریزی دستور حکومت کے لئے
مخصوص ہو گئے ہیں۔ امریکہ اور دوسرے دول نے
اپنے یہاں اس قسم کے قانون کو جائز نہیں رکھا
ہے۔ یہ طریقہ اصل میں بادشاہ کو اُس کے دشمنوں
سے نجات دلانے کے لیے انگلستان میں اختیار
کیا جاتا تھا۔ مہرچند کہ اس اختیار پارلیمنٹ پر فی زمانہ
عمل نہیں ہوتا ہے لیکن اسکو منسوخ نہیں سمجھنا چاہئے
انگریزی پارلیمنٹ کے نا محدود اختیارات میں وہ
چاہے تو جائز فعل کو ناجائز قرار دے سکتی ہے
اور اس طرح ایک شخص کو اس کے جائز فعل

کے لئے جو مخصوص قانون تعزیری بننے کے پہلے واقع ہوا ہو قانون مذکور بنا کر ملزم ٹھہرتی اور سزا دیتی ہے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے زمانہ میں فرقہ غالب اپنے دشمنوں کو ان قوانین کے ذریعہ سے سزائیں دلاتا تھا۔ فقیاب فرقہ کی خوشامد و اطاعت میں دارالامرا نے سب سے پہلے اس طریقہ وضع قانون پر عمل کیا۔ ٹیوڈر بادشاہوں نے بھی اپنے خوفناک رقیبوں اور مدعیان سلطنت کو مخصوص قوانین تعزیری کا شکار بنایا۔

لیکن وضع قوانین کے لحاظ سے اس میں اور دوسرے مسودات قانونی میں صرف اس قدر فرق ہے کہ مخصوص قانون تعزیری کی تحریک عموماً دارالامرا میں ہوتی ہے اور جو مثل دوسرے مسودات کے دارالعوام اور بادشاہ کی منظوری کے بعد قانون متصوہ ہوتا ہے۔ اصل میں یہ ایک قسم کی عدالتی کارروائی ہے جو دارالامرا کے لئے مخصوص ہے اور جس کا مقصد بوقت ضرورت حکومت کو فائدہ پہنچانا ہے۔ قیام زمانہ میں ملزم کو اپنی صفائی اور برأت کے متعلق شہادت پیش کرنے کا بہت کم موقع ملتا تھا لیکن اب وہ کونسل وغیرہ کے ذریعہ سے باقاعدہ پیروی کرا سکتا اور اپنی نسبت شہادت پیش کرا سکتا

ہے۔ انگلستان میں سب سے آخری یہ قانون لارڈ ایڈورڈ ٹیننجرالڈ کی تحقیقات کے وقت بنا تھا جس نے ۱۹۷۱ء کی آئینی بغاوت میں حکومت کے خلاف سرغز کی حیثیت سے سخت ہنگامے برپا کئے تھے۔

1

CONSTITUTIONAL HISTORY

تاریخ دستوری

A

Abdication	ترک سلطنت
Abbot	رئیس رهبان
Absolute	مطلق العنان
Act of Security	قانون طمانیت
Active conformity	مطابقت عملی
Adjournment	التوا با اختیار خود
Administrative County	حکومتی ضلع
Administration	نظم و نسق
Administration of Justice	دادرسی - عدل گستری
Adoration	پرستش
Affirmation	اقرار صالح
Aid	امداد رقی - اعانت رقی
Alderman	شریک میربلد

Aldermen

شہر کا و سیر بلڈ

Allegiance

وفا شکاری

Altar

قربان گاہ

Anglican Church

مقررہ مذہب انگلستان

Anglo-Saxon

سیکسن انگریز

Amendment

ترمیم

Appropriation of supplies

تخصیص رقوم

Arbitration

ثالثی

Anarchy

عدم حکومت - نراج

Archbishop

صدر اسقف

Archdeacon

صدر شماس

Army and discipline Act

قانون تربیت و ضابطہ فوج

Assault and battery

حملہ اور زد و کوب

Assize

فرمان - قانون - نام تحقیقات - جوری

Assize of Arms

قانون اسلحہ

Act (or Bill) of attainder

مخصوص قانون تعزیری

Attorney General

صدر وکیل سرکار

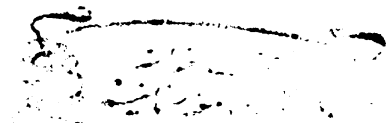
B

Ballot

قرعہ اندازی مخفی طریقہ کا دھ

Ballot Act

قانون قرعہ اندازی



Bankrupt

ویو الیہ

Law of Bankruptcy

قانون ویوالہ

Barony by tenure

بیرنی از روئے عطیہ ارضی

Barony by writ

بیرنی از روئے شقہ (طلبنامہ)

Benefit of Clergy

مراعات کنیسہ

Benevolence

قرضہ جبریہ - نذر

Bill

مسودہ قانون

Bill of attainder

مخصوص قانون تعزیری

Bishop

اسقف

Board

مجلس محکمہ

Board of Exchequer

مجلس مالیہ

Board of works

محکمہ تعمیرات

Book land

ارضی شخصی - زمین سندی

Borough

شہر -

Bye-law

قانون مقامی (موضع)

Bretwalda

حاکم برطانیہ

Burial

تجہیز و تکفین

C

Cabal

جماعت سازشی

Cabinet-closet

خلوت چھوٹا کمرہ

Cabinet System

نظام کابینہ

Cannons

عملہ اسقف

Cannon law

قانون کلیسائی۔ قانون مذہبی

Canvassing

جستجوئے رائے۔ استمداو

Carrier of goods

برندہ مال

Cathedral

کنیسہ اسقف۔ اسقف کا گرجا

Cause of action

بنائے دعویٰ

Celibacy

تجرد

Censorship of the press

نظارت مطابع

Central Government

حکومت مرکزی صدر حکومت

Chamberlain

تشییقاتی۔ بار سالار منتظم بارگاہ

Character

عادات و اطوار

Charter

سند شاہی

Chartered town

شہر سند یافتہ

Civil officers

افسران قانونی

Civil registration

اندراج قانونی

Civil & Criminal causes

مقدمات دیوانی و فوجداری

Conservative

قدامت پسند

Conservator of peace

مما فظ اسن

Constable

سزیل قصہ شاہی۔ قلعدار

Constituency

حلقہ انتخاب

Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	بجمع مصلیاں
Conviction of an offence	اثبات جرم
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیہ
Co-operation	اتحاد - اتفاق
Copy hold	نقل داری
Copyholder	نقل وار
Coroner	مقتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سند یافتہ شخصیت والی جماعت
Corporation	شخصیت
Corporate town	شخصیت والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد - مجلس نظیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of Assize	عدالت اسایز
Cross Classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقہ چارٹسٹ

Chartists

فرقہ چارٹسٹ - طالبان (سند) منشور

Church

کلیسا - مذہب

Church service

صلوۃ نصاریٰ

Churchrate

محصول کلیسائی

Church Wardens

ناظران کلیسا

Civil Government

حکومت منظم

Civil List

جیب خجہ شاہی - فہرست عہدہ داران علاقہ دیوانی

Clergyman

پادری

Coalition Ministry

وزارت تنفقہ

Customary law

قانون رسمی

Code of Laws

مجموعہ قوانین منضبط

Colonial office

محکمہ نوآبادیات

Commendation

رسم جوار

Commission

اختیار حکم - پروانہ تقرر - نیابت - مجلس

Commissioner

نائب قائم مقام

Composite constitution

دستور مرکب

Common land

اراضی شاملاتی

Common Law

قانون غیر موضوعہ

Common Pleas

مقدمات یا ناشات دیوانی

Common prayer book

عام کتاب صلوۃ

Commons

چراگاہ عام - چراگاہ شاملاتی

Commons (The)

اراکین عوام (پارلیمنٹ انگلستان)

Common wealth = Common Weal-th

(رفاہ عام، حکومت جمہوری)

Communion

عشاءے ربانی

Compurgation

تائید حلف

Compurgators

مؤیدین حلف

Complex

مخلوط

Confideration

اجتماع

Congregation

کلیسا مجمع مصلیان - فرقہ مذہبی

Consecration

تقدیس

County

ضلع

County Council

مجلس ضلع

D

Deacon

شماس

Dead letter

قانون منسوخ اصل

Declaration of Indulgence

اعلان مراعات

Declaration of Rights

اعلان حقوق

Delibrations

مباحث - مشاورات

Demesne Land

زمین سیر

Demesne Lands of the Crown

علاقہ صرف خاص - شاہی سیر

Democracy

حکومت جمہوری

Democrat

حامی حکومت جمہوری

Democratic

جمہوری

Degree (of a University)

سند جامعہ

Despatch

مرسلت سرکاری۔ نامہ و پیام

Diocese

ضلع اسقف یا صدر اسقف

Dictum

آئین

Direct taxation

محصول بلا واسطہ

Disability

عدم قابلیت

Disendowment

ازالہ وقف

Disestablishment

موقوفی

Dispensing Power

اختیار استثنا

Dissolution

برخواست (پارلیمنٹ)

Distrain of Knighthood

فوجی زمینداری کی فرتی

Distribution of seats

تقسیم ناائین

Districts

اضلاع

Divine Right

نیابت الہی

Division List

فہرست موافقین و مخالفین تحریک

Doctrine of tenure

مسئلہ (حقیقت) و عطائے اراضی

Doctrine of Transubstantiation

مسئلہ استحالہ

Domesday Book

کتاب بندوبست

E

Ecclisiastical order	امن مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ صوبہ دار - گورنر
Elastic	ملکن التاویل
Election	انتخاب
Elective	منتخب
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise-Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ - منتخب
Electorate	حلقہ انتخاب کنندگان
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیہ مشروط - عطیہ نقطع
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد - باگشت - حق بازگشت - حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات
Exclusive laws	قوانین محروسیت - قوانین اخراج و حرمان
Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion	حصول بالجبر

F

Fee = Court fee

رسوم عدالت

Fair criticism

انتقادی جائز

Fanaticism

تعصب شدید

Fanaticism (religious)

جنونی مذہبی

Father-land

وطن آبائی

Faulty

املاعت

Fee

پایتھ زمین داری - زمین معالی

Fee simple

کسب یا عطایہ مطلق

Fee tail

عکس یا عطایہ کے ساتھ شرط و منتقطع

Feelings

بہداشت - خیالات

Felon

جرم سنگین

Felony

جرم سنگین

Fellow of a college

طالب علم و خلیفہ یا سب امتیازی

Felocation

انتقالی مقبلیت

Federal State

دولت متفقہ

Fellowship

خلیفہ امتیازی

Feudal dependant

جاگیردار اعانت

Feudal incidents

رسوم جاگیری

Feudalism

خیال است. نظام جاگیری

Feudal lord

نبیل جاگیردار

Feudal Revenue

محاصل جاگیری

Feudal System

نظام جاگیری

Fine

پیشکش - نذرانہ - جرمانہ

First Lord of the Admiralty

وزیر کشتی

First Lord of the Treasury

وزیر خزانہ

Flexible

ترتیب نم پذیر

Folkland

زمین ناچھوری

Foreign despatches

مراسلات خارجہ

Finance

مالیہ

Foreign office

محکمہ خارجہ

Forciture

ضبطی

Franchise

حق رائے دہی - رائے (دوست) دینے کا حق

Free gift

مہبہ یا انعام بلا شرط

Free hold

زمینداری - زمین معافی - ملک مطلق

Free holder

جاگیردار زمیندار - مالک مطلق

French Reign of Terror

آشوب فرانس

Fund

سرمایہ

G

Galley Slaves

کشتی کھینے والے غلام

General Summons

طلبنامہ عام

Guardians of the poor

اولیائے مفلسین

Grammar school

مدرسہ ادب قدیم یونانی و لاطینی

Good will

نیک گمانی خیر خواہی و مقبولیت عامہ

Great Charter of liberties

سند اعظم حریت

Great Council (The)

مجلس عظمیٰ

Great officers of the state

عمائدین - اعلیٰ حکام سلطنت

H

Habeas Corpus Act

قانون لزوم تحقیقات مجوس

Hamlet

قریہ - کھنڈرا

Harbour

بندر - بندرگاہ

Heavy cavalry

رسالہ زرہ پوش

Heptarchy

حکومت مبدوع - حکومت ہفت سلاطین

Heresy

زندقہ - الحاد

Heretic

زندیق - ملحد

High Treason

بغاوت خلاف بادشاہ و خیرہ

Homage

وابستگی

Home office

محکمہ داخلہ

Householder's franchise

حق رائے مستکہ

House of Commons

بیت العوام

House of Lords

بیت الامرا

Houses of Parliament

بیوت پارلیمنٹ

Hundred

تعلقہ حصہ ضلع

Hundred Years War

جنگ صد سالہ

I

Illuminated books

کتب مطلقا و با تصویر

Immunity

بریت - استحقاق - معافی

Impeachment

مواخذہ

Imperial Expenditure

مصارف سلطنت - مصارف ملکی

Incest

تزویج محرمات

Incorporation

عطائے شخصیت

India office

محکمہ وزیر ہند

Indictment

الزام تحریری مصدقہ جوری کلاں - چالان

Indirect taxation

محصول بالواسطہ

Informal

بے ضابطہ - غیر رسمی - سادہ

Innate rights

حقوق فطرتی

Inquest

تفتیش

Ireland

آئرستان

Irish

آئرستانی

Institutions

ادارات - قوانین - آئین

Instrument of Government

دستاویز حکومت - آلہ حکمرانی

Interdict

حکم امتناعی پوپ

Interest

حق نسبت جائداد غیر منقولہ

Investiture

رسم تشریف و تقرر استقف منجانب پوپ



Jacobites (L.Jacobus and Fr.James)

طرفداران جمہیں دوم

Jesuits

فرقہ بیقوبلی

Judge

قاضی

Jurisdiction

اختیارات عدالت - اختیار سماعت مقدمات حدودارفی

Justice of the Peace

اعزازسی ناظم فوجداری

Justiciar

صدر اعظم

K

King can do no rong

بادشاہ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا

King is the fountain of Justice

بادشاہ منبع انصاف ہے

King in Council

بادشاہ باجلاس کونسل

King in Parliament

بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ

Knight

مبارز

Knight-errant

مبارز ودار

Knighthood

زمین مبارزہ فوجی زمینداری

Knight's fee

جاگیر مبارز

Knight service = Tenure by Knight service
= Military tenure

Knight tenure فوجی زمینداری

L

Land Lord زمیندار - مالک زمین - مالک خانہ - مستکر

Land tax محصول زمین

Land System نظام زمینداری

Land tenure عطا پائے ارضی

Law patent قانون اختراعات و صنائع

Law of Bankruptcy قانون دیوال

Lay man دنیوی آدمی

Lance پٹہ

Leasehold پٹہ دار

Lease holder پٹہ دار

Legal Provisions شرعی قوانین

Legate سفیر

Legislative innovations تغیرات قانونی

Libel ازالہ تشبہات عرفی - توہین تحریری

Liberal Education تعلیم دہشی و اخلاقی

Liberal party فرقہ حامی آزادی - فرقہ جدت پسند

Liberal supply فیاضانہ منظوری اخراجات منظوری

Liberty of the Press

آزادی مطابع

Liege lord

رئیس یا امیر واجب الطاعت

Licensing Act ('The)

قانون اجازت نامہ

Life interest

حق یا جائیداد حین حیات

Light house

منارہ بحریہ

Liturgy

طریقہ عبادت قومی۔ ادائے رسم عشاے ربانی

Local administration

حکومت مقامی

Local authority

حکومت مقامی

Local Community

حکومت مقامی

Local Government

حکومت مقامی

Local institutions

ادارات مقامی

Lords ordainers

ادارے مقنن

Lodger's franchise

حق رائے منزل گزین

Lord Chamberlain

میر تشریفاتی

Lord Chancellor

ناظم عدالت ایکویٹی (نصفیت)

Lord High Admiral

صدر امیر البحر

Lord High Chancellor

میر مجلس عدالت العالیہ۔ قاضی القضاة

Lord Lieutenant

نائب السلطنت

Lord President of the Privy Council

میرستشار

Lord Protector

حامی سلطنت

Lord's anointed

برگزیدہ الہ

Lords Spiritual

امراء دینی

Lords Temporal

امراء دنیوی

M

Magna Charta

سند اعظم

Manor

پرگنہ - جاگیر

Maritime adventures

وقائع سیاحت بحری

Marriage

رسم تزویج عقد نکاح

Marriage Act

قانون ازدواج

Marriage by civil registration

تزوینج بذریعہ اندراج قانونی

Marshall

سپہ سالار

Martial law

قانون حربی

Masses of the people

عامہ خلایق

Matriculation

شرکت جامعہ

Mayor

میرپلہ

Meadow

سبزہ زار - چراگاہ - مرغزار

Merchant shippings

جہازات تجارت - تجارتی جہاز

Middle Ages

عہد وسطی - ازمنہ وسطی

Military tenure

عطیہ خدمت فوجی

Militia = National army

فوج روئین - فوج قومی

Modern England

انگلستان حالیہ

Monarchy

حکومت شخصی

Money bill

مسودہ قانون مالیہ (مسودہ معاملات مالیہ)

Money Market

طرفہ بازار زر

Mortmain

بدست مردہ

Mote

مجلس

Motive

تحریک غرض

Motive power

قوت محرکہ

Mouthpiece = spokesman

وکیل - نمائندہ

Municipal borough

بلدیہ والا شہر

Municipal Corporations

شخصیات بلدی - بلدیات سند یافتہ

Municipal reform

اصلاح بلدیہ

Mutiny Act

قانون غدر

Mysticism

تصوف

N

National assembly

مجلس قومی - مجلس ملیہ

National administration

حکومت قومی

National Covenant (The)

عہدنامہ قومی

National purse

داخل ملکی - محال قومی

Natural rights

حقوق فطرتی

Navy

بحریہ - محکمہ بحری

Nuisances

امور باعث تکلیف

O

Occasional confirmity

مطابقت اتفاقیہ

Occupier

قابض

Officers of the Royal household

افسران بیوتات شاہی

Opening of Parliament

افتتاح پارلیمنٹ

Oppositon

ارکان مقابلہ - فریق مقابل

Ordeal

استحان - آزمائش

Ordinance

فرمان

Overrule.

بطلان یا رد فیصلہ

Overseers of the Poor

ناظران مفلسین

P

Parish Council

مجلس پیرش

Parish rural

دیہاتی پیرش

Parish Urban

شہری پیرش

Parson

پادری متولی

Parliamentary papers

کاغذات پارلیمنٹ

Party

فرقہ

Party Chief

سروا فرقہ

Party in a Minority

فرقہ قلیل

Party System

نظام فرقہ بندی

Party in a Majority

فرقہ کثیر

Party Government

فرقہ بندی کی حکومت

Party having Majority in
the House of Commons

میت العموم کا برسر حکومت فرقہ یا فرقہ کثیر

Passive obedience

اطاعت غیر مخالفانہ - اطاعت تامہ

Patent

سند ایجاد - سند حق اختراع

Law of Patents

قانون اختراعات و صنائع

Peerage Bill

مسودہ قانون امارت

Penal Statute

قانون تعزیری

Penalty

سزا - تاوان

Pensioner

وظیفہ یاب

Petition of Rights

قانون حقوق

Place men

ملازمان شاہی - صاحبان مناصب

Pleas of the Crown

مقدمات فوجداری

Pocket borough

جیب پرکن شہر

Political institutions

ادارات سیاسی

Poor Law

قانون مفلسین

Poor Relief

امداد مفلسین

Popular assembly

مجلس ملیہ مجلس قومی

Popular Court

عدالت قومی

Preferment

معاشرہ مذہبی منصب و عہدہ کلیسائی

Prelate

رئیس کنیسہ

Preliminaries

مقدمات صلح

Prerogative of Mercy and Pardon

شاہی اختیار معافی و ترحم

President

میر مجلس

President of the Board of Trade

میر مجلس تجارت

President of the Board of Education

میر مجلس تعلیمات

President of the Local Government Board

میر مجلس حکومت مقامی

Prince of Wales

ولیدہ برطانیہ

Private business

کار شخصی بچ کے کام

Privileged Communications

بیانات استحقاقی

Privy council

مستشار شاہی

Privy Councillor

رکن مستشار شاہی

Procedure

ضابطہ

Proclamation

اعلان

Presentment

چالان

Property qualification

شرائط ملکی

Prorogation

التواجم شہی

Protector (Lord)

نائب السلطنت - حامی سلطنت

Protectorate

حکومت زیر حمایت

Provisions

قواعد۔ شرائط

Provisions of Oxford

دستور (معاہدہ) جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا

Proxy

نائبہ قائم مقام

Public affairs

امور ملکی۔ مہام سلطنت

Public credit

اعتبار قومی۔ سرکاری اعتبار

Public Expenditure

مصارف ملکی

Public Health Act

قانون صحت عامہ

Public Interest

رفاہ عام

Public opinion

راے عامہ

Public Purse

محصل ملکی

Public Spirit

رفاہ قومی

Q

Qualifications for the franchise

شرائط الہیت راے زنی

Question of fact

امر واقعیاتی

Question of Law

امر قانونی

Quinquennial Act (The)

قانون پنجسالہ

R

Ratification

توثیق۔ منظوری

Rector

متولی کلیسا

Redistribution of Seats . Act

قانون تقسیم کمرزنامین

Reform Act (The)

قانون اصلاح

Reformation (The)

عبدالصلاح (مذهب)

Registrar General of Birth, }
Marriages and deaths }

{ صدرناظم محکمہ ولادت
و ازواج و ممات
پیشکش - نذرانہ

Relief

Religious fanaticism

جنون مذہبی

Rent

مالگزارری - رزرنگان - کرایہ

Rental of the land

آمدنی مالگزارری

Reporter

خبر نویس

Representation

نیابت - نمایندگی

Representative

نائب - نماینده

Representative Government

حکومت نیابیه

Republican

جمهوریت پسند

Responsibility

جوابدہی - ذمہ داری

Restoration (The)

عود شاہی

Revenue

محاصل

Retainer

وابستہ دولت

Rigid

غیر نرمیم پذیر

Right to reputation

حق نیکنامی

Royal administration

نظم و نسق (یا انتظام) شاہی

Royal closet

خلوت شاہی

Royalist

طرفدار شاہی

Rotten borough

شہر ویران و خراب - شہر غیر آباد

Round Heads

سر تراشیدہ - سر منڈے - طرفداران کرامویل و جمہوریت

Rump (The)

تلمچٹ - فضلہ - نام الکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ

S

Sacramental Test

آزمائش عشاء ربانی

Sanitary authorities

حکام صفائی یا حفظان صحت

Sanitation

حفظان صحت

Schism Act (The)

قانون افتراق (مذہبی)

Secondary Education

تعلیم ثانویہ

See

علاقہ ماتحت اسقف یا صدر اسقف

Secretary of State

وزیر سلطنت

Secretary of State for Colonies

وزیر نوآبادیات

Secretary of State for India

وزیر ہند

Secretary of State for War

وزیر جنگ

Self Government

حکومت خود اختیاری

Septinial Act (The)

قانون ہفت سالہ

Serf

غلام زرعی غیر آزاد کسان

Set Speeches

پیشکلف اور مصنوعی تقریریں

Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ - زر جہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Simple esquires	ادنیٰ درجہ کے معزین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Spiritual cause	مقدمہ مذہبی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیہ زرعی ..
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرماں روا
Statistical Survey	بند و بست - پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	مجموعہ قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط - دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیاء تجارتی کا محصول کروڑ گیری
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت

Supreme Power

حکومت اعلیٰ

Suspending power

قانون کو معطل کرنیکا اختیار۔ الفا

T

Taxation

اجراء محصولات

Technical Education

تعلیم صنعت و حرفت

Tenant-Farmer

کاشتکار یا اسامی قابض۔ رعیت

Tenant-farming

رعیت واری

Tenant-in-Chief

اعلیٰ معطی لک (جاگیردار)

Tenure

عطیہ ارضی

Test Act (The)

قانون آزمائش

Thanes = Thegus

ندیمان بنو آزما۔ مصاحبان جنگی

Title deed

مستناویز حقیقت

Toleration Act (The)

قانون رواداری مذاہب

Tory

فرقہ قدامت پسند

Tory Government

حکومت فرقہ قدامت پسند

Towuship

موضع قصبہ

Traffic

مال تجارت۔ حمل و نقل انسان و مال

Trial by battle

تحقیقات بذریعہ جنگ و جدل

Trial by Ordeal

تحقیقات بذریعہ امتحان (آب آتش)

Trinnial Act (The)

قانون سہ سالہ

Turning point

نقطہ انقلابی

U

Under-Kings

سلاطین کم مرتبہ

Uniformity (Act of)

قانون یکدنگی

Unit of Administration حکومت کا پہلا ذریعہ سب سے چھوٹا ذریعہ حکومت

Unitary Constitution

دستور انفرادی

Upstart

نودولت

V

Vassal

وابستہ

Venue

مقام واردات

Vestry

مجلس انتظامی کلیسا

Veto

اختیار نامنظوری

Vicar

ناظر نگہبان کلیسا

Vice-President

نائب میر مجلس

Villain

غلام زرعی غلام زراعتی۔ کسان غیر آزاد

Violence

جبر و تشدد۔ دنگا فساد

Volunteer

رضا کار

Vote

راے۔ رای زنی

Vote Supply (to)

مصارف ملکی منظور کرنا

W

War office

حکمر جنگ

Westminster Abbey

خانقاہ ویسٹ منسٹر

Witans

ارکان مجلس عقلا

Witenogemote

مجلس عقلا

Working Majority

کثرت موثرہ - کثرت عاملانہ - فرقہ کثیر

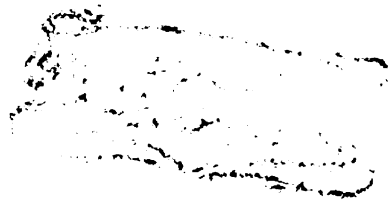
Y

Yeoman

زمیندار - کسان - سپاہی مستحفظ

Yeomanry

فرقہ زمینداران - احرار - فوج مستحفظ



آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتابخانه

جامعه

۱- از این کتابخانه برای هر یک از کتابخانه‌ها یک کپی از هر کتابی که در این کتابخانه موجود است، به کتابخانه‌های دیگر ارسال می‌گردد.

۲- اسامی کتابخانه‌ها و شماره کتاب‌ها در این کتابخانه ثبت می‌گردد.

۳- از این کتابخانه برای هر یک از کتابخانه‌ها یک کپی از هر کتابی که در این کتابخانه موجود است، به کتابخانه‌های دیگر ارسال می‌گردد.

۴- اسامی کتابخانه‌ها و شماره کتاب‌ها در این کتابخانه ثبت می‌گردد.

۵- از این کتابخانه برای هر یک از کتابخانه‌ها یک کپی از هر کتابی که در این کتابخانه موجود است، به کتابخانه‌های دیگر ارسال می‌گردد.

۶- اسامی کتابخانه‌ها و شماره کتاب‌ها در این کتابخانه ثبت می‌گردد.

۷- از این کتابخانه برای هر یک از کتابخانه‌ها یک کپی از هر کتابی که در این کتابخانه موجود است، به کتابخانه‌های دیگر ارسال می‌گردد.

۸- اسامی کتابخانه‌ها و شماره کتاب‌ها در این کتابخانه ثبت می‌گردد.

۹- از این کتابخانه برای هر یک از کتابخانه‌ها یک کپی از هر کتابی که در این کتابخانه موجود است، به کتابخانه‌های دیگر ارسال می‌گردد.

۱۰- اسامی کتابخانه‌ها و شماره کتاب‌ها در این کتابخانه ثبت می‌گردد.

